

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَمَلِيَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 5

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تصنیف: احمد رضا اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

الاحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ

الْفَتْاوى الرضوية

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

www.alahazrat.org

جلد پنجم

تحقیقات نامورہ پرستمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقیہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ

۸۱۳۲۰ — ۸۱۳۶۲

۱۹۲۱ — ۱۹۸۶

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۳۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۴



کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارت	(۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبداللہ دایم ، بہری پور ہمسزارہ (۲) حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری ، لاہور
پیش لفظ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا ذیاب احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب و فرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل کڑیال کلان (گوبہرائوالہ)
پرودہ ریزنگ	مولانا سر فار احمد حسن سعیدی
پیشنگ	مولانا محمد حسین قادری شطاری
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز ۱۵ اندرون لوہاری بھٹ لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	روپے

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰ / ۹۳۱۵۳۰۰

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء الہند آن لائن سبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر راجرز ، س جی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۲۲	کتاب الصلوٰۃ
۱۲۱	باب اللدعات
۲۲۳	اماکن الصلوٰۃ
۳۶۱	باب الاذان والاقامة
۶۷۹	ماخذ و مراجع

فہرست رسائل

۷۵	○ جمان النجاشی
۱۵۹	○ حاجز البحر
۲۲۹	○ منیر العین
۵۳۷ تا ۶۷۷	○ ضمنی رسائل المناکات فی حکم فضائل
۶۱۹	○ نوح المستور
۶۵۳	○ ایزان الامر



پیش لفظ

الحمد لله! المحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرائض علیہ و ذوالہ فقہیہ کو جدید انداز میں منقذہ شہود پر لانے کے لئے محترم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب امت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی ”رضا فاؤنڈیشن“ کے نام سے جو اوارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف شکار ادیب شہیرا پر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبداللہ داکم مدیر ماہنامہ جام عرفان و محترم دارالعلوم ربانیہ صدیقیہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری و امت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۴۰ اسواول کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو بحث بنایا گیا ہے۔

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

علاوہ ازیں پیش نظر جلد میں ایجاب فیفسر و نکات لطیفہ پر مشتمل پانچ گراں قدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جہن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

- (۱) جمان الساج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ۱۳۱۹ھ
معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کا طریقہ
- (۲) حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین ۱۳۱۳ھ
دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم ۱۰ الہدایات اور نوٹ متعلق معیار الحق
- (۳) منیر العین فی حکم تقبیل الایہما مسین ۱۳۰۱ھ
اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان
- (۴) نہج السلامة فی حکم تقبیل الایہما مسین فی الاقامۃ ۱۳۲۳ھ
اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد
- (۵) ایذان الاجوف اذات القبر ۱۳۰۴ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے ہزار پر تار کی تحقیق



حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ لاہور

۸ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

نوٹ ۱۔ اس جلد میں شامل رسالہ عاجز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارت نقل کی گئی ہیں ان عبارت کی تلاش کے لیے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ ندیریہ کا نسخہ پیش رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اٹھ حضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے ص ۲۲۶ پر عبارت صلی الظہر والعصر ثوب کب میں والعصر کا لفظ کٹ گیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا ص ۳۷۹ ملاحظہ ہو۔

فہرست مضامین

كتاب الصلوة

نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کسی نبی نے پڑھی اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں میں بھی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے ساتھ مخصوص تھا نماز پنجگانہ کے امت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات ۔

تورات شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
حدیث بخاری اعظم النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لیلۃ یا العشاء الخ سے میں نقل۔
آقام ابن عائشہ عیشیہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ
شیخ سے اُن کا سن و وفات نہ۔

پانچویں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعث سعادت و کامیابی رہا ہے۔

کتاب اللہ کا حفظ اہم سباقہ میں خاصہ اہمیت رکھتا ہے

۴۳ عظیم الصلوٰۃ والسلام تھا۔
کوئی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار
قول ہیں۔

ایک حکایت جو احیاء کلام پر مشتمل ہے۔
قول جہاد کی ترجمہ رضوی۔

۲۳ حضرت یونس بن یحیٰی بن یعقوب کی اولاد سے
ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
۲۴ معد تھے۔

۵۲ آسی طرح حضرت عزیز علیہ السلام۔

۵۸ رسالہ جہان النجاشی فی بیان الصلوۃ قبل
المعراج کہ قبل معراج سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔

۶۲ نماز پنجگانہ سے پیشتر مسلمان پابست اور عمر
کی نماز پڑھتے تھے۔

ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

۶۴ قبل معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز دو شنبہ کے اول حصہ میں پڑھی، اور

- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں
 اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن
 نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو
 استقبال قبلہ، تکبیر تحریر، قیام
 قرأت، رکوع تھا اگر اس میں اختلاف ہے۔
 اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔
 حدیث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 سعید بن مسقیم جلی منکر الحدیث ہیں۔
 مولانا محمد رضا علی صاحب کافقوی اسل شہار کے
 متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا
 اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔
 ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں
 اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
 خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین کا منکر کافر نہیں مالا کہ اس کی حقانیت
 قطعیات سے ثابت ہے۔
 تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل
 بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے
 ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
 تاکہ نماز کی تکفیر قدامت اہلسنت کا مسلک ہے
 مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب انہ
 اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
 محکم کو حکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔
 تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
- خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
 ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔
 جس نے قصد نماز ترک کی اس نے اپنی مال
 بیت اللہ میں شتر بارزنا کیا۔ یہ روایت میری
 نظر سے نہیں گزری۔
 ایک درم سود کو آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ
 کے نزدیک محکم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے
 سنت تر ہے۔
 ایک وقت کی نماز قصد بلا عذر شرعی دیدہ دانستہ
 تناسل کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
 مانی جہانہ جائز نہیں کہ فسق ہو چکا ہے۔
 ترک نماز پر مانی جہانہ جائز نہیں۔
 طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا
 ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔
 جہان، ریل، کشتی، بحر سے پر نماز پڑھنے کا حکم۔
 اشیائے مسکوئی کی نماز کی ادائیگی کا حکم۔
 دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔
 نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔
 غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی
 کون کون سی عزائیں جائز نہیں۔
 اگر تمہارے قریب ایک شخص کو ہدایت ہو جائے
 تو یہ رُسنے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
 اگر بالمعروف نہی عن النکر کے بارے میں اگر کوئی
 یہ کہے کہ اس میں رخصی کیا ہے تو اس کو تجذیب اسلام
 اور تجذیب نکاح کرنا چاہئے۔

بے نماز کی نماز جواز کا حکم۔

باب الاوقات

وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہونا چاہئے
کیا ہے۔

نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ

نہار نجومی

وقت زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔

یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۸ منٹ
تک پہنچتا ہے۔

یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

دبارة وقت عصر قول مشلیں سے رجوع فرمایا بلکہ

قول یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے اور قول مشلیں

احوط، اصح اور از روئے دلیل راجح ہے۔

اس قول پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث

باب الاذان للمساخر میں ہے۔

جو کچھ خلاف ظاہر الروایت ہے مرجوع عنہ ہے

قول یک مثل پر قول مشلیں کی وجہ ترجیح۔

نماز عصر کا وقت مستحب اور مکروہ کیا ہے۔

بابت نماز عصر کے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ دہلوی

عز کا مل۔

مکرہ بخاری جس کو عالم فہیم اور عالم میل و نہار بھی کہتے

ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۵۵ میل اور قول

اول میل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔

۱۲۰ طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور

جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے

۱۲۱ سوا ہر نماز ممنوع ہے۔

۱۳۸ جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد

۱۲۱ یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔

۱۲۲ ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر

۱۲۲ کی مقدار۔

۱۲۳ فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔

۱۲۶ غروب شمس کی تحقیق رضوی۔

دربارہ نماز عصر ایک بائی خیاط کا اعتراض اور

۱۳۰ اس کا جواب۔

مجمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک

۱۵۰ مقبول ہے۔

رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب

۱۵۱ کے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔

وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک

۱۳۳ رہتا ہے۔

۱۳۴ جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب

۱۵۳ کے بجائے شروع ہوتا ہے۔

۱۵۳ تاخیر مستحب کے معنی۔

ظہر کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی

۱۵۴ تقسیم فصول۔

۱۵۵ اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔

بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد

۱۵۶ میں دبارة اذان و اقامت افضل کیا ہے۔

- مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان
من ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔
- ۱۵۹ سفر میں جمع بین الصلواتین جائز ہے یا نہیں
رسالہ حاجز البحرین الواقع حنف
مجمع الصلواتین۔
- ۱۵۹ جمع بین الصلواتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی
جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد،
اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔
- ۱۶۰ کتاب الحججہ تألیف امام فقیہ محدث عینی
ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
- ۱۶۱ جمع صوری بضرورت شدت بادش بھی جائز ہے۔
۱۶۲ دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس
کے معنی مراد۔
- ۱۶۲ جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقسیم
دوم جمع تاخیر۔
- ۱۶۲ فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے
پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا مسموع و صریح حدیثوں
سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
- ۱۶۳ حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
۱۶۴ تالیف اور عبد اللہ بنی واقعہ دونوں شاگرد عبد اللہ
بن عمر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
- ۱۶۴ صنفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابی عمر، مختار کذاب
کی ہیں نہیں ان کے صحابہ ہونے میں اختلاف
ان کے والد ساجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم (حاشیہ)
- ۱۶۲ حدیث دوم اور سوم۔
۱۶۳ حدیث چہارم و پنجم۔
۱۶۴ افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوا نے مذکور کا
محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری
مسلم کے رجال سے ہیں۔
- ۱۶۴ لطیفہ اول
۱۶۵ تمام ادب سلف و اصطلاح محمد بن یحییٰ میں تشبیہ اور
رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ
روافض کو کہتے ہیں۔
- ۱۶۱ جن کو اصطلاح قدما پر بلفظ تشبیہ ذکر کیا جاتا
ہے اور ان کے اسماء۔
- ۱۶۶ لطیفہ دوم و سوم
۱۶۶ بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
۱۶۷ حنان یقرب اور غلان غریب الحدیث ہیں
فرق ہے۔
- ۱۶۷ (حاشیہ) ۱۶۷
۱۶۸ لطیفہ چہارم
۱۶۸ پیشوا نے غیر مقلدین کی تحریف کو ولید بن مسلم کو
ولید بن قاسم بنایا اول رجال صحیح مسلم سے امام
ثقلہ ہیں اور دوم قدرے متکمل فیہ۔
- ۱۶۸ صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
صدوق بیخطی کہا گیا۔
- ۱۶۹ (حاشیہ) ۱۶۹
۱۸۰ لطیفہ پنجم، عطا ثقلہ ہیں۔
۱۸۰ دہلی اور صدوق بیہو میں فرق ہے۔
۱۸۰ صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم

- کہا گیا۔
 ۱۸۰۔ اسی ابن حزم نے بابے حلال کرنے کے لئے
 ۱۸۱۔ تصحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزرگ
 ۱۸۲۔ تعلیق روکیا۔
 ۲۰۶۔ پیشوا سے غیر متقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم
 ۱۸۳۔ اور اس کے بیان کردہ مقدمہ پر بارہ دہرہ
 سے رد۔
 ۲۱۰۔ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔
 ۲۱۱۔ اور عدم مصلحت ہر جگہ اُس کے لئے لائی ہوئی ہے
 ۲۰۱۔ حدیث مروی بالمعنی کے (فا اور (و) وغیرہ
 ۱۸۴۔ سے استدلال صحیح نہیں
 ۲۱۱۔ آقا خدہ ثانیہ کو جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔
 ۲۱۲۔ تطبیق دل زما
 ۲۱۵۔ آقا خدہ ثانیہ نہایت بین و مصلوٹوں کے بارے میں
 احمد شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔
 ۲۱۵۔ اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔
 ۲۱۶۔ آقا امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
 ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک قسے
 ۱۹۹۔ ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
 ۲۰۳۔ آقا خدہ ثانیہ کو حدیث دار قطنی بھی ضعیف ہے۔
 ۲۲۰۔ آقا خدہ ثانیہ بابت حدیث انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ۔
 ۲۲۱۔ امام اسحق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے
 چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
 ۲۲۲۔ شباب بن سوار متدع تھا۔
 ۲۲۳۔
- ۱۸۰۔ لقیفہ ششم و ہفتم و ہشتم
 مقام ظل مدینہ طیبہ سے ملے ہیں۔
 ۱۸۲۔ چند اوام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا
 ذرا سے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
 ۱۸۳۔ امام سفین بن عیینہ نے زہری سے روایت میں نہیں
 سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی پھر اُن کے لغتہ
 محبت ہونے پر اجماع ہے۔
 ۱۸۴۔ لقیفہ نہم
 آقا خدہ ثانیہ کو احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے
 پر پانچ قرآن ہیں۔
 ۱۸۵۔ آقا خدہ ثانیہ
 آقا خدہ رابعہ کو وہ احادیث جن میں مطلق تین تین
 الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر
 محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
 پہل حدیث
 دوسری تیسری، چوتھی حدیث۔
 پانچویں تا گیارہویں حدیث۔
 فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔
 پیشوا سے غیر متقلدین کی پیش کردہ حدیث اولیٰ
 بابت جمع بین الصلوٰتین
 خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع ہے۔
 ۲۰۶۔ حدیث معلول کے لئے ضعف راوی ضروری نہیں
 ابن بزم غیر مقلد غیث اللسان نے سیدنا ابو یوسف
 صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔
 ۲۰۶۔

- ۲۲۹ اور درایت راجح اور جو صحابہ اور اکابر تابعین اور اہل بیت سے تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۲۵
- ۲۲۶ حدیث المسد فی اللہ تعالیٰ عنہ ما بشت جمع میں الصلوٰتین۔ ۲۲۶
- ۲۲۸ اس کا جواب ۲۲۸
- ۲۳۲ حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔ ۲۵۲
- ۲۳۳ جواب ثانی ۲۵۲
- ۲۳۴ نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ مذاہب سے پہلے کہ جس پر امامیہ دل میں۔ ۲۵۳
- ۲۴۰ حدیث اول تا سوم ۲۵۳
- ۲۴۳ حدیث چارہ تا ہفتم ۲۵۵
- ۲۴۴ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطائے معصوم تھے۔ ۲۵۶
- ۲۴۵ حدیث ہشتم و نہم ۲۵۷
- ۲۴۸ تطبیقہ اول ۲۵۸
- ۲۴۵ شیوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے بعد جوتا ہے۔ ۲۵۸
- ۲۴۵ تطبیقہ دوم ۲۵۹
- ۲۶۰ لطیفہ سوم و چارم ۲۶۰
- ۲۶۰ لطیفہ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم ۲۶۰
- ۲۲۹ فقط (مجموعاً) اجتماع فی حکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔
- ۲۲۶ فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر۔
- ۲۲۶ جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔
- ۲۲۸ اس کا جواب اول۔
- ۲۳۲ قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
- ۲۳۴ قریب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔
- ۲۳۴ قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔
- ۲۴۴ قریب وقت کو نام وقت سے تعبیر دیکھا ہے۔
- ۲۴۴ ان نفلوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ وہ مسکن نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔
- ۲۴۴ جواب دوم
- ۲۴۴ قحطہ حشا و سبہ شام کے دھندلکے کو کہتے ہیں۔
- ۲۴۵ عبد اللہ بن ابی نجیح یسار کی مدس ہیں۔
- ۲۴۵ جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدس کا عینہ مرود ہے۔
- ۲۴۵ جواب سوم
- ۲۴۵ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ ابیض تک۔ یہی روایت صحیح

۲۶۰	حدیث شریف پر مشتمل۔	۲۶۳	لطیفہ نم و دم
۲۶۱	آیات		فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داؤد
	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث،		جس سے آج تک اصل تعرض نہ ہوا، نہ استناداً
	مماثلت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے	۲۶۲	نہ جواباً۔
۲۶۴	ترک سے ترہیب میں۔		اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد
	حدیث کہ جو تین چیزوں کی مماثلت کرے وہ	۲۶۵	جاری متکلم فیہ ہیں۔
۲۶۸	سچا دلی ہے۔	۲۶۵	طریق دوم میں مولیٰ بن ابیاب صدوق لڑا دیا۔
۲۶۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔		نعمت بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
۲۶۹	نوع آخر حدیث سائل۔		تسلی عند کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا
	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی		تھا۔ جامع مسیح میں اس کی روایت مرقوم ہے
۲۸۰	پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۶۶	نہ بطور حجت۔
	نوع آخر کرب ایک نماز کا وقت آیا دوسری		ابوالزیرید بس ہیں اور بس کا معنی مقبول نہیں
۲۸۱	کاپی تار یا۔		لیکن اس سے اگر لیس بن محمد روایت کریں تو
۲۸۳	لطیفہ	۲۶۶	مقبول۔ ذکر وجہ فی الزیران۔
۲۸۴	لطیفہ		تک معطلہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل
۲۸۶	لطیفہ	۲۶۷	فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع	۲۶۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر
۲۸۹	ہیں الصلوٰتین کی نفی ہے۔		مدینہ منورہ سے مقام ذات البیث کے فاصلے
۲۹۱	قصیدہ محمول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	۲۶۸	میں اختلاف کثیر
	مرسل حدیث ہمارے اور جہور کے نزدیک	۲۶۸	مدینہ طیبہ تک معطلہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۲۹۲	حجت ہے۔		حوالی مکہ معطلہ میں وقت مغرب کم و بیش
۲۹۳	لطیفہ	۲۶۸	ڈیڑ گھنٹہ ہوتا ہے۔
	مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شائع		فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت الحرام
	غیر متعلقہ بقربات میں معتبر نہیں کلام صحابہ	۲۶۹	اوقات میں۔
۲۹۳	ومن بعد ہم میں معتبر ہے۔		قسم اول نصوص عامہ جو سائے آیات اور تفسیر

- تعلیف
۲۹۳ تب تب سید کہیں حد ثنا عبد اللہ تو
۲۹۴ ابن المبارک مقدم ہوتے ہیں اور جب بندہ
کہیں عن محمد عن شعبۂ تو غندر
مراد ہوں گے۔ ۳۰۹
- ۳۰۰ حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں حنفی
بن غلہ نہیں۔ ۳۰۴
- ۳۰۱ خلافت الکلام
۳۰۹ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے
افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۱۱
- ۳۰۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بعض فضائل۔ ۳۰۳
- ۳۰۲ عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک ان
کی روایت و قول کو سب صحابہ کے قول پر
ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے اللہ کے نزدیک
وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ۳۱۱
- ۳۰۳ صحوہ تجری نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟
۳۱۴ ایک شخص نماز فجر میں تھا، کسی نے کہا آفتاب
نکل آیا تو وہ کیا کرے۔ ۳۱۹
- ۳۰۳ فجر و ظہر کا آخروقت مکروہ نہیں۔ باقی تین
کا مکروہ ہے۔ ۳۲۰
- ۳۰۶ میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار
نصف النہار اور سایہ اہل معلوم کرنے کے
دو طریقے۔ ۳۲۲
- ۳۰۶ مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا
تعلیف
۲۹۳ حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے اکثر حنفیہ
کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ
فرگداشت نہیں ہوتا۔
۳۰۰ احادیث مرویہ بالعرفی مختلف طرز پر روایت کی جاتی
ہیں، کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا،
جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔
اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری
فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساتھ وجہ
سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہنچاتے۔
تعلیف
۳۰۲ خالد بن غلہ صحاح ستہ کے رجال سے ہیں
اور امام بخاری کے استاد۔
۳۰۳ ضعیف، تشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث
میں فرق ہے۔ تشیع اور صاحب افراد ہر ایک
موجب ضعف نہیں۔
۳۰۳ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق
ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متروک
و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔
بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۲۰ (حاشیہ)
اہم عیش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔
تب تب بصری من عبد اللہ بن مسعود بن عمرو بن عاص
مقدم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

- ۲۲۳ ڈھلا معلوم ہو سکتا ہے۔
مستحان کا محل حتی الامکان محل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔
ظہر آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔
ظہر کی ششستیں پڑھے نماز امت کر سکتا ہے یا نہیں۔
نماز مغرب اور اذان غشائیں کس قدر فاصلہ رکھا جائے۔
قراآن و غل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے۔
یا صرف نماز فرض میں ہی کی فرضیت ہے۔
نماز عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
نماز عرفی ہمیشہ سارنجوی سے زیادہ ہوتی ہے۔
رداں میں صبح و صوب ٹھہری کا اعتبار ہے۔
اتحاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ میں سٹ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بیست و شش۔
اوقات جماعت مقرر کرنا چاہئے یا نہیں۔
پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہئے۔
آفتاب نکلے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔
بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔
سجدہ شکر بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔
فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔
جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار بتائی ہے۔
یرینی میں جو سج گوا اور سوا غروب کا وقت۔
بحالت سفر بھی جہن میں الصلوٰۃ جائز نہیں۔
- ۲۲۴ گناہ کبیرہ ہے۔
تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہر جاتا ہے۔
۲۲۴ حد اس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور ہنگول کا بارہ درجے انستہ دقیقے یا بارہ درجے پچیس دقیقے اور یرینی اٹھائیس درجے ایکس دقیقے۔
۲۲۴ وقت فجر کی ابتداء و انتہاء اور اس کے یوم الجمعہ نماز فجر حجب روشنی میں پڑھنا سنت ہے۔
۲۲۵ اور اذان بھی صبح خوب روشنی ہو پر دی جائے۔
۲۲۶ تحفہ عبد اللہ ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا۔
۲۲۷ نماز فجر کے بعد شرق تک و کبر لہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے۔
۲۲۸ حد اسفار کیا ہے۔
۲۲۹ عورت کے لئے مطلقاً نفیس افضل ہے۔
۲۳۰ گرمیوں میں نماز ظہر کا وقت مستحب کہتا ہے۔
۲۳۰ حدیث کان قد وصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر حتى الصیف ثلاث اقدار اى خمسة اقدار کا مطلب۔
۲۳۱ فصل فی اماکن الصلوۃ
۲۳۲ اگر زمین تراور نا پاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کو بچھا کر مارا دیا کرے اور وقت جاری ہو تو کیسے نماز پڑھے۔
۲۳۳

۳۶۱	باب الاذان والاقامة	۲۴۳	بچے ضرورت سوالات ممنوع ہیں
۳۶۱	تشویب کے معنی اور اس کا حکم۔	۲۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۳۶۳	مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔		جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے، اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جا مانا بھی کرنا پڑھنا کیسا ہے۔
۲۶۴	صیغہ لا یفعل سے قبا اور کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید و موجب ہوتا ہے۔	۲۴۵	دوسرے کے کہیت یا بجز اور نہ پڑنا پڑھنے کا حکم۔
۳۶۴	امام کے اشتکار میں تاخیر نماز کا حکم اگر فجر کے فرض پڑھ لے اور سبقتیں روگئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۲۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھے سے اگلی آنتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلطی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، درشاہ عبدعزیز محدث دہلوی کی مخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔
۲۶۵	خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہیے ہیں، اور جب دو سطروں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہیے یا نہیں؟	۲۴۷	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قمر کی طرف پڑھے میں تفصیل ہے۔
۲۶۶	خطیب جواب اذان اور دُعا کر سکتا ہے یا نہیں۔	۲۴۸	عرض سجود کی حد۔
۳۶۷	خطیب جواب اذان اور دُعا کر سکتا ہے۔	۲۴۹	مزارات بزرگانِ دین کے وائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔
۳۶۸	اذان دینا درست ہے یا نہیں۔	۲۵۰	اتکمیل علیہ السلام کی قبر شریف میرا بکے نیچے ہے۔
۳۶۹	اذان مسجد کے دائیں طرف کی جائے یا بائیں طرف۔	۲۵۱	قبر اسود اور زمزم شریف کے درمیان شتر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۷۰	آقامت کس طرف کی جائے۔	۲۵۲	تعلیق بخاری میں عند قبور "بیٹے" آئی قبور ہے۔
۳۷۱	بادشہ خطیب کہنے کے لئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یسّ پڑھے اور پھر مبین پڑائی کی جائے کیسا ہے۔	۲۵۳	مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔
۳۷۲	بچے وضو اذان دینا کیسا ہے۔	۲۵۴	علامہ طحاوی کے کلام حساسیہ مراقی الفلاح کا محمل

- ۳۸۳ الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔
- ۳۸۴ سنت ہے کہ سلطان اسلام اور عالم دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہو۔
- ۳۸۵ حیلۃ پکارنا کیسا ہے اور کسی نے یہ طریقہ جاری کیا۔
- ۳۸۶ اقامت سے پیشتر مقیم کا باؤ اڑیلنے اور دوسرے بڑھانے کیسا ہے۔
- ۳۸۷ ختم سحری کی اطلاع کے لئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔
- ۳۸۸ قصودۃ سنتہ قبل المصنوعۃ المصنوعۃ رحمہ اللہ پکارنے کا حکم۔
- ۳۸۹ یوم بعد اذان اول کے بعد حیلۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۳۹۰ مسند شریب میں دیوبندی خیانتیں۔
- ۳۹۱ پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
- ۳۹۲ چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
- ۳۹۳ آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔
- ۳۹۴ کیا دھویں خیانت جو سب سے اخیرت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اربعہ امجد اور پیر مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراشیں گیں ان کے مطبع گھر نے، صفحے دل سے بنائے، جاری ہیں خود ساختہ لکھ دیں۔
- ۳۹۵ اذان ہو چکی کسی شخص نے لا علمی سے دوبارہ شروع
- ۳۹۶ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔
- ۳۹۷ نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔
- ۳۹۸ قصرت، ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ عنہم۔
- ۳۹۹ نماز جنازہ کی مشروعیت بیرون منبرہ میں ہوئی۔ حضرت خدیجہ بکری کی وصات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔
- ۴۰۰ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات بعد ہجرت کے نوے مہینے شوال میں ہوئی، سما بریں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔
- ۴۰۱ فاقی کی اذان کا حکم۔
- ۴۰۲ تطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت لوانہ ہوگی۔
- ۴۰۳ نماز کے لئے جگہ کے کا حکم۔
- ۴۰۴ اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔
- ۴۰۵ بروقت اقامت امام و مقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تحصیل۔
- ۴۰۶ اذان و اقامت میں دونوں حتیٰ علی القسۃ وائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں حتیٰ علی

- ۳۹۶۔ گردی، درمیان میں مسوم ہوا تو کیا کرے۔
۳۹۷۔ اقامت کہاں کی جائے۔
۳۹۸۔ جمعہ کی اذان شانی کے متعلق چند سواغات۔
۳۹۹۔ مرد و سفت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۴۰۰۔ زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔
۴۰۱۔ اگر حکم شرع رطل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔
۴۰۲۔ محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین السائرتین کس کو۔
۴۰۳۔ کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔
۴۰۴۔ ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارۃ مسجد پر دوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اغدوئی مسجد۔
۴۰۵۔ اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی دوائی اور برسولی سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔
۴۰۶۔ حنیفہ ثنی صیغہ نہی سے زیادہ ترک ہوتا ہے۔
۴۰۷۔ لفظ جبر و جوب پر دلالت کرتا ہے۔
۴۰۸۔ حتی علی الصلوۃ اور حتی علی الفلاح کے جواب میں کیا گنا چاہئے۔
۴۰۹۔ بر دقت حتی علی الصلوۃ اور حتی علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔
۴۱۰۔ عبادات فقہائے کرام میں علامات (صحت) اور (نشو) اور دفعہ (اور وضع) سے کیا مراد
۴۱۱۔ ہوتی ہے۔
۴۱۲۔ اذان و اقامت میں انگوٹے نہ چومنے والے کا حکم کیا ہے۔
۴۱۳۔ انگوٹے چوم کر کیا پڑھے۔
۴۱۴۔ قبل ناز عید الصلوۃ یوحسبکم اللہ الصلاۃ پکارتے کا کیا حکم ہے۔
۴۱۵۔ تبیہ علی ما وقع فی اشعة اللمعات من الزیادۃ فی الروایۃ
۴۱۶۔ بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حتی علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے جیسے۔
۴۱۷۔ مسوم میں ملا اذان حاجت کرنا کیسا ہے۔
۴۱۸۔ اذان سنت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت امام مصطفیٰ پر نہ ہوتی بکیر گنا جائز ہے یا ناجائز۔
۴۱۹۔ حتی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے و بانی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں
۴۲۰۔ اور انس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں
۴۲۱۔ قاضی ترمذی کی اذان کا حکم۔
۴۲۲۔ مسافر کو ترک اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔
۴۲۳۔ رسالہ حنیو العین فی حکم تقبیل الایمان میں۔
۴۲۴۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں یا شہدان محمد رسول اللہ سن کر اخصب شہوت کے پورے چوم کر انگوٹوں سے لگائے۔ یہ پہلو طریقہ ہوا۔

- حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ
سُنی کر دوں اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا سکے
اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ۔
امام محمد صری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر نکلے
کی انگلی اور انگوٹھا لٹکائے اور اس میں بوسہ کرے
آنکھوں سے لگا سکے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی
یہ تیسرا طریقہ ہے۔
نواب شمس الدین بخاری نے حدیث بیانی کی اس
میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ
بشارت کہ امداد نہ ہوگا۔
آفادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں
کہ غلط ہے۔
حدیث حسن احکام حلال و حرام میں ثبت ہوتی ہے
کتب صحاح ستہ میں مذکور تمام احادیث صحیح
نہیں۔ تسمیہ بصریہ تعلیما ہے۔
حدیث کے آخر مراتب اور ان کے احکام۔
صحیح، صحیح لغیرہ، حسن، لذاتہ، حسن لغیرہ، سب
مجتہب ہیں۔
تکم حدیث ضعیف بغیر قریب کی قسم صالح
متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جاری ہے
قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں
قابل احتجاج۔
ششم ضعیف بغیر قوی قابل احتجاج نہیں
صرف فضائل میں مقبر ہے۔
ہفتم حدیث مطروح مکن موضوع ہوتی ہے
- ہشتم موضوع یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ
فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔
حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں
زمین و آسمان کا فرق ہے۔
صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا
اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
لفظ "لایثبت" سے یہ ثبات کہ حدیث
صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح
حدیث کو کہتے ہیں۔
حدیث کہ غریبہ کھانے سے پیشتر یہ حدیث کو
مستحب دیتا ہے اور سیاری کو دور کر دیتا ہے۔
تسبیح
آفادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث شہر
کیا اثر پڑتا ہے۔
مجمول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم
مستور اس قسم کے راوی مسلم شریفین میں بکثرت
ہیں۔ قسم دوم مجمل العین۔ اور قسم سوم
مجمول الحال۔
آفادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستند
وضع نہیں۔
حدیث منقول کا حکم۔
آفادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج
بھی موضوع نہیں۔
حدیث میں ہے کہ باس صرف اختیار کرد تو

- ۴۵۱ قلوب میں ایمان کی مشاس محسوس ہوگی۔
 ۴۵۱ آقاہدہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی باطل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۱ قعدہ طرق سے مبہم کا جز نقصان ہو جاتا ہے۔
 ۴۵۲ حدیث مبہم دوسری حدیث کے لیے مقوی ہو سکتی ہے۔
 ۴۵۲ آقاہدہ ششم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جرات ہے۔
 ۴۵۲ آقاہدہ ہفتم ایسا غلطی کہ حدیث میں دوسرے کی تائیدیں مکرر کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۳ اسباب طعن و شکی میں باری ترتیب۔
 ۴۵۳ آقاہدہ ہشتم کہ متکرا الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۴ آقاہدہ نہم کہ متردک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۴ حدیث چہرہ صوفیاء کرام
 ۴۵۴ حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچہ نہ کاٹے گا۔
 ۴۵۴ آقاہدہ دہم کہ موصوفیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
 ۴۵۵ تفسیر
 ۴۵۵ حدیث کہ حبیب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنوں و جنات اور برص کو اسی سے پھیر دیتا ہے الخ
 ۴۵۱ فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں رد افق نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔
 ۴۵۱ علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔
 ۴۵۲ ابو حنبلہ حلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔
 ۴۵۲ ابن تیمیہ کی بکواس۔
 ۴۵۲ آقاہدہ یازدہم کہ بار بار موضوع یا ضعیف کہنا صحت ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے۔
 ۴۵۲ ذکر اصل حدیث کے اعتبار سے۔
 ۴۵۳ ان اصوات لا تفرق فی لسانہم کے معنی رائج
 ۴۵۳ حاشیہ دایں
 ۴۵۳ منہجۃ الاحادیث
 ۴۵۴ آقاہدہ دوازدہم کہ قعدہ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔
 ۴۵۴ آقاہدہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم قعدہ طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابرہ منجر ہونے کے صالح ہیں۔
 ۴۵۴ حدیث کہ جس کے تین نیچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس کی جہالت ہے۔
 ۴۵۴ آقاہدہ چہار دہم کہ حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔
 ۴۵۵ "خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔
 ۴۵۵ عمر بن داود سترک ہیں۔
 ۴۵۵ شہاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔

- آقاؤہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۷۵
- حدیث ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹
- حدیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱
- حدیث اصحابی کا لہجہ یا یم یا یم اقدیم ۴۷۹
- اقتدایم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ
اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۷۱
- امام سیوطی کچھ بار بیداری میں نبوی زیارت
سے شرف ہوتے۔ ۴۹۲
- آقاؤہ ہستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی
مقبول ہے جبکہ عمل احتیاط ہو۔ ۴۹۲
- فائدہ نفیس بدھ کے دلی بدن سے خون
لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸
- فائدہ جدید ہجر کے دن خون لینے کے
بارے میں۔ ۴۹۹
- بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں
حدیث۔ ۴۹۹
- آقاؤہ ہستم دیکھ کہ حدیث ضعیف پر عمل کئے
خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آثار ضرور نہیں۔ ۵۰۱
- تحقیق مقام وانرا حۃ اوہام حاصل ۴۸۱
- یا الحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے
یا نہیں۔ ۴۸۲
- المحاكمة میں المقاصد المعلاصة ۴۸۸
- الخفاہی والمحقق الدوائی رحمہما
اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵
- معروضة علی کلام الدوائی۔ ۵۰۷
- آقاؤہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۷۵
- حدیث کو کلمہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب دور
ہو جانے کا واقعہ۔ ۴۷۹
- آقاؤہ شش از دہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں
مطالب تین قسم ہیں۔ اول اعتقادات۔ ۴۷۷
- مقابلہ میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔ ۴۷۷
- دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸
- تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء
حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ ۴۷۸
- بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸
- نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر
ایسا ثواب ملے گا اور اس سے کس عمل کو کیا ۴۷۸
- تو ثواب پائے گا اگرچہ واقعہ میں میری حدیث نہ ہو
مگر آئے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے
ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں
عمل جائز ہے۔ ۴۷۹
- آقاؤہ ہندیم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
- آقاؤہ ہندیم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی
جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۲
- حدیث اما عند طعن عسدی بی کس کس
کتاب میں ہے۔ ۴۸۸
- اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ
زائد ہیں۔ ۴۸۹

- آپن جاسس ہی سہل رجال امام بخاری سے ضعیف
ہیں ان کی ہدایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
مسلم شریف میں بھی ضعیف کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱
بخاری شریف میں ضعیف کی روایات دوبارہ
مباحثات و شواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲
عامہ مسانید، معاجم، سنن، ہوامع، اجراء
ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۳
امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں
مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف
احادیث ہیں۔ ۵۱۶
دار قطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معطلہ سے
پُر ہے۔ ۵۱۸
آقادہ بست و دمدم کہ ایسے احکام کے جواز یا
استحباب پر ضعیف سے سنہلانا۔ دوبارہ احکام
اسے محبت بنانا نہیں۔ ۵۲۱
دمار، فروغ، مضار، جنائث کے سوا تمام
اشیاء میں اباحت حاصل ہے۔ ۵۲۲
آقادہ بست و دمدم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث
غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۳
کتابی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵
امام واقدی کی قریشی رائج ہے۔ ۵۲۶
چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر
اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸
- مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹
تکونہ کھنوی قدس سو سے ظفر لامانی میں
تدربیب اور القول البیدل سے نقل میں
لغزش ہوئی۔ ۵۳۰
تجربہ قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱
قائد جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و
انجبار ضعیفہ۔ ۵۳۳
آقادہ بست و دمدم کہ حدیث کا کتب طبقہ راہد
سے ہونا خواہی خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی
نہیں چ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸
قول شاہ جید العزیز قدس سرہ بابت احادیث
کتب راہد کے معنی ۵۳۸
طبقہ ثانیہ و ثالثہ و راہد کی بعض کتبوں
کے اسماء۔ ۵۳۸
دموم کتب احادیث۔ ۵۴۰
درد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ
نہ ہو۔ ۵۴۲
تفسیر ابن جریر کتب طبقہ راہد
سے ہے۔ ۵۴۳ (حاشیہ)
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عجیب
فضیلت۔ ۵۴۶
امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لکھ مسیح
احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار
بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

۵۶۲	خرق پوشی صوفیاء کرام و سماع خاص	۵۴۸	رسالہ مد رج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
۵۶۳	بصری امام علیہ رحمۃ المنعم - تنبیہ	۵۴۸	نفسیہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار - (حاشیہ)
۵۶۵	خوشبو سونگہ کر درو و شریعت پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درو و شریعت پڑھنا مستحب ہے	۵۴۸	اقادہ بست و نجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں کتب موضوعات کی قسم دوم۔
۵۶۸	دفعہ کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں رضوی تحقیق	۵۴۸	ابن جوزی نے سماع سنیہ اور مسند امام احمد کی چوڑی حدیثوں کو موضوع کیا۔
۵۷۱	عمل بموضوع اور عمل بمانی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔	۵۴۸	کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۷۲	اقادہ بست و نجم کہ اعمال شائع محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد شائع کو ہمیشہ گنجائش ہے۔	۵۴۹	شوکانی کی کتاب (فوائد مجرودہ) قسم دوم ہے۔
۵۷۳	پندرہ کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں یا لا حاشہ اللہ۔	۵۵۰	تنبیہ
۵۷۴	اقادہ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ پر کرد باہرہ جدیدہ کے طور پر تعبیل ابہامین خاص سنت ہے۔	۵۵۰	تلفیف
۵۷۵	قبول ضحاک میں گنگوہی صاحب کی خاصہ خطائیں۔	۵۵۱	مقاصد مسند امام سننہادی فقہ برصغیرات نہیں یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
۵۷۶	گنگوہی صاحب نے انجائے میں آدمی وایت دیکر کڑائی۔	۵۵۱	نتیجۃ الافادات
۵۷۸	گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تقریب میں احکام شرعیہ بالکل مٹا دیے۔	۵۵۱	اقادہ بست و نجم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔
۵۷۹	کراہت تقریب ضلالت ہیں۔ (حاشیہ)	۵۵۱	اقادہ بست و نجم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔
۵۸۰	مولوی گنگوہی اور مولوی سخیل کی خانہ جنگی۔	۵۶۰	فارق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کیتے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کیتے منبر بنائے گئے۔
۵۸۱		۵۶۱	اقادہ بست و نجم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی مخالفت لازم نہیں۔

۵۹۵	حکم اخیر خلاصہ تحریر	۵۷۹	کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔
۵۹۶	فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے	۵۸۰	حدیث احیاء ابویں کریمین کے بارہ صحت ضعف
۵۹۷	دریادہ تفصیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔	۵۸۱	علائے اعاذیث صحاح کا نسخہ قرار دیا ہے اگرچہ
۵۹۸	مسند افضلیت باب عقائد سے ہے۔	۵۸۲	میں بھی مقبول۔
۵۹۹	فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر	۵۸۳	تنبیہ ضروری : دیکھ کے ایک کیلئے پر آگاہ کرنا۔
۶۰۰	کی خوش حکایتیں قطف مرود ہیں۔	۵۸۴	فائدہ ہشتم کہ حدیث ضعیف بعض احکام
۶۰۱	کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کسرہ گناہ کی	۵۸۵	میں بھی مقبول۔
۶۰۲	نسبت حرام ہے۔	۵۸۶	متنبیہ کہ فضائل اہمال سے مراد اعمال حسنہ
۶۰۳	حدیث اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے	۵۸۷	میں نہ معوضہ ثواب اعمال۔
۶۰۴	میں یہ جملہ ولعن اللہ عن تخلف عنہ	۵۸۸	فائدہ نهم کہ حدیث ضعیف سے نسبت
۶۰۵	اقرا ہے۔	۵۸۹	بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
۶۰۶	فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ نفرد ب بھی	۵۹۰	فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم بھی
۶۰۷	مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۹۱	طحاوی سند میں ہوتا ہے نہ نفاذ اصل حدیث
۶۰۸	جہاں سے نزدیک ابن ابی صاحب معاذی کی	۵۹۲	لطیفہ جلیلہ ضعیفہ کہ جہاں وہایت پر
۶۰۹	توثیق رائج ہے۔	۵۹۳	لاکھ من کا ہار۔
۶۱۰	تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں	۵۹۴	فائدہ نہم کہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت
۶۱۱	ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۹۵	کرتے ہیں۔
۶۱۲	کتاب تنزیہ اشریعہ کی جہالت سے ایک	۵۹۶	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے
۶۱۳	نفیس فائدہ حاصل۔	۵۹۷	روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت
۶۱۴	فائدہ چہم کہ مجہول المعین کا قبول ہی مذہب	۵۹۸	ہوگی۔
۶۱۵	تحقیقی ہے۔	۵۹۹	تنبیہ اخذ میں قلت مبالغہ زائد تابعین
۶۱۶	تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول معینی	۶۰۰	سے پیدا ہوئی۔
۶۱۷	ہوتا ہے۔	۶۰۱	فائدہ دهم اعاذیث طبعہ راہبہ
۶۱۸	فائدہ پہجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف	۶۰۲	کے متعلق۔
۶۱۹		۶۰۳	فائدہ یانہ دهم تذکرۃ الموضوعات

<p>تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور صیب پر ثواب۔</p>	<p>مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور پر حبیبہ جمل</p>
<p>تنبیہ سوم تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کی برائے</p>	<p>۶۷۳ لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ۶۷۶ ۶۷۷</p>

فہرست ضمنی مسائل

<u>وضو</u>	نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔	۸۵	پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	۳۷۶
<u>جنازہ</u>	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷	احط و اباحت	۱۰۷
	جے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔	۱۲۰	ایک درہ سو کہ آدمی والستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہیم کبیر میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۱۱۰
	نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زینے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	۲۷۵	ترک نماز برائی جہانہ جائز نہیں۔	۱۱۱
	حضرت ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ کی حضرت حسنؓ نے اور حضرت حسنؓ کی حضرت حسینؓ نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۲۷۵	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۱۱۲
	نماز جنازہ کی مشروریت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	۲۷۵	اکیسائے مسکوفہ کی نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۱۳
	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشرور نہ ہوتی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۲۷۵	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۱۵
		۲۷۵	غیر مشرور افعال کے ارتکاب پر برادری کی کوئی کوئی سزا نہیں جائز نہیں۔	۱۱۶
		۲۷۵	احادیث میں خلعت قت اور اسکی ترمیم اور اس کے ترک سے ترمیم میں۔	۲۷۳
		۲۷۵	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ	۲۷۳

۶۶۸	کو خوش کرنا ہے	۲۷۸	سجاد دل ہے۔
	<u>طب</u>	۲۷۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۵۴۲	درد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ غریب نہ ہو۔	۲۷۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
	<u>توقیت</u>		چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہوئے غلط ہے۔
	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔	۲۷۶	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۳۴	در اس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے سے	۳۴۹	نماز کے سنے حکمانے کا حکم۔
	اعد بشکلور کا بارہ درجے افسسہ دقیقے یا بارہ	۳۷۸	صلوۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
	درجے پچیس دقیقے اور بریلی اٹھائیس درجے	۳۸۴	التصلوۃ سنۃ قبل الجمعة الصلوۃ
۳۳۴	ایکس دقیقے۔	۳۸۷	مرحومہ اللہ پکارنے کا حکم۔
	<u>فوائد فقہیہ</u>		حدیث کہ غریبوزہ کھانے سے بیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔
۱۱۱	مائی جرمانہ جائز نہیں کہ فسوخ ہو چکا ہے۔	۴۴۲	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی ٹھاس ٹھوس ہوگی۔
۱۲۲	نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔	۴۵۱	فائدہ نفیسہ بدم کے دن بدن سے خون لیے کے بارے میں۔
۱۷۲	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔	۴۹۸	فائدہ حیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔
۱۲۳	نہار نجومی	۴۹۹	بدم کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث۔
	طلوع سے جنس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۵۲۹	عربہ سفید کا رکنا اچھا ہے۔
۱۳۸	تجی نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے	۵۶۲	خرق پوشی صوبہ کرام و سہارن حسن بھری رحمانہ
۱۳۸	برادیر ہے کہ وقت مستحب نصف آخر میں پڑھیں	۶۶۴	آداب دعائے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کیے
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پڑھنے وقت عصر کی مقدار		فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسکن
۱۵۱	برخی تہیتی کہ ان بلاد میں وقت عشا غروب کتنی دیر پڑھنا چاہیے		
	احسن محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادۃ انان		

- منع ہے، بکیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶
- مسفر میں جمع بین الصلوات جائز ہے یا نہیں۔ ۱۵۹
- جمع بین الصلوات دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰
- جمع صوری بغیر وقت شدت بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۱
- دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد۔ ۱۶۲
- جمع حقیقی کی دو صورت، اول جمع تقسیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۳
- قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۶۴
- قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۱۶۵
- قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحتی لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۱۶۶
- فجر عشاء و مشام کے دھندلے کو کہتے ہیں۔ ۱۶۷
- نصف النهار اور سایہ اصلی معلوم کر کے دو طریقے ۱۶۸
- مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا دھندل معلوم ہو سکتا ہے۔ ۱۶۹
- فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔ ۱۷۰
- نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۱۷۱
- نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے۔ ۱۷۲
- زوال میں صبح و صوب گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۱۷۳
- تعیین لا یفعل سے قیادہ کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید و جوب ہوتا ہے۔ ۲۶۲
- ایام کے استہار میں تاخیر نماز کا حکم۔ ۳۶۲
- اگر فجر کے فرض پڑھ لے اور مستثنی رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۳۶۵
- جہادات فقہائے کرام میں مقامات (عت) اور (شعر) اور (قصر) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۲
- تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسہ میں، نہ صرف ثواب اعمال ۱۶۲
- ۲۳۲
- ۲۳۳
- ۲۳۴
- ۲۳۵
- ۲۳۶
- ۲۳۷
- ۲۳۸
- ۲۳۹
- ۲۴۰
- ۲۴۱
- ۲۴۲
- ۲۴۳
- ۲۴۴
- ۲۴۵
- ۲۴۶
- ۲۴۷
- ۲۴۸
- ۲۴۹
- ۲۵۰
- ۲۵۱
- ۲۵۲
- ۲۵۳
- ۲۵۴
- ۲۵۵
- ۲۵۶
- ۲۵۷
- ۲۵۸
- ۲۵۹
- ۲۶۰
- ۲۶۱
- ۲۶۲
- ۲۶۳
- ۲۶۴
- ۲۶۵
- ۲۶۶
- ۲۶۷
- ۲۶۸
- ۲۶۹
- ۲۷۰
- ۲۷۱
- ۲۷۲
- ۲۷۳
- ۲۷۴
- ۲۷۵
- ۲۷۶
- ۲۷۷
- ۲۷۸
- ۲۷۹
- ۲۸۰
- ۲۸۱
- ۲۸۲
- ۲۸۳
- ۲۸۴
- ۲۸۵
- ۲۸۶
- ۲۸۷
- ۲۸۸
- ۲۸۹
- ۲۹۰
- ۲۹۱
- ۲۹۲
- ۲۹۳
- ۲۹۴
- ۲۹۵
- ۲۹۶
- ۲۹۷
- ۲۹۸
- ۲۹۹
- ۳۰۰
- ۳۰۱
- ۳۰۲
- ۳۰۳
- ۳۰۴
- ۳۰۵
- ۳۰۶
- ۳۰۷
- ۳۰۸
- ۳۰۹
- ۳۱۰
- ۳۱۱
- ۳۱۲
- ۳۱۳
- ۳۱۴
- ۳۱۵
- ۳۱۶
- ۳۱۷
- ۳۱۸
- ۳۱۹
- ۳۲۰
- ۳۲۱
- ۳۲۲
- ۳۲۳
- ۳۲۴
- ۳۲۵
- ۳۲۶
- ۳۲۷
- ۳۲۸
- ۳۲۹
- ۳۳۰
- ۳۳۱
- ۳۳۲
- ۳۳۳
- ۳۳۴
- ۳۳۵
- ۳۳۶
- ۳۳۷
- ۳۳۸
- ۳۳۹
- ۳۴۰
- ۳۴۱
- ۳۴۲
- ۳۴۳
- ۳۴۴
- ۳۴۵
- ۳۴۶
- ۳۴۷
- ۳۴۸
- ۳۴۹
- ۳۵۰
- ۳۵۱
- ۳۵۲
- ۳۵۳
- ۳۵۴
- ۳۵۵
- ۳۵۶
- ۳۵۷
- ۳۵۸
- ۳۵۹
- ۳۶۰
- ۳۶۱
- ۳۶۲
- ۳۶۳
- ۳۶۴
- ۳۶۵
- ۳۶۶
- ۳۶۷
- ۳۶۸
- ۳۶۹
- ۳۷۰
- ۳۷۱
- ۳۷۲
- ۳۷۳
- ۳۷۴
- ۳۷۵
- ۳۷۶
- ۳۷۷
- ۳۷۸
- ۳۷۹
- ۳۸۰
- ۳۸۱
- ۳۸۲
- ۳۸۳
- ۳۸۴
- ۳۸۵
- ۳۸۶
- ۳۸۷
- ۳۸۸
- ۳۸۹
- ۳۹۰
- ۳۹۱
- ۳۹۲
- ۳۹۳
- ۳۹۴
- ۳۹۵
- ۳۹۶
- ۳۹۷
- ۳۹۸
- ۳۹۹
- ۴۰۰
- ۴۰۱
- ۴۰۲
- ۴۰۳
- ۴۰۴
- ۴۰۵
- ۴۰۶
- ۴۰۷
- ۴۰۸
- ۴۰۹
- ۴۱۰
- ۴۱۱
- ۴۱۲
- ۴۱۳
- ۴۱۴
- ۴۱۵
- ۴۱۶
- ۴۱۷
- ۴۱۸
- ۴۱۹
- ۴۲۰
- ۴۲۱
- ۴۲۲
- ۴۲۳
- ۴۲۴
- ۴۲۵
- ۴۲۶
- ۴۲۷
- ۴۲۸
- ۴۲۹
- ۴۳۰
- ۴۳۱
- ۴۳۲
- ۴۳۳
- ۴۳۴
- ۴۳۵
- ۴۳۶
- ۴۳۷
- ۴۳۸
- ۴۳۹
- ۴۴۰
- ۴۴۱
- ۴۴۲
- ۴۴۳
- ۴۴۴
- ۴۴۵
- ۴۴۶
- ۴۴۷
- ۴۴۸
- ۴۴۹
- ۴۵۰
- ۴۵۱
- ۴۵۲
- ۴۵۳
- ۴۵۴
- ۴۵۵
- ۴۵۶
- ۴۵۷
- ۴۵۸
- ۴۵۹
- ۴۶۰
- ۴۶۱
- ۴۶۲
- ۴۶۳
- ۴۶۴
- ۴۶۵
- ۴۶۶
- ۴۶۷
- ۴۶۸
- ۴۶۹
- ۴۷۰
- ۴۷۱
- ۴۷۲
- ۴۷۳
- ۴۷۴
- ۴۷۵
- ۴۷۶
- ۴۷۷
- ۴۷۸
- ۴۷۹
- ۴۸۰
- ۴۸۱
- ۴۸۲
- ۴۸۳
- ۴۸۴
- ۴۸۵
- ۴۸۶
- ۴۸۷
- ۴۸۸
- ۴۸۹
- ۴۹۰
- ۴۹۱
- ۴۹۲
- ۴۹۳
- ۴۹۴
- ۴۹۵
- ۴۹۶
- ۴۹۷
- ۴۹۸
- ۴۹۹
- ۵۰۰
- ۵۰۱
- ۵۰۲
- ۵۰۳
- ۵۰۴
- ۵۰۵
- ۵۰۶
- ۵۰۷
- ۵۰۸
- ۵۰۹
- ۵۱۰
- ۵۱۱
- ۵۱۲
- ۵۱۳
- ۵۱۴
- ۵۱۵
- ۵۱۶
- ۵۱۷
- ۵۱۸
- ۵۱۹
- ۵۲۰
- ۵۲۱
- ۵۲۲
- ۵۲۳
- ۵۲۴
- ۵۲۵
- ۵۲۶
- ۵۲۷
- ۵۲۸
- ۵۲۹
- ۵۳۰
- ۵۳۱
- ۵۳۲
- ۵۳۳
- ۵۳۴
- ۵۳۵
- ۵۳۶
- ۵۳۷
- ۵۳۸
- ۵۳۹
- ۵۴۰
- ۵۴۱
- ۵۴۲
- ۵۴۳
- ۵۴۴
- ۵۴۵
- ۵۴۶
- ۵۴۷
- ۵۴۸
- ۵۴۹
- ۵۵۰
- ۵۵۱
- ۵۵۲
- ۵۵۳
- ۵۵۴
- ۵۵۵
- ۵۵۶
- ۵۵۷
- ۵۵۸
- ۵۵۹
- ۵۶۰
- ۵۶۱
- ۵۶۲
- ۵۶۳
- ۵۶۴
- ۵۶۵
- ۵۶۶
- ۵۶۷
- ۵۶۸
- ۵۶۹
- ۵۷۰
- ۵۷۱
- ۵۷۲
- ۵۷۳
- ۵۷۴
- ۵۷۵
- ۵۷۶
- ۵۷۷
- ۵۷۸
- ۵۷۹
- ۵۸۰
- ۵۸۱
- ۵۸۲
- ۵۸۳
- ۵۸۴
- ۵۸۵
- ۵۸۶
- ۵۸۷
- ۵۸۸
- ۵۸۹
- ۵۹۰
- ۵۹۱
- ۵۹۲
- ۵۹۳
- ۵۹۴
- ۵۹۵
- ۵۹۶
- ۵۹۷
- ۵۹۸
- ۵۹۹
- ۶۰۰
- ۶۰۱
- ۶۰۲
- ۶۰۳
- ۶۰۴
- ۶۰۵
- ۶۰۶
- ۶۰۷
- ۶۰۸
- ۶۰۹
- ۶۱۰
- ۶۱۱
- ۶۱۲
- ۶۱۳
- ۶۱۴
- ۶۱۵
- ۶۱۶
- ۶۱۷
- ۶۱۸
- ۶۱۹
- ۶۲۰
- ۶۲۱
- ۶۲۲
- ۶۲۳
- ۶۲۴
- ۶۲۵
- ۶۲۶
- ۶۲۷
- ۶۲۸
- ۶۲۹
- ۶۳۰
- ۶۳۱
- ۶۳۲
- ۶۳۳
- ۶۳۴
- ۶۳۵
- ۶۳۶
- ۶۳۷
- ۶۳۸
- ۶۳۹
- ۶۴۰
- ۶۴۱
- ۶۴۲
- ۶۴۳
- ۶۴۴
- ۶۴۵
- ۶۴۶
- ۶۴۷
- ۶۴۸
- ۶۴۹
- ۶۵۰
- ۶۵۱
- ۶۵۲
- ۶۵۳
- ۶۵۴
- ۶۵۵
- ۶۵۶
- ۶۵۷
- ۶۵۸
- ۶۵۹
- ۶۶۰
- ۶۶۱
- ۶۶۲
- ۶۶۳
- ۶۶۴
- ۶۶۵
- ۶۶۶
- ۶۶۷
- ۶۶۸
- ۶۶۹
- ۶۷۰
- ۶۷۱
- ۶۷۲
- ۶۷۳
- ۶۷۴
- ۶۷۵
- ۶۷۶
- ۶۷۷
- ۶۷۸
- ۶۷۹
- ۶۸۰
- ۶۸۱
- ۶۸۲
- ۶۸۳
- ۶۸۴
- ۶۸۵
- ۶۸۶
- ۶۸۷
- ۶۸۸
- ۶۸۹
- ۶۹۰
- ۶۹۱
- ۶۹۲
- ۶۹۳
- ۶۹۴
- ۶۹۵
- ۶۹۶
- ۶۹۷
- ۶۹۸
- ۶۹۹
- ۷۰۰
- ۷۰۱
- ۷۰۲
- ۷۰۳
- ۷۰۴
- ۷۰۵
- ۷۰۶
- ۷۰۷
- ۷۰۸
- ۷۰۹
- ۷۱۰
- ۷۱۱
- ۷۱۲
- ۷۱۳
- ۷۱۴
- ۷۱۵
- ۷۱۶
- ۷۱۷
- ۷۱۸
- ۷۱۹
- ۷۲۰
- ۷۲۱
- ۷۲۲
- ۷۲۳
- ۷۲۴
- ۷۲۵
- ۷۲۶
- ۷۲۷
- ۷۲۸
- ۷۲۹
- ۷۳۰
- ۷۳۱
- ۷۳۲
- ۷۳۳
- ۷۳۴
- ۷۳۵
- ۷۳۶
- ۷۳۷
- ۷۳۸
- ۷۳۹
- ۷۴۰
- ۷۴۱
- ۷۴۲
- ۷۴۳
- ۷۴۴
- ۷۴۵
- ۷۴۶
- ۷۴۷
- ۷۴۸
- ۷۴۹
- ۷۵۰
- ۷۵۱
- ۷۵۲
- ۷۵۳
- ۷۵۴
- ۷۵۵
- ۷۵۶
- ۷۵۷
- ۷۵۸
- ۷۵۹
- ۷۶۰
- ۷۶۱
- ۷۶۲
- ۷۶۳
- ۷۶۴
- ۷۶۵
- ۷۶۶
- ۷۶۷
- ۷۶۸
- ۷۶۹
- ۷۷۰
- ۷۷۱
- ۷۷۲
- ۷۷۳
- ۷۷۴
- ۷۷۵
- ۷۷۶
- ۷۷۷
- ۷۷۸
- ۷۷۹
- ۷۸۰
- ۷۸۱
- ۷۸۲
- ۷۸۳
- ۷۸۴
- ۷۸۵
- ۷۸۶
- ۷۸۷
- ۷۸۸
- ۷۸۹
- ۷۹۰
- ۷۹۱
- ۷۹۲
- ۷۹۳
- ۷۹۴
- ۷۹۵
- ۷۹۶
- ۷۹۷
- ۷۹۸
- ۷۹۹
- ۸۰۰
- ۸۰۱
- ۸۰۲
- ۸۰۳
- ۸۰۴
- ۸۰۵
- ۸۰۶
- ۸۰۷
- ۸۰۸
- ۸۰۹
- ۸۱۰
- ۸۱۱
- ۸۱۲
- ۸۱۳
- ۸۱۴
- ۸۱۵
- ۸۱۶
- ۸۱۷
- ۸۱۸
- ۸۱۹
- ۸۲۰
- ۸۲۱
- ۸۲۲
- ۸۲۳
- ۸۲۴
- ۸۲۵
- ۸۲۶
- ۸۲۷
- ۸۲۸
- ۸۲۹
- ۸۳۰
- ۸۳۱
- ۸۳۲
- ۸۳۳
- ۸۳۴
- ۸۳۵
- ۸۳۶
- ۸۳۷
- ۸۳۸
- ۸۳۹
- ۸۴۰
- ۸۴۱
- ۸۴۲
- ۸۴۳
- ۸۴۴
- ۸۴۵
- ۸۴۶
- ۸۴۷
- ۸۴۸
- ۸۴۹
- ۸۵۰
- ۸۵۱
- ۸۵۲
- ۸۵۳
- ۸۵۴
- ۸۵۵
- ۸۵۶
- ۸۵۷
- ۸۵۸
- ۸۵۹
- ۸۶۰
- ۸۶۱
- ۸۶۲
- ۸۶۳
- ۸۶۴
- ۸۶۵
- ۸۶۶
- ۸۶۷
- ۸۶۸
- ۸۶۹
- ۸۷۰
- ۸۷۱
- ۸۷۲
- ۸۷۳
- ۸۷۴
- ۸۷۵
- ۸۷۶
- ۸۷۷
- ۸۷۸
- ۸۷۹
- ۸۸۰
- ۸۸۱
- ۸۸۲
- ۸۸۳
- ۸۸۴
- ۸۸۵
- ۸۸۶
- ۸۸۷
- ۸۸۸
- ۸۸۹
- ۸۹۰
- ۸۹۱
- ۸۹۲
- ۸۹۳
- ۸۹۴
- ۸۹۵
- ۸۹۶
- ۸۹۷
- ۸۹۸
- ۸۹۹
- ۹۰۰
- ۹۰۱
- ۹۰۲
- ۹۰۳
- ۹۰۴
- ۹۰۵
- ۹۰۶
- ۹۰۷
- ۹۰۸
- ۹۰۹
- ۹۱۰
- ۹۱۱
- ۹۱۲
- ۹۱۳
- ۹۱۴
- ۹۱۵
- ۹۱۶
- ۹۱۷
- ۹۱۸
- ۹۱۹
- ۹۲۰
- ۹۲۱
- ۹۲۲
- ۹۲۳
- ۹۲۴
- ۹۲۵
- ۹۲۶
- ۹۲۷
- ۹۲۸
- ۹۲۹
- ۹۳۰
- ۹۳۱
- ۹۳۲
- ۹۳۳
- ۹۳۴
- ۹۳۵
- ۹۳۶
- ۹۳۷
- ۹۳۸
- ۹۳۹
- ۹۴۰
- ۹۴۱
- ۹۴۲
- ۹۴۳
- ۹۴۴
- ۹۴۵
- ۹۴۶
- ۹۴۷
- ۹۴۸
- ۹۴۹
- ۹۵۰
- ۹۵۱
- ۹۵۲
- ۹۵۳
- ۹۵۴
- ۹۵۵
- ۹۵۶
- ۹۵۷
- ۹۵۸
- ۹۵۹
- ۹۶۰
- ۹۶۱
- ۹۶۲
- ۹۶۳
- ۹۶۴
- ۹۶۵
- ۹۶۶
- ۹۶۷
- ۹۶۸
- ۹۶۹
- ۹۷۰
- ۹۷۱
- ۹۷۲
- ۹۷۳
- ۹۷۴
- ۹۷۵
- ۹۷۶
- ۹۷۷
- ۹۷۸
- ۹۷۹
- ۹۸۰
- ۹۸۱
- ۹۸۲
- ۹۸۳
- ۹۸۴
- ۹۸۵
- ۹۸۶
- ۹۸۷
- ۹۸۸
- ۹۸۹
- ۹۹۰
- ۹۹۱
- ۹۹۲
- ۹۹۳
- ۹۹۴
- ۹۹۵
- ۹۹۶
- ۹۹۷
- ۹۹۸
- ۹۹۹
- ۱۰۰۰

- ۲۰۶ قرآن مجید کے حکم کی تفصیل۔
- ۵۰۲ چند کلمات کسی دلی سے منہ نکالنے پر توں اللہ تعالیٰ
- ۵۸۰ مسکن اقصیت باب عقائد سے ہے۔
- ۱۰۱ کسی مسلمان کی جانب بدوی تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔
- ۵۸۲ تنبیہ ضروری، وہابیہ کے ایک کبیرہ گناہ کرنا۔
- ۵۹۹ لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جان و بائیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔
- ۶۰۳ تاریخ و تذکرہ
- ۱۰۱ حضرت یونس بن یاسین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔
- ۴۲ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔
- ۴۲ دنیا کی طمرسات ہزار سال سے۔
- ۱۱۵ کتاب الحججہ تالیف امام فقیہ محدث صلی بن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۱۶۱ مقام بل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔
- ۱۸۲ مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
- ۲۶۷ مدینہ طیبہ سے ذوالخلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۷ مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۸

- ۹۷ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا اس قوی کی تصدیق ضروری۔
- ۹۹ ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقرآن و طبع ہو۔
- ۱۰۱ خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔
- ۱۰۱ تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
- ۱۰۱ تارک نماز کی تکفیر قدسہ اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا جمیع علیہ ہے۔
- ۱۰۹ تاکون نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
- ۱۰۹ تم میں اور مشرکوں میں غار فارق ہے ایک وقت کی نماز قصد ابلغہ بشری ویدہ واملتہ قصا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۰ اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ رُوسے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
- ۱۱۰ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکنا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔
- ۱۱۷ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دینی میں خطائے معصوم تھے۔
- ۲۵۶ اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو

- ۳۹۳ جوختی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
- ۳۹۴ آنکھوں، نریں، دوسری خیانت۔
- ۲۶۸ گیارہویں خیانت جو سب سے انتہا ہے
- ۳۵۱ کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اجد جبر العبد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبعہ گھڑنے،
- ۲۵۳ منصفی محل سے بنالے، عمارتیں خود ساختہ لگادیں۔
- ۲۹۵ آقا و سیم کہ ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں، طرف یہ کہ وہ باہر جدیدہ کے طور پر تفصیل اب میں خاص سنت ہے۔
- ۵۴۴ قبول صفات میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں۔
- ۵۴۴ گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی ہابیت ذبح کر ڈالی۔
- ۵۴۶ گنگوہی صاحب نے اباحت، استیجاب، کراہت تنزیہ بھی اس کام شرعیہ بالکل مشا دے۔
- ۵۴۸ تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔
- ۶۳۴
- ۲۶۸ دیرینہ طلبہ مگر معتزلہ سے دو کم دوسریں ہیں
- ۳۵۱ حوالی مگر معتزلہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
- ۳۵۱ جمعہ علیہ السلام کی قبر شریف میزا کی بجائے ہے
- ۲۵۳ قبر اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
- ۴۰۵ زمانہ اقدسی میں مسجد بڑی کے صوف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال ہیں۔
- ۲۰۹ ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندر روٹی مسجد۔
- ۲۱۰ اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی دلوائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے غیب کرامت کا ظہور ہوا۔
- ۵۴۴ تفسیر ابن جریر طبقہ راجع ہے (در حاشیہ)
- ۵۴۶ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسجد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
- ۵۴۸ فائدہ دوہر کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی خوش حکایتیں نقصان دہ ہیں۔
- ۵۴۶ رد بد مذہبیات
- ۱۴۸ دربارہ نماز عصر ایک بابی خیاط کا اعتراض اور اُس کا جواب۔
- ۳۹۱ مسئلہ تنزیہ میں دیوبندی خیانتیں۔
- ۳۹۲ پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
- ۱۴۸ حدیث بخاری اسلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعثا الخ کے تین محل۔
- ۵۸

حدیث و اصول حدیث

۱۹۶	صوری پر محمول یہ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیسان ۔	جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی مال سے بیت اللہ میں شتر بار زنا کیا ۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری ۔
۱۹۶	پہلی حدیث	۱۱۰
۱۹۷	دوسری ، تیسری ، چوتھی حدیث ۔	محمول اعلیٰ راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے ۔
۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث ۔	۱۵۰
۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تعمیم ۔	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و ضریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں ۔
۲۰۴	اول بابت جمع بین الصلوٰتین ۔	۱۶۳
	حدیث معلول کے لئے ضعف راوی	۱۶۷
۲۰۶	ضروری نہیں ۔	۱۷۲
	پیشوا کے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بار بار جوڑ	۱۷۳
۲۱۰	ت ۔ د ۔	تاریخ اور رفض کے درمیان فرق ہے ۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں ۔
	آفاضة اولیٰ کہ جمع تعمیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں ۔	۱۷۵
۲۱۲	آفاضة ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی ، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے ۔	۱۷۷
۲۱۵	اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں	۱۸۲
۲۱۶	آفاضة ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے	۱۸۳
۲۲۰	آفاضة رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔	۱۸۶
۲۲۱	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام	۱۸۷
۲۲۸		

۲۲۲	قسم اول نصیحتیں علامہ چوہدری صاحب کات آیات اور تفسیریں حدیثوں پر مشتمل	۲۲۲	اس کا جواب اول۔
۲۶۰	۲۳۳	۲۳۳	قصہ مصیبت زہرا علیہا السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک ہی ماہر واقع ہوا تھا۔
	۲۴۵	۲۴۵	جہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا اعتقاد مردود ہے۔
۲۶۴	۲۴۸	۲۴۸	تبدلہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شقیٰ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شقیٰ ابیض تک، یہی روایت صحیح اور درایت راجح، اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلہ تابعین اور ائمہ اثنی عشرت اور بعض کبار شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
۲۸۰	۲۴۹	۲۴۹	حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت بیع میں خصوصاً ۲۴۹
۲۸۱	۲۵۱	۲۵۱	اس کا جواب
	۲۵۲	۲۵۲	حدیث سائل بروایت نسائی میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
۲۸۹	۲۵۳	۲۵۳	جواب ثانی
	۲۵۴	۲۵۴	نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور شمسی کے آخر وقت حقیقی کا علم حضرت اقدس صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طویل میں اجلہ خلاق صحابہ کو بھی پر امام حدیث دال ہیں۔
۲۹۱۲	۲۵۵	۲۵۵	حدیث اول تا سوم
	۲۵۶	۲۵۶	حدیث چہارم تا ہفتم
۳۰۱	۲۵۷	۲۵۷	حدیث ہشتم و نهم
	۲۵۸	۲۵۸	فائدہ مائدہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ امتداداً نہ جواباً۔
۳۰۲	۲۵۹	۲۵۹	۲۶۴

- موضوع نہیں۔ ۴۵۴ تعدد طرق سے سخن ہو جاتی ہے اور وہ چارہ
- اسباب طعن و سئل میں باسی ترتیب۔ ۴۵۴ معجز ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۵۴
- آئادہ ہشتم منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵ حدیث کہ جس کے تین نیچے پیدا ہوئے اور کسی
- آئادہ نهم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶ نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔ ۴۵۶
- حدیث چلہ صوفیہ و گرام ۴۵۹ آئادہ چار و ہم کہ حصول قوت کو صرف دو
- حدیث کہ جو شام کو حاصل اللہ تعالیٰ علیٰ ۴۵۹ سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۵۵
- ذوق و علیہ السلام پڑھنے کو اس شب ۴۵۹ آئادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
- بکھو نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ) ۴۵۹ ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۵۵
- آئادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ۴۵۹ آئادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں
- ہوتی ہے۔ ۴۵۹ مطالبہ تین قسم میں اول اعتقادات۔ ۴۵۸
- حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے ۴۵۹ حقائق میں حدیث احاد اگر حسبہ صحیح ہو کافی نہیں ۴۵۸
- تو اللہ تعالیٰ جنوی و جذام اور برس کو اس سے ۴۵۸ دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۵۸
- پھر دیکھا ہے الخ ۴۶۰ تیسرے مسائل و مسائل جن میں ہاتھ قی عمار
- فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت علیہم السلام ۴۶۰ حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے ۴۵۸
- رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں رد افض نے تقریباً ۴۶۰ بلکہ فضائل ہمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۵۸
- تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱ نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر
- آئادہ یازدہم کہ بارہ موضوع یا ضعیف کہنا ۴۶۱ ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو
- صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے ۴۶۱ ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو ۴۵۹
- ذکر اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸ کبرائے دہا میر بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے
- آنا اس وقت لائق فخر و کلام اس کے معنی ۴۶۸ ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں
- راجح حاشیہ لیں۔ ۴۶۰ (حاشیہ) ۴۶۰ عمل جائز ہے۔ ۴۸۱
- نتیجۃ الافادات ۴۶۲ آئادہ ہفدہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
- آئادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث ۴۸۱ پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
- قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ ۴۶۲ آئادہ سیزدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ
- آئادہ سیزدہم کہ حدیث مقبول و حدیث مبہم ۴۸۶ ایسی بلکہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

۵۱۶	ضعیف احادیث میں۔	حدیث انا عند ظن عبدی فی کس کس کتاب میں ہے۔
۴۸۸	دار قطنی احادیث ضعیفہ مشاذہ، معللہ سے پر ہے۔	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔
۵۱۸	آفادہ لبست و دوم کرا لیے اعمال کے بواز یا استحباب پر ضعیف سے متدلانا، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔	آفادہ نوز دوم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔
۴۸۹	آفادہ لبست و سوم کرا لیے سرائع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔
۵۲۲	حدیث شدید الضعف کی تعریف۔	حدیث اصحابی کا معنی بیانہم اقدیم اہل یتیم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔
۵۲۹	حدیث یکنوی قدس سرہ کے ظفر الامانی میں تریب اور القادسیہ السیدیل سے نقل میں لغزش ہوئی۔	آفادہ لبست کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ عمل احتیاط ہو۔
۵۳۰	بحث قبول شدید الضعف۔	آفادہ لبست و یکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا انا ضرور نہیں۔
۵۳۱	فائدہ جلیلہ فی احکام افراح الضعیف و انجبار ضعفا۔	تحقیق مقام دائرۃ ادھام عقل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔
۵۳۲	آفادہ لبست و چہارم کہ حدیث کا کتب الیہ سے ہونا خواہی خواہی مستدرج مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔	مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔
۵۳۸	قول شاہ عبد العزیز قدس سرہ بابت ارادہ کتب رابعہ کے معنی۔	بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں۔
۵۳۸	طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسرار۔	عامۃ مسانید، معانی، مستن، بروایع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔
۵۳۸	رموز کتب احادیث۔	امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔
۵۴۰	امام بخاری ضیہ رحمۃ الباری کو ایک کھ صحیح احادیث یا دقیق اور بخاری میں کل چار ہزار	مستند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

- بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶ نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو
 رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
 نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
 افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی
 حدیث کا ذکر علت ضعف کا ہی مستلزم نہیں
 کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸
 ابن جریر نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد
 کی چھڑا سی حدیثوں کو موضوع کیا۔ ۵۴۸
 کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸
 شوکانی کی کتاب (فوائد مجربہ) قسم دوم
 سے ہے۔ ۵۴۹
 متقاعد حسد امام سہادی نقل موضوعات۔
 نہیں، یہ شوکانی کی کم قسمی ہے۔ ۵۵۰
 نتیجہ الافادات
 افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی
 قابل نہ ہو تو صرف تجربہ پر سند کافی۔ ۵۵۱
 افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث
 میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض
 کلمات علماء میں بلا سند ذکر ہونا کافی ہے
 افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو
 تاہم فعل کی حالت لازم نہیں۔ ۵۵۱
 و شہر کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔ ۵۶۸
 عمل بموضوع اور عمل بمانی الموضوع میں
 فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱
 افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند
 ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
 درارہ تفصیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰
 حبش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضعف
 کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من
 تخلف عنہ" افراء ہے۔ ۵۸۵
 فائدہ سوم انظر ہی سے کہ فقرہ کذا اب بھی
 مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶
 ہمارے نزدیک ابن اسحق صاحب منازری
 کی توثیق رائج ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
 نتیجہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات
 میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم
 موضوعیت نہیں۔ ۵۹۲
 کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک
 نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۲
 فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب
 محققین ہے۔ ۵۹۵
 تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین
 ہوتا ہے۔ ۵۹۵
 فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف
 کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
 حدیث اعیان ابویں کو یحییٰ کو باوصف ضعف
 علامہ نے احادیث صحاح کا نسخہ قرار دیا ہے
 اگرچہ یہ قائل نسخہ نہیں۔ ۵۹۵
 فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام

- ۳۹۷ میں ہی مقبول۔
 ۳۹۸ فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
 ۳۹۹ فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بطاویز سے خاص ہوتا ہے نہ بطاویز اصل حدیث۔
 ۴۰۰ فائدہ نهم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔
 ۴۰۱ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔
 ۴۰۲ تنبیہ احذ میں قلت مبالغہ زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔
 ۴۰۳ فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق۔
 ۴۰۴ فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محدثین میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔
 ۴۰۵ خاتمہ مجملہ الجہد سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
 ۴۰۶ حدیث طلب العلم فی بیضة علی کل مصلو حسن ہے جس کو سالہ النجوم الشواق فی تخریج احادیث انکوائکب میں بیان فرمایا۔
 ۴۰۷ حدیث بابت آب زفرم حسن یہ صحیح ہے۔
 ۴۰۸ حدیث یکون فی آخر الزمان خلیفة لا یفصل علیہ ابوبکر ولا عمر۔
 ۴۰۹ امام ابن عاتق عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن و فات۔
 ۴۱۰ سید بن خثیم ہی ستر حدیث ہیں۔
 ۴۱۱ تافع اور عبدا اللہ بن واقد دونوں شگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۱۲ عقیقہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، علیہما السلام کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۱۳ فائدہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔
 ۴۱۴ بخاری و مسلم کے قیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدما پر بغض و تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔

اسماء الرجال

- ۴۲۰ فائدہ دوازدہم حدیث بے مسند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور ادھام قادری زمانہ کا ابطال و ازہاق۔
 ۴۲۱ محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور مفصل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔
 ۴۲۲ امام ابن عاتق عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن و فات۔
 ۴۲۳ سید بن خثیم ہی ستر حدیث ہیں۔
 ۴۲۴ تافع اور عبدا اللہ بن واقد دونوں شگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۲۵ عقیقہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، علیہما السلام کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۲۶ فائدہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔
 ۴۲۷ بخاری و مسلم کے قیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدما پر بغض و تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔

- ۱۷۷ بکتر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
 پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ وید بن مسلم کو
 ولید بن قاسم بنایا اول رجال صحیح مسلم سے امام
 ثقہ ہیں اور دوم قدر سے مکمل فیہ۔
 صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
 حدودی یحییٰ نے کہا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)
- ۱۷۸ تلیف پنجم عطا ثقتہ ہیں۔
 دینی اور حدودی یہم میں فرق ہے۔
 متحققین کے وہ رجال جن کے متعلق حدودی یہم
 کہا گیا۔
- ۱۷۹ خالد بن قاسم مدنی متروک بالجامع ہے۔
 ابی حزم غیر مقلد حبیب اللسان نے سیدنا
 ابو اطفیل صحابی کو مقدس و مجرب بتایا
 اسی ابن حزم نے باجہ حلال کرنے کے لئے
 صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو
 بزم تعلیق زد کیا۔
- ۱۸۰ امام شافعی علی بن عیسیٰ الرقی کی روایت میں ابراہیم
 ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک
 واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
 امام احنی بن راہویہ کا حافظہ و قات سے چند
 ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
 شباب بن سوار مبتدع تھا۔
 عبداللہ بن ابی یحییٰ یسار کی مدس ہیں۔
 یحییٰ بن محمد بخاری متکلم فیہ ہیں۔
 طریق دوم میں مولیٰ بن ابیاب حدودی لا وہام
- ۱۷۷ فقیم بن حماد قابل احتیاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جنہوں نے حکایتیں وضع
 کرنا چاہا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت موقوفہ
 ہے نہ بطور حجیت۔ ۱۷۸
- ۱۷۹ ابو الزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا معنی قبول نہیں
 لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو
 مقبول۔ ذکر وجہ فی المیزان۔ ۱۸۰
- ۱۸۰ خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور
 امام بخاری کے استاد۔ ۱۸۱
- ۱۸۱ بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار
 امام احمد کا اسم مبارک سیدان ہے۔ ۱۸۲
- ۱۸۲ تب بصری عبد اللہ کہیں قرعہ اللہ بن عمرو بن
 ماضی منہزم ہوتے ہیں۔ دوسرا کہیں قرعہ اللہ
 بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنم۔ ۱۸۳
- ۱۸۳ تب سو یہ کہیں حدیثنا عبد اللہ تو ابی بکر
 منہزم ہوتے ہیں اور جب بکر کہیں حنف
 محمد عن شعبۃ قرعہ مراد ہو گئے۔ ۱۸۴
- ۱۸۴ حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
 امام اجل خالد بن عمارت بصری ہیں خالد بن
 مخلد نہیں۔ ۱۸۵
- ۱۸۵ علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔ ۱۸۶
- ۱۸۶ ابو عقال بلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۱۸۷
- ۱۸۷ ابی یحییٰ کی بکواسس۔ ۱۸۸
- ۱۸۸ خطا علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۱۸۹

۵۰۵ قروں واقعہ مندرک ہیں۔

۴۰۵ ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔

قواعد اصولیہ

۵۱۰ ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

۵۲۵ تلمبی شدید الضعف ہے۔

۵۲۶ امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

۲۱۱ اور عدم صحت ہر جگہ اس کے لئے کافی ہے۔

۲۱۱ حدیث حوی بالمعنی کے (فا، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۱۱ نقلاً (جملہ) اجتماع فی العلم پر دلالت کرے۔

۲۲۶ زیارات فی الوقت پر۔

۲۹۱ صیغہ جہول غالباً مطہر بضعف ہوتا ہے۔

۲۹۱ متقدم خائف خنیف کے نزدیک جارات مشامع

۲۳۶ میر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ

۲۹۳ دس بعد ہم میں معتبر ہے۔

۲۲۴ مسلمان کا فعل حق لا محاکل کل من پر گول کرنا واجب ہے۔

۲۱۲ صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ منکرک ہوتا ہے۔

لفظ حیردوب پر دلالت کرتا ہے حی علی

الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب

۲۱۳ میں کیا کرنا چاہئے۔

التحاکمة بین القاضی والعلامة الختاجی

والحقق الدوائی من جمہد اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵

معنی رخصۃ علی کلام الدوائی۔ ۵۰۴

۴۰۵ ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

تلمبی شدید الضعف ہے۔

امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

۲۱۱ اور عدم صحت ہر جگہ اس کے لئے کافی ہے۔

۲۱۱ حدیث حوی بالمعنی کے (فا، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۱۱ نقلاً (جملہ) اجتماع فی العلم پر دلالت کرے۔

۲۲۶ زیارات فی الوقت پر۔

۲۹۱ صیغہ جہول غالباً مطہر بضعف ہوتا ہے۔

۲۹۱ متقدم خائف خنیف کے نزدیک جارات مشامع

۲۳۶ میر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ

۲۹۳ دس بعد ہم میں معتبر ہے۔

۲۲۴ مسلمان کا فعل حق لا محاکل کل من پر گول کرنا واجب ہے۔

۲۱۲ صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ منکرک ہوتا ہے۔

لفظ حیردوب پر دلالت کرتا ہے حی علی

الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب

۲۱۳ میں کیا کرنا چاہئے۔

التحاکمة بین القاضی والعلامة الختاجی

والحقق الدوائی من جمہد اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵

معنی رخصۃ علی کلام الدوائی۔ ۵۰۴

۴۰۵ ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

تلمبی شدید الضعف ہے۔

امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

۲۱۱ اور عدم صحت ہر جگہ اس کے لئے کافی ہے۔

۲۱۱ حدیث حوی بالمعنی کے (فا، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۱۱ نقلاً (جملہ) اجتماع فی العلم پر دلالت کرے۔

ہندو ریاضی

تفکیکوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔

۱۵۴

۱۵۵

اوقات بعض توہیات کا نقشہ۔

متفرقات

۲۱۴

۳۲۱

۳۳۲

۵۷۹

۵۸۰

خود کبرائے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔

برہمن میں موسم گرما اور سردی مغرب کا وقت۔

خاتمہ خاتمہ مشورہ میں۔

قائدہ اولیٰ کونفیت و انصافیت میں

دن ہے۔

• • •

۶۳۴

۶۳۵

۶۵۰

۶۷۶

۱۲۷

مقدم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم نقیب ہو۔

نقل مجہول نام مقبول ہے۔ عام صحابہ کرام میں

تھانے عنہم کی تعلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ

کا مذہب ہے۔

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل

تعلیق قائم ہو۔

تنبیہ چہارم شرح مطہر کی اصل کی جو ان

مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دو ہندو

اختلاف کرتے ہیں اور برجہ جلی کو بکاتے ہیں۔

طبیمیات

کوہنجی جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نسا بھی

کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۳ میل اون

قریٰ اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔



کتاب الصلوة

مسئلہ از اوچین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مسٹر ملا یعقوب علی خاں ۵ احادی الاول ۱۳۱۰ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگنا میں کون سی نماز سب سے پہلے کسی نبی نے پڑھی ہے اور
اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگنا نہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا
خاص ہے یہی تو قرآن و حدیث ہے۔

الجواب

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده وعلی آله وصحبه السکرمین
اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جو اکیلا ہے اور صلاۃ وسلم
اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے بعد
اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)

نماز پنجگنا اللہ عز و جل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے مکرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

نزل، بنی اسرائیل پر دوسری وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف پانچ رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی اس سے نہ بھی سنن نسائی شریف میں اس فرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں
ثم مدت الى خمس صلوات، قال، فاسجد الى ربك فاسأله التحفيف فانه فرض على بنی اسرائیل
صلواتین صماقا هو اہمما یعنی پھر پانچ نمازوں کی پانچ روئیں مری علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور
پھر جانیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ گئے۔
علامہ زرقانی شریح مواہب میں فرماتے ہیں،

وسر دان بنی اسرائیل کلفوا رکعتین بالعقد فقد کھتین روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں میں اور دو رکعتیں
بالعشی، قیل، و رکعتین عند الزوال، فضا رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے
فما صواب کلفوا بہ۔ کہ دو رکعتیں زوال کی پہلی تھیں مگر وہ اس پر کار بند
نہ رہ سکے۔ (ت)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں ان میں کسی کو نہ ملیں علامہ نے بے خلاف اس کی تصریح
فرمائی، مواہب شریف بیان فصائل امت و حور میں لکھا،

وسما مجموع الصلوات الخمس، ولم یجمع لا احد غیرہم بکے اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی نہ
کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا،

هذا هو الصواب، وما وقع في البيضاوي انه یہی درست ہے اور بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل
فرض عليهم خمسون صلاة في اليوم و پرون رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں،
اليوم، فقال البيهقي، هذا غلط، ولم تو سیموہل نے کہا کہ یہ غلط ہے، اسی پر پچاس نمازیں
يفرض على بنی اسرائیل خمسون صلاة قط کہیں بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں
بل ولا خمس صلاة، ولم تجمع الخمس بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کے لیے

سنن النسائی کتاب الصلوة مطبوعہ فورم کاغذ تجارت کتب کراچی ۸/۷

مکمل شرح الزرقانی ص ۱۱ مواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسرار مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۲۶/۶
مکمل مواہب اللدنیة المنقذ من غلط تصانیف تعلق بالصلوة، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۱/۷

نے نماز عشا کی نسبت فرمایا،

اعتموا بهذه الصلوة فانكم فضلتم بها على
ما سواها من صلوات الله عليكم

اس نماز کو یہ ذکر کے پر حوالہ اس سے تمام امتوں پر
فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ

نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پرتلاہر کہ جب نماز عشا ہمارے لیے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملے۔ رہا ہمارے
نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کریم پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں
امام بدالی الدینی سیوطی نے مختصر کبیری میں ایک باب وضع فرمایا۔

باب اختصاصه صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولہ تجميع
لاحد۔
یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں
کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول ملی وکن فی فا کو نہ حجة فی استقام
مقال فاذا امرا لاضافات وحم من هذا تقول
م بکرم و بیکم بل فی آخر نفس الحديث تدخلوا
جنة م بکم و ن ا د فی د ا یة و عند الخلق و جموا
بیت م بکم و ایضا یجوز التخصیص باعتبار اهل
الارض ایضا قد ثبت خصوصیتها بوجوه کما یأتی
فلایدل علی خصوص نفس الخمس و لو بالجمع
و الله تعالی اعلم ۱۲ منہ (م)

اختصاص نہیں کیونکہ رب معرفت فی طبع کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہل زمین نہ کہ جگہ ہو سکتی ہے
علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بنا پر ثابت ہے جیسا کہ آرا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت
اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

۱/۱۱ سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ معتبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس
۲۰۲/۲۱ مختصر کبیری باب اختصاصه صلی اللہ علیہ وسلم بجمع الصلوات الخمس مطبوعہ فدیر رضویہ فیصل آباد

بعد العشاء متفرقا فيهم، كما جاء في الاخبار
کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایت
میں آیا ہے۔ (دست)

علامہ شہاب الدین خواجه نسیم الریاض شرح شفا کے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
المصلوات الخمس لم تبحتم لغيره ولا لغيرته
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولا لنبی قبلہ،
فانما الایماء قبلہ کانت لهم صلاة موافقة
لبعض هذه، دون مجموعتها۔

وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجموعی طور پر پانچ نمازیں ان میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (دست)
اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وکل ما ذكره فلا يقيد المدعى، او معارض بها
هو اصح واقتوى، كما فصلنا ذلك في تحريير
مستقلك في هذا المقال، كتنه بتوفيق
الله تعالى بعد ورود هذا القول، مخصصه
انهم احتجوا على ذلك باحاديث واثار، منها
حديث صحيح مسلم عن عبد الله بن مسعود
رضي الله تعالى عنه في خبر الاسراء، فاعطى
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ثنت، اعطى المصلوات الخمس، واعطى
حواثيم سورة البقرة، وغفر لمن لم يشرك
بالله من امته شيئا المقحومات فانه ظاهر
في اختصاصها به صلى الله تعالى عليه
وسلم۔

یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثبات مدعی کے لیے
منفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے
معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل
تحقیق میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے
پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ
نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے
پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے
ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے
میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو
تین چوبیس عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی
آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کی
معفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس
حدیث کا ہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیے غرض ہیں۔ (دست)

۲۳۱/۲

لے لمعات الشیخ مواقیت المصلوات الفصل الثانی ۹ مطبوعہ مکتبہ معارف علیہ السلام

نسیم الریاض شرح شفا، فصل فی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تعظیم کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۴/۲
نسیم الریاض لم باب فی قول اللہ تعالیٰ ولقد رآه نزله اخری مطبوعہ مکتبہ کتب خانہ لاہور ۹۴/۱

قلت ، وذلك لانه كان محل الاكرام
الحاص فيجب اختصاص الخمس ايضا
به صلى الله تعالى عليه وسلم كالباقيين
قال في نسيم الرياض (واعطى رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم تلك ، من العصار المحصورة
به صلى الله تعالى عليه وسلم ام)

اقول : ذلك ان تقول بعد تسليم
لرورم الخصوص في كل عطاء يعطى في مقام
الاختصاص ، لا يدرم الخصوص من كل وجه ،
وقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات
الله تعالى وسلامه عليهم وفي كل دين النبي ،
كما قال تعالى في سيدنا اسحق عليه السلام
الكريم وعليه الصلاة والسلام وذلك
يا مراهله بالصلاة والركوة وكان عند ربه
مرفوعا - وقال عز وجل عن عبيد عيسى
عليه الصلاة والسلام ، واوصاني بالصلاة
والزكاة ما دمت حيا - وفي الحديث عن
نبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا خير في دين لا صلاة
فيه وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه
الاوقات ، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام
هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلهم

میں کتنا ہوں : ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حق
اکرام خاص کا تھا اس لیے پانچ نمازیں بھی آپ کے لئے خاص
ہوئی جائیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کے لئے خاص
ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ
کو تین چیزیں ، یعنی ان فصل کل میں سے جو آپ کے ساتھ
مخصوص ہیں احدات)

میں کتنا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ
اگر یہ بات مان لی جائے کہ اختصاص کے موقع پر جو
چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری
ہے۔ تاہم ہر ایک خاص ہونا کو کوئی ضروری نہیں
ہے۔ کیونکہ ہم نے تمام انبیاء پر اور سروریں الہیہ میں
تھیں جس طرح اللہ تعالیٰ سیدنا اسماعیل علیہ السلام
پر فرمایا ہے ان پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ کہہ دیجئے
میں فرمانا ہے وہ نکر دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز
اور زکوٰۃ کا اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا اور
اللہ عزوجل نے اپنے بند کے عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان
کیا ہے اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ
کا ، جب تک میں زندہ رہوں اور حدیث میں ہی صل
اللہ علیہ وسلم سے مری ہے کہ اس کیوں میں کوئی خیر نہیں ہے
جس میں نماز نہ ہو اور پہلے انبیاء کے اوقات نماز وہی
تھے جو چارہ سے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صل اللہ علیہ وسلم بما تفضلہ کرامة الاسرار مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱۳۶۶ھ

سک القرآن سورہ مريم ۱۹ آیت ۵۵ - سک القرآن سورہ مريم ۱۹ آیت ۳۱

سک سنن ابی داؤد باب ما جاء فی خبر الطائفت مطبوعہ آفتاب عاظم برکس لاہور ۱۳۶۲ھ
نوٹ : احادیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لا صلوٰۃ فیکد کہجہ "دیکھو یہ ہے اللہ تعالیٰ علم میر محمد سعیدی
۵ مشکوٰۃ نصائح ، باب المراقبتہ ، مطبوعہ مقبانی دہلی ۱۳۶۲ھ

عز وجل لتحيه صلى الله تعالى عليه وسلم
حين ذكر ما اعطى الانبياء السابقين عليهم
الصلاة والسلام من الفضائل، اعطيتك
ثمانية اسمهم، الاسلام والهجرة و
الجهاد والصدقة وصوم رمضان
والامساك بالمعروف والنهي عن المنكر۔ قال
الرقاني (والصلاة) اي مجموع الصلوات
الخمس (والصدقة) الزكاة (وصوم رمضان)
وفيه حجة لاحد القولين في احتصاصه
بالامة المحمدية الخ۔

تمام دوسے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے یا یہ
کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف کے ساتھ
مخمس کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے
اور بندوں سے شغیت بھی کر دی، اب پر کسی پانچ جاتی
ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہو جاتی ہیں یہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام
ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر
بخاری اور ابویعلیٰ نے ابوسریحہ سے اور بیہقی نے ابوسریحہ اور
ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان فضائل کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عز وجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حقے عطا کئے ہیں، (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ
(۶) رمضان کے روزے (۷) مال و دولت (۸) نبی عن امیر۔ الرقانی نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا
(اور نماز یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (۱) اور صدقہ یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے
اور میں سے ایک قول کے لیے یعنی اس قول کے لئے کہ رمضان مستحب محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت)

قلت، ای وقد ذکر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لكل من ماحص به من المکرمات
فالمحل قاض بات۔ یجاب بما خص به من
حلائل الفضائل۔ اقول، نعم، لا یبد
للخصوص من وجه، اما مطلقا فلا، فقد
کان الجہاد في الامم السابقة قال تعالیٰ
وکلی من نبی قاتل معه سیئون کثیرا الاثری

میں نے کہا دلیل اس بنا پر ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت و کرم عطا کی جو اس کے
ساتھ مخصوص تھی۔ تو مولو کا تقاضا میں تھا کہ جواباً ایسے
عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ اقول (میں کہتا ہوں) ان
خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے تو (مذکورہ
آخر چیرے) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

الی قوله ، واکامریا المعروف والنهی عن المنکر
ولست حیل فیہما عن الابیاء السابقین ، علیہم
الصلاة والسلام ، ہما کا خواہیے مشون الالہذا۔
وقد ابھی اللہ تعالیٰ قوما کا نو ، رہیوں اصحاب
السبت محذرة الی سبہم ولہم یرجعونہ
ولہم ترل الصدقة فی الاصل ، و تقدم قوله
تعالیٰ وکان یا مراہلہ بالصلوۃ والزکوۃ فانما
المراد لہم یعطوا علی صفة اعطى سینا مہل اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ، احلت لہ العنائم ولہم
تعل لصدقہ ، والصدقة تؤخذ من اعیاننا
وتور عن فقرائنا ، وامریا بالمعروف والنہی
بہینا عن السکر باعلی وجوہد وهو الجہاد
وامر الجہاد فی شریعتنا اقوی منہ فی سائر
الشرع . قالہ الرازی عن القفال . بحکذک
حکمہ فی الصلوۃ باشیاء لہم یعطون احد
قلت ، واللہ اعلم ۔

کیونکہ ہا وہیل آیتوں میں بھی تھا ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
”کہتے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے
اللہ والوں نے لڑائی کی۔“ کیا نہ ہوں دیکھتے ہو حدیث
میں مذکور اس قول کی طرف اور پھر حاکم دینا اور
برائی سے روکنا۔ حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین
میں نہ پایا جا، حال ہے کیونکہ وہ تزیجی ہی انہی کاموں
کے لئے جاتے تھے اور اسی ہی عن المنکر کی وجہ سے
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحاب
سبت کو شکار کرنے سے منع فرماتے تھے تاکہ اپنے رب کے
رُوبرُو اپنا عہد پر مشرک نہ رہیں اور اس لئے کہ اس طرح
شاگرد اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں صدقہ و زکوۃ
کا حکم متور میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزیر
جس سے رحمت انھیں علیہ السلام اپنے گھر والوں کو
نجات دہ زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ
ہے کہ (مذکورہ ٹھہ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں
جس طرح ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً
جہاد میں حاصل ہونے والی قیمت رسول اللہ کے لئے حلال کر دی گئی۔ تاکہ اس پہلے کسی کے یہ حدل نہیں کی
گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ جہاد سے اعیان سے لیا جاتا ہے اور فقر کو دیا جاتا ہے حالانکہ اس پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی
تھی اور نبی جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علی درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے کہہ کیونکہ جہاد کا معنی باری شریعت
میں مشیت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے یہ بات راہی نے فقہان سے نقل کی ہے بعینہ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی
بعض اشیاء کے ساتھ حاصل کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں یعنی اذان اقامت وغیرہ واللہ اعلم
ومنہا ما نقل لہم العقیقۃ البلیث
السر قندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تبیینہ
العافین عن کعب الاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
سے اقرآن ۵۵/۱۹

عنه قال: دُفِرت في بعض ما أنزل الله تعالى
 على موسى عليه الصلوة والسلام يا صوفي!
 ركعتان يصلينهما أحمد وأمته، وهي صلاة
 العداة، من يصلينهما عفرت له ما أصاب
 من الذنوب من ليلة ويومه ذلك ويكسوف
 في دمشق. يا موسى! اركعت يصلينها أحمد
 وأمته، وهي صلاة الظهر، أعطيهما بيا ولي
 ركعة منها المغفرة، وبالثانية الثقل ميزانهم،
 وبالثالثة، لكل عليهم المنكة يسبحون
 يستعصرون له، وبالثالثة المفتاح لهم ابواب
 السماء، ويشرفون عليهم الحور العين. يا
 موسى! اركعت يصلينها أحمد وأمته،
 وهي صلاة العصر، فلا يشق من في سبوت
 والأرض ألا تستعصرون لهم، ومن استعصرون له
 المنكة لراعيه. يا موسى! ثلاث ركعات
 يصلينها أحمد وأمته حين تعرب الشمس،
 افتح لهم ابواب السماء. لا يسألون من حاجة
 إلا قضيت لهم. يا موسى! اركعت
 يصلينها أحمد وأمته حين يعيب الشفق،
 هي خير لهم من الدنيا وما فيها. يخرجون
 من دنوبهم كيوم ولدتهم أمهم. يا موسى!
 يتوضؤون أحمد وأمته كما امرتهم، أعطيتهم
 كل قطرة تفر من الماء جنة عرضها كعرض
 السماء والأرض. يا موسى! يصوم أحمد و
 أمته شهرا في كل سنة، وهو شهر رمضان،

اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی امت
 ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے
 گناہ اُس کے بخش دیوں گا اور وہ میرے دفتر میں ہوگا۔
 اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور اس
 کی امت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض
 بخش دیوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بیماری
 کروں گا اور تیسری کے لیے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح
 کریں گے اور اسی کے لیے دعا سے مغفرت کرتے ہیں گے
 اور چوتھی کے بدلے اُن کے لیے آسمان کے دروازے
 کشادہ کر دوں گا۔ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں اُن
 پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار
 رکعتیں، احمد اور اُن کی امت ادا کرے گی تو جنت
 کا دروازہ ان کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب
 ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت
 چاہیں یہ اسے ہرگز عذاب نہ دیں گے۔ اے موسیٰ!
 مغرب کی تین رکعت ہیں امیں احمد اور اس کی
 امت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان
 کے لیے کھول دیں گے جس حالت کا سوا کرینگے اسے پڑھی
 کروں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی
 عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے امیں احمد اور اُن کی
 امت وہ دیا دیا جہاں سے اُن کے لیے بہتر ہیں وہ انہیں
 گناہوں سے ایسا کال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے
 پیٹ سے بچا ہوتا ہے۔ اے موسیٰ! صلوٰۃ کا احمد اور اس کی
 امت جیسا کہ میرا علم ہے میں نہیں عطا کروں گا ہر لمحے
 کے عوض کہ آسمان سے نیچے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

نہیں کی چڑائی کے برابر ہوگا۔ اسے ہر کسی ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا اس کے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہزاد عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک راستہ گزار کرے گا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اسے ہر کسی! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور (فقیر و محتاج)

اعطیہم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنة ، و اعطیہم کل حیر یعملون فیہ من التلویح اجر فریضۃ ، و اجعل فیہ لیلۃ القدر ، صحت استعمر منہم فیہ مرق واحدة ناد ما صادقاً من قبیہ ، ان مات من لیلۃ او شہر اعطیتہ اجر ثلثین شہیداً ایہ مونی ان فی امة محمد رجلاً یقومون علی کل شرف یشہد و ینبشہ امة لا الہ الا اللہ ، فجزاؤہم ہذلک جزاء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ، و رحمتی علیہم واجبة ، و غصبی بعید منہم ، ولا احجب باب التوبۃ عن واحد منہم ما و اموا یشہد و ان لا الہ الا اللہ ، لا اللہ الا اللہ ان میں سے کسی پر بایب تو پر بند نہ کروں گا بسبب تب وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اور (فقیر و محتاج)

اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات محبت کی بنا پر ہم نے اس کو تمام بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات کا مل حق نصیب فرمائے۔ آمین! (ت)

میں کتابوں، اگر اس روایت سے اختصار پر استیصال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے، نہ کہ پانچ کا مجموعہ، کیونکہ اس روایت میں

سردناھا تما ما، جالما ینھا من المفاش، مرض قنا اللہ تعالیٰ الحظ الاوقی منها بمنہ و کرمہ و وجاہ حبیبہ قاسم نعمہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آمین۔

اقول: ان تمہ الاحتجاج بہ علی الاختصاص، دل علی خصوص کل صحت الخمس، لا کل الخمس، فانہ قال فی کل، یصلیہا احمد و امتہ صلی اللہ تعالیٰ

بر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ادا کرے گی۔ نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو مل سکے جائیں گے۔ (ت)

اور ان میں سے امام عیسیٰ کا وہ اثر ہے جسے امام غزالی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عقرب آ رہا ہے اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو عیسیٰ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ تماری باقی ابیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کے لیے جمع کر دی گئی ہیں۔ اسوں سے مرید و خلیفہ کہ فجر آدم علیہ السلام کے لیے تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان علیہ السلام کے لیے اور مغرب عیسیٰ علیہ السلام کے لیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ امت مخصوص کی گئی ہے (ت) میں کہتا ہوں، (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نماز و عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ باقی امتوں میں سے

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هذا وضوئی وضوہ الا نبیاء من قبلی، فلیکن المقصود بالذکر عطاؤہم ما رتب علیہا من الفضائل انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو مل سکے جائیں گے۔ (ت)

وتمنہا اثر الامام العیسیٰ، صریحاً الامام الطحاوی، وسیاتی السلام علیہ۔ ونحوہ ما ذکر فی الحلیۃ عن بعضہم قال، هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وجمعت فی هذه الامۃ، فذكر الفجر لآدم، والظهر لآبرہیم، وعصر لسلیمان، ومغرب لعیسی علیہم الصلوۃ والسلام، ثم قال، واما العشاء فتخصت بها هذه الامۃ۔

اقول: توجیہ الاستدلال انہ ان ذکر اختصاص هذه الامۃ، لكن لم یقل من بیت ما اثر الامم، ولم یذكر ان نبیاً صلاہا۔ کما ذکر فی ما تروا،

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح باب سنن روضہ صلی ثارث مطبوعہ مجتہدانی دہلی ص ۲۰

۲۔ شرح معانی الآثار باب صلوة الاسطی ای الصلوۃ ایچ ایم سمیعہ کپٹی کراچی

شرح الزرقانی علی المواہب المتصدرا لایضاح فی فضل التذہب مطبوعہ مطبوعہ مصر

الباب المزیبوس، أخرجه البخاری عن ابی موسی
الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، اعتم
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة العشاء
حقاً اذ ہما السیل، ثم خرج فہی، فہما
قصی صلاتہ قال لمن حضرہ، ایشروا من
نعمۃ اللہ علیکم انه لیس احد من الناس
یصلی هذه الساعة غیرکم۔ او قال ما صلی
هذه الساعة احد غیرکم۔ اور قلت، واخرجه
مسلم ایضاً۔

جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو۔ اور میں نے کہا، یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت)

ومنها قال رحمہ اللہ تعالیٰ،
واخرجه احمد والشافعی عن ابن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ، قال، اخرس رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ العشاء،
ثم خرج الی المسجد ہاذا الناس ینتظرون
الصلاۃ، فقال، اما انہ لیس من
اہل هذه الادیان احد یذکر اللہ تعالیٰ
هذه الساعة غیرکم۔ اور

اقول، وانت قلوبا لیس فی
شئ منها ما یدل علی مدعاہ، من ان
العشاء لم یصلہا ہی قبل نبینا صلی اللہ

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابوموسیٰ اشعری
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے لیے اتنا اندھیرا
کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہو گئی پھر آپ باہر
تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے
تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہیں بشارت ہو
کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور
کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو۔ یا
آپ نے یوں فرمایا، تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے کہ احمد، شافعی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے
تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا،
”سنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے
سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو
یاد کر رہا ہو۔“ (ت)

میں کہتا ہوں، تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں
میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو امام سیوطی کے اس
مدعی کے لیے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

و النسا فی من المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
ولا یصلیٰ یومئذ الا بالمدينة، فان الیهود
یکلوا بنحیر و الشام و غیرہما اکثر عما کافوا
بالمدينة المکرمہ، فلو کانت عندہم
صلیبت لغيرہا ایضا۔

تراد یہ ہے کہ اس نفل کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے
لوگ کس نہیں پائے جلتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں اس
روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری و نسائی
نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں
یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز
پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی نسبت خیر اور تمام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو پوچھئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ
نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

اقول: ولا تتخالف بین الوجهین،
فان الکافر لا یصلیٰ لہ، فانما اثبت صلی
اللہ علیہ وسلم لہم الصورة اذ قال صلی
الناس و مامو، و امر المؤمنین فہذا المعنی۔

میں کہتا ہوں، دونوں وجہوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورت نماز پڑھتے بھی توحید
اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچئے ہیں اس کی
نماز کے لحاظ سے ہے حکم ام المومنین حقیقی نماز کی نفی کرتا ہے۔

والثالث ان المراد لم تصر صلی بین
فلا ینقلیٰ ہا ولا یصلیٰ ہا احد غیرنا، لا من
اہل الزمان ولا من اصم مضیت، و هو
المدی صرح بہ فی حدیث معاذ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ فہذا قصویٰ ما استفاد منہ،
ولیس لہ ملحقہ اصلا فی فیہا عن سائر
الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص باعتبار
خصیت کے ہے، چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی
پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر نہ
سابقہ امتوں پر، اس لیے ہمارے سوا اس کا کوئی
انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث
میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ
اُس سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اُس
نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اثر نہ
ملک نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلاۃ والسلام نے منیٰ میں پانچوں
نمازیں پڑھیں،

فقد اخرج ابن سعدان ابراهيم واسماعيل
انما هي فصليا بها الظهر والعصر والمغرب
والعشاء والصبح
ابن سعد نے تحریر کی ہے کہ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام
متی کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور
صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (۱)۔

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی
حاجت ضرور

فان المخصص لا تثبت الا بنصوص صحیحہ
كما نصوص عليه قاطبة، منهم خاتم الحفاظ
في فتح الباری، والقسطلافي في المواهب، و
الزرقانی في شروحه، وغيرهم في غيره.
کیونکہ خصوصیات۔ نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں
جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم حفاظ
نے فتح الباری میں، قسطلافي نے المواہب میں، زرقانی
نے شراح میں اور دیگر علما نے دوسری کتابوں میں۔

ہاں اگر کسی صحیح حدیث میں ہے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے ہوا کسی امت نے نہ پڑھی
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک انتہا میں مجرمہ ہو جائے گی ثابت ہو جائے گا بعض علما
نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام بلال الدین سیوطی نے باب مذکور خاص نص میں بعد عبارت مسطور فرمایا،

وبانه صلى الله تعالى عليه وسلم اول وقت
صلى العشاء ولم يصلها من قبله
اور اس دور سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز
پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (۱)۔

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرنے کے انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثناء
کرنا اقوال معزفہ عنہ تعالیٰ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سو اس اثر منقطع کے کہ امام اہل اہل ابرہ جعفر
طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام حسین بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا،

ول من صلى العشاء الاخرة بيننا صلى الله تعالى
عليه وسلم
سب سے پہلے عشاء ہمارے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے پڑھی۔

وكل ما تمسكوا به سوى ذلك، اعني لاحديث
الثلاثة الاحيرة فلا مساس له بما هنالك
اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علما نے جن روایتوں
سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے

۱۔ شرح الزرقانی مواہب بکوال ابن سعد المقتصر اربع حصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة العام المص
۲۔ المختصر بکبری باب انتصاب صلی اللہ علیہ وسلم لمجرب الصلوات الخمس مکتبہ نوید رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲
۳۔ شرح معانی الآثار باب الصلوة الاوسطی مطبوعہ ایچ ایم سیمین پکنی کراچی ۱۲۰/۱

کب علت - کچھ قلعی نہیں ہے، جیسا کہ تم جانی چکے ہو (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشروں میں اتباع تابعین سے ہیں
۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا حکما فی الخلیۃ والمقربین وغیرہما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے)۔
اور بخیر حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز
حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پر نور صلوات اللہ
تعالیٰ و تسلیما علیہ سے عرض کی:

ہذا وقت الانبیاء من قبلك۔ یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔

سواء ابو داؤد وسکت علیہ، والقمری و
حسنہ، وحمد وابت خزيمة والدارقطنی
والحاکم، وصحیحہ ابی عبد البر
ابویکبر بن الصری۔
اس کو ابو داؤد نے بیان کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔
قمری نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد ابن حنبلہ
دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ
اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ
متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی گنجائش نہیں۔ یہ استثناء بے دلیل مساوی
قابل احتمال۔

اقول: والجب من ابن حجب،
کیف یقول بالتوریع ثم یستثنی العشاء،
فان یصح التوریع للجمیع۔
اور اس خبر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں
کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء
بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)

ظاہر اسی لیے شیخ محقق قدس سرہ نے اشۃ اللمعات میں اُس سے رجوع فرما کر ترک کیا حدیث قال
(پانچہ وہ کہتے ہیں۔ ت)

ایں وقت نماز بغیر ان ست کہ پیش از تو بورہ اند کہ
ہر کہ ام از ایشان بچھے اوقات داشتند اگرچہ مجموع
اوقات مخصوص این امت است فافہم استہی۔
یہ وقت ان غیروں کی نماز کے ہیں جو آپ پہلے گزے ہیں کہ
ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے
اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اس کو سمجھو۔ (ت)

لے تقریب التذریب مطبوعہ دار نشر کتب اسلامیہ حیدرآباد ص ۲۲۷

لے سنی ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۵۶/۱

لے اشۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ، باب المراقبۃ، الفصل ثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کراچی ۲۸۷/۱

بلکہ بعض روایات و احادیث میں حضرت یونس و حضرت موسیٰ علیہما السلام کا نماز عشاء، پڑھنا صراحتہ منقول کہ سیاقی ذکر (جیسا کہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کا پڑھنا اور گزرا بلکہ انکا ابراہیمت سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تاقلاً کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

واما صلاة لعامة فانها الصلاة التي صلاها
المرسلون قيساً۔

نماز عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے
پڑھی۔ (ت)

صدقات اللہ تعالیٰ و تسلیتہ علیہ و علیہم اجمعین۔ لا جرم امام قاضی ناصر الدین بیجاوی شرح معانی میں فرماتے ہیں،

اب العشاء كانت تصليها الرسل نافلة لهم و
لم تكن على من هم كالسجدة وجب على
نبي و نون۔

پس رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان
کی امتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح سجدہ کی نماز بہار
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب
نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ زرقانی، ہامدوی دیر سے قائل،

اد قال بعد ما قد منا عنه ، من معارضة اثر
العيشي بحبره لحي ثم الاستدراك بحديث
معاد مرضى الله تعالى عنه ، مانصة وجمع
الهروى وبقية بان المصطفى صلى الله تعالى
عليه وسلم اول من صلاها مؤخرها

زرقانی سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انھوں نے عیشی کے
اثر کو رافضی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے پھر اس پر
حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔ اس کے
بعد انھوں نے کہا ہے کہ ہامدوی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی
کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو

عن حكمة اهو مثبت في تصحيح التنبية
قاله تعالى اعلم ولتراجع الفسخ ۱۲ عنہ (م)

میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخ میں عبارت اسی
طور ہے اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے والا ہے دوسرے نسخوں کو
دیکھ کر لینا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

لے تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لے شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامة ص ۵/۳۶۶

انی ثلاث لیسین و یوحود ، اما الرسل فکما یصلونہ
 عند اول مغیب الشفق ^۱ و غرضت فیہا سلموا
 من ثبوت النشاء لعیرتیب من الانبیاء علیہ
 و علیہم الصلوۃ و الثناء . . . اما ما حوال من
 الجمع ، **فاقول اولاً** ، ان کان المراد بالجمع
 بین حدیث فضلہا و روایۃ انت
 النشاء لیونس علیہ الصلوۃ والسلام ، کما یدل
 علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قوله صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فطمتہا یعارض
 مروایۃ انت النشاء لیونس ، فقد
 صحت ان لا تعارض بینہما حتی یحتاج الی
 الجمع . او یغنی الروایۃ و اثر الہیثی ،
 کما یدل علیہ شریادہ لفظ " فطمتہا "
 بعد لفظ اثر الطحوی فیما یاق ، **فما**
ابعدہ جمعاً ، فانت الاثر صریح فی
 ان المطلق دون المقید بالثا حیرفانہ فی بیان
 بیان من صلی ، الصلوۃ غیری معترض
 لا قاصر الاوقات ، فذکر کل من الاستیعاب
 من صلوۃ ، و قول فی لغت . . . اول من
 صلاہ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فاین ہذا صا قریدون !

تہائی رات یہ اس کے گف بجٹ تک مؤخر کر کے پڑھا ہے۔
 جبکہ پہلے گزرجاتے تو اسے رسول شفق غائب ہونے کے
 ساتھ ہی عشاء پڑھ دیا کرتے تھے اور اس فعل سے ہماری
 غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہر وہی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے بھی عشاء تسلیم کر لی ہے
 رہی انکی تطبیق تو میں کتابوں کو اسس پر پہلا اعتراض
 یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر ان روایتوں کے درمیان ہے جن
 میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فیصلت
 دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء لیونس علیہ السلام
 کے لیے تھی ، جیسا کہ سابق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ
 تطبیق زرقانی نے ذکرہ دو روایتوں کے بعد بیان
 کی ہے۔ تو یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ تمہیں معلوم
 ہو چکا ہے ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے
 کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور علیہ
 کے اثر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ طحاوی کے عنقریب
 آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ " نصفہ " کا لفظ
 بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ فہم سے بہت بعید
 تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی لفظ ہے نہ کہ
 (تہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی۔ کیونکہ اثر کے
 سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے
 پڑھی تھیں ، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں
 یا مؤخر کر کے ، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔
 کہاں یہ بات اور کہاں وہ جرم لوگ چاہتے ہو کہ مراد تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا ہے۔ (د ت)

و ثانیاً : یکھا کان ، ہذا حاصل للوجہ
الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس
یومین ، فجعل صرۃ واحداً آخری . ثم قال ،
ہذا وقت لا ینبأ من قبلک ، فمن ایست ان
ول من اخرہ ینبأ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلمہ قال ، ویبدل لک (ای لھا ادعی
من الجمہ) بل یصرح بہ قولہ اثر الخلیف
نفسہ ، العشاء الاخرۃ ^۱۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو اگر حال
حاصل وہی جبریل ہیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن
پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں ، پہلے دن ہر وقت کے باطل
ابتدائی تھے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی
تھے میں پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت
سب (پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ رسول آتے
عشاء کو تھائی رات تک مؤخر کرنے سے محض تھے) نہ کہ
نے کہا کہ اس پر (یعنی اس تطبیق پر کہ تھائی رات تک مؤخر
کرنا عرا ہے) دلالت کرتی ہے یہ چیز کہ عداوی نے خود اپنے آخر میں العشاء الاخرۃ (آخری
عشاء) ترکیب استعمال کی ہے ۱۱ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری مصدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
محض ہے۔ (ت)

اقول : یا سبحن اللہ ! بل لا دلالة
فیہ اصلاً ، فضلاً عن التصريح —
العشاء الاخرۃ ہی العشاء مطلقاً دون التی
اخرت . تسبیح الاحقرۃ نظر الی العشاء لا ولی
وہی المغرب ، علیہ قف فرمھا و سامت
لحدیث . و فصل القول ما لا حمید و صلیم
وانف فی عن جابرین سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یؤخر العشاء الاخرۃ ^۲ و اعظم منہ
ما للترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

میں کتابوں ، اسے سبحان اللہ ! صراحت تو
کیا یہ تریب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ
"عشاء الاخرۃ" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس
عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو . اس کو آخرہ اس بنا پر کہتے
ہیں کہ عشاء اولی مغرب کو کہتے ہیں . اس پر حدیث کے
بہت سے محاورات شاہد ہیں . اور احمد ، مسلم ،
نسائی کی یہ روایت تو اس میں قول فیصل کا درجہ
رکھتی ہے کہ جابرین سے فرماتے ہیں : رسول اللہ آخری
عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے : اس سے بھی زیادہ صحیح
وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابویہ رضی اللہ عنہ سے

۱ سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ عقیباتی لاہور پاکستان ۵۹/۱
۲ شرح الزرقانی علی المواہب و منها مجموع الصلوٰۃ الخمس مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۲۲۶/۵
۳ سنن نسائی کتاب المواقیت ما یستحب من تأخیر العشاء — مکتبہ سلفیہ لاہور ۴۳/۱

5
5

نفل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ بہر حال اس کلام میں ”عشاء آخرہ“ کا تاخیر عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے لغاظ یہ ہوتے ”سب سے پہلے جس نے عشاء کو ترک کیا“ اور یہ

عہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اول وقت العشاء الاخرة حين يعيب الافق
فانقطع به نكلا اشرك هذه الدلالة في
الكلام، ولو اساده لقال اول وقت اخر
العشاء وهذا طاهر جدا۔

بہت ہی غلط ہے۔ (دست)

بالجہد اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں میں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہر راجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور اہم لحاظ سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ثابت کرنا جس کا ہر کسی نے عشاء میں سائر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تھا اہم القرب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کسی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوئی اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مانے جیسا کہ قول دوم سرور میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال نہ نہ جس میں کہ سید عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقت تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں ان میں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انھیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی النقیین پاک سید المرسلین میں اس کی تفصیل فائق و اللہ الحمد غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ظاہر حدیث نماز نبی اللہ عز و جل میں خود ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اس پر دلیل درپائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطلاق و التذق بے چیز ہے نیست ہر دلیل پہاڑیوں کے پہاڑ پر دلیل نہیں۔
اقول شاید نظر علماء اس طواف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عز و جل نے اس نعمت جلیلہ و فضیلت جلیلہ سے سب اُمت مرحومہ کو تمام اُمم پر تفصیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل میں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہر تو اس خصوص نعمت سے سب اُمتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولیٰ

لے من القرمذی ابواب الصلوات باب ما خاری فی مراقب الصلوات مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ایم پی سی دہلی ۲۲/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہوا اس تقدیر پر یہی حدیث معنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولانہ اسس دعوے کی بھی ثبوت ہوگی۔

اما حدیث المسیدین ابرہیم واسمعیل، علی
ابنہما الکریم ثم علیہم الصلوٰۃ و
التسلیم، فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لسا
رأیانا تظاہر کلما تہم علی خلافہ، علی
انی اقول، الاحتصاص بجموعۃ الافتراض
اما ہما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما ثم علیہما
وہارث وسلم، فصلیا بمنی ما کتبت اللہ
تعالیٰ علیہما وتغلا فی بقیۃ الاوقات۔
فمن قبل وقومہا فی ہذہ الاوقات، عبر
عنہا باسماء ہذہ الصلوات، واللہ تعالیٰ
اعلم بالخفیات۔ ہذا خایۃ ما عہد فی
توجیہ المرام۔

دہی دوسروں یعنی ابراہیم واسمعیل ان کے
کویم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو
والی حدیث، تو شاید پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ
اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس
کے خلاف نہ ہوتے۔ علاوہ ازیں میں کتا ہوں کہ حدیث
فرضیت کے اعتبار سے ہے یعنی پانچ نمازیں فرض
صرف رسول اللہ پر ہیں (ابراہیم واسمعیل علیہما السلام
پران میں سے جو فرض ہوں گے وہ انہوں نے بطور فرض
منی میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل اور کچے
ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقعہ انہی پر واقع
ہیں ہوئے کہ یہ ان کی تعبیر نمازوں کے نام سے
کردی گئی۔ اور اللہ ہی پر شیعہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے
اس مقصد کے لیے زیادہ تو یہ کہ یہ خیال میں ہی ہو سکتی ہے۔

اقول مگر استبعاد نہ کرنا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عز وجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ
السلام کو عطا فرمائے انکی امتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرہومہ کے لیے انہیں عام فرما دے
جیسے کتاب اللہ کا ماحفظ ہونا اگر اہم سب نعمت میں خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا اس امت کے لیے رب عز وجل
نے قرآن کریم حفظ کے لیے آسان فرما دیا کہ دس دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مرنے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ ان کی امت کو وہ بلا جو صرف انبیاء کو ملتا تھا علیہم السلام افضل الصلوٰۃ والثناء واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چاروں میں،

اول : قول امام عبید اللہ بن عائشہ محدث کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی
انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام تو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں
وہ عصر ہوئی۔ واد علیہ الصلوٰۃ و السلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھے غرض ہوسے تھک کر تیسری

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین بج رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

رواہ کذا ذکرنا الا ما رواه الطحاوی قال،
حدثنا النعمان بن جعفر قال سمعت بهجر
بن الحکم الکلبی قال سمعت اباعبدالرحمن
بن محمد ابن عائشة يقول، قد کثر
جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی
نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن معمر نے بکر ابن حکم
کیساتی سے، اس نے ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن محمد
ابن عائشہ سے سنا۔ اس کے بعد سابق روایت بیان

کی ہے۔ (ت)

دوم قول امام ابو الفضل کر سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدمؑ و نوحؑ کو چار رکعتیں حضرت ابراہیمؑ، عیسیٰؑ، حضرت یونسؑ، مغرب حضرت عیسیٰؑ، عشاء حضرت موسیٰؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ لاہام المرید وستی
فیروضہ قال مات ابی الفضل و ذکرہ (اس کو امام زہد وستی نے اپنی روایت میں ابی الفضل کے حوا سے
ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابی الفضل سے پوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ ت۔ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے
لہذا اس کا خلاصہ لکھیں امام زہد وستی فرماتے ہیں میں نے ابی الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں بعد و عشاء کی
چار مغرب کی تین کیوں تھیں۔ فرمایا حکم میں نے کہا اچھے! صبح ان کیوں تھیں؟ کہا: نماز ایک نبی سے پڑھی ہے۔ آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دینا انھوں میں، ایک تھی اور اور حضرت کی اندھیری
آئی۔ انھوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے۔ جب صبح چمک دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں۔ ایک
اس کا شکر کرتا یہ کی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا گروں کی روشنی پائی انھوں نے نفس پڑھیں ہم پر فرض کی گئیں
کہ ہم سے گناہوں کی تاریخ کی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اترتا ہے پہل اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہو اور
فدیہ آنے کے سبب تیسری رضا سے مولیٰ سبغہ و تعالیٰ کا شکر۔ چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عز و جل کے حکم پر
اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گروں رکھ دی۔ یہ ان کے فضل تھے ہم پر فرض ہوئے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قبل نفس پر قدرت

عن لفظ کتاب حاضرنا ید للذی لا ید تعالیٰ و وقت
علی ایس کہ وقتہ لد مع الفول و اعجا ما من الغم
کہ انجاء و قد انما من اب رک فداد و مرضی عنا
کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: تو ہمیں ظہر
کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان
کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی پر صفحہ آئندہ)

یہ تھا کہ ان فرشتے کو ہم اپنی خودی اور فخرِ آباء سے باہر اگر اللہ عزوجل کے لیے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشرِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب اُن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بقی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادی یمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکر و غم سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے مجبوروں سے ملے دشمنوں پر فتح دے آئیں!

سوم قول حسن مطار کہ فجرِ آدم، ظہرِ ابراہیم، عصرِ سیدمان، مغربِ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور حشا خاص اس وقت کو ملے کما تقدم عن الحلبة (جیسا کہ حلیر کے حوالے سے گزارش ہے۔ ت)

چہارم وہ حدیث کہ امام اہلِ رافضی نے شرحِ مستدرک میں ذکر فرمائی کہ صبحِ آدم، ظہرِ داؤد، عصرِ سیدمن، مغربِ یعقوب، عشرِ یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عندہ الزرقانی فی شروح المواہب والنجیۃ تصانیف الحلبة قال وادور فی ذلک خبراً (اس کو زرقانی نے شرحِ مواہب میں رافضی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافضی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت، غرض نمازِ صبح میں چاروں تنہ ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول فقیر کی نظر میں یہ ہر قول جہ کو سب پر ترجیح نہ اول وہ حدیث سے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سے اقول علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

بل اقول حسن ان یكون ما ذکر لاحاد ابوالفضل بمعزل عما نعت فیہ ، فانه انما ذکر لتطوعات ، والكلام فی المكتوبات لا یتقاع عقل فی هذه الاوقات ، فانه ثابت فی حمیم الساعات ۔ فی المعامل من جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابت یقول ، کان داؤد ہی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جئنا ساعات اللیل والنہر وعلی اہلہ ، فلم تکن تثنی ساعة من ساعات اللیل والنہار لیکن میں کتا ہوں، ایسے لگتا ہے کہ امام ابو الفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحثِ فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جاسکتے ہیں۔ معاملہ میں جعفر بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اند کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہلِ خاصہ پر نماز کے لیے تقسیم کر رکھا تھا

الا و انسان من آل داود قائم یصلی اللہ -

قورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں
ہوتی تھی جس میں آل داود کا کوئی فرد نماز پڑھ رہا ہو۔

معنا ان سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ مشرک انبیاء کے سابقین علیہم
الصلوة والسلام میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے
اور اُمّتوں سے موازنہ مقصود نہیں کیا قد صفا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے) تو یہ اخلاق تخصیص اپنے عزم پر ہے
جس طرح اشعہ وغیرہ کی جہارتوں میں تمہاری ذیل نظام۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے
اول و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ

ووهبنا لداود سليمان نعم عبدا انه ادب
ومرض عبيد بالعشي الصفحت الجياد
فقال في احببت حب الخبير عن ذكره
حقى تو رت بالحباب

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بند ہے
اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ جب اس کے سامنے
اس کی اور عمر گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ
مجھے اچھی چیز کی محبت ہے اپنے رب کی یاد سے غافل
کر دیا۔ (ت)

علامہ فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، پہلین میں ہے،

عن ذکر میں ہی ای صلوٰۃ العصر۔ (اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔ ت)
مادر کہیں ہے

غفل عن العصر فكانت فرضا فاحتم۔
عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس
لیے غمزہ ہو گئے۔ (ت)

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلوٰۃ عصر ان دونوں
صاحبوں کے لیے کیونکر ہو سکتی ہے۔ فیم الریاض میں زیر حدیث ما یضفی لاحد ان یقول ناحیر من یونس بنی

۱۔ معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت ۲۰ قلیل من عبادی الشکور

۲۔ القرآن ۳۰/۳۸ ۳۔ القرآن ۴۱/۳۸ ۴۔ القرآن ۳۲/۳۸

۵۔ تفسیر جلالین زیر آیت مذکور ۶۔ تفسیر جلالین زیر آیت مذکور

۷۔ تفسیر النسخی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور ۸۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور

۹۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور ۱۰۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور

(کسی کے لیے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن مثنیٰ سے افضل ہوں۔ ت) ہے :

هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة والسلام ، وكان بعد سليمان عليه الصلاة والسلام وفيه في فصل حكمه عقد قلب النبي صلى الله تعالى تعالى عليه وسلم ، يونس صلب الله كان بعد سليمان بن الله ، عليه الصلاة والسلام .

یونس بن یحییٰ بن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اور نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، مرآة الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاة والسلام کے بعد تھے۔ (ت)

یہ تو یونس علیہ الصلاة والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاة والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر ہے کہ ان کا واقعہ موت و حیات قرآن عظیم میں مذکور ہے بعد اس کے ہوا کہ بخت نصرت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بناء داود علیہ الصلاة والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلاة والسلام نے ختم فرمائی تو سلیمان و عزیر علیہما الصلاة والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا ، معالم التنزیل میں ہے :

قال الله تعالى ان السامرة كان عزيزا ، امت بخت نصر لما خرب بيت المقدس واقدم سبي بني اسرائيل ببابل ، كان فيهم عزير وداوود وسبعة الاف من اهل بيت داود عليهم الصلاة والسلام ، فلما تبعوا عزير من بابل ارتحل على حمار له . الخ

جس نے کہا ہے کہ عزیر نے والے عزیر تھے ، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور داوید انبال کے علاوہ داود علیہم السلام کے خادم ان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی وہ اپنے گھر پر سوار ہو کر سفر کے لیے نکلے۔ الخ (ت)

نسیم الریاض شرح الشفا فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴
تفسیر معالم التنزیل زیر آیت لولا ان ذی مر علی قریۃ مطبوعہ معیضۃ البابی مصر ۲۴۴/۱

اُنسی میں سپہ

یصنعون له ما يشاء من محاريب كان مما عملوا
له بيت المقدس ، اجتدوا داود عليه الصلوة
والسلام ، فماتوا والله تعالى استخلف سليمان
عليه الصلوة والسلام ، فبنى المسجد بالرخام
والجواهر والذات واليو اقيت ، فمد يزل بيت
المقدس على ما ساء سليمان عليه الصلوة
والسلام ، حتى غراد بخت نصر ، فخر وب
المدينة ونقص المسجد ملتقطا .

(بناتے تھے اس کے لیے جو وہ چاہتا تھا یعنی عمارت وغیرہ)
جنولہ نے جو کچھ ان کے لیے بنایا ان میں ایک بیت المقدس
بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی ، ان
کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین
ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام ، ہیرن ، موتیوں
اور یاقوتوں سے بنوایا ، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار
 رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ
بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا ، اس نے شہر برباد کر دیا
اور مسجد گرا دی اور ملتقطا (ت)

بمخلاف قول چہار کہ اس کی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہر ہے ہی مزج و قرین قیاس اور حقیقت حال کا علم مولیٰ ہونہ
کے پاس و اللہ تعالیٰ اعلم و علیہ السلام علیہ السلام .

۱۲ ۱۶ بحان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بہان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ از ریاست آئم پور بر ریہ ملاطیف گیر عبد الرحمن خان مرحوم مرسلہ عبد الرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زادکر مرزا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى به وسلام على عباده الذين اصطفى ولا سيما على صاحب المعراج
اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہر اس کے
مختص بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل و اصحاب

المصطفیٰ وآلہ وصحبہ البقیۃ الصلوٰۃ و
العسل والودع ،
پر جنہوں نے نماز کو اور عسل و ودع کو
قائم کیا ۔ (ت)

الجواب

پیش از اسرار و وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازی مقرر ہونے میں علماء کو خلافت ہے اور اصح
یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوٰۃ
الصلاۃ فرضت فی الاصراء ، وكانت قبلاً
صلاتین ، قبل طلوع الشمس و قبل غروبها ۔
شمعی ۱۵ ۔
در مختار کی کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں ہے کہ
نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی اس سے
پہلے صرف دو نمازی تھیں ، ایک طلوع سے پہلے دوسری
غروب سے پہلے ۔ شمعی ۱۵ (ت)

وفی المراءب ، من المقصد الاول ،
قبیل ذکر اول من امن ، قال قتیل ، کانت
الصلاۃ اول فرضها رکعتین بالعدۃ و رکعتین
بالعشی ، لقوله تعالیٰ و صبح محمد ربہ بالعبۃ
والانکاس ۔ قال فی فتح الباری ، کان صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاصراء یصلی قطعاً ،
و کذلک اصحابہ ؛ و لکن اختلف هل افترض
قبل الخمس شیئ من الصلاۃ امرلاً ؛ فقیل
ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس و
قبل غروبها ۔ والحجۃ فیہ قوله تعالیٰ و صبح
بمحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها انتھ
کا یہ فرمان ہے ؛ اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے ۔ (ت)
وقال النووی ، اولی ما وجب الانکاس
والدعاء الی توحید ، ثم فرض اللہ تعالیٰ
لو مواسبہ کی فصل اول میں جہاں اولین بیان اللہ
والوں کا ذکر ہے ، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ قتیل
نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو
اور دو رکعتیں شام کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سوئے
فتح اباسی میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے
پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ
بھی پڑھتے تھے ، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ
نمازی فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض ہی تھی یا
نہیں ؛ تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک
غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ
اور وہی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے دو
سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا ، پھر اللہ تعالیٰ

وَيَحْتَمِلُ انْتِكُونُ الْعَشَاءَ) ولاحتمالات، کہا قال الشافعی، لیسا یشتی؛ سواء قلنا صیہم قبل العروج وبعدہ لان اول صلاة صلاحها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الخمس مطلقا، الظهر بمكة یا اتفاق۔ ومن جعل الاولى على مكة فعليه الدليل۔ قال، والذي يظهر انها كانت من الفعل المطلق، او كانت من الصلاة المفروضة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ليلة الاسراء۔ وفي فتاوى النودى ما يؤيد الشافعى او باختصار۔

مختصر اس میں پہلے مصنف نے بھی ذکر کیا ہے (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو، اور دونوں احتمال۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔۔۔ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جالے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی وہ بالاتفاق طہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور ہر شخص اس روایت کو تحک کے ساتھ نقل کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شافعی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفل نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معرات سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شے کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: وفي الاستدلال بقوله عز

اسمه وسبح بحمده ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبك، فان تحفة الآية وصين الماء لليد سبحة والطرف اسها من لعلك ترونها، فامت حمل التسيب على الصلاة لقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كل تسيب في القرآن صلاة أخرجه الصرياني عن

میں کہتا ہوں، اللہ عزوجل کے اس فرمان سے، مستدل کو ناکہ تسيب کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے اور رت کے اوقات میں بھی تسيب کو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ۔ اب اگر تسيب سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

سہ شرح الزرقانی علی المصابیح المفصلة فی المراج والاسرار مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۶۳/۶

سہ القرآن سورة طہ ۲۰ آیت ۱۳۰

سہ " " "

سہ

سعيد بن جبیر وان كان من جملة يعيد الاستثناء
من كلیتہ علی ما اقول قوله جل ذكره،
كل قد علم صلوته وتبجیحه . وقوله تعالى
هو لا اله الا انت سبحانك انك انت سميع
الودیع یعثون فان لغز هرا ان المراد به
ماء كرعنه مر به عز وجل بقوله فاده
في الظننت انت لا اله الا انت سبحانك
انك انت من المظہرین به فسرہ سعيد بن
جبیر، ارشد تلامذه ابن عباس، الراوی
عنه تلك الكلية . وقد قال الحسن البصري
كما في المعالم، ما كانت له صلاة فب
نظن لحوت : ونكس قدمه صلاصلا . اه
سیدان ابنت عباس همما ايضا مشي علي
اصله فقال رضي الله تعالى عنه ، من
المسبحين ، من المصلين . ويكون المعنى
حينئذ ما قال النخيل ، انه شكر الله تعالى
له طاعته القديمة ، كما في المعالم ايضا .
فعل هذا العمل واخذ الامور وجوب
تدل الآية باخره على فرضية اكثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے ۔ اہی عباس کا یہ قول
فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے ۔ اگرچہ
ابن عباس کے اس کلمے سے استثناء کا فائدہ دیتی
میں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں ، اللہ جل ذکرہ
فرماتا ہے : ہر (پڑھ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے ۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اگر وہ ایسے تسبیح کئے والوں
میں سے نہ ہوتا تو یوم لعنت تک پھل کے پیٹ میں رہتا
کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے
جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت
کی ہے : پس پکار اس آئینہ میں کہ کوئی معجز نہیں تیرے سرا
خدا پاک ہے مشک میں ظلم کرنے والوں میں خدا سعید بن جبیر کہ ابن عباس کے
بہترین شاگردوں میں ہیں اور ان کے مندرجہ بالا کلمے رومی ہیں انہوں نے
ابن جریر بن کی سے اس امر کی نے کہا ہے کہ انہوں نے پھل کے
پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک سال عمل تھا کہ اللہ
ابن عباس یہاں تک اپنے اصول پڑوانے سے ہیں اور تسبیح کئے
والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز
پڑھنے والوں میں سے ہونا ۔ اس صورت میں —
جیسا کہ تمنا کئے کہا ہے — اس آیت کا مطلب یہ
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت

سورة النور ۲۴ آیت ۱۱

سورة التفت ۲۴ آیت ۱۴۳

سورة الانبياء ۲۱ آیت ۱۴۴

سورة التزلزل مع تفسیر الحارثی زیر آیت فلولا انہ کان من المستجین (تفسیر سورہ صافات) مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶

سورة التزلزل مع تفسیر الحارثی زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین مطبعة المطبعة العامة مصر ۱۳۶

صلاتین، الا ان يقال، لم يقصد المحصر،
بدليل ان قدام اصيل كان فريضة من قبل
قطع، ولكن يبقى قوله تعالى واطروا الله
وحملوه على المذكور تيسر يستلزم التكرار۔

دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے
کہ وہ میں تضرع مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ
قرآن اور دن کے اطران میں "بغیر کسی مفہوم کے" دیا جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے وہاں
دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی، کیونکہ ان کا ذکر آیت کی استدلال میں برحق ہے۔ (ت)

اما استدلال مقتول بقوله تعالى
سبح بحمد ربك بالعشي والابكار. فاقول
اصحف، واصحف، بل ليس بشئ اصلا، فان
الاية من سورة حم المؤمن، وقد تأخر
نزلها عن سورة هود، واسرائيل، وسورة يونس
الاسراء، برمان طويل، فقد روي ابن الصري
في فضائل القرآن عن ابي جاسر عن جاسر بن
تعالى حمها، في حديث ترتيب نزول السور،
قال، كان اول ما نزل من القرآن اقرا باسم
ربك، ثم ن، فذكر الحديث الى ان قال،
ثم بني اسرائيل، ثم يونس، ثم هود، ثم
يوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصفات،
ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم
المؤمنين۔ الحديث فكيف يستدل بها على
اجاب صلاة قبل الاسراء، لا جرم ان

رد مقتول الاستدلال الله تعالى عن جاسر
فران سے "اور تسبیح گو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات
کو اور صبح سویر سے" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف
ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے
یہ زکریا آیت سورہ قمر میں کی ہے اور اس کا نزول
سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل
زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن قریس نے فضائل
قرآنی میں ابن جاسر رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل
ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن جاسر
نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ قر
باسم ربک نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن قریس نے یہ
روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر
بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر
حجر، پھر الانعام، پھر صفات، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر
پھر حم مؤمن۔ آخر تک۔ تو پھر حم مؤمن کی آیت سے

سورة القرآن سورة مؤمن۔ آیت ۵۵
سورة فضائل القرآن لابن قریس

فهرها ترجمان القرآن مرفعی اللہ تعالیٰ عنہ
بالصلوات الخمس، کم فی المعالم - وقد
يستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن
الس مرفعی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء
واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت
المقدس لم البث الا یسیرا حتی احتسب ما من
کثیر، ثم دس مؤذن واقعت الصلاة قال
فقدنا مصوفاً بنظر من یؤمن فاخذ جبریل
علیہ الصلاة وسلاصیدی فقد منی فصليت
هم فلما انصرفت قال جبریل اتدري من
صلى خلفت؟ قلت لا، قال، صلی خلفت
کل نبی بعثہ اللہ - وهو الحدیث المشار الیه
فی کلام الزرقانی عن الامام سعدی

بختر اور مجھے آگے کروا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم
ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے، میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے
اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف دررقانی کے کلام میں لہلہ کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے اور

اقول ودخل مطلع نظر المسدل وخرج
ارذان والاقامة فاسهما من حصائص المراتب
اولاً فلان الاذان والاقامة المعرفین مائتوا
الامام مدینة، والاسراء قبل المحرقة ولذا قال
البرقانی فی تفسیر الحدیث «اذن مؤذن» ای
علو یطلب الصلاة فایقمت الصلاة ای تهللها
وتشروعها، فلا یردان الاذان والاقامة انما

لے معالم التنزیل میں تفسیر نمازین زیر آیت فقولہ - فان من السبعین مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر ۹۸/۶
لے شرح الزرقانی علی الواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۶۲/۶

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی
نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی
نہیں ہوئی تھی)، اسی لیے ترجمان القرآن مرفعی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر اپنے نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم
میں ہے، اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے
چوان ابی حاتم نے الس مرفعی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے
بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ
میں ہو گئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے
اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہم سب حضیں مائتہ کہ اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ

۱۰۰ آدمی آکر بننا، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ
چوم لیا اور میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم
ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے، میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے
اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف دررقانی کے کلام میں لہلہ کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے اور

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا
مطلح نظریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی
اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض
ظاہر ہے۔ اولاً اس لیے کہ معروف اذان و اقامت
تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے
پہلے ہوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح
کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

۹۸/۶ مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر
۶۲/۶ مطبوعہ المطبعة العامرة مصر

شروع بالمدينة ولا يبرأ من ثمة اهـ ثانياً
فلان تخصيصهما بالفرائض الشاعري بعد ما تروا
للأمة ، اعاقبل ذلك في دليل عليه ، واما
ثالثاً ، وهو الفطر ، فلان الامراء اما كان
بالليل ، وقد علمت ان صلاة الليل كانت
فريضة قبل فرض الخمس ، فما يدريك لعلها
هي . وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق
به متعلق ، مما روى مسعود بن الهريرة رضي الله
تعالى عنه في حديث الامراء " وحانت الصلاة
فمستهم " .

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے
ان کو آگاہ کیا ، تو نماز کے لیے اقامت کی گئی تو یہ غلام
بیان کیا کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع
ہو گئے ، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و
اقامت تو دیر میں شروع ہوئی تھیں اور معراج تک
میں ہوا تھا ۔ ثانیاً ، اس لیے کہ اذان و اقامت کا
فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اہانت کے لیے ان کے شرعاً
ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے ۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص
پر کون سی دلیل ہے ؟ ثالثاً ، اس لیے ۔ اور یہ اعتراض
استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے ۔ کہ معراج رات کو

ہوئی تھی البتہ ہم جہاں پہچے ہیں کہ رات کی نماز پانچ مانوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی ، تو کیا پتا ، ہو سکتا ہے
یہ وہی رات کی نماز ہو ! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مسئلہ بطور دلیل پیش کرے یعنی
مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث عروت میں مروی ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے
انہیں نماز پڑھائی ۔) (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نماز میں پڑھتے ۔ نماز شب کی فرضیت تو وہ سورہ نزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی
نماز پڑھنا اور عام ازینکہ فرض ہو یا نفل ، حدیث میں ہے ،

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس
يصلون العرجى والعصر ، فكان السبى يصل
الله تعالى عليه وسلم وصحابه اذا صلوا
أشهر النهار ، تعرقوا في الشهاب فصبوها فردق .
فرضیت ننگانہ سے پہلے صلیون پاشت اور عصر
پڑھا کرتے تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام جب
آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا
پڑھتے ۔

- ۱۔ شرح الزرقانی علی المصاب المقتضب الخامس فی معراج والامراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۵۷/۶
۲۔ الصحیح مسلم باب الاسرار برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۶/۱
۳۔ الامامة فی تمييز الصحابة حدیث ۷۲۲ ترجمہ عربیہ اسلامیہ مطبوعہ دار صحابیہ بیروت لبنان ۳۶۴/۴

سواء اب سعد وغیره عن عنیة بیت ابی تجرة
 روى الله تعالى عنها ذكره في ترجمتها مصنف
 الكلبية -
 اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجرة رضی اللہ عنہا
 سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصحاب میں عزیزہ رضی اللہ
 عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیف کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریف سے مقررہ شروع
 ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی آئی اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے
 یہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھی اور اُسی دن یہ تعلیم ہمہ کس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسمی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ فزل
 نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخبرنا احمد وابی حنبلہ والمصنف
 مسندہ وغیرہم عن اسامة بن زید عن ابیہ
 روى الله تعالى عنها ان جبريل اتي النبي
 صلي الله تعالى عليه وسلم في اول ما اوحى
 اليه ، فامراه الوضوء والصلاة ، فلما حصر
 من الوضوء احد غرفة من ماء فوضعه بها
 فربحه - وفي سيرة ابن الحنفی ، وسيرة ابن هشام
 والنواهب الدنية من المقصد الاول ، وكتب
 الحميس ، واحضل القرى لقراء امر القرى
 للامام ابن حجر المكي ، ثم حاشية الكفر
 للعلامة السيد ابن السعود الانهري ، ثم حاشية
 المدر للعلامة السيد احمد الطحطاوي ،
 وهذا اللفظ القسطاني ، صريدا من الزرقاني
 (قد روى) مترضه لان له طرقا لا تخلو من
 مقال ، لكنها متعددة يحصل باجتماعها
 تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور عارث نے اپنی
 مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ
 اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ
 جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
 اور آپ کو وضو پڑھانے کا طریقہ بتایا ، جب وضو سے
 فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر بھرا کا۔
 سیرت ابن ابی شیبہ میں ، سیرت ابن ہشام میں ، مواہب
 لدیس کے کتاب الخس میں ، ابن حجر مکی کی احضل القرى لقراء
 ام القرى میں ، سید ابوالسعود انہری کے حاشیہ کنز میں ،
 سید احمد طحاوی کے حاشیہ درخانی میں مذکور ہے۔ اور
 الفاظ قسطانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے
 اضافہ کیا گیا ہے۔ (روایت کی گئی ہے) بصیغہ
 مجرول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے
 جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں ،
 لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت

القوة (ان جبریل ہذا الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو با علی مکہ، کما عند ابن اسحاق، یجسّد الخدم، کما فی النخیس (فی احسن صورة واطلب منها نحة فقال، یا محمد! ان الله یقرئک السلام ویقول لک، انت رسول الی الجن والانس فادعهم الی قول لا الہ الا الله، ثم صریب برجلہ الارض فثبّت عینہما (فتوصا منها جبریل، مراد ابن اسحاق ورسول الله یفطر الیہ، لیویہ کیف الطهور الی الصلوة ثم اصروا ان یتوضا، وقام جبریل یصلی، واصروا ان یصلی معہ، مراد فی روایة ابی نعیم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین بحو لکعبہ (فعلیہ الوضوء والصلوة ثم سجد الی السجود ورجع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لایسبح بحجر ولا صخر ولا شجر الا وهو یقول، السلام علیک یا رسول الله حتی فی خدیجة، فاحمرها، فغشی علیہا من لہج، ثم اصروا متوضات، وحصلی بها کما صلی یہ جبریل) مراد فی روایت، وکانت ول من صلی (فکان ولک اول قرصها) اذ تقدیرہ (مرکعتین) وولہ تمام مسیاً قد واحمر الطہران عن ابی رافع مرہی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حاصل ہوجاتی ہے کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، جبکہ آپؐ کے بالائی حصہ میں تھے۔
— جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر —
— جیسا کہ نخیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے میں نے دعوت دی کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، پھر جبریلؑ نے پانچ پانچ زمین پر ہاتھ پائی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریلؑ نے اس سے وضو کیا، ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہؐ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریلؑ نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہؐ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریلؑ نے قبضہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریلؑ تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہؐ گھر کی طرف واپس آئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے ملا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہؐ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسولؐ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریلؑ نے

وسلم، اول یوم الاثنین، وصفت خدیجۃ
نخرو، وصفت علی یوم الثالث۔

فرسبت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا (دور کتیں) اور اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے
ابو ارفع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سووار کے ابتدائی جھٹے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ
رضی اللہ عنہا نے سووار کے آخری جھٹے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے۔

اقول ملاحظہ آیات و احادیث سے طے ہو کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی جس میں طہارت، ثوب بھی تھی قسا
تعالیٰ فی سورة الصدثر، وثیابك مطهر (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کر دیتا،
و خصوصاً تمہارا تقدم العا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت)، استقبال قبلہ بھی تھا۔

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ حدیث گزری ہے۔
عنها، و روی ابن اسحاق فی سیرتہ قال، حدیثی
عبد اللہ ابن نجیح السکری عن اصحابہ، عطاء
و مجاہد و عیسیٰ مروی قلب، فان حدیثہ سہم
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و فیہ، فجعلت امشی
مروید اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قائم یصل یقرؤ القرآن، حتی قمت
فی قبلتہ مستقبلہ، حامی بن و بینہ الاشیاب
الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القرآن مرقب لہ
قلبی۔ الحدیث۔

آپ کے درمیان کعبہ کے خلاف کے سوا کوئی مائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا، تو میرا
دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالیٰ: وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی تکبیر کر۔ ت) (وقال عزاسمہ فی سورة الاعشى النادرة قدما، و ذکریم یہ فصل ۵) اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ قُمِ الْيُسْلُ الْآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ جَلِ
ذَكَرَهُ إِنْ مِنْكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِ
الْيُسْرِ وَلَعَلَّكَ دَلَّلْتَ وَطَائِفَةً مِنَ الَّذِينَ
مَعَكَ

اے اور مجھ والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے
لحد کی آیتیں۔ اس آیت تک بے شک تیرا رب
جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتے
کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان
لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورة المزمل فاقرؤا ما تيسر
من القرآن وقال الزرقانی تحت ما تقدم
من قول مقاتل رکعتین بالغداة ورکعتین
بالعشی، یحتمل انه کان یقرؤ فیہما بساۓ
من سورة اقراء، حتی نزلت الفاتحة۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں فرمایا ہے: پس پڑھو جتنی
قرآن میسر ہو سکے۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ
دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے
نہیں درقانی نے کہا ہے لیکن ہے کہ نزول فاتحہ سے
پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرا کی وہ آیات
پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

عن خلفیہ، کما سیاتی، وقد تظا فرمت
الاحادیث العاکية عما قبل الاسراء، بصلوة

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔
اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

سۃ القرآن	سورة المزمل	آیت ۴
سۃ القرآن	سورة الاعلى	آیت ۱۵
سۃ القرآن	سورة المزمل	آیت ۱
سۃ القرآن	۲۰/۴۳	
سۃ	۹/۱۱	

سۃ شرح الزرقانی علی المراسب المقصد الاول فی تشریع اللہ تعالیٰ لہ علی الصلوۃ والسلام المطبعة العامۃ مصر ۱۳۴۲ھ

مرکبات اور رکعتیں، منها ما تقدم انفاس من
حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین، و حسن
حدیث غیرہ فکان ذلک اولی فرضہا رکعتین
وانما سجیت رکعة للمركوع۔
صرف دو رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی دو قسمیں یہ ہیں کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ ت۔
سجود بھی تھا،

کما فی حدیث یذا ابی جہل و غیرہ من الکفرة،
لعنهم الله تعالى، حين صلى رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة، قرءوا
مجدوده، فالتفوا عليه ما ألقوا به في قلبه بدر
ملعونين۔ والحمد لله رب العالمين۔ والحدیث
معروف فی الصحیحین وغیرہما عن ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفيه من قول نكف
"یعنی یہ شتم یہ سب سے حق اذ اسجد وضم بین
کتفیه اقل، فابعت اشتقاہم فقام سجدة
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضعه بین کتفیه
وثبت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ساجدا۔ الحدیث۔ وقد قال تعالیٰ فی سورة
اقرأ، واسجد واقترب ۝

تو اسی نے ادھر ٹپاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دی اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالیٰ
نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے: اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔ (ت)

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر
کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسالت کا ذکر ہے کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز
پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی
اور آپ پر قہر کھڑا کر دیا (یعنی او جھڑپاں وغیرہ) جس
کے بدلے میں ان کے گنہگاروں میں طعون کر کے چیلنگ دیے
گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اسی میں ہے کہ کوئی
جاکڑ او جھڑپاں لگائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ
سجدے میں چل جائے، اس وقت اس کے شانوں کے
درمیان او جھڑپاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں
سب سے بہت بد بخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا
اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے

جماعت بھی تھی،

كما تقدم من حديث البعث ، ولعله عن ابن
 اسحق ، ثم قام به جبرئیل فوصل به ، وصلى
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلاته ،
 (انى ان قال فى حديثه) صلت بها رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم كما صلى به جبرئیل ، فصلى
 به صلاته . اه وقد قال تعالى وطائفة من الذين
 عملوا ، واخرج لشيخى عن ابن عباس رضى الله
 تعالى عنهما فى حديث عن الحسن البصرى صلى الله
 تعالى عليه وسلم اول البعث ، افهم انهم صلى
 الله تعالى عليه وسلم وهو صلى باصحابه صلاة
 الفجر ، قال الزرقانى المراد بالعصر الركعتان
 اللتان كان يصليهما قبل طلوع الشمس .

جیسا کہ بحث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ
 ایسی آتی کے ہوں اس طاعت میں ”پھر جبریل آپ کے ساتھ
 کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے
 جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ
 کے بارے میں کہا ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اسی کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی
 چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نماز کے مطابق نماز پڑھی ۔ اہ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ،
 ”اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے
 بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس
 حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران
 رسول اللہ نے پاس جس جگہ کے آئے کا ذکر ہے ۔ اس
 میں ہے کہ جب جگہ آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ۔
 زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے ۱۰۰ - ۱۰۱ دت ۔

چہر بھی تھا ،

قال تعالى قل ادع الى انه استمع نظر من الجب
 فقالوا انا سمعنا قرأنا بغير عهدى الى الرشيد
 فامتن به ، وقد كانوا سمعوه صلى الله تعالى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کہو وحی کی گئی ہے میری جانب
 کہ جنوں کی ایک ہی امت نے کان بٹکا کر سُنا تو کہا
 ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف

سہ سیت ابن اسحق

سہ القرآن ۳/۲۰

سہ صحیح البخاری زیر آیت قل ادع الى انه

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۲/۲

سہ شرح الزرقانی علی المواہب المظہی الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعة العامة مصر ۳۲۹/۱

سہ القرآن ۲۰/۱-۲

علیہ وسلم فی صلاۃ الحجۃ، کما تقدم، ومتر
 حدیث ابن السکری فی اسلام امیر المؤمنین
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وروی ابن منبجہ فی
 مسنده عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت العرب
 من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان
 یسلم، فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد،
 فقلت خلفہ، فاستفتح سورۃ الحاقة،
 فجعلت اتعقب من تألیف القرآن، فقلت:
 هو شاعرکم، قالت قریش، فقرأ انه لقول رسول
 کریم، وما هو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون
 فقلت، کاهن، علم ما فی نفسی، فقرأ ولا
 بقول کاهن قلیلا ما تذکرون، الی آخر السورۃ.
 فوقع الاسلام فی قلبی کل مودعۃ اقول، لکن
 ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی
 حدیثہ المذکور من رسول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل
 بسبع وعشرین سورۃ، وجعلها من اواخر
 ما یزل لمکۃ، ولا یطهر الحکم بان لعلہا
 نزلت قد یمافسہ عسر قبل ان یسلم
 وتأخر نزول البقی، واعتبر ابن عباس
 بالاکثر، فان امیر المؤمنین یقول فی
 هذا الحدیث، ان صح، فاستفتح سورۃ
 الحاقۃ، ویبکروا آیات من اواخرہا،
 ثم یقول الی آخر السورۃ، فسال اللہ

رہنمائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت
 نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور
 ابن السکری کی روایت بھی گرجکی ہے جو امیر المؤمنین عمر
 رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ وہ
 ابن السکری نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
 کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن
 میں رسول اللہ کا سامن کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو
 آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے
 پیچھے گھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو
 میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے
 دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ
 آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم
 ایمان لائے ہو میں نے سوچا کہ یہ کابن ہے کہ اس کو
 میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے
 یہ آیت پڑھی نہ یہ کسی کابن کا قول تم بہت کم بصیرت
 حاصل کرتے ہو۔ سورۃ کے آخر تک۔۔۔ چنانچہ
 اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔ اقول (میں
 کہتا ہوں، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت
 میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت
 ہوا جب سورۃ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں
 نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں
 میں شمار کیا ہے جو مکر کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں
 (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

تعالى اعلم؛ بل قال مجاهد في قوله تعالى
فاصدع بما توهم هو الجهر بالقرآن - حكاه في
المواهب من المقصد الاول ، قال ، قالوا
فكان ذلك بعد ثلاث سنين من النبوة ، قال
الزرقاني ، تبرأ منه لجزم الحفظ في سيرته
بان نزول الآية كان في السنة الثالثة .

کس طرح میں لی تھیں ، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں
ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی
نہیں ہوئی تھی (اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے
اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمرؓ نے اس کو
سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو
اور حضرت ابن عباسؓ نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول

کو نظر رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمرہ الی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الیاقوت ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت
کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تمام تاویہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر
مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے ؟) پس اللہ ہی ستر جانتا ہے ، بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرسوانا
" (اسے نبی !) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کر دو " اس سے داد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے ۔ یہ بات
مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے ، صاحب مواہب نے کہا : کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے
بعد نازل ہوئی ۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ : " کہتے ہیں کہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر
حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی ۔ (دت)
بالجہان تک نظر کی جاتی ہے نماز ساقی اصول دار کا ان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے
بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اولیٰ فرضہا رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں مستقر
ہوئی تھیں ۔ دت) کے فرمایا ،

ثم ان الله تعالى اقره في السفر كذلك و
اقامها في الحضر .
شرح زرقانی میں ہے ،

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور
حضر میں (چار) رکعتیں کر دیں ۔ (دت)

اقرها اي شوعها على هيئة ما كانت
" برقرار رکھیں " کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

لح المواهب اللدنیہ الجہر بالدعوة ، المکتب الاسلامی بیروت ، ۱/ ۲۲۲ و ۲۲۳

تہ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحي از مقصد اول مطبعہ العلمہ مصر ۱/ ۲۸۴

تلح المواہب اللدنیہ اول امر الصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۱

یصلیہا قبل.

اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے
پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے
رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مرحومہ
کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو چڑھتی نماز ظہر تھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے
بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ و جہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام بولال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں،

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالرکوع فی الصلاة - ذکر جماعة من المفسرين
فی قوله تعالیٰ و امرکموا مع الراکعین ، انہ
مشروعیۃ الرکوع فی الصلاة خاص بہذہ
الملة ، و انہ لا رکوع فی صلاة حتی اسرا شلاً
ولذا امرهم بالرکوع مع امہ محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قلت ، و قد يستدل
لہ بما اخرجہ یزید الطحاوی فی لا وسط عن
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، قال ، اول صلاة
رکعتا ہما صلوة العصر ، قلت یا رسول اللہ ما ہذا؟
قال ، بہذا امرت . . . وجہ الاستدلال انہ
صلی قبل ذلک صلاة الظہر ، و صلی قبل
فرض لصلوات الخمس قیام الیحد و غیر
ذلک ، فکون الصلاة السابقة بلا رکوع قرینۃ
لحلوت صلاة الاصل السابقة منہ آھ
ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی آیتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا (ت)

سہ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوری مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱/ ۴۴-۴۳
سہ الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵-۲

شرح الزرقانی مقصد خامس میں ہے :

الركوع من خصائص الأمانة ، وما هو صلاة
المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل
الاستسراء ، واول صلاة برکوع ، العصر
بعدها .

رکوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے
ان میں رکوع نہ تھا ، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر
پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد پہلے
جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا ۔ (ت)

اقول یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا میرے معارض حدیث
حلیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن
خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر ڈوب کعبہ کھڑے ہو گئے در دیہ میں ایک رُک کے تشریف
لے آئے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ دیکھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے
رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو
یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حدیث عباس رضی اللہ عنہما سال پُرچا کیا یہ جوان میرے جیسے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں اور یہ رُک کے میرے جیسے حل اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رسی امد لعال صبا ، میرے یہ جیسے کہتے ہیں کہ آسمان
زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں
حلیف کندی رضی اللہ عنہ سے تحریر کی ہے ، وہ
فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا ، میں
گم کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس
کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں
ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور شورج خوب روشن تھا
اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان لائے
اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبیلہ رُک ہو کر کھڑے ہو گئے
تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے پاس رُک کھڑے ہو گئے

الخروج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی
التاریخ عن حلیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ، قال ، جئت فی الجاہلیۃ الی مکة ،
وانا مرید نابتاح لاهلی من ثیابہا وعطرها ،
فاتیت العباس ، کان مرجداً جوا ، فاف
عده چانس انظر الی الکعبۃ ، وقد کلفت
الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت
اذ قبل شاب فطر الی السماء ثم قام
مستقیلاً کعبۃ ، فلم البث الا لیوا حتی

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے نیچے کھڑی ہو گئیں، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے، جوان بچہ سے میں گئے تو وہ دونوں بھی بچہ سے میں چلے گئے میں نے کہا، اے جاسس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے، جاسس نے کہا، ہاں، بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، جو ان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی اسی تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ سید اسد بن عبد اللہ القسری سے منکر الحدیث ہیں۔ یہ سنا کر اس نے کہا،

جاء علام فقام عن يمينه، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما. فركع الشاب فركع العلامة والمرأة، فرفع الشاب فرفع العلامة والمرأة، فوجد الشاب فوجد العلامة والمرأة، فقلت، يا عباس! امر عظيم، فقال، امر عظيم، تدري من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد الله، ابن أخي، تدري من هذا العلامة؟ هذا علي ابن أخي، تدري من هذه المرأة؟ هذه خديجة بنت خويلد، خرا وجته. ان ابن أخي هذا حدثني ان ربه، سراب السموات و الارض، امر بهذا الدين. ولم يسلم معه غير هؤلاء الثلاثة فيه سعيد بن خثيم الهلالي، قال الامروني منكر الحديث عن اسد بن عبد الله القسري. قال البخاري

اسل کتاب میں کاتب کا کما ہوا اس طرح ہے، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید القسری ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے القسری کوئی لفظ نہیں۔ کتاب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابی خالد القسری کے بی بی میں قاف پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه هكذا في الاصل بخط الناسخ وكتب عليه بعض المصححين لهذه العنبري **اقول** الصحيح القسري والقسري ليس بشئ عثرنا عليه قط في الانساب وهو اسد بن عبد الله بن يزيد بن ابی جلی اخو خالد القسري بعثر القاف وكون المهملة في حديثه لين

لایتا یم علی حدیثہ ۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اور دعویٰ اختصاصات پر آئے کریم و ظن داود انما فتحہ فاستغفر ربہ وخرس اکھا وانا بٹ (اور داود نے گمان کیا کہ ہم نے لے کر لیا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انا بہت اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو جان کثیرا متھم فسروا ہذا الركوع بالسجود وبن قل الحسین بن الفضل ان معناه خروجهما کان سر اکھا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجدہ مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا“ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں پڑ گیا۔ ت) تراویحہ یمریم اقلتی لربک و اسجدی وادکعی مع الراکعین (اے مریم! عاجزی اختیار کر دو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورد ہے۔ معالیم میں ہے،

اب قدم السجود علی الركوع لانه کدلت کان فی شریعتہم ، وقیل ، بل کان الركوع قبل السجود فی الشرائع کلھا ، ولیس الواو للترتیب

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ ماثیہ صفحہ ۹۵)

من الخامسة مات سنة هامة وعشرين دوی عن اسیہ وعن یحیی بن عقیف وروی عنه سعید بن خدیثم وسلم بن قتیبہ و سلیمان بن صالح مدویہ وکان امیرا علی خراسان حواد ، ممد کما قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب و تہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد سرحد قادری غفرلہ

پہر حرم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحیی بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خدیثم و سلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمیہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد سرحد قادری غفرلہ (ت)

لہ القرآن ۲۸/۲۴

لہ القرآن سورۃ آل عمران ۲ آیت ۴۴

مراد لیتا) ممکن ہے اور باقی اتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا قصد و رجوع ہوتا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں بحیر غسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تمہادہ ختم ہوا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت علی والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ نبی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملت ابراہیم کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بھی دال ہونی چاہیے کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیم ہی ہے یا وجہ دیکھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور محمد کیا ہم نے ابراہیم و اسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اور جب تمہکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک تمہارا میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم وفسخت شرائعهم عن آخرها۔ وقرر انه بقیام و سجود ادلی دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ و کیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع، مع انه قسم بینہم القیام والركوع والسجود، اکثری قائلہم وساجدہم غیر خاشعہ، او حاکبت علیہ۔

مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تمہادہ ختم ہوا۔ (ت)

ثُمَّ اقول، الحدیث ان دل علی خلوص لادۃ بنی اسرائیل عن الركوع كانت ادل علی خلوص لادۃ الامۃ الابروہیمیۃ عنہ، فان منتہا ہذہ ہی العلة الابروہیمیۃ، مع ان اللہ تعالیٰ یقول ”وعہدنا الی ابروہیم وسمعیل ان ظہرا بیتي للطائفین و العاکفین والركع السجود“ وقال تعالیٰ ”وام یوآنا لابرہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئ وظہرا بیتي للطائفین والقائمین والركع السجود۔“ وادعاء ان المراد بالركع الالۃ المحمدیۃ خاصۃ واضح البعد۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الخیب وآلہ وامتہ و

قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں
کے لیے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے
مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ
علیہ وسلم و آلہ و اسلم و یارک وسلم۔ (ت)

باجملہ دار کا مصوت حدیث مذکور طبرانی و یزاد پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثبات ہوگا کہ معراج شریف سے
پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق و لاحق باجم یکساں و
متواتر ہیں۔

هذا كله ما ظهر لي، والعلم بالحق عند ربّي،
والله سبحانه وتعالى اعلم، وعلمه جل مجدده
اتم و احكم۔
یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے
رب کو ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا
ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور حکم ہے۔ (ت)
مکتبہ اذہار سجدہ کٹر اپورہ۔ سلسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہ رمضان ۱۴۰۸ھ

سوال

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم الله الرحمن الرحيم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ نامی بامہ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ شہر جمعہ
روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پندرہ صدی اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادگوین باتیں
کیں جب آٹھ کھل سب مضمون اشتہار کا غدر کچھ قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب ہیں درباب
اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ چنانچہ ایسا اعلیٰ و محکم اللہ۔

الجواب وهو العلیہ

کتا ہے فقیر محمد رضا علی الباری الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات مغربی سب
اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اور فقیہوں کو
توہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب یا ادگو
کیا ہے

میں فرمایا علیٰ کتب معتبرہ میں جتنے ہیں اگر کوئی کلمہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا
 اگر قائل فاسق ہے تو بلا شک کا دہ ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ شرعہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور
 واجب الاتباع ہے اور اگر مخالفت ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالفت کو اختلاف اعلام شمار کریں گے
 ورنہ تارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

کذا ذکرہ الملاح علی قاری فی المقدمة السالمة
 فی خوف المختار فی الحسب الثمین والعارف
 بن ابی جعفر الاندلسی السابکی فی مہجۃ النفوس
 شرح المحقق صاحب البخاری والشہاب احمد
 الخفاجی المحنفی فی لیسیم السریض وغیرہم
 اسی طرح ذکر کیا ہے قاری نے "المقدمة السالمة فی
 الخافرة" اور "الحر الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جعفر نے
 "مہجۃ النفوس" میں جو مقدمہ صحیح بخاری کی شرح ہے اور
 شہاب احمد خفاجی حنفی نے "لیسیم السریض"
 میں، اور دیگر علمائے سنی اپنی اپنی کتابوں
 میں۔ انتہ

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوم النہد حکم دیا کہ (اے نبی) تم سے تمام ایسے کلمے کہ تم نے گھر میں
 اور کلام رسالت پناہی بعد اكمال کے اسے نسخ نہیں ہو سکتا الغرض کہ اب اس اشتہار کا کوئی طور سے معلوم ہوتا ہے
 و ثقہ العظیم الحبیرو (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاة پر نماز جنازہ نہ پڑھیں،
 غسل نہ دیں، قبرستانِ اہل اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب
 مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں خلاف اہل سنت کے ہیں، خوارج سے ملے ہوئے ہیں، ہمارے
 مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور اتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں
 کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلا شک کافر ہے منکر نصوص قطعیہ کا بلا شک کافر ہے، خود کلمہ کو غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا
 متغیر اہل اسلام میں، فتنہ زکریا نہایت مذہم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاة
 کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاة کو کافر نہیں کہتے فاسق
 کہتے ہیں اور اس کو اولہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

مخذ فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری علی ستاری کی شرح فقہ اکبر میں،

وہی زان الشعرانی ورحمة الامة في اختلاف
 الامثة وشرح الشيخ عبد الحق لمشكوة وعبودھا
 من لکتاب المصتبرات
 امام شعرانی کی میزان میں: رحمۃ اللہ تعالیٰ، اختلاف الامر میں،
 شیخ عبد الحق کی شرح مشکوة میں اور دوسری مستبصر
 کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز بخارہ تارک الصدقة پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ، ولا تصل علی احد منهم مات اہذا (ورنہ نماز پڑھنے
 ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی)۔ اس آیت میں منع صدقہ اور کافر کے سپرد زمین کے اور تارک الصدقة
 کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شروح لمشکوة لعبد الحق الدہلوی وتکمیل الاہمات
 (عبد الحق دہلوی کی شرح مشکوة میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاة نجس ہیں جس کے ساتھ بیٹھ کر
 دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاة کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہودی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلا شک و شبہ کذا فی الحدیث
 وتحقیق هذه المسئلة في مشکوة والصباح السبعة وشوہب (حدیث میں اسی علت ہے) اور میں
 مسئلہ تحقیق صحاح ستہ اور ان کی مستحروہ میں ہے، بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل
 کریں اور اللہ سے ڈریں مگر یہ نیک نماز اور فہم اور فہم میں تعلیم کے ہیں جس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ خواب کے عوض
 میں مذہب یا تھ آؤں گا،

مرہباً افتخیرینا و بیعت قومنا بالحق واست
 غیر انما یحیی اھدنا لصرار المستقیم الی
 انور لسورة - ۲ شعبان ۱۳۰۸ھ
 اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے
 درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ تو بہترین فیصلہ
 فرمانے والا ہے، ہدایت دے جس سے راستے کی غمزدگی

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی
 السنی، الحنفی القادری البوکائی البریلوی
 غفر اللہ تعالیٰ لہ ولا سلاوہ وبارک فیہ
 کتاب فقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سننی، حنفی،
 قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کے اور
 اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو در اس کے

سۃ القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۳

سۃ مشکوة المصابیح باب حیاة المریض الفصل الاول مطبوعہ عتیقات دہلی ص ۱۳۴

وفی احلافہ - آمین !

اخلاف کو برکت عطا فرمائے۔ آمین !

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب بھی افشاء احلام سے نہیں برقی۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :
من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتحمل فی۔
جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے کو دیکھا
کو شیطان میری مثال ہی کر نہیں سکتا۔ (م)

سواء احمد والنخاری والترصدی
عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم،
من رآنی فقد رآی الحق فان الشیطان لا یتربأ بئ۔

جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری
وضع نہ بنائے گا۔ (م)

سواء احمد والشیخان عن ابی قتادة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحد بیت ذہب،
مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (ت)
اس کو احمد اور بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں
جیسا کہ تعالیٰ عزوجل نے روایت کیا ہے، اور اس

مگر انجا کہ حالت خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح ضبط و تنظیم پر نہیں ہوتے، لہذا
خواب میں جو ارشاد و سننے مثل سہارہ بیداری صورت یقینی نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے ہر ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالفت نہیں فہا سواء وجد
مطلقة الصریح ادیان (خواہ صراحت مطابقت ہو یا نہ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہیے
اور مخالفت ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حق فرمایا اور جو تکذہ جو اس کے اثر خواب ہے اُس کے سننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور
نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں الٹی آئی، اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں، نہ متقی کا سامع واجب الصبر

سواء مع الترمذی باب ما جاز فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام
سواء صحیح البخاری باب من رآی النبی فی المنام
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۲/۲
۱۰۳۶/۲

ذنا سے کابینہ یقینی الذنب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافر اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ ترکیب کبیرہ کافر نہیں۔

قال: الله عز وجل: وان طائفتان من المؤمنين اقاتلتوا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور اگر دو جماعتیں لڑیں۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: وان تروا ان سارقاً على سرقة الفتن ابى وراى۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ بودار کی تاک خاک آؤد ہو جائے۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: شاعى لاهل الكبار من اهل البيت۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں کے ترکیب ہوں۔" (ت)

بلکہ مذہب معتد و محقق میں استعمال بھی علی الطلاقہ کفر نہیں جب تک نہ نایا شرب نہ فرمایا ترک مسکاة کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقطع ہو کہ عند التحقيق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار کا جس کی تصدیق نہ اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کا حقیقہ العلماء المحققون من ائمة المتكلمين (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول في ذلك سيدنا العلامة الميرزا محمد رضا الله عنه في بعض فتاويه (اس موضوع پر سیدنا علامہ والمہجد رضا اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں یا اینہم تارک الصلاة کافر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ اقول وبالله التوفيق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ما جاء به من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

سورة الحجرات ۴۹ آیت ۹

لَا مَشْكُورَةَ الْمَصَاحِفِ كِتَابُ الْإِيمَانِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ مطبوعہ مجتہبی دہلی ص ۱۳

سید احمد بن حنبل ار مستند الترمذی مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ - دار الفکر بیروت ۲۱۳/۳

اقوال کفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی علامت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کافة المصحف في القاء وسرات والسجود
للصوم وقتل السبي والزنا بحصرتہ وکشف
العورة عند الاذان وقراءة القرآن على جهة
الاستحفاف وكل ما دل على الاستهزاء بالشرع
لوالامراء به۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے موب و زنا کرنا، اذان سن کر شر منگاہ کو نہنگ کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس جماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث جو جناہ تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ عدا علی الحدود الباطنی والتکذیب القلی، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت، صداول میں ترک نماز جیسے کلمہ بھی کہ حقیقتہً فعل من الافعال ہے اس کا قیل سے گہاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کان اھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا یرون شیئاً من الاعمال الا کذباً غیر
الصلوة۔

صحابہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والمحاکم وقل صحیح
عن شریطہما وروی ترمذی عن عبید اللہ
بن شقیق العصبی مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شوٹ کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبد اللہ ابن شقیق عصبی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا ہست صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تا کہ الصلوة کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ مشکوک شاکر م اللہ تعالیٰ وجہ التکریم فرماتے ہیں،

من لم یصل فهو کافر (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ والبخاری فی التامیخ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، من ترک الصلوة فقد کفر (جس نے نماز چھوڑی

وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو طریق بن عبد الجبار۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، من ترك الصلاة فلا دين له (جس نے نماز ترک کر دی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ ابو طریق بن عبد الجبار۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، من لم يصل فهو كافر (بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو نعیم۔

ابو درودار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، لا ايمان لمن لا صلاة له (بے نماز کے لیے ایمان نہیں) م) رواہ ابن عبد البر۔

ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں،

صحيح عن السجستاني، الله تعالى عليه وسلم ان
تارك الصلاة كافر وكذا ذلك ما رأى أهل
العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم ان تارك الصلاة عمداً من غير عذر
حق يذهب وقتها كافر (م)
سید عامر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا
کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس
سے علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز
ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف شیعائی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه (ترک نماز بے شک
کفر ہے۔ م)

ابن حزم کہتا ہے،

قد جاء عن عمرو بن عبد الرحمن بن عوف وصفا
بن حبيب واني هريرة وغيرهم من الصحابة
رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض
امير المؤمنين عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن لو
احد العشرة البشارة و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء
و حضرت ابو ہریرہ حافظ، صحابہ و غیر ہم اصحاب سید المرسلین

سنة الترغيب والترهيب	من ترك الصلاة لعمر	عبد المصطفى اباباتي مصر	١ / ٣٨٥
١	"	"	"
٢	"	"	"
٣	"	"	١ / ٣٨٦
٤	"	"	"
٥	"	"	"

واحد متعمد احتی یخرج وقتها بعد کافسرت
مرتد، ولا یصلو له ولا یحالفه

وقت نکل جانے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کتاب ہے اس علم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ مہاتمی
اور یہی مذہب حکم بن عتبہ والوداد طرابلسی و ابو بکر بن ابی شیبہ و زبیر بن حرب اور احمد و ابو یوسف سے حضرت
سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبد اللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے
امام کا مستفاض استاد امام ابراہیم حنفی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلک الامام الحافظ شمس الدین عبد العظیم
المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور اسی کو جہور نے جہلیہ نے قتل و مرنج رکھا، امام ابن امیر الحیج طبرستان فرماتے ہیں،
عند احمد فی الروایۃ الکفرۃ اذ یقتل کفرا
وہی المختارۃ عند جمہور اصحابہ، علی
ما ذکرہ ابن ہبیرۃ۔

یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک حق رہا
جیسا کہ قریب سید سنہ بیان کیا ہے۔ (ت)
اور بیشک بہت ظاہر فقہوں شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والقیۃ اس
مذہب کی توثیق،

کہ فصل جملۃ صہا خاتمة المحققین سیدنا
الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب
انکلاہ الا وضوع فی تفسیر اللہ تبارک و تعالیٰ
سرور القلوب فی ذکر المحبوب، و فی جواهر
البیان فی اسرار الامکان وغیرہا صحت
تصانیفہ النقیۃ العلیۃ الریحة الثابت
اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرقات الجنان،
امین !

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے
خاتم الحقیقین سیدنا والماجد نے اپنی عمدہ کتاب
انکلام الاولیاء فی تفسیر اللہ تبارک و تعالیٰ
القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان
فی اسرار الامکان میں اور اپنی دیگر مستقری بلند مرتبہ
عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے
بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے۔
آمین !

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدسائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کو صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شمار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مزید بدل کر قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ ترک کب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر ہم جماعیہ علمائے دین و ائمہ معتزلیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رو سے یہ مذہب مذہب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جمیع علیہ ہے، علیہ میں فرمایا:

ذہب الجمهور، منهم احنافنا و مالک و
اشعری و احمد فی روایۃ، الی امہ لا یکفر۔
ثم احتفوا فی انہ هل یقتل بہہ سترۃ،
فقال الاثنیۃ الثلاثة، نعم، ثم هل یكون
حداً او کفراً؟ فالمشہور من مذہب مالک
وہ قال الشعری، انہ حد۔ و کذا عند
احمد فی ہذہ الروایۃ المواقفۃ للجمهور
فی عدم الکفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا: ہاں کہ ہاں (قتل کیا جائے گا)، پھر یہ قتل بطور حد ہو گا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہو گا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (د ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوح شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصل تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نفاذ کثیرہ کی طرح استعمال و استخفاف و تجدد و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر باتا ویدت کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کر کے یا اسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک

ملائ کچھ تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناسکری ہے۔

ک قال سیدنا سیدنا عیہ الصلوٰۃ والسلام
یسلوٰی، اشکراہ اکھراہ
یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی عین ذلک صاعرف فی موضعہ ومن
العبادۃ المعروۃ مرد المحتفل الی المحکم،
لا عنکسہ، کما لا یخطی، فیجب القول
بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے
مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محفل کو
محکم کی طرف لٹایا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ
ظاہر ہے، اس لیے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

اور جس کے بعض دلائل علیہ وغیرہ میں ذکر فرمائے از انملکہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

حسن صلوات کتبہ اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدائے بندوں پر فرض کیں)، الی قوله حسن اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فیس لہ عند اللہ عہد الشاء عذیہ و انشاء ادخلہ
الجہنم (جو انہیں نہ پڑھے اس کے یہ خدا کے پاس نہ ہو، نہ عہد ہو، نہ عذاب فرمائے اور پڑھے
تو جنت میں داخل کرے) مرواہ اکامہ مالک و ابوداؤد و الترمذی و ابن حبان فی صحیحہ (اسے
امام ہاکم، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔) یہ حدیث اُس کے اسلام پر
نقص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لداوین ثلثۃ، فدیوان لا یغفر اللہ منہ
شیئاً، و دیوان لا یعفو اللہ بہ شیئاً، و دیوان
لا یتک اللہ منہ شیئاً، فاما الدیوان
الذی لا یغفر اللہ منہ شیئاً فالا شواک
باللہ، واما لدیوان الذی لا یعفو اللہ بہ
دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشنے
اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہ نہیں اور
ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔
وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر
ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں

سۃ القرآن سورہ النمل ۲۷ آیت ۴

سۃ سنن النسائی باب فی غلطۃ علی الصفات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۸۰/۱

شیاً عظم العبد نفسه فيما بينه وبين سربه ،
 من صوم يوم تركه او صلاۃ تركها ، فان
 الله تعالى يغفر له ذلك ان شاء متجاوز .
 واما الذين اندي لا يترك الله منه شيئاً
 فبطلم العباد ، بينهم القصاص لا محالة

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب
 کے معاملہ میں مثلاً کسی دی کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز
 چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کرے گا
 اور درگزر فرمائے گا ، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ
 نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے
 ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م)

رواہ الامام احمد والحاکم عن
 امر المؤمنين ، الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا .
 بالحدود فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ ملک و
 شرفی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے ۔ ہمارے امیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک
 فاسق فاجر ترک کب کبیرہ ہے اُسے دائم المجلس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجعئے امام محبوبی وغیرہ مشایخ حنفیہ
 فرماتے ہیں کہ اتنا دیر کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول
 سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں ۔ یہ توئی زجر برسی طرحت نظر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت
 فرمائی بطر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بطر جرح ہے ، دونوں مقاصد شریعہ میں ۔ یہی نہ زنجانہ
 وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لیے فرض ہے ۔

وهذا منه ، كقتل نفسه ، بل ادنى فاسق
 قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غيره . و
 قتل المؤمن اكبر عند الله من ترك الصدقة
 وقد قال في الدر ، من قتل نفسه ، ولو عمداً ،
 يعسل ويصل عليه ، به يفتي ، وان
 كان اعظم وسراً من قتل غيره ، قال في

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خود کشی کرنے والا ۔
 بلکہ بھڑکے آؤنی ، کیونکہ خود کشی کرنا دوسرے مؤمن کو
 قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مؤمن کو قتل
 کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے ۔ اور در مختار
 میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کرے ، خواہ جان بوجھ کر
 ہی ، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی

مراد المختار، بدیہتی، لائق فاسق غیر صالح
فی الامراض بالفساد، وان کان باعیا علی نفسه،
کسائر فاسق المسلمین - نزیلعی -

پہلے سے الائنیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان - نزیلعی - (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما و فضلاء باقاعدہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدینہ و فی
قابل نفسہ بمرض زہر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جہاد میں کوئی عرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصدا
کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الا ان
استثنیٰ ولیس هذا عنہم (مگر مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے - ت) نماز پڑھنا اس پر
فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، در مختار
میں ہے،

فی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعۃ،
بعدۃ، و قطع طریقہ ادا قتلوا فی الحرب،
و مکابر فی مصولیلہ، و حاق خنق غیہ مرۃ
نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مر جائے۔
سوائے چار آدمیوں کے باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں
مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کر نیوالا
اور لٹکا گھونٹنے والا جس نے کوئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔

اسی طرح غسل دینا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا امانت اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، اللہ سرفراز
امین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین - امین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۲ھ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۴ھ

جناب مولوی صاحب دہم اقبالکم - بعد سلام علیکم کے طلسم ہوں کہ اکثر لوگ یہ لکھتے ہیں کہ جس نے نماز کو
چھوڑا اس میں اور شرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ
سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس پر ہرہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ
معلوم ہو - بینہ اترجروا -

الجواب

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں ان کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقتہً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۳ھ از جو ناگزیر سرکل ہزار المہام مرسلہ تروی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برہنہ بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصد ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے نہ کیا، مستغنیٰ خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بڑا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کی بے وحید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت و اختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں برتھیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصد ترک کرنا کب کبیرہ شدیدہ و جبرئیلہ عظیمہ ہے جس پر سنت حوناک جائزہ و عیدیں قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدتر ہے بڑا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جو ارجح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمدہ اتالی قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اس پر اگر عادیث میں حکم کفر ہے اس پر تو قرآن عظیم میں حکم ظہور فی النار ہے۔ و لیسوا ذی اللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمری بیان کیا اس کے قریب قریب دربارہً سود خوار اما دیشت مرفوعہ حضرت ابو ہریرہ و حضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت برادر بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و انار موقوفہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا و ابن جریر و بیہقی و ابن منذر و ابوالفتح و طبرانی و حاکم و ابن عساکر و بیہقی و عبد الرزاق کے یہاں مروی و قد ذکرنا ہا بختیار شیعہ فی کتاب البیوع ص ۵۸ و ۵۹ (اس کو ہم نے تمام تحریکوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیس بن کیا ہے۔ ت مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں البتہ ایک حدیث صحیحہ میں عظیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظنہ نہیں کعبہ ہے نہ یقیناً، اس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام اسعد و طبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بسنہ صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

درہم یا یا صعدہ الرحل، وهو یعدہ، اشد
عبد اللہ من ستۃ وثلاثین مریۃ فی الخلیل

اور بار بار ترک نماز اگرچہ اس سے ممت تر نہ مت اور مت دہوئی یہاں تک کہ اس حدیث مرفوعہ حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت بیدہ السملی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبد اللہ بن عمرو و حضرت اسس بن مالک و حضرت عبد اللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ و حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابو دردار و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احسود و سلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہروی و بزار و ابو یعل و ابو جریر و ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبد البر و غیر ہم کے یہاں ترک نماز پر صراحت حکم کفر و بدعتی مروی کہا صعدہ الرحل فی التعلییب (جیسا کہ امام مندری نے ترقیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ مگر اس بارہ میں وہ الفاظ ذکر و اعطی ذکر کیے اصل نظر سے نہ گزرنے و اعطی سے سد مانگی جائے اگر سنہ معتبر میں نہ کر سکے قریبہ ہونے سے و اعطی مانع ہیں اور نہ و انش و العباد باللہ من رب العالمین واللہ بھینہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۳۲ از غازی پور علمیاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محروم دفتر جمعی غازی پور

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعاً متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصد آبا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق جہنم ہے و العیاذ باللہ تعالیٰ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵۱ از سنی بحیث مرستہ الحدیث

محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

یہ کہنے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے زور و یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حق پرانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہیے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

نماز پڑھوانی زیر دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے جیسا تو جروا۔

الجواب

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمائز جائز نہیں۔ لاکھ شیئ کان ولسخ کما بیہ الا مہ
ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں فسوخ ہو گئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر
انطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ لکڑی کا بہت بڑا اور سخت بچا ہے فاسب المصا دسۃ
العالمیۃ تجوز عند الاکھار اما فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کیونکہ مالی جرمائز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زیر دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ تہذیب ترمذی کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۵۶۹ھ ملکہ از علی گڑھ کالج کرہ نمبر ۶ مسلسل محمد عبد الحمید خاں یوسف ذی مسر سید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ
میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے نیکانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک
رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضریاے جاتے ہیں ان پر جرمانہ ہوتا ہے اس رجسٹر کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر
اور عشاء کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲ جرمانہ ہوگا، کیا یہ طریقہ
نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنا ہر گز درست ہے یا شرعاً جائز ہے اس کی نظر سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے
نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورتاً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا
کیا جانے میں چندان حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب

تغزیر بالمال فسوخ ہے اور فسوخ پر عمل جائز نہیں۔ در مختار میں ہے
لا بائعہ مال فی المذہب للبحر۔ مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے بحر (د)
اُسی میں ہے ا

وفی المجتبیٰ انہ کان فی ابتداء الاسلام
ثم فسوخ
رد المحتار میں بحر سے ہے ا
اور مجتبیٰ میں ہے کہ ابتداء اسلام میں تھا، پھر
فسوخ کر دیا گیا۔ (ت)

واعادہ البزازیۃ ، ان معنی التقریر
 باخذ المال ، علی القول بہ ، اسانک شرف
 من ماله عنہ مدۃ لیست جری ، ثم یعیده الحاکم
 الیہ ، لان یاخذہ الحاکم لنفسہ اولیبت
 المال ، کما یرتوہمہ النظۃ ، اذ لا یجوز لاحد
 من المسلمین اخذ مال احد بغير موجب
 مشرطاً ۔

اور بزاز یہ ہیں افادہ کیا ہے کہ مالی تقریر کا قول اگر
 اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے
 کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ ہمارے
 آجائے ، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے ،
 نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت اہل کے لیے
 جیسا کہ فی لم لوگ سمجھتے ہیں ، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر
 کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے روا نہیں ہے (دست

ہاں وہ طریقہ جو کہ وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ یس اخذ شئ من ملکک
 بل امتنع تملیک شئ منہم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں
 جانے سے روکنا ہے ۔ ت۔) یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز محاکمہ
 میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز ان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سنی نہ دیا جائے
 اور جہاں ہوا فیس دیتے ہیں اُس میں سے تو ان سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ، دوسرے مہینے کے شروع پر ان سے کہا جائے
 کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جہتیں کس کس ، تہ مینے تمہیں تسلیم نہ دی ہے کی وجہ سے اس قدر زائد فیس
 نہ داخل کرو و لذلک لان الاجارۃ تنعقد شیئاً متیاناً (اور یہ اس لیے کہ جہاد بتدریج منعقد ہوتا ہے ۔ ت۔)
 یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنی یا
 کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اس قیمت کو جو اتہالی جہاز قضا ہے جماعت کا ان کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم
 سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیچ کیا اور ان سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے
 جدا ایک وجہ احسانی تم سے کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا غرض بیع شرعی کوئی جماعت قضا کی تو سزاوارہ پر یہ
 زر تمہیں تمام و کمال تمہیں صاف کر دیں گے اس صورت میں بھی قضا ہے جماعت کی حالت میں وہ ٹکس کل یا بعض اُن
 سے وصول کر لینا جائز ہوگا۔

ولا یدلزم فساد البیع بالشرط المعهود القائم
 مقدم المفقود ، تقدم التصویح بنفیہ ،
 و انہ یجوز یفوق الدلالۃ ، کما افادہ الاحام
 اور شرط معهود سے جو کہ مفقود کے قائم مقام ہو ، بیع
 کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا ، کیونکہ پہلے اس کی
 صراحت نفی ہو چکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل

قلعہ حان فی فتاواہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔ جیسا کہ امام قاضی غفرانی نے اپنے فتاویٰ میں افادہ

کیا ہے۔ (دست)

مسئلہ ۲۵۶۷ از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۳۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے سیلوں دُور ہو اس پر نماز جائز ہے اور تاؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی تاؤ میں بھی فرض اور تراویح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دنیا کے بحرے کنارے کھاتے ہیں اور انہیں نہ کہ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکتا اپنی ذاتی معذوری ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی حاجت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھر سے یہی حکم ریل گاڑی پر چلتی ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں مگر فرض دو تریا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام حرکت کرنا زمین میں پڑے ہوئے دیکھتے مدت بہت ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھر سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶۸ از گوری ذاج نہ راستے پور ضلع مظفر پور مرسلہ حیدر الجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زیادہ پیکر شیار مسکوہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامدہ و عدم موجودگی بدلو کے مسجد میں نماز ادا کرنا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکر کمان تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاشی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں
(۳) نماز ظلم و ربوہ نماز مقبول ہے یا نہیں؟ معاصی ربوہ خوار و شراب خوار میں کس قدر فرق ہے و نماز جنہ ربوہ خوار، شراب خوار و ظالم و منین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں و

من شرب مسکرا ما کان له تقبل لمصلاة
 ۸ جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول
 ۸ نہ ہو۔ (م)

مگر وحیدات سب مقید مشیت ہیں و یقیناً ما دون ذلك لمن يشاء (اس سے یعنی شرک سے)
 کم ترگہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحبت نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں رہا قبول عمل عدل میں اس کی شرط عظیم ہے
 انما يتقبل الله من المتقين (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن
 البعہ بمأشئت ولا حرج (سند کے جوہر کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے)
 ہے، یہاں رہ العزۃ نے حدیث مقرر فرمائی ہے حق تعالیٰ ما تقولون (یہاں تک کہ تم حساب نہ جو پکار
 کہ رہے ہر تہیہ حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو تہیہ سے عدم قبول پر جرم جمل و جرات علی اللہ ہے جیسے عمرو
 غیر شراب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون کیا تم اللہ پر اقرار کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت)
 بان احمد فایوں کہہ سکتے ہیں کہ شراب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، غاص زید
 پر حکم باطل ہی ہے جیسے لا لعنة الله علی الظالمین (خوار و سرکش ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا
 جائز کہ فی لم طعن ہیں اور یہ کہنا حرام کہ یہ پرعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم، نماز شبہ ہوگی استماع شرائط و ارتکاب موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا نہایت
 ہے، جو کہ نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جمل و مکابرہ و تائید کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام
 کھنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم، قبول نماز کا جواب اول اور فرضیت نماز جواب سوم سے واضح رہا و شراب
 دنوں حرام گناہ کبیرہ میں خراگہم الخیانت ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو رہا میں حق العبد بھی ہے۔

علت یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م)

عند یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذیل میں منقول ہوا ہے۔ (م)

۱۔ المعجم البکیر للطرانی ص ۶۶۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۳۴۷ھ

۲۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۸

۳۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۳

۴۔ القرآن، سورہ ہود ۱۱، آیت ۱۸

۵۔ القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۲۸

لا تاكلوا اموالكم بينكم بايباط (باطل طریق سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ مت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام بریلی مسؤل مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ
 شخص ایک نماز از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے
 اور انیز کند قضا سے ہفتا و ہزار سال درد و نوح میماند اگرچہ بعد میں ادا کرے تو اس کو دوزخ میں اتار دینا پڑے گا
 این مسئلہ صحیح است یا نہ۔ کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا
 یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

تاخیر آنچنان کہ بلا عذر شرعی از وقت برآمد و قضا کند عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی
 بلا شبہ حرام و قسوی و کبیرہ است عذاب مغفر تش پڑے۔ بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس
 مغفر بے مشیت است و پنج مسلمان بیش از عمر دنیا کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے
 کہ ہفت ہزار سال سست درد و نوح نماز، واللہ تعالیٰ اعلم اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار
 سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ (۲۶۱) حافظ نجم الدین صاحب گدہ ۷۰ شہرہ نس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو بجا دیتا
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مذہب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲) از فتح گدہ ملا سنگت ضلع فرخ آباد مسؤل شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنجابی قومیں تہذیب و کثرت عطا اپنے اپنے
 گروہ کے قہدائے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام
 پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں جیسی کسی سے کوئی امر خلافت پیش آئے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں
 اور بصورت جماعتی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق و تیری
 اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تاؤ قیدیکہ بعد ادائیگی

تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لیے قابل قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزرا نہ پر محور ہوگا پس جو نچا پتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شریعت شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو تکلیف و ادبار کا روح فساد و ور ہے متاثر ہو کر (یہ امر مخائبہ اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خداتہ کسب مستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں فتنی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوٰۃ و نیز اور کچھ ہوسے نازیبا طرز سے جو سر اسر خلافت اسلام ہی نہیں بلکہ مضحک کا باعث ہیں۔ مثلاً شراب کواری و جو ٹوٹا شش اور وارھی منڈونا حسب تعلیم فرقان حمید و فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم درست کرنے کا مضطرب کن راجحان ہو تو ان کو یہ اعتبار نہ مرقومہ بالا قدیر کا استعمل جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرز حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نزاری کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے یا نہ! اور حکم تہدید ہی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیوی میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے ماریں اور اس کے عامل ہیں لیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پیدا کئے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتخاب کریں جو امور تادیبی اور نہ کر ہوئے سبھا کر ہیں، مگر مالی جہان لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدید صرف اتنا ہے کہ علماء و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوائیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اسے بے نماز دفن کریں یہ جائز نہیں۔ ایسا کریں گے تو جہنم کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہر ل خواہ جاہل اللہ نہیں کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اس کا بدن سلامت رہن مظلون ہو و اللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۶۳ھ محمد رضا خانی محلہ ریکی ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرض تیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضع میں ایسی جگہ پر سپیدل اور دھوپ اور پیالہ کی تکلیف اور ہر کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں جھوٹے پیکر بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے کہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لیے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کر رہے ہو اور شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

کرے وہ کیسا ہے۔

الجواب

پہلے لوگوں کے لیے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 لا یمیدی اللہ بک سر جلا حیدرک مما طلعت
 عن الشمس وعربت
 قویر تیرے لیے تمام روئے زمین کی سلطنت ملے گی

بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کے لیے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ،
 تکتب ما قد مواء انا سرھتہ۔ ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے لگے صحابہ اور جن شان پیچھے چھو گئے (م)
 اور جو غیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یوں ہی فرج راہ بھی ملے سکتا ہے مگر یہ
 کن کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطان قوی ہے اور بالعرفہ نہی عن المنکر فرض ہے فرض سے روکنا شیطان کا کام ہے۔
 بنی اسرائیل میں جنہوں نے محل کا شکار کیا تھو وہ بھی بند کر دئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا
 کہ لا تعطون قوم اللہ مہلکھم او معذبھم عذابا شدیداً (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں
 اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔ م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور
 یہ کہنا کہ اس میں رکھی ہے سب سے سخت لکھ ہے، اس کے واسطے کہ تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے
 اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ از بریل محلہ ملوک پور مسترد شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجن کا یہ پالس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز
 کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل الیمان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھ کر پڑے گا۔ یہ حکم شرعی
 سے ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حلفی کے جرماتہ میں تلوٹے یا تلوٹے پے سے تو بہت اچھا ہے اور ان
 روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لٹایا ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرة بالمال منسوخ

لے جامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۷۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۵۹/۵

سگہ القرآن سورہ یس ۳۶ آیت ۱۲

سگہ القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶

والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ مالی جبرائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶۹ سید عرفان علی صاحب رکن النجین خادم المساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب النجین کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آ رہے ہیں اور سبکے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تھری کریں گے پبلک ہال کثیر التعداد ان کے جلوس میں جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نماز عصر و نماز مغرب و نماز شاکا دقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب النجین مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب داریں ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ نایاب کی مجلس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۶۷۰ از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئلہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرفت تھے میاں صاحب
ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوش آمدانہ اندازہ سار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کیا۔ لوگوں کو سب اس پر کار بند ہو پایا۔ ان میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا۔ عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشاء کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جٹایا کرتا بعض آتے اور بعض جو شیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سوجاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے کیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب ان صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا۔ یہ مشاہدہ بھی ساتھ تھا، مشاہدہ کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد و مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھا یا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر بادی بننے کو آتے ہو ہرگز وہ شخص بادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق و رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کار بند نہ ہوئے تو زید نے ان سے انہوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من تارك الصلاة متعمدا فقد كفر لکے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نہ سبب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تمہاری نماز جواز نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کہ تارکِ صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارکِ صلاۃ اپنے داعیِ رحمت میں لے کر کفر سے بچا دیتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کا کفر نہیں تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سکاوت سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجر آگیا تو اس کئے والے پر کیا حکم ہو گا؟ اور اگر کوئی حنفی بزرگ امامِ برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عدا کا کفر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جلسہ نو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنھوں نے زید کے اس قول پر یوں تفریضا ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے آج کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے، مینو آج جروا۔

الجواب

بلاشبہ صد ہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصدِ تارکِ صلاۃ کا کفر ہے اور یہی معتقدِ صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآنِ کریم سے مستفاد، و اقیمو العتق و لا تکلونوا من المشرکین۔ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م) نہانہ سخن صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے اب زمانہ نہ سنایا قشتہ، علامتِ کفر نہ تھی وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہادون آیا وہ علامت ہو، جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا قرعیت نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہبِ سنیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حنفی کو ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خالی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نامعلوم ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔

اور مفسرین کا کہن کہ تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صد ہا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضراتِ امام پر لگتا ہے۔ عمدہ تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جانتے پر۔ معتز ضعیف اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صد ہا صحابہ و ائمہ ان کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ انہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق نہ رہتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

معرض مقرر نہیں پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوے صدر اصحابہ و ائمہ سے حدیں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سو خاتمہ سے فوت کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ جزا کے حرج نہیں، محل زجر میں ایسا استعمال بہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت ثابت ہے اور اگر استغناء تکفیر رکعت ہے تو اس سے باز آئے قول صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۸ھ از انجمن اسمیہ قصبہ ساکنو ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعض علماء اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة فقد كفر بها من ا۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا (م)
جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی عیادت کو بے ناجہ بھی، بے ہنگام اس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جائز واجب نہیں یہ نظر جہر اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں فقط فاسق فاجر مرکب کہا رہے تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء پیشوایان قوم اگر اودوں کی عبرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاوقات نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ ۲۶۹۱ مرسلہ حاجی الیہ ارخان صاحب ۱۱ ذیج ۱۳۰۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو کہا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے قرآن اس وقت سے کیا مراد ہے اور پڑھ سے پڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟
بیّنہ اترہوا۔

الجواب

یہ سوال سے جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین مسئلے ہیں، دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا بعض غلط کہ نہ دینا اس سے بڑا رجحان بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں،
مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال میں تک نیت روزہ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟
اقول: فی الواقع روزہ ماہ مبارک و تذر معین و روزہ نفل جبکہ ادا ہو، قضا تو مذہب صیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضوۃ کبریٰ کہتے ہیں اس کے بعد بلکہ خاص ضوۃ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درغنا میں ہے،

یصح ادا الصوم رمضان والنذر المعین رمضان کے روزے، تذر معین کے روزے اور

والفعل بنیتہ من اللیل الی الصبحۃ الکبریٰ، نقلی روزے کی او صبح ہے اگر رات سے ضحوة کبریٰ
لا بعدھا ولا عندھا، اعتباراً من الاکثر الیوم۔ تک نیت کر لی جائے، ضحوة کبریٰ کے بعد یا اس کے

دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے

بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہ شرعی طلوع فجر صادق سے غروبِ مری کل قرصِ شمس تک ہے، رد المحتار میں ہے :
ایوم شرعی من طلوع الفجر الی الغروب لیلہ شرعی دن، طلوع فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)
یہ ہمیشہ نہارِ عرفی سے کہ طلوعِ مری کثرت بالائی شمس سے غروبِ مری کل قرصِ شمس تک ہے بقدر امدتِ فجر
زیادہ ہوتا ہے یعنی جس بجگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس یعنی مذکور تک جتنی مدت
ہوگی اُس دن کا نہارِ شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں
میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا
لہذا ہمیشہ نصفِ نہارِ شرعی نصفِ نہارِ عرفی حقیقی یعنی نصفِ نہارِ وارہ بندیر سے بقدر نصف مقدارِ فجر
کے بیشتر ہوتا ہے، رد المحتار میں ہے :

اعلم، ان کل قطر نصفِ نہارِ قیس جان کہ ہر عدد فی نصفِ نہار، بقدر نصفِ حصہ
من والہ بنصفِ حصہ فیسرہ۔ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ طوطا رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تخفیف میں جتنے
منٹ سکندراتے ٹھیک دو پہر یعنی کیلی کا سایہ و سوپ گھڑی میں خط نصفِ نہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اُتنے ہی
منٹ سکندراتے لیے وہی وقت حقیقی نصفِ نہارِ شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیتِ روزے کی ہو جانی چاہئے
اور پُر ظاہر کہ نہارِ عرفی دائماً ایک حالت پر ہے نہ مقدارِ فجر دوامائیکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے
ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل و تراید و تناقص میل تفاوتِ طالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعث اختلافِ طالع یا مطالع ہے اور اس کا تراید و تناقص باعث اختلافِ طالع فی المطالع
کما لا یخفی علی ذی درایتہ ۱۲ (جیسا کہ ذی لہم پر مخفی نہیں۔ ت) (م)

۱۳۶/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	کتاب الصوم	۱۳۶/۱
۸۰/۲	" " "	" " "	۸۰/۲
۸۵/۲	" " "	" " "	۸۵/۲

آفتی مانند دیگر چار سے بلا وجہ میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کی پریمی تھی
 و رہے افراد سے کہ کما بیش عرض الیہ رکھتے ہیں بریل جس کا عرض الیہ ہے یہاں نہار نجومی کو اقی حقیقی پر جانب
 انطباق مرکز شمسی سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پوسنے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۲ گھنٹے ۸۴ منٹ تک
 پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا اس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے
 طلوع نجومی شمسی تک اور فجر جزا و اول سرطان میں پوسنے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیک
 اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے
 نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار کہہ کر ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس
 کی کمی بیشی سوا پر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہی یعنی سواڑ سے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ
 پانچا پھر سے بھی زائد ہوا کہ سواڑ سے چار پھر اور انقلاب ثانی میں تقریباً صا صا یعنی پوسنے بارہ گھنٹے کا چار پھر سے
 بھی کم ہوا کہ ان سواڑ سے چار پھر پوسنے بارہ اور سواڑ سے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید
 التواء چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مناسطہ صلیب ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ ہاں لیا
 کہ سواڑ سے چار پھر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر جتنے میں نیت حرمانی چاہتے یعنی عاب آفتاب تک اس کے نصف
 سے زیادہ باقی ہوا اور اس کا نصف سوا اور ہرنی پوسے سات گھنٹے تو اس کو حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۱۲ گھنٹے سے
 کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۱۲ یا اس سے کہ جس تو بزرگ صحیح نہ ہو گی
 اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب قبول سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوبا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سادست پر
 تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۹ گھنٹے ۴۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو
 لازم کہ اُس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجہات باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے
 چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ ۱۱ بجے کہ ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب قبول جدی پر آیا اور
 سوا پانچا سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۵ بجے کہ ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن سواڑ سے دس بجے بھی نیت جائز
 نہ ہو کہ اب شام تک ۱۱ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اُس دن ۱۱ بجے یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بجے کہ ۱۹ منٹ تک بھی
 نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہو گا پس ثابت ہوا کہ ۳۰ پھر کا تخمینہ محض غلط و باعث قلیل اور بنا سے کار
 اسی حساب پر و بسبب جو ہم بیان کر آئے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

روایا لفظ زوال کو عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری مگر اللہ تعالیٰ میں واقع عند تحقیق اُس سے دوپہر
 ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتد وہی
 روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جاتی ضرور ہے ہادیہ و قایہ و شرح و قایہ و عتاید و

جوابہ الاملا علی وشرح نقایہ برجندی وشرح علامہ سخیل و متن نور الایضاح میں اسی کو اجماع کہا اور شرح جامع صغیر للامام الشریخی و کافی شرح وافی وشرح کفر للزینی و متن اصلاح میں اسی کو جمیع بتایا اور نقایہ و کفر و طشقی و تنویر و ذکر و استنباط وغیرہ عامہ معتقدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ تو اسی پر عمل و فتویٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اس روایت کو غلط کہنا ان کے ساتھ ملگو ہی صاحب کا سوا ادب ہے کہ تقدیری و جمیع و فتاویٰ فی نیر و فتاویٰ خلاصہ و شرح طحاوی و خزائنہ المفتین وغیرہ معتبرات میں کہ اجازت متون و شروع و فتاویٰ سے مذہب سے میں اسی پر جزم و اکتفا دیکھا۔

اما المجموع فمقل عنه فی رد المحتار و احب شرح الطحاوی فہرزلہ فی خزائنہ المفتین، واما الاربعۃ البواقی فریت فیہا لعیفی۔

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،
 جیسا کہ شمس الامائر شری نے جامع صغیر کی شرح میں
 کہا ہے اور علامہ ابن کمال و زبیر کی ایضاح شرح اصلاح
 میں، میں سے اس کی نقل دیکھی ہے
 کمال الوضوئہ۔

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زبیاں اور زوال سے زوال نہاد شرعی مراد سے کہ قصد ترفیق بھی خلاف تحقیق کہی مگر یہاں ابتداء خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اجماع و صحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے،

قال فی المختصر (یعنی القندوری) ما بینہ و بین الزوال، و فی الجامع الصغیر قبل نصف النہار و هو الاصلح۔
 شرح و قایہ میں ہے،

فی الجامع لصغیر بنیۃ قبل نصف النہار ی قبل نصف النہار المشوہ، و فی مختصر

القدوری فی الزوال، والاولیٰ احسن۔

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صبح ہے، لیکن پہلا
قول صحیح ہے۔ (ت)

کافی للام نسفی میں ہے،

ذکر فی المختصر، وبینہ وبين الزوال، و فی
الجامع المصغیر، قبل نصف النهار، وهو
الصحيح۔

تبیین الحقائق میں ہے،

قال فی المختصر (یعنی الكنز) الی ما قبل
نصف النهار، وهو المذكور فی الجامع المصغیر،
و ذکر القدوری ما بینہ وبين الزوال، و
الصحيح الاولیٰ

برہندی میں ہے،

اشار القدوری، انه تجوز النية فی
الصبح والزوال، و فی الهدایة الاولیٰ
جوابہ للاخلاطی میں ہے،

اجزائه النية ما بینہ وبين الزوال اقبل
انتصاف النهار، وهو الاصح۔

اور نص قاطع وہ ہے کہ تا آرائیہ میں محیط سے نقل فرمایا،

یظہر شرة الاختلاف فیما اذا دعی عند

قدوری نے شاید یہ ہے کہ نیت صبح اور زوال کے
درمیان صبح ہے۔ اور ہر ایہ میں ہے کہ پہلا قول اس کے ہے۔

اس کے لیے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان
کرے، یا نصف نهار سے پہلے، اور یہ صبح ہے (ت)

اختلاف کا قیاس تب ظاہر ہو گا جب زوال کے قریب

۳۰۶/۱	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	کتاب الصوم	شرح الوقایۃ
			کافی شرح وافی
۳۱۵/۱	المطبعة الکبریٰ الامیریۃ مصر	کتاب الصوم	تبیین الحقائق
۲۱۱/۱	نورکشتور لکھنؤ		شرح النقایہ للبرجندی
۴۸/۱	قلمی نسخہ غیر مطبوعہ		جوابہ للاخلاطی

قرب الزوال اللہ۔ نیت کرے اور (ت)

اقول بلکہ بعد اس نیت کے بھی توفیق علیہ نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ و بین الزوال و قبل الزوال و قرب الزوال صادق مانا نہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحوة کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قدحنا عن الدرد وغیرہ (جس طرح ہم نے در و غیر سے پہلے نقل کیا ہے) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تعلیق مقبول نہ توفیق مقبول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا و باللہ التوفیق و افاضۃ التحقيق و اللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ : وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول تنگہ ہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بعد ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

زوال تو سورج و چاند کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ماضیت کا وقت حل گیا اور جزا کا آیا کما صرح بہ فی البحوث المحلیۃ (جیسا کہ بزرگوارانی میں جلیلہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ماضیت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور نیت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استراکنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علماء کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالاسکائی دائرہ نصف النہار پر

عَلَمَ نعم لزوادل بالمنتصف کان توفیقاً وان
ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ
کردی جاتی تو ان میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی
تسامح ہے۔ (ت)

علامہ افتخار نے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چاروں یعنی ۱۵ اپریل، ۱۴ جون، ۱۳ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے بچے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخیر تقریباً پانچ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

پنچا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر اگر اس کے بعد جانب مشرق چلتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جائے
یہ قول ان کے زائد اور انہر کی طرف منسوب یا نہا شرعی کا نصف مراد ہے جسے نحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے
کہ نہا عرفی طلوع گذرہ شمس سے غروب کل فرض شمس تک ہے۔

والمراد بالطلوع: المستفی علیہ احکام الشرع،
تجاوہ اول حاجب الشمس فی جهة الشرق
عن دائرة الافق المحسوس بالمعنی الاعم، المستفی
فی کلام البعض بالافق الترسى، بحركة الكل، و
بالغروب تعاد زکل قرصہ فی جهة الغرب عن
الدائرة المذكورة بالحركة المزبورة، فوضہ
احتیاج النہار العرفی عن النہار النجوى، فانه
من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق
الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقہ علیہا
فی جهة المغرب، فان اتحد الاقطاب یكون
العرفی اکبر من النجوى، بقدر ما یطلم
نصف كرة الشمس ویغرب النصف، وان
انحط الترسى من الحقیقی، وہو الاکثر،

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے
کہ شرعی جانب جو دائرہ، فی حسی ہے — فی حسی
کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے افق ترسی کا نام
دیا ہے — اس دائرے سے پورے سورج کی حرکت
کے ساتھ سورج کا پہلا گذرہ گزر جائے۔ اور غروب سے
مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری ٹکیہ اسی دائرے سے
اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔
اس سے نہا عرفی اور نہا نجوی کا اتنا زبھی واضح
ہوگا، کیونکہ نہا نجوی شروع اس وقت ہوتی ہے
جب شرعی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی
ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افق حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے، اب اگر دونوں افق (حقیقی

(بقیہ ماسبقہ صفحہ گذشتہ)

اصل تعدیل الايام ہندی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت
در اس کو اختلاف طول سے یہ دن قبل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت در اس سے ۳ منٹ ۹ سکنڈ
زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیسی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تارینوں پر ہوگا ۳ و ۲۵ مئی
و ۱۱ ستمبر و ۱۸ ستمبر ۱۲ منہ — یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جو ۱۹۰۵ء سے در اس ٹائم خسوخ اور وسط
ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی یہاں طول ۸۷ درجے ہے جس کے ۵۔ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے
بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے، ۸ اکتوبر اور ۲ نومبر، اور کی کی مقدار یعنی جیسی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف نہا
حقیقی کا پہلے جو نصف ۳ منٹ ہو گئی، اور زیادہ یعنی جیسی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر ہو کر جو ۶۔ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منہ ام)

لایمیا من حبة دقائق الانكسار الافق ،
 فزیادة العرق انزید . نعم ، انت وقع
 فوقه بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق
 الانكسار لیستوی المسار ان ، و انزید من ذلك
 فیعضل النجوم ، كما لا یخفی . و هذه فائدة
 سنحتاج للقلوب حین التحریر فاجبت ايرادها .
 سورج کے نصف قطر بتناہر ہو اور انکسار کے وقتے بھی طوخط ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی ۔ اور
 اگر سورج کے نصف قطر کے مقدار سے زیادہ اوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی ، جیسا کہ مخفی نہیں ہے ۔ — یہ فائدہ
 لکھتے وقت قلم کے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا ۔ (ت)

اور نہار شرقی طوخط فمصادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے
 ہوگا ، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بج کر ۵ منٹ
 پر ہوگا اور ۶ بج کر ۴ منٹ پر ڈوبا بج کر ۴ منٹ پر رہے ہوئی تو اس دن نہار شرقی ۱۳ بج گئے ۱۲ منٹ کا ہے جس کا آدھا
 ۶ بج گئے ۶ منٹ ہو اس سے ۴ منٹ پر ڈوبا بج کر ۴ منٹ پر رہے ہوئے ۱۲ بج گئے ۱۳ منٹ کا وقت ہے ، نصف نہار شرقی وقت استوا
 حقیقی سے ۴ منٹ پیشتر ہوا لہذا ۱۲ منٹ و عشرین کیا تو ہم فافہم و اعرفت انکنت ظہم (۱۲ بج کر ۴ منٹ کا
 جیسا کہ وضہ کیا جاتا ہے ، اس کو بھرا اور جانو ، اگر بھر رکھتے ہو ۔ ت ، اسی کو ضوہ کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت کے نے
 تک کہ کیا یا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے ، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف نہار حسری
 یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا ، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز
 و منوع اور پُرغائب ہر کہ یہ مقدار اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ غوازم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام
 رکن الدین جہانی نے اسی پر قوی دیا ، رد المحتار میں ہے ۔

عزانی القہستان فی القول بان السراد انتصاف
 النهار العربی ای ائمة ماوراء النہر و بیان المراد
 انتصاف النهار الشرعی و هو الصحوة المکملی
 ای السوال الی ائمة نحو اس زمرہ
 قہستانی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف
 منسوب کیا ہے کہ مراد عرفی نہار کا نصف ہوتا ہے
 اور اس قول کو ائمہ غوازم کی طرف منسوب کیا ہے کہ
 مراد شرقی نہار کا نصف ہوتا ہے یعنی صحوہ کبریٰ زوال تک (ت)

اسی میں ہے :

وفي القبية ، واختلف في وقت الكراهة عند
الزوال ، ف قيل من نصف النهار الى الزوال .
لرواية ابي سعيد رضي الله تعالى عنه عن النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم انه نهى عن الصلاة
نصف النهار حتى تزول الشمس ، قال دكت
الدين الصباغى ، وما احسن هذا ، لان النهى
عن الصلاة فيه يعتمد تصور هاهنا ما في
الشافى ، وهذا كما ترى من الفاذا لافاء .

اقول وثبیدہ ما فی الشافعی عن

الطحاوی عن ابی السعد عن الحسن
عن البرجندی عن الملقط ، فی باب
النکسوف ، انها اذا انکسفت بعد العصر ونصف
النهار دعوا ولم یصلوا ، ای کراهة النفل
فی الوقتین ، ووجه التایید ظاہر لیس
بمخاف .

اور قبیہ میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار
میں اختلاف ہے ۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے
زوال تک ہے ، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار
سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے رکن الدین
صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ
اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی
پڑ سکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس
میں نماز پڑھی جاسکے ، شامی کی عبارت تم ہوئی ۔ درجیہ
کہ تم دیکھ رہے ہو یہ افتاء کے الفاظ ہیں ۔ (د) ۔

اقول : میں کہتا ہوں ، : اسی کا ثبید ہے
وہ جو شامی میں ہے ۔ شامی نے طحاوی سے ، اس
نے ابوالسعود سے ، اس نے ترمذی سے ، اس نے
برجندی سے ، اس نے الملقط سے باب النکسوف
میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا
نصف النہار کے وقت کے تو لوگ دعا کریں اور نماز
نہیں پڑھیں گے ، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں
میں نفل پڑھنا مکروہ ہے ، تاہم یہی وجہ ظاہر ہے ۔
مغنی نہیں ۔ (د) ۔

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اس کے خلاف ترجیح منقول
نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے ۔

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے اقول
(میں کتابوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق و تحریر کا محتاج
ہے اور جبہ ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں منقرض
ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم،
جو کہ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ
سبحانہ اعلم بالصواب۔ (ت)

حتی یتبین حلالہ اقول والمسلۃ بعد
تحتاج الی ما یأیدہ تحقیق و تحریر، ولا یبعد
الضعیف ہذا بحاث منور دھا ان شاء
اللہ تعالیٰ فی غیر ہذا التحریر، واللہ تعالیٰ
اعلم۔ انتهى ما کتبت فی الجواب۔ و اللہ
سبحانہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ثالثہ: بڑے بڑے وقت کس قدر ہے؟

اقول گنگہ ہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمال یہ ہے کہ ہمارے
ہاں وہیں ابتدا و بصرہ وقت ۳۰ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صبحی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک
دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہوتا ہے اور تحویل محل و میزانی یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۱۹ منٹ
کے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑے باقی ایام میں انہیں کے بچے یہ دورہ کرتا ہے و تفصیل ذیل
یطولسودا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں
ظل ثانی خط مواز پر پورا، بلکہ برقی ہا، عرض دائرہ نصف شمالی ہے اسی کو استوائی حقیقی کہتے اس وقت
آفتاب پنج آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک
نماز مکروہ ہے اس کے برپہر وقت حاضرت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر
پہلے گیارہ بجے تا نصف النہار کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً
اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ لھو ام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے
کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کا خطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب
پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہ بجشیم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دھیر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرآی العین
میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا و لہذا تحویل موت کا شمس کہ بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار
افتی ہمارے شہر میں ۵ بج کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بج کر ۳۹ منٹ
پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مرکز بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۳۷ منٹ پر چمکن چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے ۱۸ منٹ

عہ اس گویا اور کیے اور کیے کی وجہ عالم سیات پر غنی نہیں اور یہ بھی وہاں ہو سکتا ہے کہ یہ وقت وقت ہوتا
حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہو گا ۱۲ منہ (م)

بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر عہدہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عہدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائی حقیقی تک۔ ہم منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فاصلہ ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں ردِ اجماعی مدِ راسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوع شمس محل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجماعی تخمینہ جواب اور تفصیل و تحقیق مفصلی تطویل و اطباب۔

وفیہ ذکرا کفایۃ لا ولی الا للہ اب و صلب اللہ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ غلطیوں کے لیے کافی ہے اور
تعالیٰ علیٰ المونی الاواب ستیدنا محمد و درود بھیجئے اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا
اولیٰ والا صحابہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد پر اور ان کی آلہ اصحاب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(ت)

مسئلہ ۲۴۲ از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دیر لویا مدرسہ مسیحیہ مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڑھی

۱۳۱۶ھ جمادی الاخریٰ

حضرت مولانا العلامة والہر القمام حامی السنۃ جامع البدعہ بقیۃ السلف خیر الخلف مولانا الحاج المولوی محمد رضا
خان صاحب مدظلہ العالی بعد سہ ماہیہ دیر لویا مدرسہ مسیحیہ مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڑھی کے علماء
بلکہ چار پانچ علماء ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان
صاحب مرد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڑھی وغیرہم نے مشلین سوی الزوال کا فتویٰ دیا بعد
مولوی عبدالحق صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ تفسیر نے سب علماء کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ
امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مشلین سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب اتنا س ہے کہ آپ اس
مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادمہ الطیبہ محمد عبدالحق

الجواب

مولانا اسلم علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قول سنیۃ الامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی مشلین بعد فی الزوال ہے
اور وہی انوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماعہ اطباء سنیہ متون وہی حق و مرضی جمہور معتقین
شراحین اسی پر افتاء اکثر کبار سے اکثر معتقین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں و جماع متون مذہب
موصوفہ نقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خارجہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کتب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے
مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح بہ فی المحرر والخیرۃ و سر السحر کیونکہ بحر، بحر، بحر اور رد المحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

وَعَيْنُهَا انْ كُلَّ مَا خَرَجَ عَنْ طَاهِرِ الرِّوَايَةِ
فَهُوَ مَرْجُوعٌ عِنْدَهُ هَذَا وَلِكُلِّ وَجْهَةٍ هُوَ مَوْلَاهَا
فَاَسْتَبْقُوا الْحَيَاتِ - وَهَقَّتْ اَللّٰهُ تَعَالٰى لَهَا وَ
قَعْلُهَا مِنْ اَبْنَاءِ الْكُفْرِ وَاللّٰهُ مَبِخُنْهُ وَقَدَّ اَعْلَمُ
وَعَلَيْهِ جَلَّ مَجْدُهُ اَقِمُّوا حُكْمًا

۱۲۳۳ھ از گلکندہ فوجداری بارخانہ نمبر ۳۹ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب
۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں گلکندہ میں آج کل آفتاب ۶ ۱/۲ بجے طلوع ہوتا ہے اور
پونے چھ بجے غروب آد نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت یہ سوائے سایہ حاصل کے
وہ مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوتی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت
میں شریک ہونا چاہئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف عجز چاہتا ہوں مجھے وائیل کی ضرورت نہیں ،
بینوا تو جروا ۔

الجواب

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصل کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے
وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ
تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی وغیرہ کی و در مختار میں قول صاحبین کو مرجع بتایا مگر قول امام ہی
احوط و اصح اور از روئے دلیل اذنیج ہے ، علو ماتون مذہب قول امام پر جزم کیے ہیں اور عامۃ اجلہ شافعیین
نے اسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور مشوایان مذہب نے اُسی کی تصریح کی ، امام ملک العلما
ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا ، هو الصحیح (یہی صحیح ہے) - امام اہل قاضیخان
نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اہل حلیہ الدریۃ اور اہل حلیہ الروایۃ ہو گئے

لے رد المحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی ملتہ مطبوعہ معیظۃ البانی مصر ۵۰/۱

سۃ القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۳۸

سۃ البحر الرائق بحوالہ بدائع کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۲۳۵/۱

سۃ فتاویٰ قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نوکلشور مکھنوا پٹنا ۲/۱

فصل علیہ فی خطبۃ الخنیا (جیسا کہ حاشیہ کے تحت میں یہ بات صریحاً ذکر ہے۔ ت) اور
 وہی قول معتد بہ تھا ہے کما فی الطحاوی و الشامی (جیسا کہ شامی اور طحاوی میں ہے۔ ت) یونہی
 امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل برہان الدین صاحب چایہ نے ہایہ اور امام احسن
 ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زہری نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجع رکھی، امام اجل مہربانی نے اسی کو اختیار
 کیا۔ امام صدر الشریعہ نے اسی پر احتیاط کیا وہ چند متاخرین احنی معنفین برہان و فیض و در مختار ان اکابر میں ایک
 کی بھی جلالت میں ان کو نہیں پہنچتے۔ فتاویٰ غیاثیہ و جو اسر اخلاطی میں فرمایا: اھو المحتار (یہی مختار ہے)
 علامہ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تائید کی، امام سمعی نے خزائن المفتیین میں اسی پر اقتدار فرمایا، قول خلافت کا نام
 بھی زیادہ امام محمود مہینی نے اسی کی تائید فرمائی، مفتی ابوبکر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اربع ہو
 کما ذکر فی حلیہ (جیسا کہ اس کے خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار الفتاویٰ ہوتا ہے کما فی شرح جامع
 الاکابر (جیسا کہ اس کی شرح جامع الانہر میں ہے۔ ت) مراۃ الخلاق میں ہے ھو الصبیح و علیہ جبل المشایخ
 و المتوفی (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگی مشایخ و متون مذہب میں) طحاوی علی المراتبی میں ہے صحیحہ جمہور
 اھل المذہب (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) فتاویٰ میں روایت خلافت کی تفسیر فرمائی شرح الجمع
 للصنف میں ہے انہ المذہب واحد من اصحاب الصلوٰۃ و السجود و التہجد و الصوم (مذہب یہی ہے اور
 اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے فرض و پسندیدہ رکھا) ینایع و ملکیہ میں ہے ھذا تصحیح
 (یہی صحیح ہے) جامع الرواۃ میں اسی کو مفتی بہ بتایا السراج المنیر میں ہے علی قولہ الفتاویٰ (امام ہی کے قول پر
 فتویٰ ہے) بکر لائق پھر رد المحتار میں سے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اسس مذہب مذہب پر دلیل جلیل
 صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان لمسافر میں ہے کہ ابودر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک مسافر میں نہیں ملے

- ۱/۴ مجمع الانہر شرح مفتی ابوبکر خطبہ کتاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۱/۹۲ مراۃ الخلاق مع حاشیۃ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تہذیب کتب کراچی
 ۱/۲۲۵ سکنہ البحر الرائق بحوالہ شرح الجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 ۱/۵۱ شہ الفتاویٰ الہدیۃ الباب الاول فی المراقبہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پٹور
 ۱/۸۴ شہ صحیح البخاری باب الاذان لمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذان ظہر دینی چاہی، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتیٰ سادى الظل الشلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا، اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا، گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پر صورتاً مشابہہ شہادۃ اور قواعد علم ہیأت گوہ اور خود انکے مشافیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ جوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اعلیم ثانی میں جس میں حریم طہیین اور ان کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا، نیچے زمین پر نصب کی ہوئی اشیا کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد ان کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو اگر اہل جمعین المصلاتین پر عمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابورکاب انہما فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے تھے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں داکر جائے۔ حضور یہاں حکم عام ارشاد فرمایا، بیدار نہ رہو نہ سوت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو محض ملا کر پڑھو ورنہ میں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریلؑ میں کے محدوسے پر برہان و درنہار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت میں ہو سکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اس میں فرض ہوتی اور اسی کے دن میں وقت ظہر کو اگر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لیے امامت کی توجہ حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور انس کی ناسخ ہے اور قول دوم مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے مروج ہیں امام محمد نے کتاب الاصل میں بسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام مکیا غنیہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایۃ ہے غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے۔ جمیع میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ یہ ناسخ میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح تلخیص میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی المحض (یہ سب بحر میں ہے)۔ تاہم بعض نقول ظاہر مروجہ کی بنا پر نظم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عند ہے کہ فی البحر والخبیرۃ

وغیرہما (جیسا کہ تجراہ وغیرہ وغیرہ میں ہے - متہ) تو یہ مذہب مذہب جو وہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرزج ہوا۔

اولاً جیسا مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب عیب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر عامہ شروع ہیں بعد شروع فتویٰ پر مقدم۔

سراپہا ابوالکبراۃ تصحیح و فتویٰ مثل امام قاضی خاں و ایام برہان الدین صاحب ہادیہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جمالت مشائخ صاحبین باعث ترجیح ہے خواہ مساجد و مشائخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور علل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔

سادسٹ اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذکر سے ساقط نہ ہوا پڑھی ہے پڑھی برابر ہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ہوا ہوتی۔

سابعاً رہی حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حالانکہ یہ بہ نہ سننا، حدیث وہ نوں جا نہ ہو وہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعویٰ ہو پیش کرے اور ہاداد و روح پر فترت حضرت سیدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے! ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالفت نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کے معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ اس کے معارض میں احادیث مذہب صاحبین کو غسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کہ قضا قط ہر گاہ اور پھر وہی مذہب ہمارے ثبوت پاسے گا کہ جب پورے تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب غارت ہو گا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہو گا و الحمد للہ رب العالمین۔ بالاجملہ عند التفتیش مثل ثانی میں عصر اور اسی نہ ہوگی بلکہ فرض ذکر پر باقی رہے گا ورنہ علی التمثیل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگر یہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاہرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرکے سے ساقط نہ ہوگا اور خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام و ہاں قضا ادا میں خلاف تھا اور مستند اجماعی اور عصر

نفس صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتب، نمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا ہے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے شل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت یا طلبہ یا کم از کم مکروہ کراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نفیضہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لیے شل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

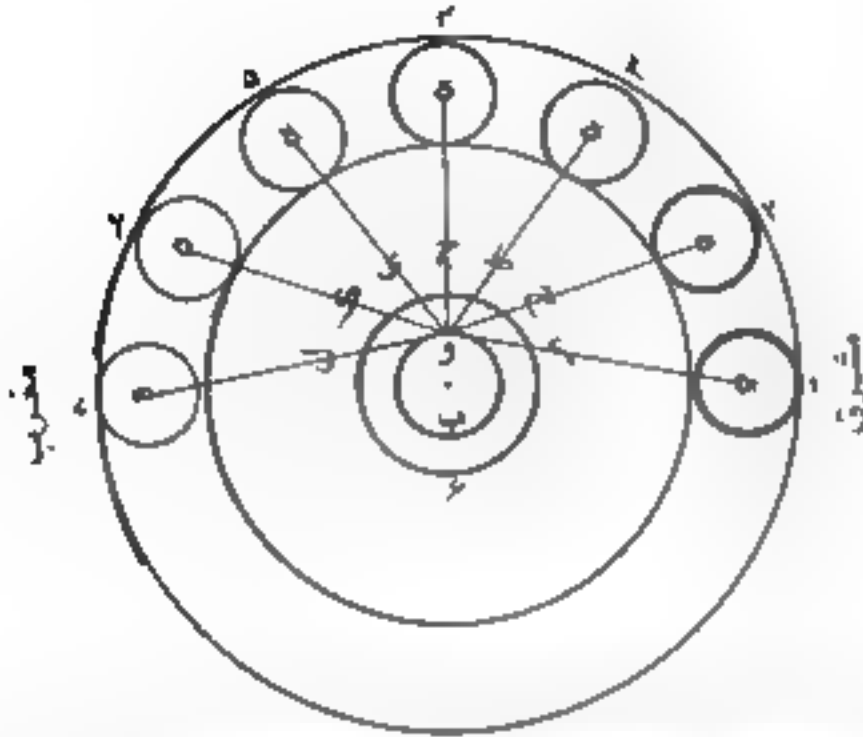
شہان ۱۳۳۱ھ

مر (۲۰۴) سنہ

کی فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بیڑا تو جروا۔

الجواب

نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہئے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لا یعاقصو (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دار قطنی نے زیادہ بن عبد اللہ بخاری سے روایت کی ہم امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے ہرگز عرض کیا یا امیر المؤمنین! تم! امیر المؤمنین سے دایا بیٹھو۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے سر ص کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ہذا الکلب یعلس المسنة (یہ کتا جہیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے وہ جھٹکنا لڑکے لڑکوں کے لئے لعل و ب منتراھا (جو لڑکوں پر کھڑے ہو کر سوچ کر دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لیے نیچے اتر گیا تھا۔ یعنی دیواریں اُس زمانے میں نیچی تھیں) آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا۔ مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص منقرض ہو جائے اُس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا برقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوسرے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جتنی ہے اسکا اعتبار میں بکرم صاف شفاف مطلع میں اس قدر قی دلی حیلوات کرنا بخار کے سبب کہ اُفتی کے قرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حضرت کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جتنی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کراہت کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں یہ وہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جتنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے اب کراہت زمین ہے و موضع



۱۔ طرے یعنی سطح زمین
 ۲۔ کہ وہ جگہ جہاں دیکھنے
 ۳۔ وہ شخص کھڑا ہے
 ۴۔ ۶۰ زمین کے سب
 ۵۔ طرف کے بخار سب
 ۶۔ جسے عالم نسیم و عالم
 ۷۔ یل و نہار بھی کہتے
 ۸۔ ہیں اور یہ ہر طرف
 ۹۔ سطح زمین سے ۵ میل
 ۱۰۔ یا قول اول پر ۷۰ میل
 ۱۱۔ اونچا ہے اس کی ہوا
 ۱۲۔ اوپر کی ہوا سے کیفیت

ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا تہ و نہ تنہ حاصل ہوگا۔ آفتاب کی سطح سے لے کر نگاہ زیادہ ٹھہرے گا۔ مرکز شمس سے
 ۱۔ وہ طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے نمبر پر
 ۲۔ نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ۱ کا حصہ
 ۳۔ اس کو بخار میں گزرا اور دوسرے پر روح تیسرے پر و ط چوتھے پر و ح اور اقلیدری سے ثابت ہے کہ ان میں و س
 ۴۔ سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ۱ و ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ
 ۵۔ نصف النہار پر خط ۱ و س سب سے پھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات بند سید میں ثابت کیا ہے کہ خط ۱ و ح
 ۶۔ یعنی دوسرے کے وقت کا خط پانسو اٹھ نوٹے میل سے بھی زیادہ ہے پھر جب آفتاب اٹھتا ہے وہ خط اسی نسبت
 ۷۔ پر بڑے ہوتے جاتے ہیں لی برابر و ط کے پڑتا ہے اور و ح برابر و ح کے اور و ل برابر و س کے ہے
 ۸۔ یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی
 ۹۔ قریبی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع وسیع ہوتی
 ۱۰۔ ہے یہاں تک کہ شرق و مغرب میں ایک حد کے قریب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے
 ۱۱۔ آفتاب نکل کر اونچی نہ ہو جائے اُس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے
 ۱۲۔ اندر آجائے اُس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا و

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً سیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے میں منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور اگر جب غروب کو سیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منسوخ ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا ٹیلا ہونا، یہ ہرگز صحیح نہیں، جہاں سے کہ موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے متوالی ہی ویر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت نظر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور یہی طور پر دھوپ میں زروی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آٹھ سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابراہیم السعدی علیہ الرحمہ اور خطاوی علیہ الرحمہ میں ہے،

المراد ان یذہب الضوء فلا یحصل للبصر
بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لا تغیر
الضوء یحصل بعد الزوال
یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی
جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور
دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد
ہو جاتا ہے (ت)

بالجملہ غنی تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہا، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیین وقت کے لیے مثل ثانی کے وقت کا تغیر لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۱۱ مارچ تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر خفی سے آفتاب کے غروب شرمی تک ایسے میں ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹہ ۱۱ منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ایسے بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-۲۵ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ دسمبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو حصے برابر بلکہ اس سے

بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت حصہ ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت حصہ ہر اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصل کراہت نہیں، ہاں اتنی تعمیل کہ وہ مثل پڑے ہوئے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و غم نہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصل کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کامل ہے یہ فرض قطعاً باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاسد کامل کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ زری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا سب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو، درمختار میں ہے،

لو شرع فیہ قبل التعیر فمدہ الیہ لایکون
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰۶۰۲۰۵ھ ش ۱۳۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی ان مسائل میں،

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولی وقت کیسا ہے؟

(۲) اصال وقت صلاۃ حید الفطر انتہا درجہ تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی

نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سنت قبلہ میں اولی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کیے اور سنت بعدہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر اگر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن جنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنت قبلہ و بعدہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقہ مستنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں جو ہم گماتا تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعمیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کو کے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کیا نص

عليه في البحر المتوفى و غيره والله تعالى اعلم -

(۲) مذہب اصح پراس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علی اس کی نظر فرماتے ہیں ہمارے علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس لیے تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ زوال ہوا تھا۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ از سندیدہ مسئلہ بعض علماء توسط مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتنی .

دوم ربیع الاول شریفین ۱۳۱۹ھ

کیا قرأتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیما ہی نمودار ہوتے ہی معاً جو جاتا ہے یا جب سیما ہی بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیما ہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا تو حروا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق (اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افق شرقی سے سیما ہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیما ہی کی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیما ہی غرق ہوتی ہے اب بات بدلتی ہے آفتاب رتیب ہو جاتا ہے اس وقت تک سو درجہ رہتا ہے اس پر حیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایسے احباب کا لعینیتہ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت تنگلی میں ماکر جہاں سے دھواں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کر کے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا الحمد للہ عجائب مسترآن فتنی نہیں۔

کہا فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقصی عجائبہ۔) جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائب کا کہی ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِجُ الْقُبُلَ فِي الْبَيْتِ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ إِلَيْهِ فِي اللَّيْلِ (تو رات کو روں

۳۵۴/۵

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

لے الجامع لصغیر مع فیض القدر حدیث ۵۷۳

۱۱۳/۲

مطبوعہ امین کمپنی دہلی

۱۱۳/۲

۲۴/۳

۲۴/۳

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ (ت) کے مطالعہ فریقہ سے اس مطلب کی شعا میں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز وجلانہ دن میں داخل فرماتا ہے بنور دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبیہ موجود ہے کہ عروس خاہو رستے نقاب اٹھائی،

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تسبی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل و نهار یعنی رات و دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی یعنی مرادینا ضروری ہے۔ لہذا اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی کی جا لیل و نهار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا کس بھی ممکن ہے، یعنی نهار سے مراد سورج کی شعا میں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہو گا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کا ذب کے وقت ہوتا ہے اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہو گا کہ مغربی افق میں شفق اُھرور ابھرنے کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

دان ایلاج شوقی شمر یقتضی وجودہا، لا انت یعدم احدہما فی عقبہ الآخر، واللیل والنہار بمعنی الملبون متبدا ان لا یجتمعان، فلا بد من التجوز۔ ومن اقرب وجوہ ما ذکرہ البعد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقى انہما علی حقیقتہ و یظہر الایلاج من دون کلفة، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجة۔ و یمکن العکس ایضا، بان یحمل النہار علی الاشعة الشمسیة، واللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارة الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقي واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان اسرید اللیل العرفی فایظہر واكمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربي من الشفقین الاحمر والابيض۔ و ان کان الامام المحرر الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ لا یرضی ان یحصل تلك الاقوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطل الکلام فیہ فی سورة الانعام، تحت قوله عز وجل فانی الاحیاء ولیس الا مرکم ظن، واغتر بقوله العلامة النمر قافی فظن ان

ہذا مذهب منقول ، فتنبیہ لاهل السمة ،
مع انه ليس الا من توسعات الاما في البحث
والكلام ولم يستدل له الا ببحث عقلي ،
لا تامر ولا جلی . ومن البديهي عند كل احد ان
الشفق والنصب احزان ، وما امرها الا واحد .
وقد اخرج ابن تيبه عن العوام بن حوشب
قال ، قلت لمجاهد ، ما الشفق ، قال ، ان
الشفق من الشمس . ذكره في الدر المنثور ،
تحت قوله تعالى فلا اقم بالشفق ، بل في
التفسير الكبير تحت التكرمة ، اتفق العلماء
على انه اسم للاشراق من الشمس في الافق
بعد غروبها . اما دليله العقلي فقد مرده
العبد الضعيف بكلام لطيف ذكرته على هامشه .
والله التوفيق .

”شفق کی ہے ؟“ انہوں نے جواب دیا : شفق سورج سے ہے ۔ یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے مفسر ابن
فلا اقم بالشفق کے تحت مذکور ہے بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق
سورج کے اٹھ کر کھٹے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے ۔ وہی امام رازی کی عقل دلیل ، تو اس کو
عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے و بالشفق التوفیق ۔ (ت)
قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع و الکلم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن
ابن داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد بن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ادلت قبل الليل من ههنا و ادبر النهار من
جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پٹھ دھائے

ہمہما وغربت الشمس فقد افطر الصائم ^۱
اور سورج پورا ڈوب جینے تو روزہ دار کا روزہ پورا
ہو چکا۔ (ت)

فیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود صبح خان الاقبال من ہما والا بار من ہما انما یکون
لہما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی اور صبح سے آتی ہیں اور اُدھر جاتی ہیں۔ ت) قیصر میں ہے،
اذا اقبل اللیل، یعنی ظلمت، وادبر النہار، جب کمرات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن
ایضاً ختم ہو گیا۔
واپس جاسے، یعنی اس کی روشنی۔ ت

عالم باکان و ماسیکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرماتے ہیں ترتیب
سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی، شمس ہے اُس وقت تک اگر اُنکی صاف ادبنا رو بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی
رہتی بلکہ قیل جبال و عالی انصاف شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر صبح قرص چھپنے پر آفتاب کٹھن ابھرتا ہے و کثرت بعد عن
الابصار طول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل مقبوض ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدر سے قدر صبح
بالائے افق مرنے شروع ہوتی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار دنا آتا ہے اس صاف و نفیس و
بہ تکلف معنی پر کھانا تعالیٰ انتظام کلام اُسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جامع الکمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی شان رفیع بلاغت ہے مثلاً رستیاں و کاستیاں تھلائے کہ جس میں ان نفیس معنی کے ایسا تھلائی نہ ہے
امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،

ای وقد یقبل اللیل ولا تھکون غریب حقیقۃ، یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں
ہوا ہوتا، اسی لیے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)
فلا بد من حقیقۃ الغروب۔
حقیقی علی الجامع الصغیر میں ہے،

قوله، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبلہ
عن ذلک، اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبل
الظلمۃ وادبار النہار ولم یوجد غروب الشمس۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور سورج ڈوب جائے
آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا
نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی
ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا،

لہ جامع الترمذی باب ما جاء اذا اقبل اللیل مطبوعہ میں کمپنی دہلی ۸۸/۱
لہ التیسر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت، مکتبہ مام شافعی ریاض معودہ۔ ۷۶/۱
لہ مرقات المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم غسل اول۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۷۵۲/۴
لہ لکھنؤ علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعة الاندلسیہ مصر ۹۷/۱

اور اگر حدیث میں لیل و سہار معنی حقیقی پر رکھتے تو اگرچہ آیت فرد ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہو گا۔

لما علمت ان اساء الاقبال والاوباس من ههنا
و ههنا ليس اليها على الحقيقة۔
یونکہ تم جہاں پہنچے ہو کہ ادھر سے اُدھر گزرنے والے کی نسبت
لیل و سہار کی طرف حقیقتہً نہیں ہے۔ (د ت)

مگر اب تین الفاظ ذکر کر کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہو گا شک نہیں کہ اس معنی پر امور مشابہہ متنازعہ ہیں اور ایک
کا ذکر باقی سے معنی،

وهذا قاله الامام السويدي المصباح، قال
العبء، كل واحد من هذه الثلاثة يتفحص
الاخرين ويلان من ههنا۔
یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے شہاد میں کہی ہے۔
علاء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو
کو یا تو متفحص ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔
اس کی اہلیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ

انما قال وغربت الشمس، مع الاستعداد عنه
لبیان كمثل العرب، كيلا يظن انه اذا غربت
بعض الشمس جاز الاقطار۔
آپ نے فرمایا اور سورج ڈوب جائے حالانکہ بظاہر
اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان
ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ

غروب نہ ہونے سے اس کا جواز ہو جاتا ہے۔ (د ت)

ملاحظہ فرمادیں وغیرہ بھی اُن کی تبعیت کی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے،

وسواء (وغربت الشمس) مع ان حاقبله كافت
اشارة الى اشتراط تحقق كمال الغروب۔
آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے
ان کا کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کمال غروب کا

پایا جانا شرط ہے۔ (د ت)

اقول یہ توجیہ وجہ صراحتہً ہمارے مدعا سے مذکور کی طرف ناظر ہے نظریات میں بروجہ علی اور قلت تدبر
میں میں طرف تھی یعنی اگرچہ لیل و سہار حقیقی مراد ہوئے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ راستہ بھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر
سواء و دنیا پر اُن کا تعلق عید نہیں خصوصاً یکذا قبالی میں ہوتا و ادبار من ہوتا اُس پر قرینہ ظاہر ہیں تو اگر اس قدر
پر قناعت فرمائی جاتی احتیال تھا کہ بجز اقبالی سواء و ادبار صیغہ پر وقت احوال سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبالی لیل در کنار ہونے پر

۱۔ شرح مسلم سنووی صحیح مسلم زیر حدیث اذا قبل اللیل الا
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۱/۱

۲۔ شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقة الفصل اول
ادارۃ القرآن کراچی ۱۵۱/۲

۳۔ التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت
مکتبہ امام شافعی ریاض سعویہ ۷۶/۱

اللہ تعالیٰ علیہما وعلى سائر العلماء الکرام۔ چیز (یعنی غروب) کو اٹھانے کی کیا ضرورت تھی، پھر علی قاری نے کہا ہے کہ اگر کاربات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق قطبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ترجمان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمسائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کر دیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً خلیستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفتی نظروں سے دور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی غرب جہند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جلد اس سے بھی پہلے غروب ہو چکا ہے کلات علماء مثل قول امام ابو زکریا،

قال بعد ما نقف سابقا، وانما جميع بينهما
لانه قد يكون في واد ونحوه بحيث لا يشهد
غروب الشمس فيعتد اقبال الظلام وادها
الصباح۔
ابو زکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں،
کہا ہے کہ اقبال بل اور غروب کی جمع اس لیے کی گئی ہے
کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں
غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے و
مٹنے کے جانے پر اعتقاد کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضي عياض في شرح صحيح مسلم،
قد لا يتحقق مشاهدة عين الغروب وليتأكد
هجوم الظلمة حتى يتيقن الغروب بذلك،
فيحصل الاقبال لليلة۔

وقول امام عيني في عمدة،
ثم بين ما يعتد به من عدم تمكن من رؤية
جهر الشمس، وهو اقبال الظلمة
من المشرق، فامها لا تقبل منه

۱۔ شرح مسلم نامہ نوی مع صحیح مسلم حدیث اقبال اللیل
۲۔ شرح صحیح مسلم امام قاضی عیاض
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۳۵۱/۱

الاقسط القرص۔

جب سورج کی نگہ غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الزمر :

ای وقت غیبۃ جرم الشمس کلہ اذا اظهر الغروب
والاقالی وقت اقبال الظلۃ من المشرق، کما فی
التحفة۔

یعنی اظہار اس وقت کہ جب سورج کی پوری نگہ غائب
ہو جائے، اگر غروب اس کے لیے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق
کی جانب تیار کی آجائے (تو غطار کو لے) جیسا کہ تحفہ
میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلک کہ صراط انھیں بر، ضعیف سے متعلق ہیں جہاں اقی ظاہر اور رؤیت مقدمہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمول ورنہ
جب باجماع امت اور خود انھیں علماء اور ائیں کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب تبیین جرم شمس ہے اور
اصل اقی سے ارتفاع سواد بشادت مشابہہ قبل غروب ماحصل تو محمداً اقبال پر ادارت حکم کی نگر معقول اور حدیث کو ظاہر،
ما یلک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمن
انہ صرح بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ
تبارک عنہما کانا یصلیان المغرب حین ینظر
الی النیل الاسود قبل ان یفطر ثم یعصر
بعد الصلوة وذلک فی رمضان۔
تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی خلیستان اور ملک کو ہستانی، پھر امامین جلیلین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شہن اشہن احتیاط خود بہدیت حدیث متذکرہ کہ حین ینظر ان الی النیل الاسود مجدد ذکر میں
یعنی سوا پر قناعت نہ کی بلکہ تاکید صفت اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اس وقت
نماز پڑھتے، حدیث صحیحین اذا راۃ النیل قد اقبل من ہہنا فقد اظہر الصباح (جب تم رات کو
دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کرے۔ ت) میں اقبال میل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتضا ہے کہ کثرت
محمود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ہہنا فقد اظہر الصباح

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والافطار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۱/۲۳
۲۔ جامع الرموز للفتاویٰ کتاب الصلوة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳
۳۔ مؤلف الامام مالک ما جاز فی تعجیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸
۴۔ الصحیح لمسلم باب بیان وقت انتصار الصوم مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۱

(جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ههنا و جاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے کتاہب فی صحیحہ و مسلمہ وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد از وہ بطل حقیقی اصلہ مفید تو ہم نہ رہتی اور علی التشریل یہ بھی نہ سہی تو انھیں مواضع سے متعلق بھی جاتی بالجملہ خلاف پر اصلہ کوئی نفع دیا بھی نہیں جسے ہر یک مفسر کہتے ذکر ایسا جس کے سبب مشاہدات و حیات کو باطل کر دیکھ کر ان کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع سے تعلق کتاب و روایت معجزات آخر ہدیرہ عاصہ سمعہ و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ اس مطلب پر برہان بند ہی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادہ تائید و تشہید کے علاوہ یہ مقدمہ معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اس سے مقدمہ بندی سیاسی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُنس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب نیز کیلادقات معلوم و اصطلاحات کی طرف رجوع کر سہ و باللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۸ شہر کُندہ مسئولہ خیلا دہائی ۲۹ دین الافر شریف

شنگ وقت نماز ادا کر لے والے کو اللہ تعالیٰ وکیل فرماتا ہے اور آپ خود شنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب

شنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں وہیں کہیں نہ فرمایا ساہون کے لیے ویل آیا ہے جو وقت کھڑک نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابوالعلی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن عاتق اور ابویطرائی اور ابی مردویہ تفسیر ابویطرائی سنن و علی السنہ بغوی معانم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ۱

قال سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
عن قول الله تعالى الذين هم عن صلاتهم
ساهون قال هم الذين يؤخرون الصلاة
عن وقتها
میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ
کوئی لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے
”خرا بی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر
ہیں“ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بخاری کی روایت یوں ہے :

عن مصعب بن سعد عن أبيه عن رضي الله تعالى عنه قال سئل من سئل من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الحديث هم في صلواتهم ما هوون ، قال : اضعاء الوقت .

مصعب بن سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 مڑی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو
 فرمایا : اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔

(ت)

کھونا ہے ۔ بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابی ندر سے
 بطریق ملک بن دینار امام حسن نصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے روایت اخیر یوں ہے کہ ابو نعیم نے کہا
 ما هوون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دوڑھیں یا تہیں ۔ اس پر امام حسن نے فرمایا : هو الذي يسهر عن
 حيقاته حتى تفوت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے ۔ م) فقیر کے
 یہاں بکہ اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے ، غوام بچار سے اپنی ناواقفیت سے غلط سمجھتے
 ہیں ، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاثول کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقت کراہت
 نہ آنے پہلے اور بعد عصر ہی اُس وقت آتا ہے جب آفتاب پرستہ نصف سہاؤ چھٹنے لگے اور شجرے سے شابت کہ
 یہ ہیں منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گر کر نصف آخر میں ہو
 وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت
 مستحب یہ ہے کہ پانچ ٹکا کر پچاس منٹ سے چھ ٹکا کر پچاس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدمی
 رات کے بعد ہے یہ حالتیں بکہ اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے یا بندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام
 کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی رار قطنی سنسنی اور حاکم مسیح مستدرک میں بطریق عباس بن خریج ، زیاد
 بن عبد اللہ غفنی سے راوی ۔

قال كان جلوسا مع علي رضي الله تعالى عنه
 في المسجد الا عظم فجاء المؤمن فقال :
 يا امير المؤمنين ا فقال : اجلس ، فجلس
 ثم عاد فقال له فانت ، فقال رضي الله تعالى عنه

ہم گود کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
 کے پاس بیٹھے تھے ، مؤذن آیا اور عرض کیا ، امیر المؤمنین
 (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلیے) میرے مومنین نے
 فرمایا ، بیٹھ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور

عنه ، هـد الکلب یعلنا السنة ، فقام علی
فصلی بنا العصر ، ثم اقصونا ، فرجعنا الی
المکان الی کنایه جلوسا ، فحشونا للکلب
لنزل الشمس للغروب فقرأها۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان شریاد العیرو دعتہ غیر العباسیہ ،
قالہ الدارقطنی ، فاقول : عباس ثقتہ ، و
غایتہ جہالۃ عین ، فلا تمہندا ، لا سیما
فی اکابر تابعین ۔ قال فی المسلم ، لا جرح
بان لہ راوی صدق و هو مجهول العین باصطلاح۔
قال فی الفوتح ، وقیل لا یتقرب عند السحدیث ،
وہو محکم۔

وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا۔
یہ گناہیں سنت سکھاتا ہے۔ بعد نماز علی کھڑے ہوتے
اور یہیں عصر پڑھاتی پھر حج نماز کا سہم پھر کر مسجد میں
جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھنٹوں کے بل کھڑے
ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لیے کہ وہ ڈوبنے کو آگیا تھا۔

وہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباسی کے کسی نے
روایت نہیں کی ، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے تو میں کہتا
ہوں ، جیسا کہ ثقت ہے ، زیادہ سے زیادہ اس میں
”جہالت عین“ پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر
نہیں ہے ، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلم میں ہے کہ یہ
کوئی جرح نہیں ہے کہ غلو سے ایک ہی راوی ہے
اور وہ ، اصطلاحی طور پر ”مجهول العین“ ہے ، فواجح میں
ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے ، لیکن
یہ بہ دلیل بات ہے ۔ (ت)

اگر یہ مولیٰ علی کا موقف اپنا فعل ہو تا جب بھی حجت شرعی تھا کہ وہ اسے ہر شے سفت بتا رہے اور نوذہر
جو جلدی کا تھا خاکر تا تھا ایسا محمد یہ غضب فرما رہے ہیں اسی کی مثل امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نماز صبح
میں مردی امام علی وی بطریق داود بن یزید لادوی عن ایہ روایت فرماتے ہیں۔

قال کان علی ابنت ابی طالب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بیا العجرون ونحن

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں نماز صبح پڑھا کرتے
اور ہم سورج کی طرف منہ دیکھا کرتے تھے اس

سنة سنن الدارقطنی باب ذکر بیان الراایت ۱/ مطبوعہ نشر السنة طان ۲۵۱/۱

سنة مسلم الثبوت مع شرح فواجح از موت مسئلہ مجهول الحال ۲/ مطبوعہ منشورات الرضی قم ، ایران ۱۴۹/۲
سنة فواجح از موت مع شرح مسلم الثبوت مسئلہ مجهول الحال ۲/ مطبوعہ منشورات الرضی قم ، ایران ۱۴۹/۲

نترای الشمس مخافة ان تکون قد طلعت۔ خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر گیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ الامام حافظ الدین انکروی میں ہے،
 ذکر الامام الدیلمی عن زہد بن کسب کہ
 قال صلیت مع الربیع فی العصر ثلث
 اطلعت مسجد الامام ما خیر العصر حتی جفت
 فوات الوقت ثم اطلعت الی مسجد سعید
 فادھر لیس العصر فقلت ما خیر وقت
 اب حقیقۃ ما خیر ما مثل اخر سعید
 یعنی امام دیلمی نے زہد بن کسب سے روایت کی کہ میں
 وصاتی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ
 مجھے خوف ہوا کہ وقت جا تا رہے گا پھر میں مسجد
 امام سعید ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا
 دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں ملنے

کہا اللہ ابرہہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سعید نے۔
 فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذ ابھی عصر جوتی ہے اور گھنٹا عرصہ دن رہے نماز جوتی ہے اور پون گھنٹا
 دن رہے سے پہلے جوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ از ریاست رام پور متصل تائب کنڈہ اعمال میں گجانات مکان بناب سید غلام حسی صاحب
 مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد نجفی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق شرع و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد
 غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشا کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بینا تو تقرر دے۔

الجواب

عشاء متفق علیہا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جہلاً
 لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و نادان قضاة نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور،
 شہر آجھان پور، مراد آباد، بکھتور، بلند شہر، پٹی جھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہ
 بلاد شمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و آودھ و پنجاب و کشمیر و وسط ہند و راجستھان و غرض
 معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور علیہ صدق و صواب سے عاری و غافل ہے ہمارے بلاد اور
 ان کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹہ انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

سہ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصل فیہ الفجر ای وقت جو مطبوعہ راجہ یحییٰ سید محمدی کراچی ۱۳۳/۱

۱۵۲/۱ مناقب امام اعظم ابرہہ لکھنؤ دی الفصل الثانی فی اصول بنی عیسیٰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی

پنستیس منٹ بعد تک ہوتا ہے پھر جس قدر شمال کو جلیے وقت بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں
تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹا اڑتالیس منٹ تک پہنچتا ہے ،
وومنٹ کم آگے گھٹنے کی خطی ہے کہ شمس انفرادی میں اختلاف ، بھی اُس کی جوتک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے
بلاد میں سب سے جلد آنے والی عشا کو عالی اعدہ الین یعنی ۲۱ مارچ و ۲ ستمبر کے ارد گرد جوتی ہے اور سب سے دیر میں یونانی
عشا کہ تحویل سرطان ۲۲ جون پر جوتی ہے حساب ہند کی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اُن بے علم مقبول نے
شرعاً انہی پر جابلہ حکم لگا دینے میں کس قدر جرات کی تحویل حمل غروب بخومی و شمس انکسار الفی تقریباً قدر تبدیل الایام زائد
۲۲ فرق طول شرقی مدار سس ۲۲ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے العشاء (جیب
غایۃ الخفاص ح ل مثل تمام العرض عدم المیل = منٹ مریخ) = (جیب الخفاص الوقت سج = سج لب الہرم) =
لہ = مریخ = (جیب اوسط = جیب تمام العرض عدم المیل = منٹ مریخ منوط) = سج نہ لب سم قوسہ وسط الہرم
فضل الدار = منٹ لہ تمام الی سب = الہ نہ = (تبدیل الایام و فرق طول زائین = ق) = تسلیم = یعنی
اُس تاریخ سات کا کوسو پنستیس منٹ پر وقت عشا آیا اُس میں سے سوا چھ گھنٹے تعریق کیے تو ایک گھنٹا سوا چار منٹ
رہے تحویل سرطان غروب بخومی و شمس انکسار قدر تبدیل الایام و فرق طول زائین ق جمع شدہ یعنی ۲۲ جون
کہ یہاں غروب شمس سات بج کر تین = سب سے دیر و جہ اذق تمام عدم = میں باطل الہرم = سج غایۃ
الانکھا و جید گزرا لہ نصف قطر قمر = انکسار معدل لہ = قمر لہ انکھا و اذق وقت جید قمر لہ تفاضل الیسن
لہ سم = جیب تمام المیل سولہ = مہ سم = جیب تمام العرض منٹ مریخ منوط = سج لہ لہ جیب اوسط
پس تفاضل جیبیں = جیب اوسط منوط = قمر لہ سم قوسہ عدم الہ لہ فضل الدار = قمر = قمر الی تمام وقت
سج الہ = تبدیل الایام = لب = فضل شرق قمر = ترجمہ کریں بھی وہی سات پڑیں منٹ آئے۔
العشاء گزرا لہ = سج لب الہرم = سج لب طمر = سج الہ لہ = الہ زمرہ سم قوسہ سج و فضل الدار =
قمر = سج الہ تمام سج لب الہ = الہ = قمر = ترجمہ کریں بھی وہی سات پڑیں منٹ پر وقت عشا ہوئی
تفریق وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے پنستیس منٹ سے قدر سے زائد وقت بڑا لینہ یہی مقدریں وقت میں کی ہیں
ہاں ہمارے بلاد میں صرف بعد زلزلت سال بھر یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبل سے نصف
محرب تک یہ اوقات ایک گھنٹا میں منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی
و آمپور ، میرٹھ ، مظفر نگر ، دیوبند ، گنگوہ ، سہارن پور میں کہ سب پر دلی سے شمالی کو میں اود باجم ہر گھنٹا پہلے سے زیادہ
شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹا میں منٹ کی زکمر معقول ہے اگرچہ مضائقہ جابلہ و مغلطیان غافل اپنی بخودی سے تصدیق
کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصریہ خبر غمانہ کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت جمع میں بھی جبر کا

ماہی یک سال کے دو تہائی تھے اس لیے کبرا و اذباب سب کے روزے تدریجاً پہ حساب اور ان کی سوری کے ختم تک
 کبھی شروع سے بھی پہلے جلہ صبح صادق ہے چاہے نسأل اللہ العفو والعافیة ولا حول ولا قوة الا باللہ
 العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتموا حکم

مسئلہ (۲۸۰) از اردو لیضیع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبد الکریم صاحب مدرسہ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے
 خصوصاً مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے ؟

الجواب

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سراسایہ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دوش ہو جائے
 بعد عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب
 تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ لگے جب بغیر کسی عارضہ بخار یا بخار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر
 پہنچنے لگی وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے
 ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبتے تک ہے یعنی چارویں سپیدی کے بعد مثلاً پچیس منٹ سوئی اور بعد سرخی غائب ہونے
 کے تاویر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا کی حد از سپیدی کے صبح کا ذب کی طرح شرقاً غرباً
 ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت اسی شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر
 مارچ و آخر ستمبر میں اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ
 ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں
 آسمان دیر کرتی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکر وہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور
 وقت مستحب آدمی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلد کے اختلاف سے
 مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے ایک وقت معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا کہ
 اُس کے لیے وہ قریب تخمینہ کراں شہروں میں ہے گراشس ہو ایسی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے بجائے شروع ہوتا ہے اور کے بجائے تک رہتا ہے ؟

الجواب

بحکم حدیث وقفہ ایام گرام میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

کیے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں گے افاذہ فی البحر الزاویٰ عن الکلاسہ وغیرہ (جیسا کہ
محررات میں امر لکھ دیا ہے) اور صیغہ یعنی ایام گرام سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ
بحر وغیرہ میں ہے،

الاشتداد ما اشتد فیہ البعد علی الدوام ، شتار اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل درشتی درازی
و الصیف ما اشتد فیہ الحر علی الدوام رہے اور صیغہ اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت
گنت گرمی رہے (ت)

اور یہ باخلاف بلاد مختلف ہوتا ہے ظہری کی تقسیم کے تحویل محل سے آخر جوزائیک ربیع، آخر سنبلہ تک
صیغہ، آخر قوس تک خریف، آخر حوت تک شتا ہے ان کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک
بُرج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل بدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر
نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے، آنحضرت و رختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے
ہمارا شروع ہو جاتی ہے اور چیک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرمی کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم
فصول یوں ہے حوت قبل ثور بہار، جزا سلطان اسد گرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس بدی
دو جاڑا، قوس استہاب، یزیر ۲۲ مئی سے ۲۲ گشت تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز
بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات گرد تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ
اس سے ایام ہاجن کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت اخادات کے لیے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ
اگرچہ مئی جون گزرتے بولائی انگشت باقی ہیں صبح گھڑی سے متبادل کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت
اس میں کیل کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیسی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خازن شروع وقت عصر میں ہم نے
لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی و جہر پر صبح ہوگی و درند شام کے چار بجے جو حد اس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سورہ
کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں و درند ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں
عمیارہ منٹہ تک کی غلط مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صد بار پاتی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت
دیں گے اور انرا انجا کہ یہ تقریب سا لہا سال تک کام دے سکندوں کی تہ قی نہ کریں گے رانی کھیت کے لیے جس کا
عرض شمالی ۲۹ درجے ۲۷ دقیقہ اور طول شرقی ۹۹ درجے ۲۸ دقیقہ ہے۔

مسئلہ از شہر سنہری مسجد مسئلہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و
جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲۰ پر باجماعت
ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۲۴ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرہانہ میں تنگ کچے جائیں گے یا کچھ کی بیشی
ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہوئی چاہئے ان دو وقتوں میں اول
کی پابندی کی جائے یا ثانی کی بدوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کسی جماعت
کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور
اذان ہوئی چاہئے یا نہیں اور بازار کی مسجد میں ہر جماعت اولی کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لیے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب کو مبرا کے
آخر اور صبح کے ابتدائی تیرہوں میں ہوتا ہے جب یہ طوسے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت
کا وقت غروب سے صرف میں منٹ پہلے ہے تو چار بجے کر پچیس منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر تنگ
سارے چار بجے شروع ہوئی تو ماییت دیر دس منٹ یا دو منٹ یا تین منٹ ہو جائے گی جب بھی وقت کراہت سے
تقریباً پانچ منٹ پہلے ہو چکے گے، ان اذانوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں غلط ہے کہ اگر جماعت منٹ
میں اذان اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین منٹ بھی دیر ہوگی تو سلام سے پہلے وقت کراہت
آجائے گا اتنی تاخیر نہ کرے جسے وقت صبح معلوم ہوں اور کھینچ سماعت جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے
جبکہ وقت کراہت سے پہلے ختم ہو جائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی
ہو جاتی ہے اور گھڑی بھی چند منٹ شمس ہو جاتی ہے ومن مارتع حول الحمی اوشک ان یقعہ
جیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہو سکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہذا ان ایام میں حمام
کو عصر سوپا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صبح ہو تو ایام سرہانہ میں سارے چار بجے شروع نماز میں
اصطلاح نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہل بازار کے لیے نبی اسی طرح نماز اور اسٹیشن کی
مسجد اور مسجد جامع کی سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب
جماعت اولی ہوں گے اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں ۱۰۰۰
تعلانی اعلم۔

مسئلہ از موضع سرزبان طبع بریلی مستولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعظمیت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھوکھڑے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں، مسئلہ نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ اور نماز بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دور دور تک سیر کئے ہیں جتنی تکریر شریفہ، تکریر شریفہ اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں و تکریر بیات میں مولوی جمعہ کی نماز جب نہ کرتے ہیں اور اعظمیت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں غیر ان کا کھنا مناسب نہ ہو حضور کو کچھ تحریر فرمادیں جواب دیا جائے گا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلَ لِكُلِّ فِتْنَةٍ مُّجِبًّا وَالشَّيْطَانُ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ يُوحِي لِعِبَادِهِمُ الْبَعْضَ مِنْ حُرُوفِ الْقَوْلِ
یونہی بہ نے برنجی کے دشمن کو دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جوئی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ اور قرآن کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے بقایا کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جاسے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے مالا نقول کو ان کریوں کے ترکہ سے محروم ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے : وَاَعْرَضَ عَنْ الْخَاطِلِينَ (جاہلوں سے منہ پھیر لو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو : وَنَبْتَغِي الْخَاطِلِينَ (جاہلوں کے منہ گناہ نہیں چاہتے) ترکہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مضرتی بے حجاب بھی اور معاند قصب مآب بھی، ایسوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ نڈھم فی طیفانہم

سہ القرآن سورہ الانعام ۶ آیت ۱۱۳

سہ القرآن سورہ الاعراف، آیت ۱۹۹

سہ القرآن سورہ القصص ۲۸ آیت ۵۵

یہ سہولتِ علم نہیں چھوڑیں کہ اپنی سرکشی میں جھٹکتے رہیں۔ ان تمام مسائل کے روشنی بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاذِ علم دینا ہے سود اور کذب و افترا کا علاج مفتوحہ، مسائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں ان کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ مسائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

۱۳ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین
دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ از بریل ملاقا دکن یکم دجیب ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیترا تو جزدوا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الصلاة على المؤمنين كفا موقوتا، وأمرهم أن يحافظوا عليها
في حفظها أسلانا وشروطا موقوتا، مخرج البحرین يلتقيان، بينهما برزخ لا يبحين، وأفضل
الصوت، وأكمل التحيت على من عين الأوقات وبين الصلوات، وحرم على امتها الصلوة
الصوت، وعلى أله الكرام، ومحبيه العظام، ومحتدي شرعه الغر النخام، لا سيما

الاعمام الاقدم، والاعمام لا اعظم، امام الانمة، مالك الانمة، كاشف العمة، سراج الامة،
نازل عدم الشدة الحصى من وج الثريا، ما شرع له الدين الحنيفي فتراجيب، نصر الله اتباعه
وروى اتباعه متبوعا تابعي، وعليه منهم، يا اسرحم الراحمين، الى يوم الدين.

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت
بدا کا نہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت۔ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، تھمیں عرفہ و عشا میں عز و قدر کے
سوا دونوں کا قصد ایک وقت میں ہی کرنا سفر، حضر، سرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحیحہ
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حافضت پر شاہد عدلی ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصلوة
موافی ارستہ بالوحی و کتاب امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرة المبشرة
و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابة البررة و حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق
و حضرت سیدنا ائمہ المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق اعظم صحابہ کرام و خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز و
امام سالم بن عبد اللہ بن عمرو امام علقم بن قیس و امام اسود بن یزید غمی و امام حسن بصری و امام ابن کثیر و امام براہیم غمی
و امام مکی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اہل ابوصفہ اجلہ ائمہ
تابعین و امام صفین ثوری و ائمہ بیت کساء امام حاکمی اللہ و لہ۔ ابوسعف و امام ابو عبد اللہ محمد
اشعسانی و امام زکریا البذل و امام حسن بن زیاد و امام دار الحجة عالم المدینہ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم
اکابر تبع تابعین و امام جہ الرکن بن قاسم عقیقی قلیہ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابو جعفر احمد بن سہلم
مصری و غیرم ائمہ و کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ عقیقہ بین الصلوات یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے۔

جمع فعلی جسے جمع ضروری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع نگرا دیں بل جائیں جیسے
ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت صحر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئی تو دونوں
اپنے اپنے وقت اور فعلاً صورتہ مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اس وقت
پڑھی اور صحر غروب ہوئے کہ شفق ڈوب گئی و شاد کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی ایسا طاعتاً بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ
جائز ہے۔ ہمارے علماء نے کراہی دینی اللہ تعالیٰ عنہم ہی اس کی رحمت دیتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے،

لمسافر والمریض تأخیر المضرب للجمع
بیسوا و بین انعت، فعلاً، كما فی الحلیۃ
و غیرہ، ای ان تصلی فی آخر وقتہ
مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کر سکتے ہیں تاکہ اس کے
اور عشاء کو فعلی اکٹھا کر لیں، جیسا کہ علیہ وغیرہ میں
ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

و لعشاء فی اول وقتہا ۔

اور عشاء اول وقت میں ۔ (ت)

11

اقول تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں ہے خصوصاً سورہ فی البحر الرائق و حقیقناہ فیہا علقتاہ علی مٹا المختار (جیسا کہ بحر الرائق میں تصریح ہے اور رد المحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے ۔ ت) بخلاف مغرب کہ اس کی اتنی تاخیر بے عذر و معذرتہ شدید ہے کما فی البحر والدری وغیرہما ، و نطقنا بکراہۃ ذلک احادیث (جیسا کہ بحر اودر وغیرہ میں ہے) اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناظر ہیں ۔ ت) پھر جزئیہ ظہر میں بھی کتاب الحج میں نعر فقیر سے گزر اس کتاب جلی المصنوع علی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام حاکم حرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن طینہ سید الانام اعظم ابو حنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عینی بن ابان طینہ امام محمد ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں ،

امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا ، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں ، یکساں ہے ۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کر کے پڑھے اور عصر یا عشاء کو اہل وقت میں پڑھے ۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں ، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کر کے اس کو اول میں پڑھے ۔ یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی ، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا ۔ (ت)

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، الجمع بین الصلواتین فی السفر فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء سواء ، یؤخر الظہر الی آخر وقتہا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتہا فیصلی فی اول وقتہا ، وكذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی آخر وقتہا فیصلی قبل ان یتغیب الشفق وذلك آخر وقتہا ، ویصلی العشاء فی اول وقتہا حین یتغیب الشفق ، فهذا الجمع بینہما ۔ اُسی میں ہے ،

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش ،

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ، من اراد

۲۴۱/۱ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر

۲۴۲/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۶۱/۱ مجتبیٰ دہلی

۱۴۲/۱ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

سلف رد المحتار کتاب الصلوۃ

سلف البحر الرائق کتاب الصلوۃ

سلف الدر المختار

سلف کتاب الحجۃ باب جمیع الصلوات فی السفر

طہر

- ۱۱ ب. یجمع بین الصلواتین بمطرد مسرور
 ۱۱ او عیدہ ، فلیؤخر الادائی صلیھا حتی تسکون
 فی آخر وقتھا ، ویعصر الثانیۃ حتی یصلیہا
 فی اول وقتہ فیجمع بینہما ، فتکون حکم
 واحدۃ منہما فی وقتہ ۱۲
- ۱۱ سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہیے
 ۱۱ تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کر دے
 اور دوسری میں جلدی کر کے اول وقت میں ادا کرے
 اس طرح دونوں کو جمع کر لے ، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے
 وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نفی مام کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ظاہر ہوا کہ جو جمع صوری صرف مرض و سفر پر مقصور نہیں بضرورت شدت یا ریش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت میں نہ برستا ہو تو انتظار کر کے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت گزارا کریں اور وقت عصر پریقین ہوتے ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید شدت مطربڑ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے ، مگر شدید میں تنہا گھر چڑھنے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لیے جماعت و مسجد کی کما فلت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اقوال یعنی بعض مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقتہً اسی صورت میں سے حد جمع اتے اصل معنی یہ دونوں ملکہ حقیقی ہے کما یکنی ، اور اسی عدا سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں وہ حقیقتہً فرضی یا ظاہری ہے نہ بل محال تو جب طیس کے صورت طیس گئے اور معنی جدا فہم فامہ نفیس جدا (اس کو گہر کر کے یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں :

جمع لغتیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً جو فصل پہلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیش کی پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت عمل جائے گا پہلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منقطعاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے ، یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عا ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص سسکان نہ ہو منی و غیر ہما موضع قریب کہ وہ دیہ نسک ہے نہ ہو سفر اور بحالت اضطرار و عدم قدرت سفر حضریا ظہر عصر وغیرہ کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جماد یا شدت مرض یا غشی وغیرہ کے سبب قدرت نہ ملے تاچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صلیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوہ خندق میں عصر و عصر و عشاء کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت میں جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا تاخیر

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گی دسے پر ہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گزرا ہوگا بعد نماز تھا کر بیٹے والا ٹھہرے گا لکچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مذہب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطقہ جگہ توقیت صلوٰۃ کا مستند متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانتہ قضاء کر دینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صحیح یا عشا قصد آن پڑھنی کر ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قضی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمدہ نہ پڑھنی کر عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرم ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرم و رکنا نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدمی رات سے صبح کی نماز یا پھر دن چڑھنے سے ظہر پڑھ رکے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا نہ پڑھے اس کا بھی نہ ہوتا واجب، احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلمہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحت وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وار د نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس سے پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند تحقیق جب احادیث خزوہ کو جمع کے نظر انصاف کی جگہ فوراً حق ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی وجوہاً یا مکاناً اُسی جمع صوری کی ضرورت ہے جس میں فرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن مجید کی تہذیب اور سبب شریعت، حدیثیں اُس کے نفع پر حجت ہیں، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہذا یہ مختصر کلمہ پار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات محمل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال محمل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف و اوضح البينات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات،

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام و مذہبان جتہ نامقلدان مختار طرز نوی جتہ از ادروی یہاں مذہبی صاحب دہلوی ہوا اللہ الی الصراط السوی نے کتاب حجب العباب میں الحق کے آخر میں اپنی چلتی حدیث کا کلام مشیع کیا بہت مستند میں اچھے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا ان پانی الجہا سنبلی جیسا کلام خفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سبب جمع کر لیا اور کچھ غراٹے احادیث صحاح کو رد فرمائے رواہ صحیحین کو مردود بنانے بخاری و مسلم کی صد حدیثوں کو دہشتا بنانے محدثی کا بھرم نقل یا حدیث کا دھرم دن دیاڑے دھڑکی دھڑکی کر کے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی بکار افکار کو جلوہ دیا تو یہی قدیر اُس تحریر عظیم التوریر عاتز ہر غٹ و یا بس و نفیر و قطیر کے رو میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور طالبی کے ادعا سے باطل عمل یا حدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے رو سے نہانی سے کشف حجاب

الفقہاء المتعاضدین عامی السنن المستیدما فی الفتن الذیہ بقیہ السلف المصلحین حجۃ الخلف المقلین آیۃ من آیات
رب العالمین متجربۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھمین ذوی التصنیفات الرائقہ
والتحقیقات النافذۃ والذیہ قیامت الشافعیۃ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا
الامام عبد اللہ الامام المہدی الاوی تب مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب تحریر سنی حسنی قادری برکاتی بریلوی
قدس اللہ سو و عظم برہ و عظم نورہ و اعظم احوہ و اکرم نزلہ و انعم منزلہ و لاحر مناسعہ و لم یفتنا بعدہ سے واللہ مددہ و ہر الدامین
یا رب العالمین یا ربی غفر لی عن ذنوبی و غفر لی عن ذنوبی و غفر لی عن ذنوبی و غفر لی عن ذنوبی و غفر لی عن ذنوبی و غفر لی عن ذنوبی
اعرف العرفاء اکرام مرئج الادبیاء العظیم السحاب الھام فیضی القادر والباب الزاخر بالفصل الہام
ذو القرب الزاہر والعلو الظاہر والفسب الھام علی الاصحح بالجلۃ الکاہرۃ من البرکات مخزن السنات
من آل محمد سید الکائنات علیہم افضل الصلوات و آثر النجات من حمزۃ الخمرات القمر المستبین
باتور المبین من شمس الدین ابی الفضل العظیم و اشرف الکریم سیدنا و مریدنا و ملجائنا و ماوانا شفیق و مرشدی
کرمی و ذخری یومی و غدی اعظم حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاضل حسینی قادری برکاتی
و اسلی مجرانی مارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابرل و اعظم قرینہ و اشرف علینا من نورہ التام و افاض علینا من بحرہ العلم
و جعلنا من خدمہ فی دار السوء بفضل رحمۃ علیہ علی آمانہ و اکرمہ و الحمد للہ لا یدین سہ

حمد باسب تیری دستان بست جدا سے

ما ہم بندہ و این قوم حسند اوندانند

رخا خے شیریں و بنوں کے لبوں سے ہمارا حمد بانہ دیا ہے ، ہم سب بندے

ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ (ت)

نیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت پاسے گا ورنہ ایک آہو بحث کہ بحث رکافی
طے کر دی گئی اس سے تعرض اطباب سمجھا جائے گا کہ مقصود انکار احتیاق ہے نہ انکار اوراق۔ ان چار فصل ہیں
تلاوی کے ادعائی بول یکسر عکس میں نہایت بحث سے سب قائل یکس میں جا بجا ثابت کو ثابت ثابت کو ثابت
ساکت کو مطلق ناقل کو ساکت خفیف کو صیح صحیح کو ضعیف تحریف کو ترجمہ ترجمہ کو تحریف مودل کو مفسر مفسر کو
مودل محفل کو صریح صریح کو محفل کما اولی تا آخر کوئی دقیقہ حکم و مکابرہ و تعصب مذہب کا نامری نہ رہا بیان بعونہ تعالیٰ
عز و جود ہر فصل میں قول فصل و حق اصل بل لائل قاسم و بیانات بارہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم و صاف

عہ لایبہ دکان فنی لا تو قصیہ لودھن و صفت تعلیم (۴) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعظمت کی اپنی عبارت

گزشتہ صفحہ ۱۶ کی طرف اشارہ ہے، فقیر فقیر نفلہ المولی القدر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثران کے ماورائیں بھی

حتی الوسع پہنچے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے، المختص (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مخالفت منکر مدعی ٹھہر کر بھی معترف و مقرر ٹھہرے

وما ذلک علی اللہ بعزیز ، ان ذلک علی اللہ اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ، یہ اللہ پر آسان
یسیر ، ان اللہ علی کل شیء قدير۔ ہے ، اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معمار کجیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے وادانصاف دیجئے

فی طلعة الشمس ما یغنیك عن خبر

رسوخ طلوع بر عینہ تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں طاجی نے اپنے موافق کہیں چڑھ کر کہیں پندرہ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا
اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کی طرف پٹے اور چار سے زیادہ بیحد ہر نہ کر سکے ان میں بھی عند انصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے
تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات مسلسل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا۔ طاجی صرف
چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھائے جن میں حقیقت کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو ان کی طرف نام بھی
نہیں ، میں بکول اللہ تعالیٰ ان سے دوئی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا ، میں یہ بھی روشنی کر دوں گا
کہ تنفیذ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پورچ و لچر بے بنیاد ہوتی ہے ، میں یہ بھی بتاؤں گا کہ ان صاحبوں کے
عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے میں یہ بھی دکھاؤں گا کہ تہذیب و آداب کے تحت ہر عصر اور تمام طائفہ کے
استاد مانے گئے ہیں ان کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گوسے درجہ کی ہے کل ذلک بعون المذلک
العزیز القریب المحیب وما توفیق الا باللہ علیہ توکل والیہ انیب و هذا وان الشروع
فی المقصود متوکلا علی و اھب الفیض والجود والحمد لله العلی الودود والقبلة د
السلام علی احمد محمود محمد و آلہ الکرام السعد امین۔

فصل اول طلوع فجر نواری بر اثبات جمع صوری

حضور پرنور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی
مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح حلیل و صمیم احادیث ہدیٰ مگر طاجی تو انکار آفتاب کے عادی
بکمال شوخ پشٹی بے نقط سننادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت جمع صوری سفر میں
کیا کرتے تھے بہت اچھا ذرا نگاہ رو پرؤ ۔

عصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دینی آلہ و صحبہ و بارک و کریم ۱۲ منہ (م)
محلہ معیار الحق مسئلہ عجم جمع ہیں الصلوۃ مکتبہ تدریسیہ لاہور ص ۱۰۱

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث مستندنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابان نے کتاب الحج علی اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی لا تارادہ ذیل سے روایت اور اسمعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا،

بخاری، اسمعیل اور ذہبی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نظرائں شمل کے ذریعہ سے کتبوا بن قارونہ سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے تیبہ سے، طحاوی نے ابوداؤد مرقدی سے اور فقیر سمرقانی میں یہ تینوں عطا سے روایت کرتے ہیں۔ و ابوداؤد نے فضیل ابن عروہ سے اور عبد اللہ ابن عذر سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسیٰ بن نسائی سے روایت کی ہے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (یحییٰ، ولید، بشر، جابر) سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطا، فضیل، عبد اللہ، جابر و اسامہ تابع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبد اللہ ابن و، قد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمعیل بن عبد الرحمن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، تابع، عبد اللہ ابن و، قد) اسمعیل، عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ماتل ہیں)۔

فقیر عفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں حج و غنیمت طرق کی اکمال الحمد و البیاض الحمد کے لیے اُن کے اکثر خصوص

الغافل بھی یاد رکھو و باللہ التوفیق، سنن ابوداؤد میں بندہ صبح ہے،

یعنی تابع و عبد اللہ بن و، قد دونوں تلافی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا اتقا کیا، فرمایا چیل

عالبخاری و الاسمعیلی و لذہبی من طریق
الیث بن سعد عن یونس عن الزہری، و النسائی
من طریق یزید بن مریر و النضر بن شمیث
عن کثیر بن قارونہ کلاهما عن سالم و
النسائی عن تیبہ و الطحاوی عن ابی عامر
العقدی و الفقیہ فی الحج جع ثلثہم عن
عطا، و ابوداؤد عن فضیل بن عروہ و
عن عبد اللہ بن العلاء، و ایضا
عیسیٰ و النسائی عن الولید و الطحاوی عن بشر
بن بکر، و ثکلا و الثلثہ عن جابر
و الطحاوی عن اسامہ بن زید، و خمسہم
اعنی عطا و فضیل و ابی العلاء و
جابر و اسامہ عن تابع۔ و ابوداؤد
عن عبد اللہ بن و، قد۔ و الطحاوی عن
اسمعیل بن عبد الرحمن۔ و اربعہم
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

حدثنا محمد بن عبید المحارب نا محمد
بن فضیل عن ابیہ عن نافع و
عبد اللہ بن و، قدان مؤذن ابن عمر

قال، الصلاة، قال، صر، حتى اذا كانت
قبل غروب الشفق نزل۔ فصلی المغرب،
ثم انظر حتى غاب الشفق فصلی العشاء،
ثم قال، ان رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع
مثل الذي صنعت۔ فصار في ذلك اليوم
والليلة صيرة ثلثه
الوداود لے فرمایا،

رواه ابن جابر عن نافع بن حذافہ
حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى
ابن جابر بهذا المعنى ورواه جسد الله بن
العلاء عن نافع، قال، حتى اذا كانت
عند غاب الشفق نزل فجاءه بينه وبينه
لسماني کا روایت پسندیدگیوں ہے،
اخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا
ابن جابر شفي نافع قال، خرجت مع عبد الله
بن عمر في سفر، يريدان ضياله، فأتاه

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پر بھی
پھر اٹھ کر فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت
عشا پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب کوئی جلدی ہوگی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے
کیا۔ ابن عمر نے اس دن راستہ میں تین رات
وہ کی راہ قطع کی (م)

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے
حدیث بیان کی کہ سنا بزرگم ابن موسی رازی نے اس نے کہا
کہ بخیر ہی میں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اوردہ کیا،
اسکو عبد اللہ ابن عمار نے نافع سے کہ انہوں نے کہا، جب
شفق دہسے کہ روکنے کی ضرورتوں نمازیں چھ گئیں۔ (ن)

یعنی نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو
تشریف لے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ
عصیر بنت ابی عبیدہ اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عصیر، مشہور عن کتاب کی بہن تھیں۔ ان کے والد
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے،
امیر المؤمنین کی خلافت کے دوران شہید ہو گئے تھے۔
(باقی پر صفحہ آئندہ)

عصیر ہی احتیاج سے انکے اب المشہور، وابوہا
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابة،
استشهد في خلافة امير المؤمنين، احسا

ایت فقال ، ان هفیفۃ بنت ابی عبید
لما بہا ، فامطرات تد رکبہا - فخرج مسرعاً ،
ومعه رجل من قریش یسایرہ ، وغایت
الشمس فلم یصل الصلوة ، وكان عہدی
بہ وهو یحافظ علی الصلوة ، فلما انطأ
قلت ، الصلوة ، یوحید اللہ ، فالتفت الی و
مصری ، حتی اذا کان فی آخر الشفق نزل مصلی
المغرب ، ثم قام البعث ، وقد قواری الشفق
فصلی بناء ثم اقبل علینا ، فقال ، ایت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
الاعمال بہ السیر منہ ہکذا ۱۰

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سنی کہ برسرعت چلے اور ان کے ساتھ
ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور
میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی حفاظت
فرماتے تھے جب دیر لگاتی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم
فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے
جب شفق کا غیر ہفتہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی
مجید اس سال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی "سبقت عشا
پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا
ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہی ، فی حدیث القاری ، اورکت النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سمعتہ عنہ - اور فی ارشاد النوری
لنصابیۃ لتقیۃ تحت المختار ، وكانت من
العیادات - اور یکن قل الحافظی التقریب ،
قیل لہا اوراک ، وانکرہ الدارقطنی ، وقال
العصی ، ثقتہ فیہ من الثنیۃ - اور حق
فی الاصابۃ نفی السماع واثبات الادرک ظہر ،
فراجعہ - وقد حدث عن ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیہن وسلم ۱۲ ص ۱۲ (م)

حنیفہ کے بارے میں حدیث بخاری میں لکھا ہے کہ نبی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا نانا پایا تھا۔ اور ارشاد اساری میں ہے
کہ یہ بھی یقین سے تعلق رکھے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی
بسی تھیں اجاوت گزاروات میں سے تھیں۔ لیکن حافظ
نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صحیح بخاری
صلی اللہ علیہ وسلم کا نانا پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار
کیا ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس مانوسے طبقہ
شانیز میں سے ہوں گی (یعنی آبیات سے)۔ اصحاب میں
ثابت کیا ہے کہ حنفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو
نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اسی سلسلے میں اصحاب کی طرف رجوع کرو۔ حنفیہ نے ازواج مطہرات سے احادیث
بیان کی ہیں۔ (د)

سے سنن نسائی الوقت الذی یجب فیہ السفر
مطبوعہ نور محمد کاغذات تجارت کتب کراچی ۱۹۷۱

اسی طرح امام محمدی نے روایت کی فقال حدثنا سبيع المذنب ثنا بشير بن بكر شي ابن جابر
ثني مافع ذكره نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتيبة بن سعيد حدثنا العطاء اور ابو جعفر
نے بطریق حدثنا يزيد بن سنان ثنا ابو عامر العقدي ثنا لطف بن خالد المحزومي قال اخبرنا
امام فقيه نے حج میں بلا واسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاء بن خالد المحزومي السديني قال اخبرنا
مافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مكة، حتى اذا كان ببعض الطريق استصرخ علي وجهه
فقد له ايها في الصوت، فاسرع السير، وكان اذا مودي بالمغرب نزل مكانه فجلس، فلما كان
تلك ليلة فودي بالمغرب فاسرحتي اميتا فظننا انه نسي، فقلنا: الصلاة، فاسرحتي
اذا كان الشفق قرب ان يغيب نزل فجلس المغرب، وغاب الشفق فجلس العشاء، ثم اقبل علينا
فقال: هكذا كنتم نصنع مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جد بنا السير
(يعني امام تابع فرماتے ہیں راوی محمد بن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اگر کہ مغرب پڑھی
اور شفق ڈوب گئی اب بشار پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی
کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی، امام عینی بن ابان نے اس سے روایت کر کے فرمایا: وهكذا قال
ابو حنيفة في الجملة بين الصلاتين ريعس الاول منهما في الخروج وقتها، والاخرى في
اول وقتها، كما فعل عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، ورواه عن النبي صلى الله
تعالى عليه و سلم (يعني دوننا في جميع كنه في هي طريقتهم امام ابو حنيفة رضي الله تعالى عنہ کا مذہب ہے کہ
پہل کر اس کے آخر وقت اور پھل کر اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام محمدی نے اور طریق سے یوں
روایت کی: حدثنا محمد بن الحسن بن عبد الله بن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرني
نافع، وفيه حتى اذا كان بعد غيبوبة الشفق فجمع بينهما وقال رأيت رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم يصنع هكذا اذا جد به السير (يعني جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی
اگر کہ دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين اتح ايم سعيد كميني كراچي ۱۱۲/۱

سنن النسائي الوقت الذي جمع فيه السفر بين المغرب والعشاء كميني سلفه لاہور ۴۰/۱

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين الخ ايم سعيد كميني كراچي ۱۱۳/۱

كتب الحجة باب الجمع الصلوة في السفر دار المعارف نعاينه لاہور ۱۴۴/۱، ۱۴۵

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين الخ ايم سعيد كميني كراچي ۱۱۲/۱

جلدی ہوتی، یہ طریق حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری الباب التفسیر باب بل یؤذن او یقیم اذا جمیع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے، حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهري قال اخبرني سالم عن عبد الله اجت عمر رضى الله تعالى عنهما قال، رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا تجلج السیر فی السفر یؤخر صلاة المغرب حتى یجمع بینہا وبین العشاء۔ قال سالم، وكان عبد الله یفعله اذا تجلج السیر ویقیم المغرب فیصلیہا ثلاثا ثم یسلم، ثم قلما یلیث حتى یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین ^۱ الحدیث۔ اُس کی باب یصلی المغرب ثلاثا فی السفر میں بطریق مذکور وہاں عبد اللہ یفعله اذا تجلج السیر تک روایت کر کے فرمایا، وناہ الیث قالی حدیثی یونس عن ابن شهاب قال قال سالم کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمرزلة۔ قال سالم، واخرت عمر المغرب۔ وكان استصحب علی امرأته صفیة بنت ابی عبید، فقالت له، الصلاة، فقال، سر، فقالت له، الصلاة، فقال، سر، حتى سار میلیل او ثلثة، ثم نزل فصلى، ثم قال، هكذا رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا تجلج السیر یؤخر المغرب فیصلیہا ثلاثا ثم یسلم، ثم قلما یلیث حتى یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین ^۲ الحدیث۔ ان دون۔ ویرتہ کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایام حج میں نوی الحج کو دسویں رات مزدلفہ میں مغرب پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو کثرت لیتے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آ کر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب غیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سہم پھر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے، نسائی کے یہاں یوں ہے، اخبرني محمد بن عبد الله بن بريعر حدثني يزيد بن ذريع حدثنا كثير بن قاروتد، قال، سألت سالم بن عبد الله عن صلاة ابيه في السفر، وسألناه هل كان يجمع بين شي من صلاته في سفره؟ فذكر ان صفیة بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیه، وهو فی شراعة له، انی فی آخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من

- ۱۔ جامع صحیح البخاری آبل یؤذن او یقیم الخ ملبوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۹/۱
 ۲۔ جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثا فی السفر " " " " " " ۱۴۸/۱
 ۳۔ " " " " " " " " " " " " " " " " ۱۴۸/۱

ابی مریح ام المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظہر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء۔ (مسند احمد)۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے۔

حدیث ۳۴ : ابو داؤد اپنی سنن باب متى تیم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جتہ متصل حضرت عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تطلع، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔ (یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی رضی اللہ عنہ وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تطلع، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔) یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی رضی اللہ عنہ وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تطلع، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔

حدیث ۳۵ : طحاوی طریق ابی غنیمہ عن عائشہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وعدت انما وسعد بن مالک ونعمان بن عبد الحمید، فکنا نجتمع بین الظہر والعصر، فنقدم من هذه ونؤخر من هذه، ونجتمع بین المغرب والعشاء، فنقدم من هذه ونؤخر من هذه، حتی قد منّا مکتة (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کی جگہ پر جمع ہو جاتے اور عصر اور مغرب کے بعد جمع ہو جاتے کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جملہ)۔

حدیث ۳۶ : نیز امام محمد رحمہ اللہ عن عبد الرحمن بن یزید سے راوی صحیح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجہ مکان یؤخر الظہر ویجعل العصر، ویؤخر المغرب ویجعل العشاء، ویسفر بعبادة العداۃ (میں حج میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

۱۳/	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	اب الجلیع بین صلاتین	اب الجلیع بین صلاتین
۱۷۳/۱	مطبوعہ مجتہدانی لاہور پاکستان	باب متى تیم المسافر	باب متى تیم المسافر
۱۱۲/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	اب الجلیع بین صلاتین	اب الجلیع بین صلاتین
"	"	"	"
"	"	"	"

اور عصر میں تعیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے) امام محدوح ان احادیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں،

و جمیع ما دھنا الیہ من کیفیۃ الجمیع بین
الصلاۃین قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و
محمد بن حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ

نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م)

الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و عبد اللہ بن مسعود و سعید بن مالک و عبد اللہ بن عمر و غیر جمعی پر مرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشنی و جہ پر شایستہ ہو اور امام لا مذہبیان کا وہ جہر و قیادہ کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واجبات اور مردود اور شاؤ اور مناکیر ہیں اور شدت حیا پر خاص محمدؐ افزا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اپنی سزا کے کڑا کو پہنچا آپ ایضاً مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۃ اولی لا مذہب مذکور ہے کہ نہ عجمی نہ عربی میں چاند پر خاک اُڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کا کیا تھا لہذا بایں پیرائے سالی حضرت کے قصہ جن ملاحظہ ہوں !

لطیفہ ۱ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مردی حسن ابن داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اقوالاً : یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔
ثانیاً : امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔ ت) کہا، امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلہ کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔
ثالثاً : یہ بکثرت چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برخص ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریباً رضی بالتشیع ملا جی کو بایں ساغوردی و دعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات حدیث

۱/ ۱۱۴ مطبوعہ ایک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۹۶ ص مکتبہ نذیریہ لاہور

۱/ شرح مسانی الآثار باب الجمع بین صلاتین
۲/ معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین

اصطلاح محمد علیہ میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے زبان متاخرین میں شیعہ ورافضی کو کہتے ہیں خدا ہم اللہ تعالیٰ
 جمیعاً بلکہ آج کل تک یہود و مہند میں روافضی کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب
 سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے
 کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسنِ عقیدت
 رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف
 امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہ کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت
 کا تھا اسی بنا پر متعہ دائرہ کو ذکرِ شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی بعض طلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
 شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی
 نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا ولبس۔

حدیث قدی ، محمد بن فضیل بن غزوان ،
 الحدیث الحفظ ، کان من حلب ، ہذا
 الشان ، وثقہ یحییٰ بن معین ، و قال
 احمد ، حسن الحدیث ، شیعہ ، قلت ،
 کان متولیا فقط۔
 چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد بن غزوان جو کہ محدث
 اور حافظ ہے ، حدیث کے علما میں سے تھا۔
 یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد
 نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ
 ہے۔ میں نے کہا ”صرف اہل بیت سے محبت
 رکھتا تھا“ (ت)

رابعاً ، ذرا روایت صحیحہ دیکھ کر شیعہ کو رافضی بنا کر تضعیف کی برقی ، کیا بخاری و مسلم سے بھی

محمد کا صرحوا بہ و قد دل علیہم محاوراتہم ،
 منہما فی السیاق فی ترجمۃ الحاکم
 بعد ما حک القول برفضہ ، اللہ یحب
 الانصاف ، ما الرحیل براضی بل شیعہ
 فقط ۱۷۲ منہ (م)
 جیسا کہ علامہ نے تصریح کی ہے اودان کے محاورات
 سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات
 میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔
 اس کے بعد کہا ہے ”انہ انصاف کو پسند
 کرتا ہے ، یہ آدمی رافضی نہیں ہے ، صرف
 شیعہ ہے“ (ت)

ہاتھ دھونا ہے ان کے روضۃ میں تینس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع دیکھا جاتا
 یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسئلہ صلاۃ من الشیعۃ (مسلم کی کتاب شیعوں سے
 بھری جوتی ہے۔ ت، دور کیوں جیسے خود ہی ابن فضیل کو واقع کے شیعہ صرف یعنی حب اہل بیت کرام اور آپ
 کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

فحاصلہ اُن کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں و روایات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابو داؤد نے
 ذکر دیں اور سنن نسائی و غیر میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدارک و بدلہ لیکن الجہلۃ لا یعلمون (لیکن
 جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تدریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا
 بلا جی بے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ ماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق
 ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کے کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھے کہ ابو داؤد نے رواہ ابن جابر عن تافع
 کہہ کر اُسے یوں ہی مطلق چھوڑ دیا یا یہی حدیثنا ابرہیم بن موسیٰ الرازی انا عیسیٰ عن ابن جابر سننہما کہ
 موصول کر دیا ہے ولکن التحدیۃ لا یصلح

لطیفہ ۳: امام غزالی کی حدیث بطریق ابن جابر عن جامع پر بشیون بکر سے طعن کیا کہ وہ تدریب الحدیث ہے

عنه مثلاً ابن تہلب، اسمعیل بن ابان قزاق، اسمعیل بن سکریا، اسمعین بن عبد الرحمن شہدی صدوق
 مهم، بکیر بن عبد اللہ، جریج بن عبد الحمید، جعفر بن سلیمان، حسن بن صالح، خالد بن مخلد
 قزاقی، سراج بن انس صدوق لہ اوہام، تراذان کندی، سفید بن فیروز، سفید بن عمرو و حمدا فی
 جہاد بن یعقوب مرواحی، عباد بن عوام کلابی، عبد اللہ بن عمر مشکداہ، عبد اللہ بن عیسیٰ کسوفی،
 عبد الرحمن بن صاحب مہوتف، عبد الملک بن اعین، عبید اللہ بن موسیٰ، عذی بن ثابت، عسلی
 بن الجعد، علی بن ہاشم بن الیبرید، فضل بن ذکین ابو نعیم، فضیل بن مروق، عطر بن خدیجہ، عاتک
 بن اسمعیل شہدی، محمد بن اسحق صاحب معانی، محمد بن جعادہ اور یحییٰ محمد بن فضیل، ہشام بن سعد
 یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۱۲۷۷ھ سنن اللہ تعالیٰ عنہ (ص)

لے تدریب الراوی شرح تدریب الراوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۳۲۵/۱

۱۷۶ سنن ابو داؤد باب الجمع بین المذہبین مطبوعہ مکتب عالم پرپس لاہور ۱/۱۷۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قادر الجاف فی التقرب .

اقول اولاً : ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشری بجز رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں ، ذکر سند بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاقت ہے ۔

ثانیاً : اس ہر یک خیانت کو دیکھئے کہ تقرب میں صاف بشارت بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے ۔
ثالثاً : محدث ہی ! تقرب میں ثقہ بغیر ثبوت ہے ، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغریب اور فلاں مغریب الحدیث میں کتنا فرق ہے ۔

رابعاً : اعراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف ، محدث ہی ! مغریب و منکر کا منسرق کسی طالب علم سے پڑھو ۔

خامساً : باوصف ثقہ ہونے کے مجرور اعراب باعث رد ہوتے صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے ، یہ اپنی مبلغ علم تقرب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں ۔

سادساً : ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشروین بکۃ التئیس فی حدوق ثقہ لا طعن فیہ (یعنی بشرین بکر تئیس خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصل کسی وجہ سے طعن نہیں ، کیوں شواہد تو نہ ہونگے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو ہکا بکا کر دینے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں مگر شرم ہادت از حسد و از رسول

مثلاً ابو نعیم بن طہان ، بشر بن خالد ، ابو نعیم بن سوید بن حبان ، بشر بن سلمان ، حسن بن احمد بن ابی شیبہ ، محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرہم کہ سب ثقہ یغریب ہیں ۔ احمد بن حنبل ، حکام بن مسلمہ وغیرہما ثقہ لہ غرائب مضمونہما انہما بن جلیل ، خالد بن عیسیٰ ، ابو نعیم بن اسحاق وغیرہم کہ حدود یغریب یہ تینوں بشرین بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف حدود ہیں ۱۲ مندرجہ فی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ تقرب التہذیب ترجمہ بشری بکر التئیس مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۴۴
۲۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ بشرین بکر ۱۱۸۶ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳۱۳/۱

لطیفہ ۴: طریق آں جابر سے سنی نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے روکیا کہ روایت میں اُس کے خطا ہوئی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطئ۔

12
12

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا مافع الحدیث۔ مٹا جی کر پالا کی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قد سے مشکل قیہ ہے چنانچہ کہ اپنے دل سے ولید بن قاسم تراشیں یا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم دائرۃ ثقات حفاظ اعلام سے اس کی تقریب میں اسی کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تالیس کرتے ہیں مگر مجدد اُس کا احتمال یہاں مفقود کر۔ صراحت حد ثنا ابن جابر قال حدثنی مافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے۔

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی، احد الاعلام وعالم اهل الشام۔ له مصنفات حنة، قال احمد، صاحب ایت فی الشامیین اعقل منه۔ قال ابن الصدیق عندہ علم کثیر۔ قال ابو مسعود الولید مدلس، قلت، اذا قال الولید، حدث ابن جریرم او عن الادنی، فلیس بمعتمد لانه یدلس عن کذاہیں، فاذا قال، حدثنی فهو حجة اہل منحصن۔

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، تمام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں۔ احمد نے کہا: ہم کہ جس نے شعیبوں میں سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ اسی مدنی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے ابو مسعود نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا، جب ولید عن ابن جریر یا عن الادنی کے قائل اعتماد نہیں ہے لیکن جب حد ثنا کے مستند ہے اح طحنا۔

(ت)

مٹا جی! سے

در بساط نکتہ دانای خود فروشی شرط نیست

یا سخن دانستہ گویا مرد غافل یا غموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے لہ مرد غافل!)

یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش رہ)

لہ سننِ انسائی الوقت الذی یحب فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کا رواد تجارت کتب کراچی ۹۹/۱
لہ میزان الاعتدالی فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۵-۹۳ - دار المعرفۃ بیروت ۳۴۷/۲ - ۳۴۸

تم نے جاننا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو کہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواج نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن قاسم کیسے جاننا
 اولیٰ تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب متعصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادہ پوچھو تو پہلے اپنی
 جرات کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھادیں وہ قرا سہ
 بتادیں جس سے سائنے مشترکہ میں اکثر جگہ تعین نکال سکو۔

ثانیاً: بغرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحقِ مذہبی امام احمد نے اُن کی توثیق منسردائی،
 اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث نہ کرو۔ ابن عدی نے کہا: اذا دوی عن ثقة فلا پاس
 بلکہ (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔
 ثالثاً: ذرا رواج صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالئے ہوئے کو اُن میں کشتوں کی نسبت تقریب میں یہی حدود

عنه مثلاً اسحاق بن عجلان، اشعث بن حاتم، بشیر بن جیس، حارث بن عبید، حبیب بن ابی حبیب،
 حجاج بن ابی ثریب، حسان بن ابرہیم، حسان بن حبان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن
 بن بشیر بن سلم، حسن بن یزید، کوثر بن زید، حاتم بن حذاف، خالد بن عبد الرحمن السلسی،
 شریک بن عبد اللہ بن ابی ہر، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز،
 مسکین بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر وہی حکم صدوق یحفظ لگایا ہے
 خدیج بن خبیط، عبد اللہ بن عمر بن زید، عبد الرحمن بن حرملة السهمی،
 عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبید، یحییٰ بن ابی اسحق حضرمی وغیرہم صدوق رہا اخطا ہیں،
 اب زیاد مکی بعض شائیں لیجئے حجاج بن اسوط صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن
 عبد اللہ نخعی صدوق یحفظ کثیر التفریط حفظہ، صالح بن مسلم المزنی صدوق
 کثیر الخطاء، عبد اللہ بن صالح صدوق کثیر الخطا ثبت فی کتابہ و
 کانت فیہ غفلة، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر الخطاء، مطر البراق صدوق
 کثیر لخطاء و حدیثہ عن خطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یحفظ
 کثیراً ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لطیفہ ۶ : آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت کھادی حدیثاً فہم شتاً الحمد للہ شتاً
 ابن المبرک عن اصحابہ بن شریک اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن
 زید عدوی مدنی ضعیف الحافظ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیشی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و نسبی و
 تعلیقات بخاری سے ہے جسے کئی بن معین نے کہا، ثقہ ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ، ایک
 شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شہر گرد، پھر منشا رقصین کیا ہے اور آپ کو شاید اس سوال میں بھی
 وقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ عاتق حافظ کبیر کچے بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل
 کی اور امام کبیری بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا اسر جوائہ کا باس ثقہ (مجھے امید ہے اس میں کئی حرج نہیں۔ تا
 اور ابن کبیر کا حد اکبر من ہولاء کلہم، فاکتب عندہ (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لیے میں اس سے حدیث
 لکھتا ہوں۔ تا کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تا سہ سے اس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین
 سے اور دونوں عاتق کہلائے جاتے ہیں کہ عاتق التقریب۔

لطیفہ ۷ : روایات نسائی بطریق کثیر بن قارونہ اعمین سالم عن اسید میں جھوٹ کو بھی کچھ گھناؤنی
 زلی تو اسے یوں کہہ کر نکال دے گا کہ وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخیہ وغیرہ کے وہ اراج ہیں سب
 سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر حسب کبراعت او نسج ذہن مسیح۔

اقول اولاً : شیخین کا نام کس منہ سے بیٹے اور ان کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں
 جو محمد بن فضیل سے حدیث لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف
 کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔

ثانیاً ثانیاً رابعاً : یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لے لے والے حدیثوں ہیں
 خطا کرنے والے وہی کئی درجن بھر سے ہوتے ہیں۔

خامساً : مخالفت شیخین کا دعویٰ محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸ : اس حدیث جلیل صحیح کے زو میں ملا جی نے جو چاہا کیا کیا بیباکی برتی ان کا پردہ تو
 فاش ہو چکا جا ہی ثقات کو مجروح فرمایا، رواد بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا،
 متابعات سے آنکھیں بند کر لیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

لے میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللشی ۷۰۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۲۶/۱

لے میزان الاعتدال ترجمہ کبیری بن عبد الحمید الحنفی ۹۵۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۲/۲

ف، معیار الحقی ص ۳۹

بایا، مشترک کو جزافاً معین کر دیا، جہاں کچھ مذہبی پڑھنی لکھنی شیخیوں کا ادعا کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں، رجال بخاری کو مذکور دینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر زد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہذا یہ حال چلے کہ وہ اسے بزور زبان و زور بہتان اپنے موافق بنالیتے اس لیے حدیث مذکور باب ۱۱ یزدنی اویقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادا نے عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کو کس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت غشا کا داخل ہو جاتا ہے۔

اولاً : میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر پڑے دو میل کا تو سوا ہی کوس ہوا، اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً **اقول** : (غریب عوام کو چالوکی یہ کہ حدیث کا ترجمہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد زیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو ٹھکانا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی صافت میں تھے ہم نے حدیث ابو داؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن گھر منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت غشا نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایہ پڑ کر دیکھ کر اور اُس کے نولی میں جس کا عرض مابین کا آگٹ ہے غروب شمس سے انحطاط تک ہر موسم میں ایک ساعت تکلیف سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھے وقت پڑتا ہے گا کسلا یحییٰ علی العارف بالہیئة (جیسا کہ ظہر میں چلنے کے پر لکھا ہے۔ تم) تو غروب سے گئے بھر مدینہ بھی نماز مغرب وقت میں ٹھک، آپ کے نزدیک جبکہ دو میل چلنے میں غشا آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت ہو نا واجب ہو، اور امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور موضع ظل میں عصر کے لیے آتے تھے

مالک بن عمر بن یحییٰ المازنی عن ابن
ابن سلیط ان عثمان بن عفان صلی الجمعة
بالمدينة وصلى العصر ثم قل

مالک، عمرو بن کئی المازنی سے، وہ ابن سلیط سے اوی
کہ عثمان بن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصر
ظل میں۔ (دست)

ظل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے کسافی النہایۃ (جیسا کہ نہایت میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھ میل

نے کہا، لیس بحجة (یونس قابل اجتماع نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا، سببی الحفظ (یونس کا حافظہ بڑا ہے۔ یونس ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا، کلی ذلك في المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت۔) تنقیہ ۵ یہ ہم نے آپ کا علم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا اور نہ ہمارے نزدیک نہ تعین مطلقاً مردود نہ یونس سا قطعاً نہ وہم و خطاب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحتاً ہمارے متوید و بالله التوفیق چند اہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہوئیں۔ اسے ضعیف کر دیتا ہے ذرا کسی کی حدیث کو مردود نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاکہ صافت عزر گئے ہیں۔ یہ ہیں تمام محدثین کے امام احمد سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں مین سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن بدین میں نہ اگر وہ زہری سے روایت میں ثابت رکون ہے، علی نے کہا سفین بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطائیں کی خطاؤں سے کم ہے قریب مین حدیثوں کے ہیں جن میں سفین نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور ان سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر میں نے خیال کیا تو سفین نے مین سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے ذکر فی المیزان (اسے نیز ای میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت۔) ہائینہ امام سفین کے فقہ ثبوت حجت ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹، حاجی کہ یہ ساری کارگر یاں چار یاں حدیث صحیحہ نہ بن کر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ہمیں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذی بخاری و مسلم کے روایت پھر وہی معمولی شکل و چہرہ کہ ایک راوی اس کا میفر بن زیاد موصول ہے اور یہ بخاری ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظی تقریب۔

اقول اولاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہی زاکتہ کہ وہ ادھام کو وہی کہنا کجا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق کہہ

عہ صدوق یہم و صدوق سربما وہم کی بجزت مثالیں اور گزر چکیں مگر باتجاری لفظ خاص امثلہ سنئے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن مزید بن زیاد، (باقی بر صفحہ آئندہ)

اوہام (سچا ہے) اس کے ادہام ہیں) کہا ہے۔

والبعاء: مفرد رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن عیینہ و امام نسائی دونوں صاحبوں نے ہاں تشدد شدید فرمایا، لیس بہ یاس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) نہ اذ یحییٰ لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ ابو داؤد نے صالح ابن عدی نے عندی کا ہاں نہ (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے)۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُسی درجے کا قوی نہیں ہے)۔ ت) ابو احمد حاکم نے لیس بالمعتبین عند ہشام (اس درجے کا متین نہیں ہے) ان کے نزدیک۔ ت) کہا لا انا لیس بالقوی لیس بمعتبین و شتان ما یلیف العباد تیں (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے) ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید میں صد ہا ہیں۔
لطیفہ ۱۰: حدیث مرثی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تراش کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال الخضری عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جده ام علیا کان اذا سافر المحدث

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد کو علی نے حج صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ سفر گزشتہ)

مرثیاس بن ابی صخر و بن مرثیہ بن انس و بنی بالشیعہ، مرثیہ بن یحییٰ، مرثیہ بن عثمان، مرثیہ بن یحییٰ بن عمر، سعید بن زید بن مرہم، سعید بن عبد الرحمن حبشی، شعبان بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صبح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حمیر، ہشام بن سعد و بنی بالشیعہ اور ان کے سوا اور کسب صدوق لہ اوہام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ متہ و بنی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہ

طہ و مکہ میزان الاعتدال ترجمہ غیرہ بن زیاد موصی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۰/۴
سکھ ابی داؤد باب یتیم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۳/۱

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ عبد جحدہ دونوں ضعیف عبد اللہ کی طرف تھیں حضرت نے بنو زبایہ ایک ضعیف عبد اللہ دوسری
 محمد کی طرف کر دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔
 اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر
 اس سے کہ مرسل ہمارے اور جھوٹے کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان دو حدیثوں سے صحیح و ثابت
 حدیثوں کو رد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل
 بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنیٰ جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی باقی تھی عبد اللہ بات بھی بدل جاتی کہ ضعیف اقرب کی
 طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابو طالب اور جحدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہے ہوتے کہ عبد اللہ
 نے روایت کی ابو طالب کے باپ حضرت عبد المطلب سے اور عبد المطلب نے اپنے دادا عبد مناف سے کہ
مولیٰ علی نے حجج صوری کی آپ ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولیٰ علی کے پر پوتے مولیٰ علی کے دادا سے روایت کریں
 اور حدیث مراد موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبد المطلب و عبد مناف اور کہاں مولیٰ علی سے روایت حدیث مفید اخوان
 و ملاول و لا قرة الا باللہ الصل علی العظیم۔

مسلمانو! دیکھنا یہ عمل، حدیث کا ٹھوٹا دھوی کر دے دے سب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں
 تو ایسی ایسی بد دیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح حدیث کو بھی پس پشت ڈال کر ایک بانگ لگاتے
 ہیں کہ سب وہابیات اور مردود ہیں ان اللہ و اننا الیہ راجعون۔

افادہ ثانیہ، احادیث طرق پر نظر انصاف فرمائیے قرار دہ جمع صوری پر متحد و قرآنی پائیے مثلاً،
 (۱) یہ کہ احادیث جمع بنی الصلحین کے راویوں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کسکا
 سیاق فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادہ راہد کی نویں حدیث میں آرہا ہے) یہ
 حالانکہ یہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور
 مستبصر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیاق تحقیقہ فی الفصل الرابع
 ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی تفسیر ای شاعر اللہ تعالیٰ چوتھی فصل میں آئے گی۔ ت) تو ضرور ہے کہ روایت
 جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) اقول خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا صوری ٹھہرا حالانکہ ان کا مذہب معلوم
 کہ جمع حقیقی کو شک کے سوا مانا جانتے جانتے۔

(۳) اقول تاجی نے اُن پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعویٰ کیا کہ انہوں نے جمع بنی الصلحین

حضرت پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یزید کا لاکھ اُن کا بھی مذہب وہی متبع جمع ہے ان دونوں صحابی میں اثنان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی رحمہ اللہ جلیل القدر امام ابو العزیز یوسف بن رافع اسدی جلیل شہیر بابین شداد متوفی ۹۳۱ھ نے کتاب دلائل الای حکام میں ذکر فرمایا،

کما فی عمدۃ القادی للامام ابی عبد اللہ بن الصدیق
عن التلویح شرح لجامع الصمدیہ للامام
علاء الدین المغلف فی عن دلائل الای حکام لابن
شداد۔
جیسے کہ امام عبد الدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام
علاء الدین المغلف کی کتاب الجامع الصمدی کی شرح ہے
اور انہوں نے ابن شداد کی کتاب (دلائل الای حکام
سے نقل کیا ہے۔ دت)

گوراد وہی صحیح صوری ہوگی جیسا کہ خود ہی کے نقل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث النور (جیسا کہ
حدیث ۳ میں گزرا۔ ت)

(۴) اقول بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے جاتے ہیں وہی بی
بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ (عنقریب حدیث
اول کے تحت ان سے بعض روایات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)
حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و شام میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا
کما سیاق فی اخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آ رہا ہے ان شاء اللہ
تعالیٰ۔ ت) تاہم ہرے کوئے بار جزا کو دماغ کی شب مزدلفہ تھی تو حضور وہی صحیح صوری منظر جیسا کہ اُن کی روایات صحیحہ
نے واضح کر دیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا۔

(۵) اقول نطف یہ کہ ان عبد اللہ بن عمر سے قصہ منیہ بہت ابی عیینہ میں عثمان بن عامر جو مروی ہوا اُس کے
جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے
صراحت فرما چکے کہ حضرت عبد اللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات
ساتھ ہونا وہی حدیث بخاری سے ظاہر ہو چکا قلت لہ، الصلاة، قال، سنن۔ الحدیث (میں نے اُن سے
نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا، سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے
لاجم روایات مفسر نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج
کافی ہوگا۔

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث، اللہ اعلم
(جیسا کہ دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔ ت) اور ان کی حدیث ابن شہار اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری
نماز کا وقت آتے سے پہلے فوت ہو جاتی ہے۔

(۷) یوں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یأتی فی الحدیث الغامض (جیسا کہ
پانچویں حدیث میں آئے گا۔ ت) اور ان کی حدیث بھی پیشیۃ اللہ تعالیٰ آغدا ل ہے کہ نماز میں تغریظ یہ ہے کہ
دوسری کا وقت آئے تک پہلی کی تاخیر کرے افادہ ہذین الامام الطحاوی فی شرح معانی
الآثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی آثار میں بیان کئے۔ ت)

افادہ ثالثہ : اب کہ ملا جی نے پیش بھر کر زبردعا ورث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی

فرماتے ہیں، ف

جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی وہی ہے کہ جمع رحمت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور
اول جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن ہو پائے عوام۔

اقول ملا جی یہاں سے عوامت ایام سے مقام شیران حنفیہ میں آ پھنکے وہ چوڑی بٹولے ہیں کہ اپنی
اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابو حنیفہ و شافعی کی تعلیم حرم بدعت شرک یا اب جا بجا ایک ایک
مقلد بالکل شافعی کے ٹیٹ مقلد بنے ہیں رطب یا بس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پرچ
اوہ ضعیف بہر اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر دیکھتے بے سمجھے بوجے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض
بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ کی تعلیم ہمارے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ پشی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح
اُس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گنٹا ایک بہر کر لیا اور پھر اسی زد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا
بہادر ی تو جب تھی کہ اُن قاہر و ابوں کے جواب دیتے پھر وہی تباہی جو چاہتے فرما لیتے خیر اب بعض جوابات
مع تارہ افاضات لیجئے و باللہ التوفیق۔

اولاً اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُنس کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور
اُن کے لیے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام حکم نشان بنائے کہ اُن کا اور اک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے
ہمارے دین میں کوئی تشنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔
یوید اللہ بکھ الیسو وکلا یوید بکھ العسو (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ

تم پر آسانی چاہتا ہے نکل نہیں چاہتا۔ ت، تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچانا خواص و عوام سب کو آسان
 خصوصاً سفر میں جہاں اُفتی سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر،
 ہاں فعل مشترک حقیقی کہ آپ واحد و جزر و ناجز ہی ہے اُس کا علم بے طرق خصوصاً انبیاء و اولیاء عامۃ بشر کی
 طاقت سے دور ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچانا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر یا لا جماع
 مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے ہر حال کی تکلیف دی کہ لا یكلف اللہ نفساً الا وسعها (اللہ تعالیٰ
 کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت، فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق عام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں: وقت اول پر
 یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، یقینات میں ظن ظنی یقین ہے اور یقین
 شک سے زائل نہیں ہوتا تو یہی اوقفتین مکمل بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسہر و مسئلہ الطہر فی آخر الوقت
 وغیرہا میں تصریحات علامہ دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آتی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث میرزا حسین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داؤد دیکھیے
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر شمار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو ہر طرف ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق
 میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر مشا پر بھی یا میں الصلواتین کما ناظر حظ فرمایا اور طلع الہی یہ کہ تمام احادیث
 جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ
 بیسے ضرورت ہو ایسا ہی کر لے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت
 کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے چل کا خود رخصت حلفا فرمانے والے روفت رحیم
 نبیر علیہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی ذکر کیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ
 مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اترنے چڑھنے وضو نماز کا تجدید سامان کرنے سے یہ بہت
 آسان ہے کہ ایک بار اتر کر دفعہ دونوں نمازوں سے فارغ ہوئے اول قریب آخر پڑھے اور ایک طبعیت
 انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکارہ ہے ہاں یہ کہنے کے وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو
 اور آسانی ہے۔

اقول دی ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی !

خامساً احمد بن حنبل رحمہ اللہ ابو داؤد و ترمذی و غیر جم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

و هذا انظر مسلم ، قال ، حدثني مع النسبي
عن الله تعالى عليه وسلم ثمانية جميعا
وسبع جميعا ، قلت ، يا ابا الشعثاء اظنه
اخرا نظهر وتعمل العصر ، واخر المضرب
وعجل العشاء ، قال ، وانا ظن ذلك

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں ، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا اسے ابو الشعثاء ! میرا خیال ہے کہ انہوں نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہو گا۔ ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ (ت)

اللک احمد بن حنبل رحمہ اللہ ابو داؤد و ترمذی و غیر جم اسی جناب سے بطریق شعیب و الفاظ مسندیدہ راوی :

وهذا حديث مسلم بطريق من هيرفنا
ابو الزبير عن سعيد بن جبيرة عن
ابن عباس قال صلى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم الظهر والعصر جميعا
بالمدينة في ظهيرة خوفة ولا سفر ، قال ابو الزبير
فأنت سعيد الم فعل ذلك ؟ فقال ،
سألت ابن عباس كما سألتك ،
فقال ، اراد ان لا يحرجه احد
من أمة

اور یہ حدیث مسلم کی واسطہ ابو الزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی عذرت اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں ، ابو الزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا ؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

وفي اخرى له وللمتزمذي بطريق جيب
ابن ابی ثابت عن سعيد بن جبیر عن
ابن عباس قال ، جمع رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين
المغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف
ولا مطر .

وسطحاً وى عن صالح مولى التوامه
عن ابن عباس ، ف غير مسلم
ولا مطر .

وفي لفظ للنسائي اخبرنا قتيبة ثنا
سفيان عن حماد عن جابر بن زيد عن
ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال ،
صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم بالمدينة ، ثابها جميعاً ، سبعا
جميعاً ، اخر الظهر وعجل العصر ، و
اخر المغرب وعجل العشاء .

وفي لفظ له عن عمرو بن هرم
عن جابر بن زيد عن ابن عباس
انه صلى بالعصرة ، الاولى والعصر ،
ليس بينهما شئ ، والمغرب والعشاء ،
ليس بينهما شئ ، فعل ذلك من شغل .

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ
جعیب ابن ابی ثابت ، سعید بن جبیر سے روایت کی ہے
کہ ابن عباس نے فرمایا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے عیدہ میں
ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا ۔

(ت)

اور کھادی نے صالح مولى التوامہ کے واسطے سے
ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں " بغیر سفر اور
بارش کے "۔ (ت)

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں ، خبر دی ہیں قتیبة
نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے عمرو سے اس
نے بارے میں کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں
اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی ،
آپ نے ظہر کو توڑ کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی اسی طرح
مغرب کو توڑ کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی ۔ (ت)

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو بن ہرم
جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ
میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا ، ان کے درمیان کوئی
شے حائل نہ تھی ، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا
ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی ۔ اس طرح

۲۶/۱ مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی
۱۱/۱ لکھ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین
۶۹/۱ لکھ سنن النسائي كتاب المواقيت مطبوعہ مکتبہ مسلفیہ لاہور

شکوہ کافی نے اس ارادہ کے اور چند مزید بات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم مائل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملا حکم کر لیجئے یا بلکہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بظہرِ رحمت و آسانی امت کی تھی، ملا جی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

صا و سنا: عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافیِ رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کھا افاد اکامہ الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زلیخا وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول ملا جی تو تعقیب جامد کا جامد پینے بیٹھے ہیں اسس تنافض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ منقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں ان کی بوستے ہیں کہ اس میں کیسیت اس جمع کی ہے جو عانت قیام میں بلا عذر آنحضرتؐ سے جمع کی تھی جیہ اگر۔۔۔ ایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حالت قیام میں بدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملا جی! ذرا آنکھ دکھاتے کہ بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔

سابعاً حدیث عنہ بنت حش رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوری احمد و ابو داؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنا کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملا جی کو وہاں بھی یہی غلط فہمی پیش آیا کہ وہ عظیم حق پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔

اقول ملا جی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صوبہ دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کٹھ میڈانوں میں، اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقول کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔

ثامناً عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی،

قال قال عبد الله: جمع لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مقيم غير مسافر، بين الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال من اجل لاي عمر، له تری النسبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلك؛

اس نے کہا کہ عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے، یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟

عنه وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ (م)

عنه یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقول کو جمع صوری میر ہے ۱۲۷۸
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)، فتا معیار الحق ص ۳۰، فت ۲۲ معیار الحق ص ۳۸

وقت ہے

وقت میں۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شار
مذہب العزیز آئندہ آپسے غرض شاہد ہے تمہارے جگہ سے کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مخالفت
جاہلین و مکارہ عالمین و تقلید و تقلیدین کا اٹھانہ رکھو اور پھر عل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے
چوں و نحوئے محکم بنی بنی تمسین

افادۃ رابعہ : الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر خیر و زمانہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گئی تو اب
جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و
عشاء کو جمع فرمایا عصر و عشاء سے ملائے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذلک کسی میں مخالفت کے لیے اسناد حجت
نہرچی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور اس استدلال مخالف احتمال ہوائی سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری
و مسلم و دارمی و نسائی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بہ عروسی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم و مالک و نسائی و
طحاوی بطریق تافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما : کان النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین
المغرب والعشاء اذا جدد بہ السیتر . و فی
لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم ،
سأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اذا اکتبہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ
المغرب حتى یجمع بینہما و بین صلاۃ
العشاء .
یہ معنی بھی بروایات سالم و تافع مستفیض ہیں۔

فرواہ البیہقی عن ابی الیمان ، والنسائی
چنانچہ بخاری ابراہیمان سے ، نسائی بقیہ اور

۱۰/۴۶ مجمع کبیر طبرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت
۱۱/۱ مکہ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید میڈیا کراچی
۱۲/۲۴۵ صلیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

عثمان سے، یسب (ابوالیمان، بقیر، عثمان،
 شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم
 ابن یسب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور
 بخاری، علی ابن یحییٰ سے۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ،
 قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شعیبہ اور طبرانی
 سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی،
 محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حاکمی سے۔ یہ آٹھوں
 (یعنی علی، یحییٰ، قتیبہ، ابوجبر، طبرانی، ابن یوسف،
 ابن منصور، حاکمی) سیاق بن یحییٰ سے روایت کرتے
 ہیں۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی، یعنی
 شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے
 سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ سے۔ اور
 نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی ابن وہب سے۔ یہ
 تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی،
 بطریق عبد الرزاق، وہ معمر سے، وہ یونس ابن عقبہ سے
 روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی لیث سے روایت
 کرتے ہیں۔ اور سیقی خلافت میں بطریق یزید ابن
 ہارون، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ یہ
 چاروں (آخری راوی یعنی مالک، یونس، لیث، یحییٰ) تابع
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

حدیث مسند بخاری

یہی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصول
 ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
 چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع
 کر لیتے تھے۔ اسی طرح مغرب و عشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

عن ثقیف وعثمان، کلہم عن شعیب بن
 ابی حمزہ۔ و مسلم عن ابن وہب عن
 یونس۔ والبیہقی عن علی بن المدینی۔
 و مسلم عن یحییٰ بن یحییٰ و قتیبہ بن
 سعید و ابی بکر بن ابی شیبہ و عمر و انقاد
 و الدارمی عن محمد بن یوسف، و النسائی
 عن محمد بن منصور، و الطحاوی عن
 الحاکمی، ثمانیہ عن سفیان بن عیینہ،
 ثلثہم عن شعیب و یونس و سفیان عن
 الزہری عن سالم، و مسلم عن یحییٰ
 بن یحییٰ، و النسائی عن قتیبہ، و الطحاوی
 عن ابن وہب، کلہم عن مالک، و النسائی
 بطریق عبد الرزاق، و معمر عن یونس
 بن عقبہ، و الطحاوی عن لیث، و المہدی
 فی الخلاصات عن طریق یزید بن ہارون
 عن یحییٰ بن سعید، و اسبعثہم عن مافہ،
 کلاہما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما۔

چاروں (آخری راوی یعنی مالک، یونس، لیث، یحییٰ)
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

ووصلہ النہقی عن ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما، کان من سول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین صلاۃ
 الظہر والعصر إذا کان علی ظہر سیر،

و یجمع بین المغرب والعشاء۔ وهو عند مسلم و آخرین بذکر غزوة تبوک، و لا یس ما جئة من طریق ابرهیم بن اسمعیل عن عبد الکریم عن مجاهد و سعید بن جبیر و عطاء بن ابی ساریح و طاؤس، أخبروه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه أخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یحملہ شیء ولا یطہرہ حد و ولا یخاف شیئاً۔ قلت: ابرهیم هذا، هو ابن اسمعیل بن مجملہ الا نصاری، ضعیف۔ و عبد الکرم ان لم یکن ابن مالک الجعفری، فابن ابی الحسارق، وهو اضعف و اضعف۔ و المعروف حدیثہ فی الجمع بالمدينة۔ مرآۃ الشیخان و جماعة، كما قدمناہ بصرقھا و الف ظہا عما قریب۔

و حدیث بنحوہ تعلیقاً و صلاً و طحاوی و صلاً

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین ہاتین المصلاتین فی السفر یعنی المغرب والعشاء۔

یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متفق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریق ابرہیم بن اسمعیل راوی ہیں کہ عبد الکرم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء بن ابی ساریح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء جمع کر لیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو حلی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ قلت (میں نے کہا) یہ وہی ابن اسمعیل ابن جمیل انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبد الکرم اگر ابن مالک جعفری نہیں ہے تو ابن ابی الحسارق ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور سست ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ سفر میں) اس کو بخاری مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے جیسا کہ فقہ حنفی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اہل الفاظ بیان کر چکے ہیں۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

۱۴۹/۱	صحیح البخاری باب الجمع فی السفر من المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۶/۱	سنن ابن ماجہ باب الجمع بین المصلتین مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۱۱/۱	شرح معانی الآثار ۱۱۱/۱

وحدیث بابک دشتی و داری و سلم و ایروان و وترندی و نسائی و ابن ماجه و طبرانی مطول و مختصر

عن عاصم بن داثلۃ ابی الطفیل عن معاذ بن
جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال : جہم
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی
غزوۃ تبوک بین الظہر والعصر و بین المغرب
والعشاء ، قال : فقلت ، ما حملہ علی
ذلک ؟ قال : فقال ، امر اذان لا یحرج
امتہ لی

هذا العظم معلوم في الصلاة ، ومثله
الطحاوي ، وعبد الحميد بن هبة ، فقط ،
وهو أحد نغلي الطحاوي ولما ذكره من
طريقه عند مسلم في الفضائل ، خرجنا من
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما
غزوة تبوك فكان يجمع الصلاة ، فصلتي
الظهر والعصر جميعا ، والمغرب والعشاء
جميعا حتى إذا كان يوما آخر الصلاة ، ثم
خرج فصلتي الظهر والعصر جميعا ، ثم دخل
ثم خرج بعد ذلك ، فصلتي المغرب و
العشاء جميعا ، الحديث بطوله ، وهو
بهذا القدر من دون زيادة عند الباقي .

یہ مسلم کے اصحاب ہیں کتاب الصلوٰۃ میں ، اور
 طحاوی نے بھی روایت کی ہے ۔ ترمذی میں صرف
 اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی
 صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے ۔ ماہک کے ہاں ، اور
 اسی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوۃ
 تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 نکلا تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے ، چنانچہ آپ نے
 ظہر و عصر ملا کر پڑھا اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا حتیٰ
 کہ ایک روز آپ نے نماز کو نو مرتب کیا پھر تشریف لے گئے
 تو ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا ۔ پھر اندر تشریف لے گئے
 پھر باہر ملوہ افرقہ ہوئے اور مغرب و عشاء کو ملا
 کر پڑھا ۔ ماہک اور مسلم نے اس حدیث کو اختلاف
 پوری طوالت سے ذکر کیا ہے ۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں
 اسی قدر ہے ۔ اس سے زائد نہیں ہے ۔ (دستا)

و حدیث ایک مرسلہ و مندرجہ

من طريق داود بن الأحمر بن عمت الأعمري

باب جواز الجمع بين الصلوتين في السفر مطبوع قديمي کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۱
باب فی مجزآت العی علی الذہن تسانی علیہ وسلم من کتاب المعانی مطبوع قديمي کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۲

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول
لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت یجمع
بین الظهر والعصر فی سفرہ الی تبوک۔^۱

ہکذا روی عن یحییٰ مستندا، وهو عند
محمد وجمہور رواۃ الموطا عن عبد الرحمن
بن ہریرۃ مرسلا۔ وعبد الرحمن، هو الآخر۔
وهو عبد البزار عن عطاء بن یسار
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی
السفر۔^۲

وحدیث ۱

حدیث ابن ابی شیبۃ بطریق جب ح ابن اسحاق،
مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ایبہ عن
جدہ، وهو عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال، جمع رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع
الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق۔^۳
وحدیث تردی فی کتاب الملل

حدثنا ابوالسائب عن المجہیری عن ابی عثمان
عن اسامة بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے
تھے۔ (ت)

یہ حدیث صحیحی سے بھی اسی طرح مستند آمدی ہے،
مگر محمد اور یحییٰ کے اکثر راوی اس کے بعد عبد الرحمن ابن ہریر
سے مرسل روایت کرتے ہیں، اور عبد الرحمن، وہی آخری ہے۔
اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابو ہریرہ سے
روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔
(ت)

احمد اور ابن ابی شیبہ مطریق جب ح ابن اسحاق، مختلف
فیہ، عن عمرو بن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے،
وہ اس کے دادا سے، یعنی عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی مصطلق میں دو
نمازوں کو جمع کیا۔ (ت)

حدیث بیان کہ ہم سے ابوالسائب نے مجہیری سے،
اس نے ابو عثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم اذا جدد به السيد جمع بين الظهر و
العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی
سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا
الحديث، فقال، الصحيح، هو موقوف
عن اسامة بن زید۔

وحدیث،

احمد بطریق اس لطیفة عن ابن الترمذی قال
سألت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، هل
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم بین المغرب والعشاء؟ قال، نعم،
عاصم عن ابیہ المصطلقؒ

وحدیث ابن ابی شیبہ وابو جعفر طحاوی

اما الاول فبطریق، بن ابی لیس عن عبدیل و
اما الاخر فعن ابی قیس الاودی عن عبدیل
بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جمع، ولفظ الاخر کانت یجمع، بیت
الصلوات فی السفر۔

وللطبرانی فی معجمہ الکبیر و

الاوسط عنہ مرصی اللہ تعالیٰ عنہ قال،
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم کو جب چلنے میں ملے ہی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب
عشاء کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمدؐ
یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر
موقوف ہے۔ (ت)

احمد بطریق ابن لیس، ابو الزہیر سے راوی ہیں کہ میں نے
جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں
نے جواب دیا، ہاں، جس سال ہم غزوہ بنی مصطلق
کے لیے گئے تھے۔ (ت)

پیش لکھی ان ابی شیبہ، بطریق ابن ابی سیل، بدیل
سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی، ابی قیس اودی سے)
وہ بدیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے سفر کے دوران جمع کیا۔ طحاوی کے نقل میں
میں، جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران۔ (ت)

اور طبرانی نے اپنی دونوں مجموعوں یعنی کبیر اور وسط
میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر

۱۴۸/۴ مطبوعہ دارالطباعة المنيرة بيروت

نوٹ ایسا اگرچہ ترمذی کا کتاب التعلیل میں نہیں لی سکا اور بڑی کوشش سے ملے۔ طحاوی سے ملا ہے۔ نیز احمد سعیدی

۳۴۸/۳ مطبوعہ دار الفکر بيروت لبنان

۲۵۸/۲ مطبوعہ دارالقرآن کراچی

۱۴۸/۴ مطبوعہ دارالطباعة المنيرة بيروت

نوٹ ایسا اگرچہ ترمذی کا کتاب التعلیل میں نہیں لی سکا اور بڑی کوشش سے ملے۔ طحاوی سے ملا ہے۔ نیز احمد سعیدی

۳۴۸/۳ مطبوعہ دار الفکر بيروت لبنان

۲۵۸/۲ مطبوعہ دارالقرآن کراچی

بین الظهر والعصر، والمغرب والعشاء،
فقیل له فی ذلک، فقال، صنت ذلک لئلا
تخرج أصغی۔

وحدیث

عن ابی ہریرۃ فی الجمع الاوسط عن عطاء عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع
بین الصلاتین فی السفر۔

وحدیث مرسل وبلغ مالک

انہ یجمع عن علی بن حسین، هو ابن علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ کان یقول، کان
مرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا اراد ان یشیر یومہ، جمع فی ظہر
والعصر، واداراد ان یشیر لیلہ، جمع
بین المغرب والعشاء۔

والہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلف شریف میں حدیث پنجم روایت کر کے فرماتے ہیں:

بہذا، ناخذ، والجمع بین الصلاتین ان
تؤخر الاولى منہما فقص فی آخر وقتہا،
وتعجل الثانية فقص فی اول وقتہا۔

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر جمع فرماتے ہم

اگر مغرب وعشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں
پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح
اس لیے کیا ہے تاکہ میری امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

طبرانی معجم اوسط میں بالخصوص سے، وہ ابو سعید خدری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع
کیا کرتے تھے۔ (ت)

مالک کو علی ابن حسین، ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات
پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر وعصر
کو جمع فرماتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے
تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

۲۶۹/۱۰	مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	۱۰۵۲۵ حدیث	۱۰۵۲۵ حدیث
۲۶۳/۱۱	مکتبۃ المعارف ریاض	۵۵۵۹	۵۵۵۹
ص ۱۲۶	میر محمد کتب خانہ کراچی	جمع بین الصلاتین	جمع بین الصلاتین
ص ۱۳۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والطر	باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والطر

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع ضروری ہیں۔ حاجی تو ایک ہر موشیہ راہی احادیث اور ان کے اشل کو محمل دے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور ان کے عوام کے لیے جو گول درپردہ کہنے کہ جمع میں الصلا تین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر نہ تو صحابہ کرام کے اسلئے طبع گنا کر خود ہی گنا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع ضروری ہے اسی لیے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم ان حدیثوں میں اکیفیت کو بھی انھیں احادیث مہینہ اکیفیت پر محمول نہیں ہو سکتا۔

اقول بالعرض اگر جمع ضروری ثابت نہ ہوتی تا جم محمل تھی اور احتمال قاطع اسلئے نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع ضروری کا احادیث صحیح سے ثبوت ظاہر قواب راہ تبلیغیں پندرہ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور یا عوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سننا کیا مقتضائے طاقت ہے اب تو حاجی کی تحریر خود ان پر بازگشتی تیر ہوتی کہ جب احادیث صحیحہ سے جمع ضروری ثابت تو منصفین با فہم ان حدیثوں میں اکیفیت کو بھی انھیں احادیث مہینہ اکیفیت پر محمول نہیں کر سکتے، اس لیے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زلم میں صریح سمجھ کر لائے اور ان میں مفسر ناقابل تاویل کہنے کا غریب تھا وہ خوف رلائے وہ صرف جاریں دو جمع تعظیم و دو جمع تاخیر میں ان روایات کا حال بھی عنقریب ان اشاراتہ القریب الجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہو گا کہ دعویٰ کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے ہیں ہاتھ پیراتا ہے وندہ انجہ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تعظیم

واضح ہو کہ جمع تعظیم غایت درجہ ضعیف و مستقر میں ہے حتیٰ کہ بہت علماء نے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باپ میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر نقابہ اپنی طاقت کے بھروسے بیڑاٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے۔

چہ تو ہے بہت سی حق شب و عہد

اگر چاہ درو کے بیاض یاد آئے

جمع تعظیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں

جہ ذکر احادیث فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جو انہیں پرچہ میں کسی طرح غدر اور تاویل اور برج اور قدر کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا، انصوص قاطعہ تکوین۔ اس سے اوپر کچھ، احادیث صحاح جو کہ ہیں الصلواتین پر قطعاً اور یقیناً ولایت کرتی ہیں۔ بہت چاہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل سے

بہت شورشیں تھے پہلو میں دل کا
جو پیرا تو اک قلعہ تھو نہ نکلا

حضرت بکمان عرقریزی دوحہ شیش کا کش کر کے لائے وہ بھی ثمرۃ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید باندہ۔
حدیث اول بعض طرق حدیث سینا مساذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جناب سے روایت صحیحہ مرفوعہ مشہورہ مرویہ کیا کہ تروہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جاہیراً نہ حفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

مرہ عن ابی الریر عن ابی الطفیل عن معاذ
جماعة من الحفاظ، منهم سفین الشوری
وقرة بن خالد، ومالك بن انس وأخرون،
أما سفین فعند ابن ماجة، وأما قرة فعند
خالد بن الحارث جيد مسلم، وعبد الرحمن
بن مہدی عن الطحاوی، وأما مالك
فعنه الشافعی فی مسنده، وأبوت وهب
عند الطحاوی، وأبو القاسم عن عند النسائی،
وأبو علی الحنفی عند الدارمی، وعن
الدارمی مسلم فی صحیحہ۔
لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابوالحسن نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیحہ
میں ذکر کی ہے۔ (ت)

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک حدیث غریبہ شاوہ بطریق لیث بن سعد بن یزید بن ابی حنیفہ
عن ابی الطفیل یوں آئی، ان العی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی غزوة تبوک، اذا امرت تحمل
قبل ان تزیر الشمس اخر الظهر حتی یجمعها الی العصر فیصلیہما جمیعاً، واذا امرت تحمل
بعد تزیر الشمس صلی الظهر والعصر جمیعاً ثم صاس، وكان اذا امرت تحمل بعد المغرب
ثا معید الرحمن ص ۸۴ م ۲۸۸ ایضاً ص ۲۱۸ ف ایضاً ص ۲۰۳

محمد الثالث۔ فصلاً مع المعربین۔ سواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبی و الحاکم و الدارقطنی و المیهقی۔ مراد الترمذی۔ بعد قوله، اذا استحل بعد نزول الشمس، مجمل العصور الى الظهر و عصر الظہر و العصر جمعاً۔ الحديث۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوپا فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملائے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوپا فرماتے تو عصر میں تعجل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوپا کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوپا فرماتے تو عشاء میں تعجل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہؓ جیٹ قال، حدیث الیشع بن یزید بن ابی جیب عن ابی الطفیل عن معاذ، حدیث غریب، و المعروف عند اهل العلم حدیث معاذ عن حدیث ابی ہریرہ عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع فی غزوة تبوک بین الظہر و العصر، و بین المغرب و العشاء۔ سواۃ قرآن مجتہد بخلافہ۔ یمن الشوری و مالک و غیر واحد عن ابی الزبیر المسکینی۔

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وہ حدیث جلیث ہے یزید ابن ابی جیب سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ سے روایت کی ہے، وہ غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک معروف معاذ کی وہ حدیث ہے حوالہ الزبیر نے واسطہ ابو الطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ جی۔ سی۔ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ اس کو قرۃ ابن خالد، سفیان ثوری، مالک اور دوسروں نے ابو الزبیر کی سند سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ائمہ شان مثل ابو داؤد و ترمذی و ابو سعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سواقیبہ بن سعید کے کسی نے روایت کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا کہا نفعہ الامام ابی الدرداء عن الشوکانی الظاہری فی شرح المنتقى عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جب کہ امام بدر نے عمدہ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح مفتی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا۔ ت) امام ابو داؤد نے

۱/۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۱/۴۲ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۱/۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۳/۲۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

منکر کما کہ فی البدء المتعبر عنه فی الذہن (جیسا کہ جہیز میں آ رہا ہے) نقل کیا ہے) بلکہ نہیں ان فتویٰ
 امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث سے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی مکرک
 بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکرمہ جیلر شیعہ پر
 اُن کی ناشنید روایتیں داخل کر دیتا جو حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں
 محل سے حنفیہ مثل امام زکیلی شارح کنز و امام بدرعینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابوبکر علی شاری قیہ کے سوا شافعیہ و
 مالکیہ و ظاہریہ قاضی جمیع بین الصلوٰتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا
 و ماہب و شوکانی ظاہری شارح حنفی و غیر ہم نے امام ابن یونس و امام ابوداؤد و ابوعبد اللہ حاکم و امام الحدیث
 بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدیع و غیرہ نے امام ابوداؤد سے حکم مطلق نقل کیا
 کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابل استناد نہیں لکھا گیا فی باب شہدہ اللہ
 تعالیٰ (جیسا کہ ان شارح اللہ تعالیٰ آگے آئیگا۔ ت) تو باوصف تصریحات ائمہ سنان خصوصاً بخاری کے پھر
 ملایا کہ اس روایت کی تصحیح میں عرق دینا ہی ہے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ و غیرہا رواۃ و قبول نقد و ثقت کے
 اثبات میں تطویل لا محال کرنا کسی حالت فاحشہ سے کہیں نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی صیب یا معاذ اللہ
 حضرت ابوالفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سقیم ہیں، خارجی بایں پیارہ سالی و دعو سے گدلی ابھی حدیث معقول ہی کو
 نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعف راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف و ثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قاصرہ
 ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابوداؤد و غیرہا سے ناقدین پہناتے ہیں بخاری و ابوسعید و
 حاکم نے بھی توثیق پر جرح کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انھیں دھوکا دیا گیا غلطی میں پڑ گئے پھر اس سے عدالت قتیبہ کو کیا
 نقصان پہنچا ثاقت قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا ۱۰ ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقتدلانہ سبب کو سنا ہے
 جس حدیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابوالفضل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذ اللہ
 مقدمہ و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقتد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقتدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے
 رد پر آتے ہیں خوب خدو شرم و نیا سبب بلا سے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے
 صحیح بخاری شریف کی صحیح متصل حدیث کو برعم تعلیق رکھا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شریع
 صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ حیدہ کو رد کرنے کے لیے
 آپ نے کیے ہیں،

کما تقدّم، ومن يشبه اياه فما ظلم
 شتم اقول، وتحسين الترمذی يرجع
 فی حدیث معاذ، لقوله، حدیث معاذ
 حدیث حسن غریب۔ واذا اتى عن هذه
 الرواية لم يحسنه، انما قال، و حدیث
 الثیث عن یزید غریب۔ واذا دانه خلاف
 المعروف، فقال، والمعروف عند اهل
 التصحیح حدیث معاذ، الخ واما ابن حبان فلا
 نعلم له فضلا على ابی سعید بن یوسف،
 فانه ايضا ثقة، ثبت، حافظ، اصاح
 من ائمة الثن، كذا هو من الاقران، من
 بلا مذلة الامام الفی ابی حید الرحمن۔ و
 ابن یونس، لنزاهته من نفس فلتس،
 احب الى الناس من ابن حبان۔ وقد
 قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات
 اث هجیة، مر بها غلط، غلط العا حشر
 فی تصرفیته، كما نقله الذهبی فی تذکرة
 الحفاظ۔ فانی یدانی اباداود، فضلا ان
 یوانزیه، فضلا ان یبایریه، فضلا عن
 ذاك الجبل الجلیل محمد بن اسمعیل۔
 وقد عرف بالتساهل فی باب التصحیح،
 مل والتحسین، هو والترمذی، كما نص

جیسا کہ گذرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے
 اس کا کوئی قصور نہیں۔ بشر اقول پھر میں کہتا ہوں
 کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے
 کیونکہ ترمذی نے کہہ ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے
 اور جب اس روایت کا ذکر کیلئے حسن میں کہا صرف یہ
 کہ حدیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے ترمذی
 نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔
 چنانچہ ترمذی نے کہہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف
 معاذ کی حدیث ہے الخ را بن حبان تو اسکی سعید بن یوسف
 پر کوئی برتری ہلکے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے
 ثبت ہے وہی نظم ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک
 امام ہے یونس بن زمر بن ابی امام ابو عبد الرحمن نسائی
 کے شاگردوں میں سے ہیں تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک
 برے کی وجہ سے ان کے ہاں ابن حبان سے زیادہ
 پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات شافعیہ
 میں کہا ہے کہ ابن حبان کو کثرت حدیث کے دوران
 بسا اوقات شدید غلطی ہو جاتی تھی، جیسا کہ وہی نے
 تذکرة الحفاظ میں بیان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان اباداود
 کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چر جائیکہ اس کا
 ہمسرا ہو، چر جائیکہ اس کے مقابل ہو۔ اور مسلم کے
 خلیفہ پیر محمد بن اسمعیل دبخاری، کا مقام تو پھر بہت
 ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو جمع کر رہے
 ہیں مقابل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ ترمذی

سہ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین
 تذکرة الحفاظ فی ترجمہ ابن حبان

مطبوعہ محمدیاتی لاہور ۴۲/۱
 مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۲۶/۳

مقابل میں۔ جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "دارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء احادیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وہ صرف راویوں کا لفظ ہونا نہ نظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی غیبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

بسیہ الاثنتہ وحققہ فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث علی ان اخرج مقدمہ مثل النقام، فان من اثبت فای نظر الف ثقتہ الرواق، ولم یضہ علی ما اظم علیہ تیرہ من العدة، ومن یعلم قاضی علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل اعلم۔

نقد اقوال اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام عطا طویل ہے مگر فقیر غفرلہ تعالیٰ کہتا ہے نظر تحقیق کو رغبت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبرک میں ظہر عصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کوچ ہوتا تو راہ میں اتر کر نہ منزل ہی پہلی صورت میں جمع مدیر سوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خدمت کیا ہوا حدیث کا کوئی سا مدعی کسی کی تیسری روایت ہے اور اس کا حاصل بعد از یہ الشمس میں غراہی خواہی بعیدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا اصولی شمس سار ہے بلکہ الفاظ اخوان الظہر والعصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کر کے پڑھی عصر چلے پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم قیاد ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں چھوٹے شروع وقت میں دیر کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں نہ لہذا علمائے کرام مثل امام اجل طوسی و ابوالفتح ابن سبیتہ اناس وغیرہا بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاجیر و تعیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح حقیقی میں کہا،

بن وجرات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب و عشاء کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعیل فرمائی تیرہ ابن عباس

مایدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمیع لعمومہ، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس، بلفظ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعاً، والمغرب والعشاء جمیعاً، اخر الظہر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل العشاء۔ فہذا البتہ عباس،

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

مرادی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواه من الجمع المذكور هو الجمع الصوری۔

اُسی میں ہے،

جین صوری پر عمل کرنے کی نویدت میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار سے پاس، سر شریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو عہدی، اس طرح دونوں کو بجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمیع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

ومن المؤیدات لذلك على الجمع الصوری ایضا، ما أخرجه ابن جریر عن ابن عمر، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما، وهذا هو الجمع الصوری۔

معہ ظہر مغرب کا جب وقت کموینا ظہر تو عصر و عشا میں جلدی کا ہے کی۔ اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لیتے ہیں، اس میں صوری کا عمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر و عصر و عشا میں جمع نہیں کرنا روایت بھی انہیں احادیث محلۃ الکلیفۃ سے ہے جسے ملاجی نے نواسی کو، ابی جع حقیقی میں نص مفسرنا قابل قبول مان لیا الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ سے ظاہر ہوا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں،

(ظہر و عصر کو جمع کیا یعنی قیام گاہ میں، طہسرد کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعیل کر کے اول وقت میں پڑا۔ (ت)

(جمع بین الظهر والعصر) ای فی المنزل، بان احرا الظهر الى آخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔

بمحر فرمایا،

(مغرب و عشا کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے لکھا۔ (ت)

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق۔

حدیث دوم اذ تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمیع صلاتیں سے احمد علاؤ نہیں جس میں اثبات میں کام ہیں، نشان ہیں، بُر نہیں۔ گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا۔ ہاں بعض علمائے سنی نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شرح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر چکے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے تا جی چار طرف ثبوت میں تھے ہی تعلیقہ جامد شافعیہ کی، ٹی پڑے انہیں بد کیے پیچھے فیہ دلیل پر اتم پڑا، بلکہ کل ساقطہ لا قسطہ (برجری بُرئی چیر کو کوئی ٹھانے والا ہو گئے تھے) جھٹ خوش وٹ ٹھانے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، خرج
علینا السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالہاجرة الی السطحا ، فتوحاً فصیل
لنا الظہر والعصر۔ ولفظ البخاری ، خرج
عینا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بالہاجرة ، فصیل بالسطحا الظہر
من کھتین والعصر من کھتین

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بعل
میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا وہ
بہیں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ
یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے
وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بعل
میں دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھیں

پتہ تو ہے بخاری کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمیع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل سکہ
صاف صریح نامہ کے تاویل بتانا کہ کھل آئندوں کا کام ہے سبحان اللہ حدیث کا مفاد صرف ۔ نہ حضور لا صلہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے دوپہر کو یا ظہر کے ادا دل دس یا عصر سے یہ وغیرہ افسوس سے یہ آمد جو کہ وضو کیا اور ظہر و عصر دونوں
اُسی موضع میں رہیں، اور ہمیں اس میں تو مطلق میں بھی ۔ کھل نہ جمیع حقیقی میں بھی ہو، تاہی تو آپ جانتیں ایسا
برہنہ، میں خود کچھ حدیث مطلب سے محض بے علاوہ ہے نہ ایہ نامہ مدق رحم بھرنے کو بشرم عوم کچھ عربی محض
ادریوں اپنی خود دانی کے پردے کھولے کہ باجہرہ خروج وضو و صلاۃ مسب کی طرف سے اور فی ترتیب بے حدت
کے لیے و مقتضائے قاصد یہ ٹوسے کہ یہ سب کام باجہرہ ہی میں سوئے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدد دل
بے مانت قطعی بارہ، علاوہ یہی عصر ظہر پر معطوف اور صلاۃ تو حشا سے بے صلتہ مربوط تو معطوف معہوں کو جدا
کر لیا کیونکہ ہاں، حلیہ صمد یا متوجہا۔ اس پر بہت وجہ سے رد ہیں، مثلاً،

طاہری وہی فاس ہے وہی ترتیب وہی عظمت وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معانے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ و مرثیہ سائنہ ہے کہ اصل مفید محل صلوات نہیں ہوتا وہی ادنیٰ فضلیہ البیان (پرتشخص دعویٰ کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت)

شامین کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے صبر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کیا یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیت ماننے ضروری حاشا عجیب چل ہے کہ اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحت سے اس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو سکتا کہ لانا سہل ہے عمل و مقام و مقصد کلام کا کھانا صیب اعدا۔

عاشم آپ جو اپنی نصرت خیالات کو بحدیث صحیحہ میں جا بجا تاویلات دیکھ بارہ کرتے ہیں ان کے جواز کا فتویٰ کہاں سے پیا۔ مجتہدات میں قاطع کہاں۔ مثلاً وقت ظہر ایک مثل ماننے کو جو حدیث صحیحہ صریح بخاری حقیقہ و فیہ افضل التسلول کے معنی بگاڑ رہے ہیں کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ عقرب سے آتا ہے اس کا اندر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے۔ عاشم تاویلات کا یہی ہے کہ حدیث صحیحہ میں یہ مذکور ہوتا ہے کہ جب یہ ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس صحابین لا وہ یہ تاویل نہیں ہوتی کہ گیس۔ اب خدا جانے بے قطعیت ماننے یہ تاویل حق کیونکر ہو سکتی۔ مخالفت ہی ہر کے باعث سلسلہ کیوں۔ برکتیں۔

حادی عشر طرد راکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالفت کو دخل نہیں دے کر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گزے کہ صرف ظاہر سے ملے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی نصریات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی وجہیں بھیجے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فاس سے یہ فی سالی مگر یہی حدیث انہیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ تم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دہلنے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

طریقۃ شعبہ و دھم سے دی ہے۔ میں نے ترجمہ ابا حنیفہ، قال، خروج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہف جبرۃ فی المطحۃ فتوصلاً، ثم صلی اللہ علیہ وسلم

مذا معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر کی مکلفہ مذکور یہ لاہور ص ۲۵۴

قرآنی! اب مزاج کا حال بتائیے مگر

حفظت شیئا وغایت عنك اشياء

(تو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں بھل گئیں۔)

المحدث السنن فصل کے بھی اصل کلام نے وصل تمام پر وجہ حسن پایا۔ اب حسب فعل اول چند افاضات لیجئے۔

افاضہ اولیٰ ہمارے اجلۃ المذہب سید مکیث افیہ اور قاضی کے امام طاہر یہ سب باندہ اتفاق اپنی کتب

میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابو داؤد صاحب سنن نے فرمایا۔

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضی۔ جمع تعقیدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (د۔ت)

امام زبلی فرماتے ہیں۔

قال ابو داؤد، ولیس فی تقدیم الوقت حدیث۔ ابو داؤد نے فرمایا، تعقیدیم وقت میں کوئی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ (د۔ت)

امام بدر محمد عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قلت، حک عن ابی داؤد انه انکر هذا الحدیث، میں نے کہا، ابو داؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے

و حک عنہ ایضا، انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث کو منکر کیا۔ ان سے یہ بھی منقول ہے

الحدیث حدیث قاضی۔ کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (د۔ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری کی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

حک عن ابی داؤد انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم۔ ابو داؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ اوقات حدیث قائم۔ نقلہ میرک۔ فہذا

شہادۃ بصعب الحدیث وعدم قیام الحجۃ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور ثبوت فیوں کی دلیل

لشاعیہ۔ قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (د۔ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد ساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں، قد قال ابو داؤد

۲۹۲/۱

لہ شرح الرزق فی علی الموطا المجید بین الصلاۃ مطبوعہ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ مصر

۸۹/۱

لہ تبیین الحقائق اوقات الصلوۃ مطبوعہ المطبعۃ النکیرانی الامیرہ بلاق مصر

۱۵۱/۲

لہ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر مطبوعہ ادارۃ الطباعة لمیریہ دمشق

۲۲۵/۳

لہ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب صلوة السفر مطبوعہ مکتبہ المدینہ لبنان

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضی نے (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے)۔
 بعینہ اسی طرح علامہ رشتائی ہاتھی سے شرع موطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدریہ و مجمع محمدیہ میں مسدایا
 شو کافی غیر مستند کیل الاطاریع ہے۔ قد ابودود: ہذا حدیث منکر و لیس فی جمیع التقدیم
 حدیث قاضی نے علامہ ابوداؤد سامعہ علیہ السلام یہ تصریح فرمائی جسے علمائے مائتہ حتی کہ قائلان جمع بھی بلا تیر و
 انکار ضرر زاتے تھے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا۔ اب بخاری چاہیں کہ میں یہ بیٹھ بھیجیں سے ثابت کر دیں
 یہ کیونکر کی مگر قیامت لطیفہ درہا کہ کیا فی ادایہ ہے کہ مجھ کوئی نفروں سے جل کر فرمایا، کچھ غیرت آوے تو
 نشان دی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول دیا ہے۔ یعنی فتول ثقات عدول من مردود و ما مقبول
 جب تک کہ اس کتاب میں تصریح نہ کرے اس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول طاری: اس مجتہد ہٹوں میں حق بجانب تھا کہ جسے تم ولی کی ٹھنڈی سڑک پر ہو، کھلائے کے قابل
 نہ تھے یہ جتنی لوگ جہت نہیں چھوڑ کر کھلائے دیتے ہیں بھلا اولاً اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح
 تصنیف و تخریج ایسے گزرے ہیں کہ کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہو سکا کہ کیا درجہ ہوگا۔

ثانیاً آپ جرائنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے روئے ہیں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چہیں کسی کو چنان
 کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے ان کی کارنامہ نہ دیکھا، صد سال بعد پیدا ہوئے انھیں
 دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح سرفراز ناظر میں یہی کام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل
 سواموضع عدیدہ کے ثبوت تو دیکھئے کہ ناظرین بصر میں نے اپنی کس کتاب میں ان کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں فتول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متفرقین کے
 اتفاق پر نقل کر لائے اور ان سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھاتے ہو تو نشان دی کر دو کہ وہ باتیں منتوں ہم سے کس کتاب
 میں نکلی ہیں مگر یہ کہیے کہ بیجوز للوہابی صلاً لا یجوز لعیبرہ (دو بانی کے لیے وہ کچھ جائز ہے جو وہ سڑک کھینے جائز ہیں)۔

افضہ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و
 عبد الرزاق و ترمذی۔

وہذا حدیث احمد اذ یقول حدیثنا محمد بن الزرق
 اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبد اللہ
 عن عسید اللہ بن عباس عن عکرمۃ
 عنہما و الشافعی شرح صحیح بخاری باب یؤخر النہالی العصر مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۳۰۶/۲
 سنیل الاطاریع شرح فتوح الاشرار الواب النجین من الصلوٰۃ مطبوعہ مطبعۃ ابابلی مصر ۲۳۳/۲
 ف معیار الحق ص ۴۴

کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: الا اخبرکم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر؟ قلنا: بلى. قال: كان اذا شاعت الشمس في منزله جهم بين الظهر والعصر، قبل ان يركب، واذا لم تنزل في منزله سار، حتى اذا كانت العصر نزل فجمع بين الظهر والعصر. و اشار اليه ابو داود تعقيقا، فقال: مرداه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولو يذكركم لفظه.

کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا کیا میں تمہیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر کے بارے میں نہ بتاؤں، ہم نے کہا: کیوں نہیں؟ اور بتائیں، انہوں نے کہا کہ ارچائے قیام پر رول ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جاسے قیام پر رول میں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابو داؤد نے تعقیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو بشام ابن عروہ نے حسین ابن عبد اللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ابو داؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)

خود قائلان ہیں اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کہ روایت مجھ کر تاجی بھی اس کا ذکر زبان پر نہ لے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اس کے راوی حسین بن عروہ اور ان کے نشان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یحییٰ نے فرمایا: ضعیف۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا: ضعیف، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے اسناد نقل نہ کیا جائے، ت، التوزید وغیرہ نے کہا: ایسے بقوع (قوی نہیں ہے، ت، جوزہانی نے کہا: لا یشغل بہ (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے، ت، ابن حبان نے کہا: یقلب الا سائید ویرفع المر اسید (اسنادوں کو لیٹ دیتا تھا اور مر اسید کو مرفوع

۳۲۷/۱	مطبعة دار الفکر بیروت	سنة امام احمد بن حنبل	زم سنة عبد الله بن عباس
۱۷۱/۱	مطبعة مطبع مجتہبی لاہور	سنة سنی ابی داؤد	باب الجمع من الصلاتین
۵۴۸/۲	مطبعة المکتب الاسلامی بیروت	مصنف، ابی یحییٰ عروہ بن ہمام	جمع بین الصلاتین
۳۰۲/۱	دار المکتب العربیہ بیروت	سنة ارشاد الساری	باب یرحہ الخیرل حصہ ۱
۵۳۷/۱	دار معارف بیروت	سنة میزان الاعتدال	ترجمہ حسین بن عبد اللہ ۲۰۱۲
۲۴۳/۲	مطبعة ابیانی مصر	سنة بل الادوار شرعی قسطنطنیہ	بخار ابرہ بن محمد بن الصمدین

بنادرت تھی۔ محمد بن سعد نے کہا، کان کثیر الحدیث، ولہم ارحم یحتجون بحديثہ (حدیثیں بہت
میں کرتا تھا، علی، اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت، یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروک
احادیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مرینی نے کہا، توکت حدیثہ (میں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے) لہجہ
حافظ نے تقریب میں کہا، ضعیف۔ اس حدیث کی تصنیف شرح بخاری قسطلانی، شافعی و شریعت مولیٰ ریفستانی
مالکی و شریعت شوقانی طبری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن لہ شاهد من طریق جماد عن ایوب عن
ابی قلابہ عن ابیہ جہاس، لا اعلیہ الا
مرفوعا، انه کان اذا انزل من زلا فی السفر
یا یحبہ اقام فیہ، حتی یجمع بین الطہور
العصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتہیا لہ
المحل مد فی لیس فیما من حتی ینزل، فیجمع
بین نظرہ والعصر۔ خروجه البیہقی، و
مرجالیہ ثقات، الا نہ مستور فی دفعہ،
والمحموطانہ موقوف۔ وقد اخرجہ من
وجه، حر، مجر و ما بوقعہ علی ابیہ
جہاس، ولفظہ اذا کسفر ما نزل، قد ذکر
نحوہ۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ عماد مروی ہے۔
عماد ایوب سے، وہ بر قلابہ سے، وہ ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ، میرے خیال
میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران
کسی محل پر اترتے تھے اور وہ جگہ پسند آ جاتی تھی تو
وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک طہر و عصر کو یکی پڑتے تھے
پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی سر زمین
میں آتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی محل
اُن کو طہر و عصر کو یک کر لیتے تھے۔ اس کو بہتر ہے نہایت
کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن، اس کا مرفوع
ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت
موقوف ہے۔ بہیقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو
روایت کیا ہے جس کے معانی اس کا، ان میں اس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ

اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (قریوں کیا کرو کہ (۱) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (۲) ت
شرح مولیٰ میں اسے ذکر کر کے فرمایا، وقد قال ابو حاتم و دلیس فی تعقیم لوقت حدیث قاضی
(ابوداؤد نے فرمایا، تعقیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت،

اقول وہ ضعیف اور اس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ ان کا

۱۔ فیہ فی الاطوار شرح مفتی الانصار ابواب الجمع میں الصلاۃین مطبوعہ مکتبۃ البابی مصر ۳/۲۲۲
۲۔ ارشاد و الساری شرح بخاری باب یخرج الغمر الى العسک و الریح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۳
۳۔ شرح ارتقائی علی الموطا امام مالک، الجمع میں المصنوعین و لخصہ و السفر مطبوعہ مکتبۃ النبیۃ الکبریٰ بیروت ۱/۲۰۲

حاصل تو یہ کہ جو منبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر میں جو جانا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں بکلامِ بیحدہ اسی بیان سے شاہد کا سار جستی یہ کہ یہ جملہ صحیحِ تحقیق پر اصولِ ثابت نہیں اور کانت العصر کا جواب ہونہ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے وہ اللہ التوفیق اگر کیے روایتِ شافعی یوں ہے :

اخبرنی ابن ابی یحییٰ عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، فذکر الحدیث وہیہ جملہ بین الظہر والعصر فی الزوال .
خبر دی مجھے ابن ابی یحییٰ نے حسین بن عبد اللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مندرجہ بالا روایت یہ کہ وہ ہے اور اس میں ہے یہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے ۔ (۱)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحییٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے امام اہل نجی بن سعید بن قطان و امام اہل یحییٰ بن معین و امام اہل علی بن بدیع و امام یزید بن ہارون و امام ابو داؤد و غیر ہم اکابر نے فرمایا : کذاب تھا ۔ امام احمد نے فرمایا : ساری بلائیں اُس میں تھیں ۔ امام مالک نے فرمایا : وہ حدیث میں ثقہ ہے نزدین میں ۔ امام بخاری نے فرمایا : ائمہ محدثین کے نزدیک مرکب ہے ۔ میزان الاعتدال میں ہے :

ابو یحییٰ بن ابی یحییٰ ، احد الثقات ، انصحہ ، قال یحییٰ بن سعید : سألت عما مکاتبتہ ، اکان ثقۃ فی الحدیث ، قال : لا ، ولا فی دینہ ۔ وقال یحییٰ بن معین : سمعت نقطان یقولی ، ابو یحییٰ بن ابی یحییٰ کذاب ۔ وروی ابو یحییٰ عن احمد بن محمد ، قال : ترکوا حدیثہ ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لها اصل ۔ وقال البخاری : ترکہ بن المبارک و الناس ۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن اسیدہ ، قال : قدری ، حمی ،
اور کہ ابن ابی یحییٰ : ہر علمائے اسلام میں سے ایک ہے ۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے ہاں سے اس کتاب کو چھاکر کاؤہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا انہوں نے جواب دیا : نہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا ۔ نہ دین میں ۔ ابو یحییٰ بن معین نے کہا : میں نے قطان کو کئے سننا ہے کہ ابو یحییٰ بن ابی یحییٰ کذاب ہے ۔ ابو یحییٰ بن احمد بن محمد بن علی کہ ہے کہ انہوں نے کہا : علمائے اسلام نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے ۔ قدری ہے ، معتزلی ہے ، بے اصل حدیث ہے ، ترک کرتا ہے ۔ بخاری نے کہا : ابن مبارک نے دیورے

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبد اللہ بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں مداخون نے کہا، قدری ہے، جہی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، اسی معین سے نقل ہے کہ وہ کذاب ہے، راضی ہے۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو گتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ لسانی، دارقطنی اور

کل ملاوید، تروک الناس حدیثہ، ودوع عباس عن بن معین، کذاب، سراغسی۔ وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، سمعت علیا یقول، ابراہیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وقال السنائی والد دارقطنی و غیرہا، متروک ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو گتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ (ت) اسی میں ہے،

ابن جان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (ت) اسی میں ہے،
ابن محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)

قال ابن جان، کان یکذب فی الحدیث۔ اسی میں ہے،
قال ابو محمد الدارمی، سمعت یزید بن ہارون، یکذب ابراہیم بن ابی یحییٰ۔
تدہیب التہذیب میں ہے

زہری اور صالح مولی التوامہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معتزلی تھا، جہی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابوطالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں بکھیرتا تھا۔ یحییٰ قطان نے کہا: جھوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا: میں نے

عن الزہری و صالح مولی التوامہ و عنہ انش عن و آخرون، قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ، کان قدسریا، معتزلیا، جہیا، کل ملاوید فیہ۔ قال ابوطالب بن احمد بن حنبل، ترک الناس حدیثہ، وکامن یاخذ احادیث الناس فیضعھا فی کتبہ۔ وقال یحییٰ القطان، کذاب۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم، قلت لیحیی بن

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۵۴ - ۵۸

۱/ ۶۰ " " "

" " " "

لہ میزان الاعتدالی ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹

" " " "

" " " "

معین، غابن ابی یحییٰ ۹ قال: کذاب^۱۔
یحییٰ ابن معین سے ابن ابی یحییٰ کے بارے میں پوچھا تو

انہوں نے کہا: کذاب ہے۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین و ابو داود: سراحصی کذاب (ابن معین اور ابو داود
نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔ سراحصی قریب میں ہے، مقولہ آہ نکل با حصار۔ یہاں
تک کہ ابو یزید نے کہا: اُس کے معصی پر اجماع ہے کہما نقلہ فی المیزان فی توحمة عبد النکر یطہین
ابی المفسارق واللہ تعالیٰ اعلم۔

افاضۃ مالشہ: یوں ہی حدیث وار قطنی،

حدثنا احمد بن محمد بن سعيد ثنا المحدث
بن محمد ثنا ابی ثناء ابی ثناء محمد بن الحسين
بن علي بن الحسين ثني ابی عن ابيه عن
جده عن علي بن رضى الله تعالى عنه قال
كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا
ارتحل حين تروى الشمس حياء بين العصر
والعصر، فاذا جد به السير اخرا الظهر و
عجل العصر، ثم جمع بينهما
حدثنا: ابی یحییٰ احمد بن محمد بن سعید نے صدرا بن محمد
سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ
سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین
سے، اس نے اپنے والد علی بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے، انہوں نے اپنے والد علی رضی اللہ تعالیٰ عنه
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال کے
وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا
پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو
ظہر کو صبح کر کے اور عصر کو عشاء کے وقتوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔

اس میں سراحصی ظاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا:

لا يصح اساده، شيخ المداوقطنی هو
العباس بن حقة، احد الحفاظ،
اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد،
العباس اس بن حقة، احد الحفاظ،

منہ ملائمہ حسیب تہذیب النکال ترجمہ زبیر ابن ابی یحییٰ ۲ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ پل (کشیخ پورہ) ۵۵/۱
تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد الحدادی مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۲۲۴/۱
تقریب: تندہ " " " " مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ گوجرانوالہ پاکستان ص ۲۳
تقریب: تندہ ترجمہ زبیر ابن ابی یحییٰ ۱۵۴/۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۶۴۹/۲
شہ سمن دارقطنی باب الجمع بین الصلواتین فی السفر مطبوعہ مشرک السنۃ ۳۹۱/۱

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روایت کی کہ ان مراغت الشمس قبل ان یرتحل
صلی الظهر والعصر ثم رکب^۱
ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ اگر روٹگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو
ظہر و عصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (د ت)

جعفر قریابی نے بتفرع و لاحق بن راسب سے روایت کی،

عن شہاب بن سوار عن الیث عن عقیل
عن الرہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
قد کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظهر
والعصر جمیعاً ثم یرتحل^۲
عن شہاب بن سوار عن الیث عن عقیل
عن الرہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
قد کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظهر
والعصر جمیعاً ثم یرتحل^۲
اوسط طبرانی میں ہے،

حدثنا محمد بن برہیم بن نصیر بن شعیب
الاصبہانی قال شاہارون بن عید اللہ احمدا
ثنا یعقوب بن محمد الرہری ثنا محمد بن
سعد ان ثنا ابن مجلاں عن عید اللہ بن
الفضل عن انس بن ماری عن انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا کان فی سفر فزاحت الشمس
قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر جمیعاً^۳
حدیث بیان کی جم سے محمد بن ابراہیم ان نصیر بن سندی
اصبہانی نے ہارون ابن عید اللہ سے، اس
سے یعقوب بن محمد رہری سے، اس نے محمد بن سنان
سے، اس نے ابن مجلاں سے، اس نے عید اللہ بن
الفضل سے، اس نے انس بن ماری سے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے
تو اگر روٹگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر و
عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (د ت)

روایت اسحق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا بحکم عمل نے اُسے معلول بتایا کما فی العدة و غیرہ۔

اقول: الا مہر اسحق رحمہ
اللہ تعالیٰ عنہ، لا حکام فی جدالة قصہ
وعظہ خیرہ، لکن نص الامام ابوداؤد اہ
میں کتا ہور امام اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
قد راوہ نسب افتخارین و فی سبب میں سے ہیں
امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وحالت سے

لہ اربعین للماکم

میزن الاعتدال بحوالہ جعفر قریابی ترجمہ ۷۳۳۱ دار الفکر بیروت ۱/۸۳

معجم، وسط حدیث ۷۵۴۸ مکتبہ سعادت رباض ۸/۲۷۹-۲۷۲

کون تعذر قبل موته یا شهر، قال، وسمعت
 منه فی تلك الايام هر حیدت به۔ کہا فی
 التذهیب۔ ودر الحافظ المنزی حدیثہ
 الذی تراد میہ علی اصحاب سفین، فقال،
 استحق احتط فی اخر عمرہ۔ کہا فی المیزان۔
 ولا شك انه مرجه الله تعالى كان كثير التحدیث
 عن ظهر قلبه، اصلی المستد کله من حفظه
 کہا فی التذهیب، قال، قال احمد بن
 اسحق النضبی، سمعت ابرهیم بن ابی طالب
 یقول، مذکور۔ فلا خروان یعتیه خطو
 فی حدیث، و حدیثین، و من المعصوم
 عن مثل ذلك فی سعة ما روی و کثرته،
 بن ابی طالب کو یہ بات کہتے کتاب اس سے حدیثوں میں مذکور، و ن مات، ذکر ہے۔ اس میں
 میں اگر کئی۔ امام دارمی میں طواف بر جہلہ نو کون تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس میں در وسیع، و کثیر روایات
 میں اتنی بخوبی سی غلط استاور کون معصوم ہے، (ت)

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔ ابو داؤد
 نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اس سے کچھ سنا تھا
 اور اس کی وجہ سے مجھے مطمئن کیا گیا۔ جیسا کہ تہذیب
 میں ہے۔ اور حاطب مزنی نے اس کی وہ حدیث ذکر
 کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفین کے
 الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اس کی بارے
 میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو احتط ہو گیا تھا
 جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں
 کہ اس کی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) بیشتر حدیثیں محض یاد کے
 سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے
 نور السنہ اپنی یاد سے اظہار کیا تھا، جیسا کہ تہذیب
 میں ہے کہ احمد بن ابی حصبی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم
 بن ابی طالب کو یہ بات کہتے کتاب اس سے حدیثوں میں مذکور، و ن مات، ذکر ہے۔ اس میں

لاحول، ہام ذہبی سے اس حدیث کو منکر کہا، اور تمام اسحق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گلا۔
 حدیث قال، و کذا حدیث رواہ جعفر العربیابی
 ثم صحق بن سہاویہ ثما شہابۃ عن
 الذیث عن عقیل عن ابن شہاب عن انس
 مرصی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزال
 جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث ہے روا
 کیا ہے عربیابی نے اس کی ابن ابی حصبی سے، اس نے
 شہاب سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے،
 اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ
 عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سفر میں

۱۸۳/۱ لے میرا الاعتدال کوال ابو داؤد ترجمہ کنجی بن راویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۱۹/۱ سے نور السنہ تہذیب التذیب الکمال ترجمہ کنجی بن راویہ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شام

کہتی ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ ت۔ اُسی میں ہے،

قال ابو بکر الاثر عن احمد بن حنبل، کان يدعو الى الاصر جاء، وحكى عنه قول اخيه من هذه الاقاويل، قال، اذا قال فقد عمل بجار حقه - وهذا قول خبيث، ما سمعت احدا يقولہ۔

ابو بکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحق عقیقہ اربار کی دولت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اسی نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سنا۔ (ت۔)

اُسی میں ہے،

قال ابو بکر محمد بن ابی الشیخ، حدیث ابو یوسف بن سعید المدائنی، حدیثی من اجل معرووف من اهل المدائن، قال، من آیت فی السام رجلان طیف اسوا حس حسہ فقال فی، من این است، قلت، من اهل المدائن، قال، من اهل الجانف الذی فیہ شبابة، قلت، نعم، قال فانی دعوا الله، فامس عن دعائی، اللهم انک ان شابة یغض اهل نیک فاضربه الساعة بفالج۔ قال، فانتبهت، وجئت الف المدائن وقت الظهر، واذا الناس فی هرج، فقلت، ما لاس؟ قالوا، فلی شبابة فی السحر، ومات الساعة۔

ابو بکر محمد بن ابی الشیخ نے کہا کہ مجھے ابو یوسف بن سعید مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے رہتے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبایہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور آمین کہو۔ اس نے یوں دعا کی، اے اللہ اگر شبایہ تیرے ہی کے اہل سے بعض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کر دے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ رہیں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن کے اُس حصے میں جہاں شبایہ رہتا تھا، گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبایہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مر گیا ہے۔ (ت۔)

جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون ﴿۱﴾ (اور تو بہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب اسے اہل ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ست) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر توبہ کریں۔

ثانیاً اجتماع فی الوقت کہ بریۃ فریبت اجتماع فی الکلم مفاد ہو یا خود اس کے لیے بھی وضع ماننا اس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعیین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جمیع اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اس کے وقت سے، قول جرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتنا کہ نماز وقوع و قیامت فی اللہ و ربہا وہ دن نماز فرض میں ناگہان اور اتصال بروہ تعقیب اس معنی جمیع کا فرد ہیں بلکہ صریح مباین، لا جرم پھر اسی معنی واضح و روشن و اقل قیض یعنی اجتماع فی الکلم کی طرف رجوع لازم کہ صحت حقیقت میں نہ کی طرف نصیرنا مجاز موصوفاً مستدل کہ

مثلاً لیساً لتقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوتی ہے جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعا سے تقدیر باطل و سابق ہکذا ایضاً فی التحقیق واللہ ولی التوفیق بکہ اللہ آفتاب کی طرح روشن ہو اگر جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بوجہ بھی نہیں، ظاہری کا قطعی و مضمر کہ دینا خدا پائے کس نشہ کی ترجمہ تھی، سبحن اللہ! کیا ایسی ن جہوں پر وقت سے بعد اس قرآن و فہم و پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجتماع اُمت ترک کر دئے جائیں گے اور خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات انٹ پٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل یا حدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ و عوی بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم و حسنی اللہ تعالیٰ عن سیتہ المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملائی ہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جس کے الفاظ مستندہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افافہ ثنائی ہیں جس کے بعض طرق و احادیث حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجمل میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو لے لے القرآن ۳۱/۳۲ ﴿۱﴾ انوار التنزیل علیٰ ما مش القرآن الکریم منصف الیابی مصر ۱۸

لاحی جمع حقیقی میں نفع صریح کچھ کر لائے اور بزمِ غم خود بہت چمک چمک کر دھوے فرمائے اور اہلِ شکیں نے اکثر افادات
 علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانحِ حدیدہ سے اُن کے قولوں میں کلامِ طویل کیے، فقیر غفرلہ المول القسید کا
 یہ مختصر جواب نقل اقول وجمع ما قال وقیس کے لیے نہیں لہذا العونہ تعالیٰ وہ افادات تازہ سننے کے فیض مولائے اہل
 سے قلبِ عبدِ ذل پر فائز ہوئے اہلِ نظر اگر مقابلہ کریں حلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے و اللہ ینتخب
 برحمتہ من یشاء واللہ ذو العصل العظیم (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جیسے چاہے نصوصِ خرامے
 اور اللہ تعالیٰ علم و فضل والا ہے۔ تا)

فأقول وبحول اللہ اصول حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس
 وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مکی جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے امدادِ بیٹ جلد میں اشارہ
 کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ روایات بخاری و
 ابوداؤد و نسائی و غیر جم سے اوپر مذکور ہوئے، اُن بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروبِ شفق جمع
 کرنا مذکور ان میں بھی بعض بعض موقوف مثل روایت موطائے امام محمد،

الخبرنا ما لث من نافع و اجبت عصر رضى الله
 تعالیٰ عنہما جین جمع ہیں عصر۔ د۔ ع
 ما رحتی ما اب الشفق

اور بعض میں رفع سے تو بالفاظِ اجمال یعنی حضور واصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریح اسی قدر مستحسن کہ
 جمع فرمائی قدر مروج میں غیبتِ شفق پر تخصیص نہیں مثل روایت بخاری،

حدثنا سعید بن ابی مریم اجیرنا محمد
 بن جعفر قال أخبرنی سید، هو ابن
 اسلم، عن ایہ، قال، کنت مع عبد اللہ
 بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بطریق
 مکة، فبلغہ عن صفیة بنت ابی عبید
 شدة وجمع، فی سمر السیر، حتی اذا کان
 بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلی المغرب
 حدیث بیان کی ہم سے سعید بن ابی مریم نے، اس کو
 خبر دی محمد بن جعفر نے اس کو زید بن اسلم نے
 اپنے والد سے کہ میں کوکے راستے میں جمع اللہ ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا قرآنِ مصحفِ ہشت
 اہلِ عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں
 ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک
 کہ شفق غروب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ ترسے اور

والعقۃ ، یجمع بینہما ، فقال ، انی سرایت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا جدد بہ السیراخرالمغرب وجمع بینہما۔

ورویات مسلم

حدثنا محمد بن مسلم بن یحییٰ حدث
عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا
جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء ،
بعد ان یغیب الشمس ، ویقول ، ان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا
جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء۔
ورواه الطحاوی فقال ، حدثنا
ابی داؤد شامیہ وشیخ یحییٰ بن سعید
وصتنا۔

ورویات ابی داؤد

حدثنا سلیمان بن داؤد العتکی نا عبدنا
یونیس عن نافع ان ابن عمر ، استصرخ
علی صبیۃ ، وهو عکۃ ، فصرحت فزمت
الشمس و بدت النجوم ، فقال ، ان النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا غلب
بہ عصر فی سفر بین ہاتین الصلاتین ،

مغرب وعشاء کی نماز پڑھی ، دونوں کو جمع کیا ، پھر کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ
جب انھیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو نو خسر
کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ثنی کے بھائی سے ، اس نے
عبید اللہ سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب
سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد
مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی
ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ طحاوی
نے بھی ابن ابی داؤد سے ، اس نے مسدد سے ،
اس نے یحییٰ بن سعید سے ، اس نے ابی داؤد سے ، ایک ہی سند
اور متن کے ساتھ۔ (ت)

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داؤد دمشقی نے
عماد سے ، اس نے یونیس سے ، اس نے نافع سے
کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو عقیقہ کی شدید
بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے ، یہاں تک
کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے ،
تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

۱۔ صحیح البخاری باب المسافر اذا جد بہ السیر وقبل الی اہلہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۳/۱
۲۔ صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر " " " " ۲۳۵/۱
۳۔ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

البرہ غیر تعیین کی بعض روایات میں فعل کی تفسیر کی طرف اشارہ کر کے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد،

حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک بن شعیب سے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ رسول اللہ نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ بن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہو گئی تو ہم نے کہا "نارہ" مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی اور تارے نمایاں ہو گئے، اس وقت آپ اترے اور دونوں تاریں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز

حدثنا عبد الملك بن شعيب بن نايف وهيب عن الليث، قال، قال سميرة، يعني كتب اليه، حدثني عبد الله بن دينار، و غابت الشمس، وانا عند عبد الله بن عمر، فقرأ آيتنا، قد اصبح، قنا، انفسلا، فاسحق غاب الشفق و تعويت النجوم، ثم انه نزل فوصل صلاتين جيب، ثم قال، رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جدي به السير صلى ملاقى هذه، يقول يجمع بينهما بعد ليل.

پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھی پڑھتے تھے۔ (دست)

روایت ترمذی،

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبد سے، اس نے عبد اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پنے اہل عاز میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا غور کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے ابو حنیس نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (دست)

حدثنا هناد بن عابد عن عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، انه استقيث على بعض اهل له فجد به السير، و آخر المغرب حتى غاب الشفق، ثم نزل فجمع بينهما، ثم اخبرهم، ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يفعل ذلك اذا جد به السير - قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح.

سہ سہی ابی داؤد باب الحجج بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتہدانی لاہور ۱۴۲/۱

مکہ جامع الترمذی باب ما جاء فی الحجج بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کینی دہلی ۴۲/۱

روایت نسائی،

اخبرنا اسحق بن ابرہیم ثنا سفین عن ابن ابی نجیم عن اسمعیل بن عبد الرحمن عن شیخ من قریش، قال، صکت بن عمر الی الحسن، فلما غربت الشمس، هبت انت اقول له، الصلاة، فصار حق ذهب سیاح، لافق وفحمة العشاء، ثم نزل فصلی المغرب ثلاث رکعات، ثم صلی رکعتین علی اثرهما، قال، اھکذا السأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل۔

خبر دی ہیں اسکی ابن ابراہیم نے سفین سے، اس نے ابو نجیم سے، اس نے اسمعیل ابن عبد الرحمن سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو غناز کے بارے میں کہہ سکا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفّ کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر متصلاً (عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں کہہ کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (نت ۱)

بظاہر زیادہ مستحبی جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر یوں انکے تقدیر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریبات صافیہ و وافیہ بیان کرے کہ یہ ماقول او ان کے سوا ابھی کچھ ہو تو سب کو بجز اللہ تعالیٰ کفایت کریں۔

فاقول وبالله التوفیق وبالعروج علی ادع التحقّق۔

جواب اول اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقہ ہم نے ذکر کیے صاف دو اشکاف باذانہ تصدیقات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروب شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اُن روایات صحاح و حسان و جلیلہ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحب زادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات مرویہ صحیح بخاری و سنن نسائی و صحیح اسمعیل و غیرہ میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ظہر کر عشاء۔ عبد اللہ بن واقد شاکر و حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر منظر دیکھ یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی، طفریہ کہ وہی امام تاج تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہن غروب شفق

والی سات روایتوں میں چار اہیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنسنی ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہ میں یوں ہی واضح و بلیغ فرمادے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمایا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام مسلم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، اللہ انصاف، ان صاف الفاظ مفسرہ خصوص میں کہیں بھی گنہائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصہ صحیفہ زوہر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بات تھا بلکہ انھیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عرض ہوئی صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سر میں انھیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سنسنی ابی داؤد میں بطریق امام ایوب صحیفائی مذکور،

انہ لم یر بن حمر حصہ بینہما قط، الا تلبک
اللیلہ، یصغی لیلۃ استصرخ علی صفیۃ اُم
امامہ قال، وروی من حدیث مکحول عن
نافع، ایہ سرائی بابت عصر فعل ذلک صرۃ
او صرتیں، اھ فاقول، فیہ شت و سبت
لا یعارض الیہ جبر۔

کہ اس نے ابی عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھی
مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی
رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ محول کی حدیث میں
نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابی عمر کو ایک بار جمع
کرتے دیکھا بھایا دو بار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں
شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نسائی و طحاوی میں انھیں امام نافع سے گزارشہ کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محفط
فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انھیں نافع سے تھا کہ ابی عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترے اس بار دہر نکالی،
روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا بھی گمان برا کہ اس وقت نماز انھیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قولی نافع کے
مزید ہیں معتدلاً شک نہیں کہ اصل عدم تہہ و سہہ تو جب تک مراۃ قصہ و ثابت نہ ہوتا انھیں کے ادعا کی طرف راہ
نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفن تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دینا کہ خود قصہ صفیہ
میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فقط ما انتجا ایہ بعض المتأخرین، من
العلماء لم یخافوا فی المسأله، ظنا منه
اسے یہ دس و بے اعتبار مضرب، و حاکم

وہ توجیہ ساقط ہو گئی جس کو س منط کے مخالف
علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار
کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس

بے درنگی سے یہ ۔
توجہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود تاجی کو بھی، سنا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصہ صفیہ میں حدیث مسلم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طریق کثیرین قارونہ مروی کسنن نسائی پر راہ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ ٹھکے تو اسے مخالفت حدیث یحییٰ بن یحییٰ نے کہا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتیں پڑنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ منعم افادہ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سن چکے اسی میں قصہ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصہ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصہ صفیہ کو مخالفت روایت یحییٰ بن یحییٰ کہ چہ معنی ہائیکہ اس حدیث کی اتنی روایات کثروں میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی ان روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور وہ دونوں جانب طریقی صحاح و حسان ہیں جن کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابل تاویل ہے جسے چار و ناچار مقرر رکھیں اور کون سا محمل کر اسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عقل بانٹا ہے کہ ہماری طرف کے نص میں اصفا احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح ہو سکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اس وقت پڑھی مذہب کہ جب اس کے ساتھ یہ تصریحات علیہ میں کہ بعد مغرب پڑھا کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد پڑھا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم بخون بن عرب بہشتی پڑھنے پر نکل نہ سکتا، ہاں پڑھنے پاگل میں کلام نہیں مگر ادھر کے نص میں کہ پہلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا قبل کی یا بعد غروب شفق، ترک جمیع کی یہ اچھے خاصے محمل مصالح تاویل ہیں جن کا ان نص میں صریح مفسر سے موافق و مطابق ہو جانا بہت آسان ہے۔ عربی قاری اور وہ سب کا محاورہ عامہ مثلاً مشورہ واضح ہے کہ قرب وقت کو اسی وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ قصہ کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہو گئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اول وقت آنے کا وعدہ محاورہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اسے اٹھانے میں کہیں گے سورج نکل آیا۔ شروع پاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مگر نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کیجیے گا اب دو پہر ڈھلے کر بیٹھے۔ ان کی صد ہا مثالیں ہیں کہ خود تاجی اور ان کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن ان کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالیٰ،

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن و انسکوهن

بمعرف و انسکوهن بمعرف و ان

تو اب انہیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روکن لو یعنی رحمت کر لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو، قال تعالیٰ:

فَاِذَا بَلَغَتِ اِجْلَہُن فَاَسْكُوْہُنْ سَعْرَ وَّهْتٍ ۝۱۰ جب طلاق والیاں اپنی حدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے
ساتھ روک لویا بھلائی کے ساتھ جُدا کر دو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا
اختیار، تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک نہیں رجعت
ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ سب آیات قرآن سے جو میں امام عطاءوی وغیرہ علماء مسئلہ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ
میں افادہ فرمایا ہے۔ فقیر غفرلہ المولی القدر احارث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ
کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فأقول** وباللہ التوفیق،

حدیث اجری امین علیہ الصلوۃ والسلام نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقات نماز میں کرنے اور ان کا
اوں آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک
پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی،

اوقت صامیت ہذیب الموقتین۔ وقت ای دونوں وقتوں کے نیچے میں ہے۔ (ت)
اس حدیث میں ابو داؤد، ترمذی، وحشی و علی وی و ابن ماجہ و ابی داؤد کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صلى في العصر حين كان ظله مشددا فلما كانت
العدو صلي في الظهر حين كان ظله مشددا۔
میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے
برابر تھا، جب دوسرا دن ہوا کہ ظہر کی نماز اس وقت
پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یوں ہیں،

صلى العصر امانية، الظهر، حين كان
ظل كل شيء مشددا، وقت العصر بالامس۔
دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ
اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر
پڑھی تھی۔ (ت)

سہ القرآن ۲/۶۵

سہ و سہ سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ مطبوعہ مجتہدانی لاہور ۵۶/۱
سہ جامع الترمذی باب ما جاء في مواقيت الصلوۃ ۲۱/۱
۱۰ امین کمپنی دہلی

شافعی کے نظریہ ہیں،

ثم صلی العصر الاخری، الظهر، حیث کان کل شیء قد نطه، قدر العصر یا لا صلی.

پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جبکہ ہر چیز اپنے
سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت
عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲۲ نسائی و ترمذی و حاکم و بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا،

هذا جبریل، جاءكم يعلمكم دينكم، وقيل،
ثم صلی العصر حين رأي الظل مثله، ثم
جاء العبد، ثم صلی به الظهر حیث کان
الظل مثله.

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہاری راہیں سکھانے آئے ہیں۔ اس
روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ
سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ
سایہ اسی کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے نسخوں میں،

جاءني، فصل في العصر حیث کان فیئ مشی
ثم جاءني من الفد، فصل في الظهر حیث
کان فیئ مثلی.

تشریف میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی
جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن
آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے
برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۲۳ نیز نسائی و امام احمد و اسلمی بن راہویہ و ابن جابر و حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے راوی،

ان جبریل اتي نسی صلی، الله تعالیٰ علیه
وسلم، حیث کان ظل الرجل مثل شخصه
فصل العصر، ثم اتاه في اليوم الثاني حیث

جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ
ہر شخص کا سایہ اس کے قدر تھا ہوتا ہے اور عصر کی
نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

له الاثم للشافعی جماع مراقبت الصلوة
سہ سنن النسائی آخر وقت الظہر
سہ کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای صلی
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
المکتبۃ السلفیۃ، لاہور
موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان

۱/۵۱

۱/۵۹

۱/۱۰۰

کان ظل اسرجل مثل شخصه فصلی، نظہر اس کے قد متن ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)
حدیث ۴ امام اسحق بن راہویہ اپنی سند میں حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق
 حدثنا بشر بن عمرو النهرانی ثنی مسلمة بن بلال ثنا یحییٰ بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو
 بن حزم عن ابی مسعود الانصاری اور سہتی کتاب المعرقۃ میں بطریق ابوبکر بن عقیقہ ثنا ابوبکر
 بن عمرو بن حزم عن عمرو بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ایبہ راوی اور یہ لفظ حدیث
 اسق ہیں،

قال، جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال، قم، فصل ! و ذلك
 لدلوك شمس حين مالت، فقام رسول الله
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی الظهر
 اربعاً، ثم أتاه حين كان طله مثله، فقال،
 قم، فصل ! فقام فصلی العصر اربعاً ثم
 أتاه من الغد حين كان طله مثله، فقال
 له، قم، فصل ! فقام فصلی الظهر اربعاً
 کہا، جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور
 کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! اور یہ سورج
 ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا۔
 تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی
 چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب ان کا سایہ
 ان کے بارے میں دکھائی دے گا اٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ
 نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن
 آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا، اٹھئے
 اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ سند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن
 عبد الله بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ایبہ عن جده عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے راوی،

قال، جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم، و فصلی النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم آخروقت العصر
 کہا، جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز
 پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گوں کو نماز
 مطہرہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۶۰/۱

سند ابن اسحاق

سند کتاب المعرقۃ

سند ابن اسحق

شہ المصنف عبد الرزاق باب الواقیت مطہرہ المکتبہ اسلامیہ بیروت ۵۳۴/۱

تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، حین مر الت الشمس،
الظهر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ،
قال، ثم جاء جبریل من الغد، فصلى الظهر
بالسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وصلى
للنبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، الظهر،
حین کان ظلہ مثلہ۔

پڑھائی جب سورج کا زوال ہو گیا تھا، پھر عصر پڑھی جب
ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا، پھر
دوسرے دن جبریل آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز
پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر
ہو گیا تھا۔ (ت)

حدیث ۶ وارقطی سنن اور طبرانی معجم کہ اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق ایوب بن عقیقہ عن
ابی بکر بن حزم عن عمرو بن النخعی عن حفرت ابو مسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود و نوں صحابی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی،

ان جبریل جاء الى النبي صلی، اللہ تعالیٰ
عہ وسلم حین ولکت الشمس، فقال،
يا محمد اصل الظهر، فصلى ثم جاء
حین کان ظل حد شیء مثلہ، فقال،
يا محمد اصل العصر، فصلى، ثم جاء والغد
حین کان ظل کل شیء مثلہ، فقال، اصل
الظهر۔ الحديث۔

جبریل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب
سورج ڈھل چکا تھا اور کہا، یا محمد! ظہر کی
نماز پڑھئے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے
جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا،
یا محمد! عصر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے عصر پڑھی۔
پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے
برابر تھا اور کہا، ظہر پڑھئے! الحديث۔ (ت)

والکل مختصر ای سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی
اور بعد یہی نقطہ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ
آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور برتری نہ کا، دل و آنروقت میں
جدا جدا بنانا ہے لا جرم امام ابو جعفر وغیرہ نے ظہر امروہ میں ان لفظوں کے یہی معنی لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے
قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا،

احتمل ان يكون ذلك على قریب ان یصبی ظل کل احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

یوں ہے :

ان سائلنا سأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، فلم یرد علیہ شیئاً ، حتی امر بیلاداً ، فاقام الفجر حتى انشق الفجر ، وفيه فلما كان من الغد ، اقام الظهر في وقت العصر الذي كان قبله ، وصلى العصر وقد اصفرت الشمس اوقال ، امسئ -

ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ سے (وقایہ نماز) پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا ، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ انھوں نے فجر کی اقامت ، اس وقت کہی جب ابھی پونچھی ہی تھی ۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پہلے دن عصر کی کہی تھی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا ، یا یوں کہا کہ شام ہو چکی تھی ۔ (ت)

اس حدیث سے دو فائدہ زائد حاصل ہوئے :

اولاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کی عصر کے وقت پڑھی جاتی ہے حالانکہ یہی حدیث ابی موسیٰ اسی طریقہ میں روایت ہوئی ہے ابی موسیٰ بن ابیہ سے مسلم و نسائی و ابن ابی شیبہ و ترمذی و ابی داؤد و ابن ماجہ ان لفظوں میں ہے : ثم انظر الظهر حتى كان قريبا من وقت العصر بالامس و لفظ النسائي الى قريبا ۔

ثابت ہوا کہ وہاں بھی قریب ہی مراد ہے اور قریب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحتہ ان لفظوں سے

(تعبیر ماضیہ صغیر گزشتہ)

الذي ليس الامس من جال المتوعدى (نا بدوين عثمان) ثقة ، من رجال مسلم - (نا ابو بكر بن ابي موسى) ثقة ، من رجال الستة - (عثمان بن موسى) الاشعري رضي الله تعالى عنه ۱۲۱۲ منہ رخصی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے ۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا ابداً) ابن عثمان ، ثقہ ہے ، مسلم کے راویوں میں سے ہے ۔ (نا ابو بكر بن موسى) ثقہ ہے ، صحاح ستہ کا راوی ہے (عنی ابی موسیٰ) اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۱۲ منہ رخصی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ قانعہ یاد رکھنے کا ہے۔
 شام آیا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہو گیا تھا یا کہا شام ہو گئی، یہ
 بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل
 الرجل كطوله حاله يحصر العصر۔
 ظہر کا وقت اس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور
 سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک
 عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

صلی الظهر وفي ظل شئ مثله۔
 اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے
 برابر ہو گیا۔

جی کے نزدیک ایک شے کے بعد وقتہ طہر میں رہتا ان حدیثوں میں ایک شے ہونے کو ایک شے کے قریب
 پہنچنے پر ظاہر کہتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور
 عروہ بن زبیر کا اگر حدیث امامت جبریل سننا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی اس میں طہرائی کی روایت یوں ہے،

هذا المؤذن للصلاة العصر ما سى عصره
 عبد العزیز یقول ان یصلیہا۔
 مروی نے نماز عصر کے لیے بلویا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز
 نے شام کر دی اور ابھی نماز عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عصر نے شام کر دی اور بروز نماز عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی اور شافعی الساری شرح صحیح بخاری و
 علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح غوطا میں فرماتے ہیں،

محمول علی انه قاصب السماء
 حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

۱/۲۲۱ صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱/۱۰۲ شرح معانی الآثار باب مواقیط الصلوة = ایک ایم سعید پبلی کراچی

۱۸/۲۵۹ النجم الكبير للطبرانی مسند ابوسعید خدری حدیث ۷۶۹ مطبوعہ المكتبة الخيرية بکراچی

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص آور انھیں بزور زبان تجارتی و مسلم سب پاٹے طاق رکھ کر مردود و اہیات بتائیے یا ان محملات کے معارضی ہا کر شاد و مردود ٹھہرائیے یہ کیا مقصداے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدث کی شان نزاکت ہے۔ اب تو کھدائے سب جعل کھن گیا، حق و باطل میزانِ نظر میں ٹل گیا، اقد و اضع ہوا کہ یہ سب تو روایتیں بھی، انھیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر کیسٹ مثالیں برہن و باطلہ شریفی۔

جواب دوم جانے دو ان میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھ پھر ہمیں کیا مصر اور قمیص کی مفید۔ شفقین دو ہیں: احمد و ابیض۔ اُن روایات قبل میں سپیدی مراد ہے اُن روایات بعد میں سرخ۔ یوں ہی تو رض منہ طبع اور سب طرق مجتہد ہو گئے۔ حاصل یہ سکہ رشفق احمد دینے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی مش پڑھی۔ یہ لینہ ہمارا مذہب مہذب اور سارے امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب ہنگامہ ادبیں ذہن فقیر میں آیا حق پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرف نے یہی افادہ فرمایا۔

ترجمہ روایت ہفتم سار حقی دھب۔ ص، دنی و دھمتہ صحت لفظ چلتے رہے یہاں تک کہ حق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی تم ہو گئی۔ (ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول و باللہ استعین اولا یہ بھی کب رہی دس میں بھی وہی تقرر جاری جیسے مذاب الشفق بھنے کا دان یغیب یوں ہی ذہب البیاض بھنے کا دان یذہب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کذا و شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اُٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں حقی یقین مکر الخیط الابيض من الخیط الاسود من الفجر (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھانگے سے سفید دھانگے سے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیط اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فجر عشا سرشار کا دھند لگا ہے کہ کوئٹہ گراماں تیزی دور سمس کے سبب بعد غروب نظر کو خاسر ہوتا ہے جب تار سے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں اگر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، نہ ہر الرئی میں ہے، فہمۃ من سنن نسائی الوقت اندی یحییٰ فیہ المسافر من العرب والعشا۔ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱

لعشہ ، ہی اقبال السیل و اول سوادہ (فجر العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں ۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے ،

ہی شدۃ سواد اللیل فی اولہ ، حتی اذا سکن قمرہ ، قلت بظہور النجوم و بسط نورہا ۔
ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداءً -
لا تکاد تری شیئاً ۔
وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہونا ہے ۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیوں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے ، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی ، ہاں بیاض شفق اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فجر عشاء کا ذکر بہت لغو نہ ہو گا ۔

ثالثاً یہی حدیث اسی طریق ذکر سفین سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی ،

حدثنا فہد ثنا العمامی ثنا ابن مسدد عن ابن ابی بقیہ عن اصمعیل بن ابی ذؤبہ قال ، کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، فلما غربت الشمس ، ہبنا ان نقول ، الصلاۃ ، فصار حق ذہب و حمة العشاء و ما یسنا بیاض ، لاحق ، فنزل فصل ثلثا المغرب ، و اثنتین العشاء ، و قال ، ہکذا امر آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم یفعل ۔
حدیث بیان کی کہ اسے تھمد سے آتی ہے ، اس نے ابن مسدد سے ، اس نے ابن ابی بقیہ سے ، اس نے اصمعیل بن ابی ذؤبہ سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی حیثیت کی وجہ سے ہم انہیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی ۔ اس وقت اگر کہ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھ رہے ۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سر شام کا دھندلکا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی

سے زبر الربی من سنن الترمذی بن السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کا رخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱
سے جامع الاصول للمصنف

سے شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ۱۱۱/۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

راہِ یحییٰ آجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال نا حق مرد و راویہ بنا سنے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنا لی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثی پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا ہذا ران الیٰ یحییٰ پر سب وہ دس تھا اور یہاں روایت میں غلط کیا اور غصہ نہ دس جہورِ محدثی کے مذہب مختار و متقدم میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغِ علمِ تقریب میں ہے۔

عبد اللہ بن ابی نحبہ، یاسر الکلی، ابو یسار، جہاد بن ابی یحییٰ، یسار بن ابی یسار، یحییٰ ثقیف کا الشقی، مولانا، ثقہ، سرحدی، یاسر، و آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدی ہونے سے متم ہے، بسا اوقات نہیں کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدرب میں ہے،

الصحیح، الثقیف، فہار واء، بلعظ، محتمل، صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی دس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سناٹا کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سناٹا کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور بغیر سناٹا سے، اور جس میں سناٹا کی صراحت ہو جیسے سمعت، و شہدھا، فمقبول یحتج بہ۔

حدیث، انجمن اور ان جیسے لفظ تو وہ نہیں ہے در قدی، مستند ہے۔ (ت)

در مرسل کی نسبت آپ خود فرمایا کہ روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نہ ایک جماعت فقہاء و جہورِ محدثین کے یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے اعلیٰ ارسال پر تو یہ جو کس و فردش اور پتے ارسال میں یوں جھٹک و خاموش، یہ کیا مقصد اے حیاء دینا نہ ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصدا کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد غروبِ شفق ابیض غارِ معرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعدِ سفر وقت حقیقتہً قصاکر کے دوسری ماہ کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابنِ عسمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقتِ مغربِ شفقِ الحمر تک ہے

الدامر قطعی عن ابن عمر، مرسل، و الصحیح، و اقلیٰ نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن وقعہ، افادہ البیہقی و النووی، انہ قال، صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ پہلی اور نوی نے

سے تقریب التہذیب ترجمہ عبد اللہ ابن یحییٰ مطبوعہ مطبعہ فاروقی دہلی ص ۱۲۲

سے تدبیر الراوی شرح تقریب الراوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۲۹/۱ فل : معیار الحق ص ۱۰۱

افادہ کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ شفق سحرؓ کی کو
کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیضؓ نمک ہے۔ هو الصبح سورۃ الرحیم درایۃ وقصۃ الدلیل
فعلیہ التعلیل (یہی روایت صحیح ہے، اسی کو روایت ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد
ہے۔ ت) ہمارا مذہب اہل حق کے مثل افضل الخلق بعد الرسل صلی اللہ علیہ وسلم و ائمہ المؤمنین صلی علیہم و آلہم و سلم
معاذ بن جبل و سیدہ الزہراءؓ ابی بن کعب و سیدہ الخاء ابو ہریرہ و جید اللہ بن سیر و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اکابر تابعین
مثل امام اجل محمد باقر و امیر المؤمنین علی بن عبد العزیز و اہل بیت تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و
المحدثین و الصالحین عبد اللہ بن مبارک و زکریا البذل و ائمہ لغت مثل مہر و ثعلب و خزاز و بعض کبار ائمہ شافعیہ مثل
ابو سلیمان نخعی و امام مزنی قلید صاحب امام شافعی و غیر ہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول کہ فی عمدۃ القراء
وعیۃ المستفی و غیرہ۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مراد ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب
ابھی مغرب پر بھی تو صاف محفل کہ انہوں نے کسی سفر میں سیدہ الرقیقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد شفق احر شفق
ابھی میں مغرب اور اُس کے بعد شفق پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور و اہل اصحاب اللہ تعالیٰ
وسلمہ علیہم نے وقت قصاکہ کے جمع قرانی اب حاسے اس طے سے شامت موعائے کہ انہوں نے پہراست لئے بلکہ
آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ ان کے اپنے مدسب پر ہی ہو گا کہ سب وقت قصاکہ پر ہی تو گھڑی اور پہر سب یکساں
مقرر ہو رہت رہے ہو گئے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے صحیح تحقیق سے اصلا علاقہ نہ تھا یہ تقریر مجھ اللہ
تعالیٰ و فی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و مشہدات کی داغ و بانی ہے اگر محبت سے تو کوئی حدیث صحیح صریح
ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقتہً شفق ابیضؓ کو رکوع وقت
اجتماعی شام میں مغرب پڑھی یا اس طور پر سمجھے گا کہ فرمایا کہ بول اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دے گی
بلکہ حدیث صحیحہ کہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمع فرمایا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صریح ہمارے
موافقی اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی انتہائی باتوں مذہب خیالوں پر عمل
کریں اور ان کے سبب غاروں کی تعبیر و تخصیص اوقات کہ نصوص قطعہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے
چھوڑ دیں۔ هكذا ينبغي لتحقيق والله تعالى اعلم

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی بطریق عقیل بن حاد عن ابن شہاب عن انس
جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت جمعہ تک تاخیر فرماتے،
الشیخان والیوداود والنسائی، حدیثا قتیبة، بخاری، مسلم، ابوداود اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

بینہا و بین العشاء حیث یغیب الشفق . و رواہ
النسائی ، قال ، اخبرنی عمرو بن سواد
بن اکاسہ بن عمرو ، و ابو داؤد و محمدا ،
قال ، حدثنا سلیمان بن داؤد النہری
کلاهما عن ابن وهب ، بہ ، و رواہ
الطحاوی حدثنایوسف ، قال ، انا ابن
وهب ، و فیہ ، حق یغیب الشفق .

کر اس کو اور غروب کو جمع کر لیتے جب شفق غائب
ہوتی تھی ۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ
عمرو بن سواد بن اکاسہ بن عمرو ، اور ابو داؤد نے
بھی مختصراً بواسطہ سلیمان بن داؤد النہری بیان
کیا ہے (عمرو اور سلیمان ، دونوں نے یہ روایت
ابن وهب سے لی ہے ۔ اور طحاوی نے اس کو
بواسطہ یوسف ، ابن وهب سے پایا ہے ۔ اس میں
یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی : (ت)

غیبت شفق کے جوابات شافعیہ تو کمراندہ اور پرگز سے طحاوی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر
تک مؤخر کرنا کر جمع کرتے اس پر حتی کے معنی میں لاط کی نحویت گھما کر فرماتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی
اس حد تک کہ جتنی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہو تا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے
کسی کو انکار نہیں مگر محققین منصوص کو اول وقت عصر کا معنی تاخیر کا ہے نہ غاۓ ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم کیجیہا کے
پہلو سے نہیں بنتے کہ بعد ہو چکے ظہر کے اول وقت عصر تک پہنچ کر تاخیر عصر کے کس طرح ہوا نہ نقصان دہنا ۔

ان لن نزلیوں کا جواب بہت واضح ہے عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک
ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہو ایرضی یہ بھی مقصود کہ ظہر میں
اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے تم ہوتے ہی وقت عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری
شریف میں فرمایا : باب تاخیر الظہر الی العصر . امام حنفی شافعی نے فقہ ابہاری پیر قسطلانی شافعی نے
ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی :

باب تاخیر الظہر الی اول وقت العصر ، بحیث
انہ اذا فرغ منہا یدخل وقت قالیہا ، کلا انہ
یجمع بینہما فی وقت واحد .
باب ، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب
ظہر سے فارغ ہو ، عصر کا وقت داخل ہو جائے ، نیز
کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے ۔ (ت)

۱/ ۲۵۵ مطبوعہ مستدعی کتب خانہ کراچی

سختن ابی داؤد ۱/ ۱۴۶ شرح معانی الآثار ۱/ ۱۱۲

۱/ ۹۹ سنن نسائی الوقت الذی یجوز فیہ اساذ فی العرب والعشاء مطبوعہ فور عماد خانہ تجارت کتب کراچی

۱/ ۷۰ صحیح ابن خری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱/ ۲۹۱ متہ ارشاد الساری دار الکتاب العربیہ بیروت

۳۷۷ ، ۳۷۸

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں۔

المصداقہ حد مرافقہ صیغہ خمس وقت مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثا سے آ رہا ہے۔ وقت

اور اس سے فارغ ہوتے ہی عصر اپنے شروع وقت میں پڑی جئے پانچ دو نوں نمازیں جمع ہو جائیں گی تو اس سے کہ تحریر یا حق جیسا کہ مخالف کہنا صریح جمادات ہے۔

اقول وبانہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یونخر الظہر میں ظہر سے صلاۃ طہر مراد ہونا تو یہی نمازی قابل تاخیر و تعجل سے نہ وقت میں کی تاخیر و تعجل مقدم وراثت جہاد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقتہً تکبیر تحریر سے سلام تک مجموعہ اعمال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزو نماز ہے اور ایسے حقائق میں جزو شے نہیں جو اسم کسی مرکب محوٹ، جزو اسے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موصوع ہو بشرط حقیقت اس کا صدق جزو آخر کے ساتھ ہو گا نہ اس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموعہ حصہ ان وسعت وغیرہ کا نام ہے تو جب یہ بھری گئی یا پہلی اینٹ چمائی کی رکھی گئی مکان رکھیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرعاً مکمل نماز گئے اور معتبر کے تحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز میں وقت فراغ پر سے دو وقت تکبیر کہ بنو زنا نہ دم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہائیت سے وقت حد یہ تا کی۔ اس کی نسبت فرمایا پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزو اخیر میں ہوا یہی بعینہ ہمارا مقصود ہے اگر مے وہ بے باقیں جو طاعتی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز نہ شروع کی تو تاخیر نماز اول وقت عصر پر مفسر ہوئی کہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو جب حقیقت شریعہ معنی حدیث وہی میں جنہیں ملائی تحریر نصوص بتا رہے ہیں ہاں نماز آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور طاعتی کے مسمی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بجز انہ اس بیان بل البرہان سے واضح ہو گیا کہ طاعتی کا غما سے تاخیر و غما سے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا طاعتی نے اتنا صحیح کہا کہ متے تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے بویہ حاشیہ چڑھا یا کہ معنی ابھی تک ظہر نہ پڑے کہ وقت عصر آج تا تراوے جے دلیل ہے طرفہ دیگر خود بھی حضرت نے انہیں لفظوں سے تعبیر کی جس میں دونوں معنی مکمل مگر محسوس و واجبیت تو باجماع ائمہ طریقی تفسیر پر ہیں و اللہ اعلم۔

ثم اقول وبحول اللہ اصول (پھر میں کتابوں ارشاد کی طاعت عزت کہ پہلی ظہر کی وقت عصر تک تاخیر درکار اگر صاف یہ لفظ آئے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑی مدعا سے مخالفت میں نص نہ تھی ظہر ہی وحشائیں میں

آخر وقت اول و اول وقت آخر ان واحد فصل مشترک میں الزام نہیں ہے اور صلاۃ بخیر ابتداء صلاۃ اور قرائت عن الصلوۃ دونوں مستقل تو حکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فرائض پر اس کا وقت ختم ہو جائے اسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے بعد۔ اخیر میں تمام ہوتی روشنی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جو۔ اول میں اس سے فرائض ہو اور حکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان غفلتوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فرائض عن الصلاۃ تھا اور فرائض عن الصلاۃ آخر وقت میں ہو اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا سابق احادیث مذکورہ امامت جبریل و سوار سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند التردد و حدیث سائل عندانی داود میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی غرض امام شافعی و مجہور علی سے کہ تم رحمہ اللہ تمہاری نے ان میں صلاۃ عصر و یروزہ کو ابتداء نماز اور صلاۃ ظہر و یروزہ کو فرائض نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یوں تصویر فرمایا گیا کہ ظہر و یروزہ عصر و یروزہ کے وقت میں پڑھی امام اعلیٰ ابو ذر کیا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرع صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظہر فامہ وقت الح ان یا عصر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو حضرت تک سارا وقت ظہری کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں،

احتجہ الشافعی والاکثر من بظاہر الحدیث	امام شافعی اور اکثر علما نے اسی حدیث کے ظاہر سے
الذی یحییہ، والحدیث عن حدیث حدیث	استدل اس سے جس میں گفتگو کر رہے ہیں اور حدیث
عید السلام، بان معناه، فرغ من الظہر	علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے وہ
حین صلاہ کل شیء مثله، وشریع فی	جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا تو اس وقت
العصر فی اليوم الاول حین صلاہ کل شیء	ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے اور دوسرے دن
شیء مثله فلا اشتراک بیدہ	جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت
عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)	

حرفات شرح مشکوٰۃ میں ہے،

فی روایۃ، حین کان ظل کل شیء مثله، کو وقت	ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے
العصر بالامس۔ ای فرغ من الظہر ح،	برابر ہو گیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے
کما شرع فی العصر فی اليوم الاول ح حیث	وقت تھا۔ یعنی آج اسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے
قال الشافعی، وبعینہما اشتراک ہما	جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے شراک
کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (د)

ثم اقول ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود ملا جی اپنے ہی نکلے کو نہ روئیں اقرآنکت ہک کفی بنفسہ
اليوم علیک شہیداً (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت، مسئلہ وقت ظہر میں
جو ایک مثل کا ثبات پیش نظر تھا پاؤں تے کی سوچی آگاہ بچا بچے سوچے کجے صاف صاف انہیں معنی کا اقرار رکھئے
یہ کی خبر تھی کہ دو قدر عمل کر یہ اقرار مان لا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نبی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نقل کر کے فرماتے ہیں، معنی اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سب ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر
سے ایک مثل پڑھا رہا ہوئے یہ معنی ہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر
پڑھی تھی اور مطلقاً۔ کیوں ملا جی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر ظہر کے معنی آخر فراغ
عن الظہر لیا کیوں تعریف نفوس ہو گیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی سب اپنے لیے تعریف
تبدیل انکار تکمیر ہے جو چاہو علال کرو۔ مگر یہ سب کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لای کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل
عن ابی جاسس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چور کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف
نقل کیا کہ ظہر امر دوزہ عصر دوزہ کے وقت میں پڑھی اور نکال نکال کش عالمی اسے بھی نکال دیا کہ معنی اس کے بھی وہی
ہیں جو حدیث نبوی کے بیان کیے گئے یہی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پڑا دوسرے دن فراغ ہوئے ظہر سے
ایک مثل پڑا۔ ملا جی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنی لے رہے ہو
کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتداء سے وقت پر ہوا تو آپ کس منہ سے یہ حدیث اثبات
جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہوں میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث
ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہوں کے بدرجہ اولیٰ نہیں لگے اور اول تا آخر تیسرے سب دعوے

عنه قنایں و مناسب المقام ههنا الشهادۃ
قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب
یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حبیباً کی
جگہ شہیداً لایا گیا ہے) (د)

لہ مقدمات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیت مکتبہ المدیریہ طاب
مے تقریر ۱۴/۱۳ فی معیار الحق مشہور چارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ المدیریہ لاہور ص ۳۱۵ ط ایضاً ص ۳۱۶

قلی موقوفہ بغیر خط کہ نہیں گئے، انصاف ہو تو ایک ہی حرف تھا، ساری عزت کو پہلی منزل پہنچانے کے لیے بس سب سے دیر
 ، لحد یہ کلام تو ملائی کی جہاتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الرب
 اسی طرح صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخل عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی دیکھیں مثالیں آیات و احادیث سے گزریں، خصوصاً حدیث
 ہشتم میں ہم نے روایت صحیح صحیح مسلم و نسائی ابی داؤد و سنن نسائی سے دو وثیق ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر
 درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھے کو کما یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے
 وقت میں پڑھی

الحمد للہ الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حدیث قال، قد یحتمل ان یکون
 قولہ، الی ول وقت العصر، الی قسرب اول وقت العصر
 اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انہوں نے
 کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر
 کا قریب ہوتا ہے۔

جواب ثانی، اقول وقت ظہر و مثل مجہود خواہ ایک اُس کی حقیقت و اقیسکا ادر اک طاقت بشری سے
 خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی صاف ہو تاہم پائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہرگز
 غایت تعین مقدار تک بھی مانع نہیں مگر یہاں آسمان و زمین ہمدید ہے وہ بھی تنصیف امر ہرگز نہیں بتا سکتا۔
 اولاً درے کی سمت شمس کا، سطح اسطی و دائرة الافق سے اُس کی پوری موازات متقابل کا سطح دائرة
 نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل و محرک کے نقاط ماہجیزہ کی صحیح تعین قوتیں معصومہ کی ٹھیکہ تنصیف
 شمس ظل کا خط ماہجیزہ پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلیں کی جہ کی بیشی ریادت ان
 میں سے کسی پر جزو متبصر ہیں۔

ثانیاً لغرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر مبنی بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح غیر نصف
 النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ جس وجہ تعاطف معدل و منقطعہ اپنی سیر خاص سے طہر بحر
 بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منقطعہ، بین المدخل و المخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ
 دائرة الزوال پر مرکز تیر کا انطباق اور احوال انقلابین میں حلول آبن واحد میں ہو اور وہ سایہ تیر نا دور ہے
 ثالثاً اسناد کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول اترہ جانتے

کے طرق و زیادت میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کو کب کی تعویذ حقیقی معلوم کرنا حساب کا کام ہے نہ ارباب دکا ،
 بعد اول حیوب ، خلال و تیرل و اوسط و تعاویل مراکز و تراصیح ادبیات و تفاوت یام حقیقہ و وسیطہ و عقل ماہین
 المرکزی و غرض و اطوال بل و درج و اجزائے استوائیہ و طوابع و مطالع طبعہ و غیرہ امور کہ اسس اور ان کے فواید
 ہیں سب فی انفسا محض تخمین ہیں اور اسس پر اثبات زیادت برفع و استقا و محض کسرات تخمین بالائے تخمین پاک ہے
 جس سے بہر تغیر و تغیر میں بحر و جبل بشر کو طہر کی ہر ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمال و قدرت کو جلوہ دیا ۔

مبہنک لا عدولنا لام حقیقت انک فت العظیم
 کو پاک ہے ہیں علم نہیں گھڑتے کی تو نے تعلیم دی ہے
 الحکیم ۔
 تو ہی علیم حکیم ہے ۔ دت ۔

وہذا ملحق و قیقین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک حادثہ صلی کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت میں اوقیتیں
 کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کہیں حالت شک میں رہتی ہے کسی بقائے وقت اول کسی دحل وقت آخر گمان کرتی ہے اور
 واقع وہ ہے جو رب العزہ جل و علا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصاً عالم علوم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم جبکہ مہادی العظیم الخبیر (ؑ) گاہ کیا ہے مجھے علم واسلے اور خبر واسلے ۔ تب میں وقت حقیقی پر مطلع ہو کر
 ہمارے اسیہ وقت میں ادارہ سلسلہ پیر سے ہی حادثہ وقت ملے ۔ اسے حقیقی جو خاص علم الہی میں تھی
 شروع ہو جاتے اور دیگر ناظرین کو وحی سے بہو نہیں دیکھتے براہ استنباط اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاح تعجب
 نہیں نہ معاد اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسر نشان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ مہادی سماجیت ہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ الموسی القدر انادیت
 کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی لطیفی پستیں کر سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے وقت غازیں
 پڑھیں یا سحری تناول فرمائے کہ ناظرین کو بقا سے وقت میں شک یا غروب وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ صدیقی صحابہ
 کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوتے علم محمدی قرطی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، مثلاً :

حدیث ۱ حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و ترمذی و ابی ابان
 و مصنف طحاوی میں ہیں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس میں ظہر و در و دل کی نسبت مسلم و نسائی
 کی روایت یوں ہے :

اقامہ بانظہر حیث نہالت الشمس ، والفقائل
 سترجہ دہلتے ہی ظہر کی اقامت کہ اس میں حال میں کہ
 یقول : قد اتممت الہمار ، وھو کانت
 کچھ والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

اعلم منہم۔

تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں۔

حتى قال القائل، استصف لنہا من، وهو
اعلم۔

یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور
کو حقیقت امر کی خوب خبر تھی۔

احمد و عینی و طحاوی کے لفظ یوں ہیں:

والقائل يقول، استصف النہا مراد لہ۔ و
کان اعلم منہم۔

کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور
حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔

حدیث ۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و کتاب طحاوی میں بارہ حدیث جتنا
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بارہ انکار جمیع بین الصلوات کہ منقریب ان شاعر اللہ القریب الجیب مذکور
ہو گیا ہے۔

صلی الفجر یومئذ قبل صیقاتہا۔
ابوداؤد کے لفظ یوں ہیں:

صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)

صلی صلاة الصبح من العد قبل
وقتہا۔

دوسری ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)

طحاوی کی روایت یوں ہے:

صلی الفجر یومئذ بعید صیقاتہا یعنی حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دوسری
تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی۔

امام بدر عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قوله قبل صیقاتہا، بان قد مر علی وقت ظہور
یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ سنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

۱/۲۲۲	لے الصبح سلم	باب اوقات صلوات الخمس۔	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۵۷	سنن ابی داؤد	باب المواقیت	مطبوعہ مجتبائی لاہور، پاکستان
۱/۱۰۳	شرح معانی الآثار	باب مراقیت الصلوات	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱/۲۲۸	صحیح البخاری	باب متى یصلی الفجر	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۲۹۷	سنن ابی داؤد	باب الصلوة بکعب	مطبوعہ مجتبائی لاہور
۱/۳	شرح معانی الآثار	باب الجمع بین الصلوات	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

طلوع الصبح العامة ، وقد ظهر له صلى الله
تعالى عليه وسلم طلوعه ، إنا يا نوح اد
بغية .
طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم
ہو گیا۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبد الرحمن بن زید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی نسبت ہے ،

ثم صلى العجرجين طلع العجرج ، قائل
يقول ، طلع العجرج ، وقائل يقول ، لم
يطلع العجرج ، وأولاه ، قال ، خرجنا مع
عبدالله الفحكة ، ثم قدمنا جميعا الحديث .
یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
جگہ کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے
نہاڑ فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کتا فجر ہو گئی ہے
کوئی کتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابو جعفر طحاوی انہیں عبد الرحمن نخعی سے راوی ،

قال صلى عبد الله باصحابه صلاة المغرب فقام
اصحابه يترأون الشمس ، فقال ، ما تطربون ؟
قالوا ، نظرا ، قالت الشمس ، فقال عبد الله ،
هد ، و الله الذي لا اله الا هو ، وقت هذه
لصلاة الحديث .
یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب کو
ماز مغرب پڑھائی ان کے اصحاب اٹھ کر سورج دیکھنے
لگے ، عرض کیا دیکھتے ہو ، عرض کی اے دیکھتے ہیں
کہ سورج ڈوبا یا نہیں افرایا قسم اللہ کی جس کے
سوا کوئی تہا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس کی رکعت ہے۔

تاریخ فارغ ہو کر بھی ان کے اصحاب کو شبہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صسبی
حقیقة فی لفعل دون الامسادة والفاء للتعقيب (کیونکہ صلی کا حقیقی معنی نار پڑنا ہے نہ کہ رادہ کرنا اور
نار تعقیب کے لیے ہے۔ ت۔

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ علی بن ابی الدرداء انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید
بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ،

قال ، انصرفنا مع رسول الله صلى الله
هم سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

۲۰/۱	مطبوعہ دارۃ الطباعة المنيرية بيروت	باب صلاة الفجر بالزوالفة	لغة عمدة القاری شرح بخاری
۲۲۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب منی لصلی الفجر کبج	لغة صحیح البخاری
۱۰۰/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب بواقی الصلاة	لغة شرح معانی الآثار

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الى الصلاة، قلت،
 كم كان قدس ما بينهما؟ قال، خمسين
 آية۔
 سحری کھائی پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں نے
 پوچھا سحری میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں
 پڑھنے کا۔

حدیث ۶۔ بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
 ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و
 من یدبث ثابت تسحروا، فلما قرعنا من سجودهما
 قد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى
 الصلاة فصلى، قلت لانس، كم كان بين
 قرعتهما من سجودهما و دخولهما في
 الصلاة؟ قال، قدر ما يقرأ الرحمن
 خمسين آية۔
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے
 فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نماز صبح کے لیے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور
 نماز میں داخل ہونے میں کتنا فاصلہ ہوا، کہا اس قدر
 کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طوریشی حنفی پیر علامہ طبرسی شافعی پیر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں، اس حدیث کے نیچے
 فرماتے ہیں،

هذا تقدير لا يجوز لمعوم المؤمنين الاخذ
 به، وانما اخذ رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم لا اطلاع الله تعالى اياه، وكان
 صلى الله تعالى عليه وسلم معصوما عن
 الخطأ في الدين۔
 براۓ ذہن ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں
 سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے
 اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزت جل و علانے حضور
 کو وقت حقیقی پر اطلاع فسخہ کی تھی اور حضور
 پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے
 معصوم تھے۔

حدیث ۷۔ نسائی و طحاوی بر بن جمیش سے راوی،
 قال، قلت لعذيفة، اي ساعة تسحرت مع
 ہم نے تہجد یعنی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

۱/۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب وقت الصبح
 ۱/۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب وقت الفجر
 ۱/۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ ام لویہ بلقان الفصل الاول من باب تعجيل الصلوات
 ۱/۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ ام لویہ بلقان

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال،
 هو انہما، الا ان الشمس لم تطلع
 تمام لحادی کی روایت میں یوں صاف تر ہے :

قلت، بعد الصبح، قال، بعد الصبح،
 غیر ان الشمس لم تطلع
 میں نے کہا بعد صبح کے کہا یاں بعد صبح کے مگر آفتاب
 نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عہد عمل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت
 کے مطابق حقیقی زمانے میں پر عمری ساول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 گمانی ہو کہ عمری دن میں کھائی بعد صبح اور، قس جو شخص عمری کا بچہ نہ لکھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے
 وہ سو اس کے کیا گمان کر سکتا ہے۔

حدیث ۸ ابو داؤد نے اپنی کستی میں باب وضع کیا، باب المسافر و هویشک فی الوقت۔ اور
 اس میں انہیں اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس کی حدیث میں ہم یہاں کلام کر رہے ہیں روایت کی :

قال، کنا ادا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر، قلت، ان
 الشمس اولہ تزل، صلی الظهر ثم امرت
 جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے ہمراہ رکاب سے ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا
 ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اس وقت نماز ظہر پڑھ کر گریہ فرمادیتے۔

حدیث ۹ ابو داؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طیحاوی انہیں اس رضی اللہ عنہ سے راوی،
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا
 نزلا من لا یمیرتھن حتی یصلی الظهر،
 فقال لہ من اجل، وان کان نصف البھار، قال،
 وان کان نصف البھار
 یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں
 اترتے بے ظہر پڑھے کو پانہ فرماتے۔ کسی نے کہا
 اگرچہ دوپہر کو، فسر یا، اگرچہ
 دوپہر کو۔

۳۰۳/۱	سنن النسائی	الحث علی السجود ذکر الاختلاف الخ	مطبوعہ دار محمد کتب خانہ کراچی
۳۰۴/۱	سنن صافی الآثار	کتاب الصیام	مطبوعہ دار اہل سیدہ کینی کراچی
۱۰۰/۱	سنن ابی داؤد	باب المسافر یصلی الخ	مجتبائی لاہور
۱۰۰/۱	سنن دہ	" " " " " "	" " " " " "

نسائی کے نظریوں میں،

فقال من جلد وانكاست ينصت النقاد قال د
یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز و پھر میں ہوتی فرما اگرچہ
انکاست ينصت النقاد
دو پھر میں ہوتی۔

طبیقہ اقول ملا جی کو دیر منظور ہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول آئیں رضی اللہ تعالیٰ
عنه کہ کہ وقت عصر کا آغاز ہوتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصل گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب
علامہ حنفیہ نے حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم سے استدلال کیا کہ ابو درینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک سفر
میں ہم حاضر کباب سعادت سلطان رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے مڑوں نے ظہر کی اذان دینی چاہی مسدود یا
وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا پھر فرمایا دفت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر
ارادہ کیا فرمایا ٹھنڈا کر، حق ساری العدل استوں (یہاں تک کہ نیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا، سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ان شدة الحر من فیہ جحیم (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے،
قرآن میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر صومناہم گرام میں کہ وہی زمانہ ارادہ ہے نیلوں کا
سایہ اصلا سہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اہل اوردنیا کوئی شافعی شریعہ مسلم شریعت میں فرماتے ہیں،
استول منبطحة غیر منتصبۃ ولا یجیرہ
فی فی لعدۃ الا بعد نزول الشمس بکثیرۃ
امام ابن اثیر جزیری شافعی سایہ میں فرماتے ہیں،
ہی منبطحة لا یظہر لہ ظل، الا اذا ذهب
اکثر وقت ظہر

نیلے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر ہی نہیں
ہوتا ملاحظہ ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود اثر نہ فیہ کی شہادت سے ثابت اور میر منساہہ و عقل وقواعد ظلم ظل شاہد کہ نیلوں کے ساتھ کی
استدار وال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ نیلوں کے برابر اس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ
ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

نسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ سلسلیہ لاہور ۵۸/۱
صحیح البخاری باب الارادہ بالظہر فی السنۃ دار العرفۃ قادی کتب غازی ۷۷/۱
شرح الصغیر فی مسلم باب استجاب الارادہ بالظہر " " " ۲۲۴/۱
معجم باری شرح البخاری باب الارادہ بالظہر فی السنۃ ۱۶/۲

نوٹ، یہ تو رسمی بیسار کے باوجود نہایت سے نہیں مل سکا اس لیے فقہ انباری سے نقل کیا ہے۔ تیسرا سید

حکم فرمایا اور اس کے بعد توحید کو اجازت ادا ہوئی تو بلاشبہ دوسرے مثل میں وقت ظہر باقی رہتا تا بہت ہوا
 چھٹا کہ چارہ ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ عزہ کا مذہب ہے روئل سے علیحدہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھی یہاں توحید حالت اضطراب
 میں تھا جسے کہ مساوی کہتا ہوں جس سے سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ یوں کو ظاہر ہے کہ چھٹا اور تفریب ہے نہ
 یا سطر کہ گزر رکھ کر پانچ ہوں۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گزر رکھ کر نہ پانچ تھا تو بھی چھٹا سادات
 بتا دی مگر اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر رکھ کر پانچ لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا آخر درجہ وقت حضور نبی تو معلوم ہو گا کہ
 سایہ اس مقدار کو پہنچنے اُس کا علم ہے پانچ کہیں کر جو، بلکہ یہاں تو قابضہ دو ناچوں کی ضرورت ہے یکسہ وقت
 نصف النہار کہ سایہ اصلی کی مقدار میں دوسرا اس وقت کہ سایہ بعد طلوع اصلی مقدار مطلب کو پہنچا یا نہیں، حسب
 احوال نے ایک ناپ نہ کی ہو بھی چھٹا فرما دیا انھوں نے وہ ناپ میں کاسے کو کی ہوئی گی، تو بھی چھٹا فرمایا ہو گا کہ عصر کا اول
 وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں اتنا مل چکا پانچ ہیں کہ واقع میں مساوی رہا ہو گا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی
 یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر ہے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا جادواری و مکاری ہے کہ
 باسی جہاں میں خود اعتبار کرتے جاؤ دوسرا کہ سے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصیر منہا اس حکم کی کوئی حد ہے

طیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے کر یہاں نکیر بھی اتنی ہی غفلت ہوئی جتنی دیر میں طہر کی دو رکعتیں پڑھی ہیں
 اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سنت فی حاشی غلطی نہ پڑے کہ سنت ہے دلیل نسبت کر دیا عصر کا
 سورہ ادب، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہو کہ سایہ طول کی انداز اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا
 سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ہر بے کر ٹیوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی پہنچے گا
 کہ اگر چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزرے گا کہ اول تو جس طرح ظہر طلوع میں تعادلت شدید ہے
 کہ تہی دیر کے بعد ان کا سایہ پسدا ہوتا ہے تو بھی زیادت غلطی میں فرق رہے گا بلکہ چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر
 متنی دیر میں جتنا بڑے گا ٹیوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کہ بڑے گا کھلا یخلفی علی العاصف بقوا عند
 الصبح (چھٹا کہ وہ فرض کے جائزہ والے پر غلطی ہیں۔ مت) تو لاجرم جس وقت ٹیوں کا سایہ پیدا ہوا اور بندہ یوں
 کا سایہ سارہ علی کے سوا نصف مثل سے زیادہ تھا اب کو دیر کے بعد بندہ یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف
 مثل سے زیادہ تھا اب کچھ دیر کے بعد بندہ یوں کا سایہ نصف مثل سے کم ہو کر ایک مثل غلطی اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیوں
 کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہو گا اور اس نقطہ نسبت تعادلت کو نہ بھی مانے تو حیرت کہ از نصف ہی ہائے پھر ہر حال
 اس سے اتنی دیر اور پھر کیجئے جس میں اداں کا حکم ہو اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر
 اُس وقت ٹیوں کا سایہ کوئی چارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرما دینا کہ سایہ برابر ہو گیا تھا
 کس قدر بعد و قابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ باوجود چھٹن میں اتنی غلطی مسموعہ کہ جس میں دو رکعتیں پڑھی ہیں

یا اپنے دائرہ کو یہ بجائی غلطی متروک کر میر میں پسری کا دھوکا۔ بھرا نہ تھا اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہاں تھیں سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا

لطیفہ ۳۔ اقول دہاں ایک ستم غرض ادا کی یہ کہ ہے کہ وہ تھینا برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی تک کر کے دھندلا یعنی من لہ ادا کی عقل (اور یہ ادنیٰ ہی عقل رکھنے والے پر بھی غلطی نہیں رہ سکتی) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد کا نئے سایہ اصلی کے تھینا آدمی مثل ہو گا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر نہ ہوتی کہ بگڑی فارغ ہوئے ہوں گے۔ طبعی اذرا کچھ دنوں مثل کی ہو اٹھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھ کر آنکھوں کے چور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے تاہم ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی متورار بہت آدمی مثل بھی تو کہتے ہیں کہ وہ اپنی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے۔

لطیفہ ۴۔ اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں عروہ نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت سے اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ طبعی اپنی ہی اپنی سے مساوی وقت ٹھنڈا دیا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ دوسری گز ہوں یہ تو برابر اسے بھی اتنے سے کیوں تعریف نفوس کہنے کا کہہ کر تو مطلب کی کھڑت ہے۔ ایسا نقب تو ماسی بھارے حقیقہ کا حکمت ہے۔ طبعی! اگر کوئی کہے کہ میں طبعی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی رائے میں مانس برابر ہوئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ طبعی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے مانس موجود تھا اور طبعی کی رائے میں معدوم جب دواں کچھ چمکا چمکتے ہی مانس برابر ہو گیا کہ اب مانس بھی موجود ہاں بھی موجود تھا

مرنگ از بیضہ ہوں آید و دار طلبہ

(مرغ جب اٹھے سے باہر آتا ہے تو دار طلبہ کرتا ہے)

لطیفہ ۵۔ اقول یہ بکن چراغی و تحریف مرید قابل ملاحظہ کہ خود ہی حقیقہ و شافیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں تشفیہ سے حجت لائے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ جہاد نقل کی کہ

یہتمل ان یواد بعدہ المساواة ظهور الظلم
محجب التل بعد ان لم یکن ظاہراً
ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ بٹنے کے پہلو میں
سایہ ظاہر ہو گیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

سلف فتح الباری شرح البخاری باب الإبراد بالظفر فی السفر
قل معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۲۵۴ ق معیار الحق ص ۲۵۴
۱۶/۲

جس میں شیوں کے لیے سایہ اصلی ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایہ اصلی آدمی سے
مثل کے قریب ہوتا ہے۔ جرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح ابزاری
کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح ابزاری میں یہ احتمال ان پر ادا تھا جی! و حرم سے کہنا یہ تعریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶۔ اقول فتح ابزاری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ
، مسافرانہ قرار فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ متساوی ہونے کے ہرگز یہ جھٹنے نہیں مگر آپ اپنی خبر
چیجے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو طور و وجود میں برابری سے شام تک
دی بھر ہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا مئے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر
ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں یہ آپ کی نرمی من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور،
تفزیل کی مساوات فی الوجود، اور مغرب علیہ وجود مشرقی، کیا جب تک وجود مغربی شمالی مساوات فی الوجود
نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷۔ اقول طاجی! جب آپ کے و حرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا
تو زوال ہوتے ہی قطعی معاشرقی ہوا تو مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر سبدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد
ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادہ اذان کیا ہر بار گمراہ ہوا تا جیر طایب تک کہ سایہ مساوی ہو گیا یہ ارادہ ہائے
اذان و حکم ہائے ارادہ سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پردن چڑھے ظہر کا وقت جو بانا ہو گا، طاجی! تعریف
نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھاتی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸۔ اقول جب کہ یہی تو ارادے درجے یہ قیسری زاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی
کہ یہ تاجیر آنحضرت سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس
سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ طاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کے ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا
یا تقویت ظہر کے وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جو شش جنم سے ہے
تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ طاجی! اس حدیث کی شرح میں خود
علامہ شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے
ارشاد انصاری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے ،

(قال : كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم في سفر ، فبده هتبا بالسفر ، وأطلقه
في السابقة ، مشيراً بذلك إلى امت تلك
الرواية المطلقة بمحولة على هذه المقيدة ،
لأن المراد من الإبراد التمهيد و
دفع المشقة ، فلا تفاوت بين السفر
والمحضرة

اسی میں ہے ،

(فقال له : ابرد ، حتى مرأيا في التلول)
وعاية الإبراد حتى يصير النفل ذراعاً بعد
طلو الزوال ، أو ربع قامة أو ثلثها أو
نصفها ، وقيل غير ذلك - ويحذف بحذف
الاقوات ، لكن يشترط أن لا يستد الم آخر
الوقت

دکھا ، ہم ہی سہی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر
میں ، یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سبقت
روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ
مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے
کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دور کرنا ہے
اور اس میں سفر حضر کا کوئی فتنہ
نہیں ۔ (ت)

اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر ، یہاں تک کہ ہم نے ٹیوں کا
سایہ دیکھ لیا ، ابراؤ کی انتہا یہ ہے کہ سایہ
ایک گز ہو جائے ، زوال کے سائے کے بغیر یا قد
کا چڑھائی یا تھانی یا نصف ہو جائے ، اس کے
علاوہ بھی اقوال ہیں ۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ
ابراؤ میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط
یہ ہے کہ ابراؤ اتنا زیادہ رہے کہ وقت آخر ہو جائے ۔ (ت)

ف ہاں خوب یاد آ رہا ہے شافعیہ کی کیوں نیچے آپ اپنے ہی کلمے کو نہ دیکھیے مسئلہ وقت مستحب ظہر
میں فرما گئے اگر ابراؤ اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراؤ نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب جائے
حد میں ابراؤ کی علیہ میں اختلاف ہے مگر یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراؤ اس حد تک نہ کرے کہ ظہر کے آخر
وقت کو پہنچ جائے کما فتح ابیاری میں اختلاف العلماء فی عایة الإبراد ، لكن يشترط أن لا يستد الم آخر
الوقت فمحصلاً ابراؤ کی انتہاء میں علاوہ اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے ۔ (ت)
جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراؤ ہے تو حکم ابراؤ کا خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

عذر ہر دو ہے، مآجی ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے حراۃ نفس شرع کی تکریم حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض نفس طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب مقرر ہو چکے علامہ ذرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں،

قد اجاب لی ففطانت محمد، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعین، وهي عشرة، بما يطول ذكره، مع انه لا كبير فائدة فيه، اذ لمذهب تقررت، انما هو تشعيبي اذهانت۔
ابن جر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس سیوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لے کر آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریریں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے پھینکے اتر رہے ہیں۔ ع

شرم یاد ت از حسنہ او از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹۔ اقول مآجی خود جانتے تھے یہنا ویس، میں تمس ہیں پوچھ تقریروں سے بیسے بنے حدیث کو ذکر نہا ہے لہذا عذر مدتر از غناہ کے لیے ارشاد ہوتا ہے غشائنا و دیلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں کس جہا بین الدولہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گئے کہ جھوٹ کر رہے ہو حاکم حقہ تھیں کہ ایک دم میں سٹلف ہو گئیں مگر اس دھشتی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بیکہ جمع بین الدولہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دوبارہ غیبت شیعہ میں باد صفت اتحاد قصہ جمع بین الدولہ حرام اور رد احادیث صحاح و احب الاثر م۔

لطیفہ ۱۰۔ اقول جمع تقدیم کی تاخذ مل جواحت بھرنے کو حدیث ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ نثر زبانیں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مائع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں لاتھ دعوہ کر چیخے پڑے شیر بکر اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ جمع بین الدولہ کے لیے ایسی رکیک و پوچھ و لچر تاویلات تیار ہیں تو یہ صاف و لطیف و شائع و لطیف معانی و محمل کہ ہم نے جمع بین الدولہ

احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کیے گئے ہیں اپنی چوٹی و چراگی گئی آپ نے خود بند کر لی ، و لہ
الحمد ، ع

حدود سبب غیر مکر خدا خواہ

طرفیر کہ آپ مستند ہیں اور ہم نعم جب آپ کو ایسے چریت نفع دیں گے ہیں یہ واضح بات بدرجہ اولیٰ نافع اور آپ کے
تمام چواہس و وسوسوں کے قاطع ہوں گے ۔

فائدہ عائدہ : سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے
کلام فریقین میں اس سے استناد آنچہ ، با اصل تعرض نہ دیکھا ، ظاہری بہت دور دور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی ملتی
پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی چھین کر لائے سنن کچھ دور زحمیں اس کے آس پاس گھومائے مگر اس سے دہنے بائیں کرتائے
اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر گر شاید اب کسی نے متوجہ نہ ہو کر حضرت سی کو تازہ وہم جاگے ہوا
اس کے تعرض کر دینا مناسب ہے

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح
نے اس نے کہا کہ خبر دی میں بھی ابن کعبہ جاری نے اور سنن نسائی
میں سبہ بن ربیع بن کعب بن ابی اہب نے ، اس نے کہا حدیث
بیان کی مجھ سے یحییٰ ابن کعبہ جاری نے ۔ اور مصنف علی وہی میں
ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبد الرحمن نے ،
اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے ۔ دونوں
نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبد العزیز ابن محمد نے (نعیم نے داؤد دی
کا اضافہ کیا ہے ، انکہ یحییٰ ابن الزبیر سے ، اس نے جابر رضی اللہ عنہ

فی سنن ابی داؤد ، حدیثنا احمد بن حنبل بن حنا
یحییٰ بن محمد الجارثی ، و فی سنن النسائی ،
احمد بن المفضل بن اہاب ، و فی سنن یحییٰ
بن محمد الجارثی ، و فی مصنف الطحاوی ،
حدیثنا علی بن عبد الرحمن ثنا نعیم بن
حماد قال ثنا عبد العزیز بن محمد (مراد نعیم)
الداؤدی ، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ،
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عنہ ای یحییٰ عند الاولین و نعیم عند الطحاوی و غیر
یحییٰ یحییٰ سے پہلے داؤد ابوداؤد و نسائی ، کے ہاں اور نعیم حماد کی
کے ہاں ۱۲۱۱ (ت)

سنن ابی داؤد باب الحج بین الصلواتین مطبوعہ مجتہدی لاہور ۱۴۱/۱
سنن النسائی الوقت الذی یجب فیہ المصافرا مطبوعہ مکتبہ سلیمان لاہور ۹۹/۱
شرح معانی الآثار باب الحج بین الصلواتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

غربت له الشمس بمكة ، فجمع بينهما
 بسوف (خدا نصیم) یعنی الصلوة ۔ ولفظ
 المؤمل غابت الشمس ورسول الله صلى الله
 تعالیٰ علیه وسلم بمكة ، فجمع بين الصلاتين
 بسوف ۔ قال ابو داود ، حدثنا محمد بن
 هشام جابر احمد بن حنبل ما جعفر بن
 یحیی عن هشام بن سعد ، قال : بينهما
 عشرة اعیال ، یعنی میں مکہ و صرف تھے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہو گیا
 چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سرف میں (نعم نے اضا ذکر کیا) یعنی
 نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظوں میں سورج غائب ہو گیا اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں
 کو سرف میں جمع کیا۔ ابو داؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے
 ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن یحییٰ نے ہشام ابن
 سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس میل کا فاصلہ
 ہے یعنی مکہ اور سرف کے درمیان دس میل

یعنی تصور سید عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ مکہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب و عشاء مرفیع سرف میں
 جمع فرمائیں ابو داؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملا جی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے
 تقریب میں کہا صدوق ، لہ اوہام ، وروی بالمشیہ) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس میل کا فاصلہ ہے
 اقول وہاں الترفیق اصول حدیث و نیز اصول محدث ملا جی پر یہ حدیث برگز قابل حجت نہیں اصول حدیث
 پر اس کی سند ضعیف اور اصول مذکورہ ضعیف و بخت و ضعیف کیا یا یہ کتنے ضعیفوں کی طومار اور نری مردود
 متروک ہے ۔

اولاً دو طریق پیش ہیں یکے بن محمد باری ہے تقریب میں کہا ، صدوق و یخطن (سپتا ہے مگر
 خطا کرتا ہے ۔ ت) امام بکری نے فرمایا : یتکلمون فیہ (انہ محدثین انس پر طعن کرتے ہیں ۔ ت) میزان
 میں یہ حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعیف میں زیر ترجمہ ضعیف ان کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں ۔ وراس
 کے ساتھ طریق دوم میں ترک بن ابی ہے تقریب میں کہا صدوق لہ اوہام (سپتا ہے ، اس کو اوہام کہتے ہیں)
 طریق ثالث میں نعیم بن عمار ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں بھی سے بھی بدتر ہے تقریب میں
 کہا صدوق یخطن کثیرا (سپتا ہے مگر خطابست کرتا ہے ۔ ت) یہاں تک کہ ابو الفتح ازدی نے کہا ، حدیثیں
 اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابو نعیم کے معاصر میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازات ازدی سے ہو
 مگر ذہبی نے طبقات الخلفاء و میزان الاعتدال و دونوں میں اس کے حق میں قول امیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف آہستہ

شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ اصح ایام سعید کینی کراچی ۱۱۱/۱

سنن النسائي الوقت الذي يجمع الصلوتين مطبوع مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۱/۱

سنن ابی داود باب الجمع بین الصلوتين مطبوع مکتبائی لاہور ۱۴۱/۱

مغربیت الشمس ونحن بذات الجحیش فصلی المغرب بالعقیقۃ یعنی یحییٰ بن سعید انصاری سے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاریخ زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجحیش میں بھی سورج ڈوبا اور مغرب حقیق میں پڑھی اب روادۃ موطا تلافیٰ امام مالک میں دن دونوں مقاموں کے فاصلے میں اختلاف پڑا یعنی کی روایت میں سب دو میل یا کچھ زیادہ ، عبد اللہ بن وہب نے کہا پھر میل ، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ امام مالک نے کہا سات میل ، عبد الرحمن بن قاسم نے کہا دس میل ، علامہ زرقلی نے جرم کیا کہ بارہ میل شرح موطا میں فرمایا ، بینہما اثنا عشر میل ، وقال ابن وضاح ، سبعة امیال ، وقال ابن وہب ، ستة ، وقال القعنبي ، ذات الجحیش علی بریدیب من المدینة ، وقال ابو یوسف فی روایة یحییٰ ، و بینہما میلان او اکثر قليلا ، وفی روایة ابن القسیر عشرة امیال یا ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہیں بارہ میل۔

خامساً یہ واقعہ عین سبہ اور وقائع عین مسارع ہرگز احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں نہ اس سے زائد نامعلوم ہو این مسرر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسہر نہ کرنا اور گزرا ام ، المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے :

اصبہ السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسیر
یسئل ثم سراح وتغشی بسرف
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرسٹ میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گرچہ کہ کل مدیرہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر گوردینی سے منقول ہوا کہ مدیرہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم وہ سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکالی لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکثر میل راہ ملے برنی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عثمانک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جائے عجب ہے خصوصاً او آخر جزا و ادائی سسرطان میں کراں دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ اسے تو آزما دیکھیے کہ عدد گھوڑے تیرنا قے ڈیڑھ چور ایک ہی عہد اقول لیکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ اللہ تمام (بقیہ بصفحہ آئندہ)

سے مولیٰ امام مالک قصر اصدۃ فی السفر
سے شرح الزرقانی علی الموطا
مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
الملکیتہ التجاریۃ الکبریٰ مصر
ص ۲۹
۲۹۷/۱
سے

گھنے میں دس میل مکہ نائے قطع کر لیں گے حدیث میں ہے کہ ابھی مذکور ہوئی جزم عظامہ ذرغانی اور نیز روایت ابن قحطم
تکلیف امام مالک پر اس کی تفسیر میں پیش نظر اور ثابت ہو چکا کہ مسلم قاتل جمع نہیں وہ تصریح فرما چکے کہ ان کے
والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عز و لغہ کے سوا کسی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے
اور مغرب وقت میں رومی و لہذا ابو الولید باجی مائی نے اس حدیث کی شرح میں کہا، اس اداں یعرف اخس
وقتها الصختر لے یعنی بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔
مفتی میں کہا، وحصل ذلك على المصروف من سيرة من جد غروب وقت پر پڑھنا ہوتا تو کشتش
سیر پر عمل کی کیا حاجت تھی بالحد حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلا جمع تحقیق کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید و الحمد
للہ العلیٰ المجید۔

الحمد للہ کلام اپنے ذر وہ اللہ کے پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا،
ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصطلاح ثابت نہ ہو سکی و نہ الحجة السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ
میں ایسا کلام شافی و تیس و کافی و مبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ السلام لائے مالک الازمہ کاشف الغمہ
سراج لائے سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حنفیہ خاصہ فقیر حسین پر و الحمد للہ رب العالمین۔

فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں اول عامر جن میں تعیین اوقات کا بیان یا ان کی محافظت کی ترغیب یا ان کی مخالفت
سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لیے شرعاً مقرر وقت مقرر فرمایا ہے کہ اس سے پہلے
ہو سکے نہ اسے کہہ کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہئے۔ دوم خاصہ جن میں
(بقیہ صفحہ شش) عرض لکھتے المکرمہ صحیحہ کا حایہ الامتطاء بالتقرین مدقم جیب مدقم و الدلیل علی مرس مکتہ
الحرفہ بالحوار فی الدلیل والکلام لا مصطاحی علی حدائق جیب تعدیل النہار قوسہ طہ نہ الم۔ حشہ۔ دہ۔ ر
نصف قوس الدلیل صہمہ مطہ طہ لہ۔ جیب امتطاء الوقت تجلس الم۔ مہ حکمہ الدکم سوہ حشہ الدکم صلیح۔
مطہ طہ لہ۔ اگر مطہ مرس مضل الدائر قوسہ و حمرہ۔ و طہ لہ۔ المہ الدکم دائرہ طہ۔ و طہ لہ۔ الدکم الدکم تقریر و جو
التدقیر۔ تقدیر۔ ش۔ اللہ تعالیٰ میں کتابا نریح الاوقات للصوم والصلوة وقف اللہ تعالیٰ لکب لہ و لغہ۔ و
السمین یا علی لہ اھین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

یا مخصوص صحیح بین اہل بیتین کی نفی ہے۔

قسم اول **نصوص عامہ** (الآیات) رب العزة تبارک و تعالیٰ نے محافل و الترام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا،

۱. فرقہ (۲) نساہ (۳) انفکام (۴) مریم (۵) مائون (۶) صارج (۷) مائون
آیت اقل بنا عز میں قائل،

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً ۵ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔
کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر ۱۱، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں
کلام علیائے کرام لافوں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود تلاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقت طہر میں ایک مثل تک تعالیٰ
وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً یعنی میرے نماز کا
وقت عمدہ عمدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قوله تعالیٰ: كتباً موقوتاً، یقینی کون، بوقت لکل صلوة وقت عینہ
تو مقتضی آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ علی
مدعی لاکھ پر عبادی ہے گواہی تیری

اس میں میں راکہ کوئی اختلاف میں ہے۔ ابو موسیٰ
اشعری اور بیش تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے
صحت ظہار کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے
کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ ابو موسیٰ سے صحیح
مستقل نہیں ہے مگر ابو موسیٰ سے ۱۰ کے خلاف وہ
عمدہ کے کرائی قول صحیح طور پر بات ہے اس سے
سب کا متفق ہونا ہی درست قرار
پایا احمدی القاری ۱۲ منہ (ت)

عن هذا، لا خلاف فيه بين العلماء الاثنى
عشر من ابى موسى الاشعري وعنه بعض
التابعين اجتمع العلماء على خلافه، ولا وجه
لذكره ههنا لانه لا يصح عنهم، وصح عن
ابى موسى خلافه مما وافق الجماعة، فصار
اتفاق صحيحاً على عمدة القاری ۱۲ منہ (م)

لہ العترائی ۱۰۳/۲

نہ معیار الحق مسئلہ پدم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

آیت ۲ قال مولانا جل وعلا،

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطیٰ ۵
 قوما لله قانتین ۱
 محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے، پنج وائی نماز نماز عصر ہے اُس وقت اور کھڑے ہوا اللہ کے حضور ادب سے۔

رگ باز اور غیر کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔
 بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے،

حافظوا على الصلوات، ہا کاداء لوقتھا والمداومة علیہا ۱
 نمازوں کی محافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

دارالک شریف میں ہے،

حافظوا على الصلوات، داوموا علیہا لھوا قانتین ۲
 ارشاد العقل سلیم میں ہے،

حافظوا على الصلوات ای داوموا علی اداہا
 لا وقتھا من غیر اخلال شیء ۳
 نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور اس میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال اصل اول تبارک وتعالیٰ،

والذین هم على صلاتهم يخطون ۵
 اولئك هم الغاشون ۵ الذین یرشون
 الغیروس هم فیہا خالدون ۵
 اور جو لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے،

یعاظون، ای یدادعون علی حفظہا ویراعون
 محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

۱۔ القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

۲۔ انوار التنزیل المعروف بتفسیر بیضاوی تحت آیت حافظوا علی الصلوات ۱ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱

۳۔ تفسیر النسخی المعروف بتفسیر دارالک " " " " دارالکتب المعرفی بیروت ۱۲۱/۱

۴۔ ارشاد العقل سلیم " " " " احیاء التراث العربی " ۲۳۵/۱

۵۔ القرآن ۲۳/۹ و ۲۳/۱۰ و ۲۳/۱۱

اوقاتہا، کبر ذکر الصلوة ليقبيل المحافظة
عليها واجبة۔
اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ
واقع ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۳ قال المولى الا بل عز وجل،

والذين هم على صلاتهم يحافظون ۵ اولئك
في جنت مكرمون۔
اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے
وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کے جائیں گے۔

جلالین شریف امام حلال اللہ والدین شافعی میں ہے، یہاں فطوں، یاد اٹھائی اوقاتہ (محافظت
کرتے ہیں) یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ (ت)
نسفی شریف میں ہے

المحافظة عليها ان لا تعين عن مواقيتها۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولى قدس وتعالى،

والذين يؤمنون بالآخرة يؤمنون به وهم
على صلاتهم يحافظون ۵
اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں
اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر میں ہے

المراد بالمحافظة التمسك بشروطها من وقت
وطهارتها وغیرها والقيام على امرها كانهما
اتهما حتى يكون ذلك دأبه في كل وقت
محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ
تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم
کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا
وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو ملحوظ رکھنے لگے۔ (ت)

عبد ذکرہ تحت آية المؤمنون ۱۲ من (م)

یہاں بھی سورۃ المؤمنین ۲۳ کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۲ من

۱۔ تفسیر البعوی المعروف معان التنزيل مع الحازن تحت آية ذكره مطبوعه مطبعة ابابا مصر ۳۳/۵

۲۔ القرآن ۳۳/۵ و ۳۵/۵

۳۔ تفسیر جلالین آیت ذکرہ کے تحت مطبوعه مجتبائی دہلی ۲۷۲/۲

۴۔ تفسیر النسفی " " " مطبوعه دار الكتاب العربي بیروت ۲۹۲/۴

۵۔ القرآن ۹۲/۶

۶۔ التفسیر الکبیر والذین ہم علی صلاتهم يحافظون کے تحت مطبوعه المطبعة الميمنية المصرية مصر ۸۱/۲۳

محافظت وقت کے یہ معنی عام سے حکمائے خفیه کے سوا ہر آیت میں ملنے سے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے
 ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب اعلیٰ عز و علا

ثم خلف من بعدهم خلف صاعوا الصلوة۔ پھر آئے ان کے بعد وہ برسے پسماندہ سے جنہوں نے
 نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اخرجوها عن مواقيتها واصلوها
 لغیر وقتہا (یہ لوگ جن کی ذمت اس آیت پر ہے کہ وہ میں فرمائی کی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور
 غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدلی فی عدة القاری باب تفسیر الصلوات عن وقتہا والامام
 البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہوان لا یصلی الظہر حتی
 اتی العصر (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ فی السہ۔

تفسیر الزائر التنزیلی میں ہے، اضااعوا الصلوة ترکوها او اخروها عن وقتہا۔

آیت ۷ قال سبحن ما لا یشر

فویل للصلیین ۝ الذین ہم عن صلاتہم غافلون ۝ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں کے
 غافل ہیں ذکر وقت نکال کر پڑھتے ہیں۔

تفسیر مجاہد میں ہے، ساہون غافلون یؤخرونها عن وقتہا۔ تفسیر معانی الغیب میں ہے،
 ساہون یعید امرین۔ اخرجہا عن الوقت وکون الانسان عافلا فیہا۔ اس آیت پر کریم کی یہ تفسیر خود

۱۹/۵۹

۱۴/۵ مطبوعۃ المطبعة النیریت بیروت

۲۵۲/۴ مصلی البانی مصر

نصف ثانی ص ۹

۴/۱۰

۵۰۵ نصف ثانی ص ۵۰۵

۱۵/۳۲

میدان جامع ازہر مصر

علی و خدیجہ بنی ہاشم و سحر و دھت و
ہو اذینہن علیہ السلام بحديث

حدیث ۳۴ : امام مالک و ابو داؤد و نسائی و ابن جہان اپنی صحاح میں عباد بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خمس صلوات استقرضهن الله تعالى ، من
حسن وصورهن وصلاحهن لوقتہن و
تسوسن کو عہن وختو عہن ، کان لہ علیہ
اللہ عہدان یغفر لہ ، و من لم یفعل
فیس لہ علی اللہ عہد ، ان شاء غفر لہ ،
وان شاء عذبہ . ہذا لفظ ابی داؤد .

حدیث ۳۵ : ابو داؤد و طریق ابن الاثرانی میں حضرت قتادہ بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ،

ان فرضت علی امتک خمس صلوات ، و عہدتہ

علی تمامہ ، و ہر مہر مصلحت و حیر البیت ان استطاع الید سبیلاً و اعطی الزکوۃ ، طیبۃ بہ نفسہ ، و
دی الامانۃ ، قالوا : یا ابا الدرداء ، ما اداء ؟ لامانۃ ؛ قال : الفصل من الجنایۃ ۱۲ مزی فی شریعتہ (۲۰)
(اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

عَلَّی و اوردہ السدری عنہ فرما دے ، و سجودھن .
بعد قولہ : و کو عہن ، و لیس فی ثقی من ثقی السن
القی عنہ ، و قد قال العلامة ابویہم الحسبی فی
غنیۃ المستملی شرح حلیۃ النصی ما نصہ ، اما
لفظ و سجودھن بعد کو عہن و غیرتات ۱۲ مزی
مزی شریعتہ ۱۲

۱۲ سن ابی داؤد ، حدیث ۳۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۶/۱ و ۱۱۷
۱۱۵/۱ سن ابی داؤد حدیث ۳۲۵ دار احیاء السنۃ مصر

۱۲ الترغیب والترہیب فی الصلوات الخمس ۱۲ حدیث ۳۶۷ معنی ابی ابی مصر ۱۲۲
۱۲ غنیۃ المستملی مقدمہ کتب

عبدی عہد، اہل من جاء بها حفظ علیہم
لوقتہن ادخلتہ الجنة، ومن لم یحفظ
عینہن فلا عہد لہ عبدی۔

حدیث ۵: داری حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
ربہ جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے،

من صلی الصلوة لوقتہا فاقم حدھا کان
لہ علی عہد ادخلہ الجنة ومن لم یصل
الصلوة لوقتہا ولم یقم حدھا لم یکن لہ
عندی عہد ان شئت ادخلتہ النار وان
شئت ادخلتہ الجنة۔

حدیث ۶: جریر بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے، عرض کی، خدا و
رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا، جانتے ہو تمہارا رب کیا دیا، ہے، عرض کی، نہ، رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا،
جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے، عرض کی، خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا، تمہارا رب حل و حل فرماتا ہے،
و عرق و جہد لی لا یصلیہا عبد لوقتہا الا ادخلتہ
الجنة ومن صلاھا لغير وقتہا انت شئت
مرحمتہ وان شئت عذبتہ۔

حدیث ۷: یزید بن اسلم بن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں،

من صلی الصلوة لوقتہا واسیم لہا وضوہا
واتو لہا قیامہا وغشوعہا و رکوعہا و

جلہ سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ دار احیاء السنن النبویہ مصر ۱۱۷/۱

جلہ سنن الذہبی باب استجاب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۴۸ مطبوعہ نشر السنن لمطان ۲۲۳/۱

جلہ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸/۱۰

حدیث ۱۱ : طرانی بحرم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
ثَلَاثٌ مِنْ حِفْظِهِنَّ فَهُوَ عَلَى حَقٍّ أَوْ مِنْ ضَلِيلٍ
فَهُوَ عِنْدِي حَقٌّ، الصَّلَاةُ وَالصَّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔
تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے
اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے
اور غسل جنابت۔

حدیث ۱۲ : امام مالک شریف میں ناکح سے راوی،

ان حبرین الخطاب من حق الله تعالى عنه كتب
الى قتالة ان اهم امركم عندى الصلاة فمن
حفظها وحفظ عيها حفظ دينه ومن ضيعها
فهدى ساراها صميم الحديث۔
امیر المؤمنین شریف روق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے
عالموں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے تمام کاموں میں سب سے
زیادہ غار نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت
کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے
اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جو وقت معین کیا:

حدیث ۱۳ : بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام اسحاق ابی ذئب کے نسخوں اور ابوالفتح عبد اللہ واری مسند میں حضرت
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تیسری اوقات عرض کی، بهذا امرت (اسی کا حضور
کو حکم دیا گیا ہے) ان ابی ذئب کے نسخوں میں، عن ابن شهاب انه سمع عروة بن الزبير يحدث عمر
بن عبد العزيز عن ابی مسعود الانصاري ان العروة بن شعبة حرا الصلاة فدخل عليه ابو مسعود
فقال انب جبريل نزل على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم فوصل ووصل ووصل ووصل
ثم وصل ثم وصل ثم وصل ثم وصل ثم قال هكذا امرت (یعنی جبریل) میں نے دونوں روز امامت
سے تیسری اوقات کے عرض کی، ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن زبیر میں مطول و مفصل ہے فی الخسرة
ثم قال جبريل: ايمن هديت وقت الصلاة (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے،
حدیث ۱۴ : دارقطنی و طرانی و ابوالخیر عبد البر ابو مسعود و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے بحرم اوسط حدیث ۸۹۵۶

۳۳۵/۹

مکتبہ المعارف ریاض

ص ۵

مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

وقت الصلاة

۴۵/۱

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کتاب مواقيت الصلوات

۱۵/۱

مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر

باب وقت الصلاة

۲۲۳

مکتبہ اسلامہ ریاض الشیخ

باب المواقيت

مکتبہ النور شہاب ریاض الشیخ

راوی جبریلؑ نے عرض کی، عابینِ ہذین وقت یعنی اس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵: ابو داؤد و ترمذی شافعی و طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریلؑ نے گزارش کی، الوقت مابینِ ہذین الوقتین (وقت وہ سے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶: نسائی و طحاوی و حاکم و رار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم نے فرمایا جبریلؑ نے عرض کی، الصلاة مابین صلاتہ اس و صلاتہ اک ایوم (نماز دو روزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے) بڑے کے یہاں ہے ثم قال مابین ہذین وقتین (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی و احمد و اسحق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریلؑ نے گزارش کی، عابین ہاتین الصلاتین وقت (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم نے فرمایا جبریلؑ نے گزارش کی، الصلاة فیما بین ہذین الوقتین (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(نوع آخر) حدیث سائل سے حضورؐ فرمایا اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ نے ایمان میں فرما کر ہر نماز کا دل و سفر وقت بتایا

حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلم نے فرمایا، وقت صلات کہ مابین ماسر ایوم (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا، مسلم کے دوسرے طریق میں ہے، مابین ماسر ایوم وقت (اسے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

۳۰۵/	دارالکتاب بیروت	۱۰۰	فت	۳۰۵/
۲/	مطبعة رشیدیہ انجمن کبیرہ	باب، جہاد فی ہوا قیت، صلوات	۱۰۰	۲/
۵۹/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت الظہر	۱۰۰	۵۹/۱
۱۸۴/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت العصر	۱۰۰	۱۸۴/۱
۹۱/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت العصر	۱۰۰	۹۱/۱
۱۰۲/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت العصر	۱۰۰	۱۰۲/۱
۲۲۳/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت العصر	۱۰۰	۲۲۳/۱
۲۲۳/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواعیت آخر وقت العصر	۱۰۰	۲۲۳/۱

ترمذی کے یہاں یوں ہے، موافقت الصلاة كما بين هذين (نہروں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)۔

حدیث ۲۰: مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابی لحادی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الوقت بین هذين (وقت ای دو کے درمیان ہے)۔

حدیث ۲۱: لحادی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابی یوسف عن عطاء بن ابی رباح قال بلغني ان رجلا اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بین صلاتي في هذين الوقتين كلًا (میں دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) و لفظ الحجيج ثم قال ما بينهما وقت (اور کتاب الحج کے الفاظ یہ ہیں) پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے۔

حدیث ۲۲: مالک و سنائی و برار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حماد اور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اما بین هذين وقت (ای دو کے درمیان وقت ہے) وجہ الاقتصار عن ذكر الفجر فكأنه مختصر قلت فقد رواه الدارقطني في حديثه عن حديث قتادة عن السائب مطلقا والتمس تعالیٰ علما اس بات پر مقرر کیا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے یہ حدیثیں سنیں کہ ان سے بڑا قندہ معصوم ذکر کیا اللہ تعالیٰ (نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳: مسلم ابو داؤد ترمذی ابی احمد و آدمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وضرب إحدى كفيهما ادا بوقت في قومه يؤخرون الصلاة عن وقتها قال قلت ما ماری حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری زبان پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

۲۲/۱	مطبوعہ رشیدیہ میں کپڑی دہلی	۲۲/۱	۱۰۲/۱
۲۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی	۲۲۳/۱	۱۰۲/۱
۱۰۲/۱	ایچ اے سعید کپڑی کراچی	۱۰۲/۱	۱۰۲/۱
۱۳	دارالمعارف نجف اشرف لاہور	۱۳	۱۳
۶۶/۱	کتبہ سلفیہ لاہور	۶۶/۱	۶۶/۱

سے جامع ترمذی باب ما جاء في مواقيت الصلوات

سے صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس

سے شرح معانی لاشار باب مواقيت الصلوات

سے کتب المجتہ اختلافت، اہل المذہب والمذہب في الصلاة

سے انصافی کتب مواقيت

قال صل الصلاة لوقتها الحديث

کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں
فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴ : احمد ابوداؤد ابن ماجہ بسند صحیح عباد بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور قدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

میرے بعد تم پر کچھ حکم ہوں گے کہ اُن کے کام وقت پر
انہیں غماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا
تو وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵ : ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے
کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی
یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھ
پر حکم دیتے ہیں فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور اُن کے
ساتھ فضل کی نیت سے شریک ہو جا۔

(فروع آخر) ارشاد صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آباد و سری کا وقت عانا رہا قضا ہوگی اور اس کی
مانعت نہ بنت۔

حدیث ۲۶ : مسلم و ابوداؤد و مسائی و یحییٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

وقت ظہر مالم یحضر العصر وقت المغرب
مالم یسقط ثور الشفق تک حد بحضور

۲۳۱/۱ لے صحیح مسلم باب کراہۃ تأخیر الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، صبح المذبح کراچی

۹۰/۱ ۳ سنن ابن ماجہ باب جاتی اذا اخرت الصلوة عن وقتها مطبوعہ عیادۃ الیم سعیدہ کراچی

۶۲/۱ ۳ سنن ابی داؤد اور اخر الامام الصلوة عن الوقت ر مختار دہلی

۲۲۳/۱ ۴ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ، لکھنؤ

حدیث ۲۷ : ترمذی و تلمذی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان للصلاة اولا و آخر و ان اول وقت صلاة الطلوع حين تزول الشمس و آخر وقتها حين يدخل وقت العصر وفيه ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس و ان آخر وقتها حين يغيب الشفق

بیشک نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک نماز کا وقت طلوع کا سورج ڈھلنے سے اور ختم وقت طلوع کا وقت عصر آگے پہنچے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸ : مسلم و الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و تلمذی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة ان تؤخر صلاة حتى يدخل وقت صلاة اخرى

سوئے میں کچھ تقصیر میں تقصیر ہو جاتے ہیں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے بنائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور قدس سرہ سے روایت کی ہے اور اس میں فرماتے ہیں : فاما تقسم صلاة الصبح ليلة التفرغ وهو عند ابی داؤد و ابن ماجہ من دون قوله ان تؤخر (جب تیرا تفرغ کی صبح کو تکبیر کی نماز تفرغ ہوگئی تھی۔ یہ روایت ابو داؤد و ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں ان توخر کا لفظ نہیں ہے۔) یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر و گناہ ہے۔

حدیث ۲۹ : بخاری و الترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان حضرت محمد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن قول الله عز وجل الذين هم عن صلواتهم ساهون قال هم الذين يؤخرون الصلاة عن وقتها

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون رگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے غرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

سلف جامع ترمذی باب ما جاء في مواقيت الصلاة
سلف سنن ابی داؤد باب في من نام
سلف كشف الاستار عن زوائد نزار باب في الذين يؤخرون عن وقتها
مطبوع مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲/۱
مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۱
مطبوعہ مرسۃ الرسال بیروت ۲۸

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلو بخذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے محال آئیں وہ ہمیں بے قیدی مانگی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ ابجاٹ اصول کو فروغ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عطف و طویل دیا گیا ہے وانا اقول (اور میں کہتا ہوں)۔ ثبوت العرش ثم انقش ارشادات صریحہ قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سہاں جمع کر دیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا کبھی ان پر چند عقل روایات جن میں روایت درایت سوا احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ تھے قلیل ثبوت خواہی غوی معنی جمع حقیقی کی تعبیر، احتمالی باتوں پر خدا و رسول کے صریح احکام کیونکر اٹھا دیے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انھیں کے پاریہ کا جلی واضح ثبوت و کار تھا نہ یہ کہ بزور زبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو محال کی دخل نہیں آتا میں کچھ دیجئے احادیث صحاح جو جمع پر قطعاً و یقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمائے سے وہ فصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہو گئیں ملاجی بس اسی ایک ٹکٹہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا ابناٹ جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں بعض قطعاً یقینی مفسرنا قابل تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا مسترآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل زری رہاں زوریوں سے کام نکالنے کا اور دیکھنے میں صرف ضرور قرآن و حدیث کا مامور لیتا ہوں اسے حضرت عازنوں کی توقیت اُن کے لیے اوقات کی تعبیر تو ضرور بات دین سے ہے اور ہمارا آپ کا نام امت مرحومہ کا یہ وقت ہوتا ہے پتہ ہمارا مل ضرور ہوتا ہے دینا وقت کھو دینا محرم تو اب طہیت و قہیت طہرات کی بحث سے کچھ علاوہ ہوا۔ اس فصل میں کا جو حاصل ہے یعنی ہمارے پیش از وقت یا تقویت وقت کی بحث یہ تو ہم اور آپ سب متفق ہوئے اب آپ نے مٹا دیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت حاس ملام ہے صباد و حرام قطعی ہے و بسا ہی قطعی ثبوت اس کی ممکن کا دیکھئے وہ بعضی کے تصور غلطی شکل کا نام ہے مجھے خدا کی مشن دور تو اور جمع تقدم میں بھی یہی جزا کے ادا کہ تاویل کو دخل میں احادیث صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر و یقینی ہونا و گنار ابو داؤد و ابی حنبلہ اشلف تصریح فرمایا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث میں بھی نہ ہوئی مگر ان یہ کہنے کہ اپنی رہاں یہ دعویٰ ہے توت مانگے وائے کا کچھ دیا ہوا ہے و لا حول ولا قوۃ الا باللہ علی العظیم۔

لطیفہ ملاجی نے ایک مثل پر استائے ظہر کے اثبات میں حدیث سنائی روایت نسائی میں حساب رضى اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس مسئلہ کی جن میں تھا نہ پہلے وہی نہ ظہر حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس میں تمسک پر اکثر تنبیہات کہ ان حدیثوں میں کل کی تصریح بھی تو اسی وقت پڑھائی گئی ہے تو یہ مثل پر وقت ظہر ختم ہوجا یا نہ علائکہ بدہ مثل ظہر و عصر و لوں ہماروں میں وقت مشرق ہو یا مستعاد ہوا عجب اس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنی یہ کہ آنحضرت نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آیا اور دوسرے دن ظہر سے عصر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس وقت معیار لحق ص ۳۰۳

ایک مثل پر فارغ ہونے پر معنی نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دو قوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مزاج باعث اختیار کرنے معنی قول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے سلم نے عبد اللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وقت الظهر الى ان يحضر العصر اور کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً یعنی برآمد زکا وقت عرصہ عرصہ ہے اسی واسطہ فرمایا انکفرت عن انما التضرع علی من لم یحصل حق یحیی وقت الصلوة الاخری مراد مسلسلہ وغیرہ تو مقصداً احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز داخل نہیں ہو سکتی پھر اگر حدیث جابر میں بھی وہ نہ کریں جو ہم نے کیے ہیں نہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل سولی تو تعارض ہو گا درمیان ان احادیث کے جن سے اختیار اوقات ہر نماز کی معلوم ہوئی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کر لی چاہئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں اہل مخلصا۔

الحمد للہ یہ تو ایہ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت تلاجمی کی شہادت ہے مرقعی نقاد و آیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری داخل نہیں ہو سکتی مگر یہاں تلاجمی کا ظلم ظاہر کرنا ہے فاقول بانہ الترفیق اولاً حدیث جبریل و حدیث نسائی یہ نہ مذہبی سے تائید کی میسر نہ ہو سکتی کہ جابری نے ہرگز نہیں جتے حدیث جبریل پر روایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے ۱

ان جبریل فی نسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان الفیل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاه فی الیوم الثانی حین کان فیل الرجل مثل شخصہ فصلی الظهر۔

دوسری روایت میں ہے ۱ ثم حکث حقاً اذ کان فی الرجل مثله جاء العصر فقال قم یا محمد فصلی العصر ثم جاء من الفیل حین کان فی الرجل مثله فقال قم یا محمد فصلی العصر۔

عصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

۱۔ میا راجی، مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ تدریسیہ لاہور ص ۲۱۶ تا ۲۲۱
۲۔ واضح رہے کہ اولاً کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۲۷۸ کی طرف رجوع کریں۔ دالم
۳۔ نسائی کتاب لواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۹۰/۱
۴۔ نسائی " " " " اول وقت العشاء " " " " ۹۲/۱

مسند سخن میں بن مسعود پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے، آتا ہے حین کان ظلمہ مثله فقال قم فصل فقام
فصل العصر من بعد حین کان ظلمہ مثله فقال له قم فصل فقام فصلی الظہر من بعد
رقتی وظهر فی وہو عمر کے یہاں روایت حقیقہ بن عمرو ویشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے، جاءہ حین کانت
ظلم کل شیء مثله فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظلم کل شیء مثله فقال
صل الظہر فصلی۔

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امیں علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کے لیے حاضر اس وقت ہوئے
جب سایہ ایک مثل کو پہنچ سکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی
اس کے یہ معنی کیونکہ ممکن کہ جہم مثل تک نماز سے فارغ ہو لیے تھے۔ حدیث سائل روایت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں ابوہریرہ کے یہاں یوں ہے، امر بلا لا فقام الفجر حین نشوۃ اذی قولہ فاقم الظہر
فی وقت العصر الہدیٰ کان قبلہ۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر حال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی
تجکیر کی تو مثل تک فراغ کیا۔

ثانیاً آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث تحریر و سائل خاص اور آپ کے اصحاب میں عام
خاص متعارض نہیں بلکہ عام اس سے نفس روحانی سے لے کر وہ روحانی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ
آیت و حدیث میں پھر ان حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے دلوں کو آیت عام نہیں رہتی
تخصیص حرام ہوجاتی ہے۔

ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلوٰۃ الاخریٰ سے اس کا
وقت خاص مراد لیئے یعنی نماز قضا صبح ہوئی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے صبح تک وقت مشترک
باقی ہے قضا نہ ہوئی اور حدیث عبد اللہ بن عمر میں ظہر خواہ عصر و دنوں سے جس میں چاہئے وقت خاص لے لیجئے
اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے صبح عصر کا وقت کیا ظہر کا خاص وقت
نہ ہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

۱۔ نصب الرکن بحوالہ سند اسحق بن راہویہ باب المواقیات مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۲۳

۲۔ دارقطنی

۳۔ سنن ابوداؤد اول کتاب الصلوٰۃ باب المواقیات مطبوعہ تحقیقاتی دہلی

۴۔ ترمذی باب المواقیات مطبوعہ رشیدیہ دہلی

۲۵/۱

مشترک اصل میں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک کو دفع کر سکیں، ملاجی مدعی
بہر آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عددوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح علم و نا انصافی کو دیکھ کر مسئلہ وقت ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر
وہ ایمان کہ نہ آیت صراح تخصیص نہ یہ حدیثیں ذاتی تاویل زمان کے مقابل صراح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ
کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز
تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے وقت سے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پٹ جائے اب آیت
احادیث واجب التخصیص، اور ان کے مقابل زنی احتمال چند روایات واجب الامتداد و قطعی التخصیص، اور ان کے یہ
آیات و احادیث کے مطابق صاف و نقیض محال مراد و باطل بغیر شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری
دوہرے در کی ہے۔ دیانت کا ٹودہ نوں باگوں کستا ہے۔ پورب کی سڑک میں کچم کا رستہ ہے مگر

گر میں گیا ادھر سے اُدھر سے نکل گیا

فہم لخصہ حدیث بست و ششم مروی یک مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا۔
اقول یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا حد رہتا میر کر سے۔ اس کے حق میں جو مسافر ہو یہ وہی
دعویٰ باحدہ تخصیص ہے تخصیص ب

ثانیاً سبب حدیث خود عمار سفر کا سوتے ہیں قصا ہو جانا ہے کہ ضرور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اُس وقت سفر میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً صدر بہ ترا نگاہ سنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہر گز
تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی اعث اور قریر اس کی قیمت یا تخصیص پر ہیں ہوتی۔

اقول ملاجی، کسی پر سے بکے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ ہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی
بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمار سفر کا قصا ہونا سبب ارشاد ہوا تو جو سبب نفس حکم نفس سے کیونکر خدا ہے گا کیا ظلم ہے
کہ نفس کا حامی جس مرد میں درود دہی خارج و نامقصود، اور نفس اس کے مہربان پر مقصور و محدود۔

عہ اقول ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قابل جمع کو اصل واقع نہیں جیسے تقدیم سے قرآن سے جس میں نہیں اور
جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آمار و انداز سے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص ہیں معذرت جب وقت
مشرک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک
نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے گا لایخفی ۱۲ مندرجہ فی اللہ تعالیٰ عہ (م)
فہم معیار اثنی عشر مسئلہ جمع میں الصلوٰۃ عہ ۱۴ فہم معیار اثنی عشر عہ ۱۵

رابعاً قیامت در بار اکت تو یہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو داخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت ﷺ نے وقت نماز فجر کے اور وقت ہو جائے عشاء فجر کے خیر میں فرمایا تھا پس حکم سفر غریب کا مان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ عصر و عشاء سفر کی کا۔

اقول یعنی یہ تو غریب کی کیا کیا، ہاں ثانیی حدیث میں کلمہ کا ارشاد ہوا ہے فجر سفر کی کا رہ اور نماز میں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سوچ نکلے پھر دن چڑھے ٹھیک دوپہر پر جب تک نماز فجر اٹھا رکھے کچھ تقصیر نہیں برب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی واللہ وانا لیلہ راجعون ۵ ثانیی اِدنی میں تو اچھے اچھے حکم سنے گئے ہیں، لکھنے چلے گئے تو پسہ داغ کی نہیں دکھال ہوتی، نماز میں پانچ میں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر نہ سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تظہیر یہ کہ صبح جیسا کہ حدیث ۳۱۲۳ میں اقول حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے گزارش کرنا کہ خاص فجر کا حکم ان دونوں سے ارشاد ہو کہ جب تک عصر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامساً اقول ثانیی اعتبار عموم لفظ کا ہے رخصت سب کا تو فرائض عصر و مغرب و عشاء کے کیا معنی، یہ کیا ستر جماعت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ سب کی کہ حرم و دے و سادہ کا یا یہ تو اس پر کسی پر انقطاع کسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادساً اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہل نماز کے وقت کے اندر اندر کر سکے جس سے ارادہ نہ کیا اس کی جتن درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو یہ مسافر ضرور وہ محل حدیث کا ہوگا۔

اقول یہ ایسا دیس آتم کہ ہے جو یا حدیث ارشاد فرماری ہے حدیث میں تو ایسے و ایسے کی کہیں بوجہ نہیں کہ اپنی ہوا سے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالمحدیث ہے۔

سابعاً اقول خود مسافر کو شامل کہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لا جرم حدیث وہ حکم فرماری ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت نہ کرے کہ یہ نماز وقت گزار جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کھلا کھلا رخصتوں کا نہ سب کیوں نہیں کہہ دیتے اور بعد حرائی ضرور تھیں بلکہ تباہی کو ڈاگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا ہی ہے پھر اُسے

علاوہ کسی منہ سے کہہ رہے ہو، ملاجی! کبھی کسی کو سہ سے پالانہ پڑا جو گا کر غل یا حدیث کا دعویٰ ٹھلا دیتا، سُبْحٰنَ اللہ
تحریف احادیث اور اس کا نام غل یا حدیث اسم طیب و عمل خبیث، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العزیز العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی
و مختلف قوی کی یہ طرق عبیدہ و اثق و مجملہ و متصلہ مختلفہ و مطوڑہ مروی و ہذا لفظ الحدیثی حدیثاً عامہ
یہ حصہ بن عبیدہ ثقب بنی ثمالا اعشیش ثقی عسارۃ عن عبد الرحمن عن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال ما رأیت السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لعیبہ میتق تھا الاصلاتین
جمع بین المغرب والعشاء و صلی العجیر قبل میتق تھا و لمسلم حدیثاً یحییٰ بن یحییٰ
و ابویکرب ابی شیبہ و ابوکریب حمید عن ابی معویہ قال یحییٰ اخبرنا ابو معویہ عن الاعمش
عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لیتق تھا الاصلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمہ
و صلی العجیر بمنذہل میتق تھا و حدیثاً عثمن بن ابی شیبہ و اسحق بن ابراہیم جمیعاً عن
جمہر عن الاعمش بهذا الاسناد قال قتیبہ و حنفی لیس فی حدیثہ عن سفر و غیرہ و صاحب
لازم ملوت و ملوت سیدہ لبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین و امین
فی الاسلام و ملازمین ہامس مسودہ سیدہ امام علیہ الفصل الصلاۃ و السلام سے تھے ہر جو کمال قرب بارگاہ الہیہ رسالت

عہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابویوسف شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

قال قد مت اماماً، علی من الیس فکفنا حیدم
ما نری الا ابجد اللہ بن مسعود رجن من اہلبیت
لسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سیدہ نری من دخولہ
و دخولہ، قد علی الیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم۔ ۱۷

فرمایا، میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک
ہم بھی گئے کہ عبید اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں انھیں اور ان کی ماں
کو جو بکثرت کا شانہ رسالت میں آتے جاتے
دیکھتے تھے۔ ۱۷

سنن صحیح بخاری باب من یصلی الغز بکعب مطبوعہ مطبعہ اشرفیہ میرٹھ ۲۲۸/۱
سنن صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التخلیس بصلوۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۴۱۶/۱
سنن ابی داؤد صحیح بخاری متن ابی عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

لتقریب۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: سلیمان بن ابی یحییٰ حجازی روایت
ابن شریک و ہش عمر، و عبد ابن مجلان و داؤد بن قیس و ابو مسعود و عبد الصمد بن سلیمان
قال ابو حاتم، ما یحدثہ یاس، و فکرہ ابن جبار فی الثقات، و روی لہ ابو داؤد و حدیثاً واحداً
فی الجمع بین المغرب والعشاء۔

فقہ اقول بعد از مت سندہ ش حدیث کا بروایت یوسف بن تافع عن ابن عمر فقط لم یروا عن
جمع بیہما قط الا ثلث اللیلۃ (بن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے رت) مروی
ہوا کچھ صریح نہیں اگر کیاں، فقہ فیہ ابن عمر اور وہ ابن عمر فضل تسمیۃ البشر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافق
ہے خصوصاً مروی عن یوسف بن عمر سے اور معقل لاجی کے نزدیک بعض مردود و مہمل اور وہ بھی تصنیف مجہول کہ غالباً
مشیر ضعیف ہے تو ایسی تفسیق حدیث منہ متصل کے کتب معارف میں ہو سکتی ہے۔

حدیث ۳۵، عطاء کے امام محمد میں ہے، قال محمد بن یحییٰ عن حماد بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنه انه کتب فی الافاق یناہم ان یجمعوا بین الصلوة و احبہم ان الجمع بین الصلواتین
فی وقت واحد کبیرۃ من الکثائر اذہم ما مذکب الثقات عن العلاء بن الحارث عن معقول بن
(یعنی امیر المؤمنین امام القادلیں، علی بن ابی طالب و سواہ) تسمیۃ روض، ثم رسی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام امت ق
میں فرمان واجب، رذعان ماحد فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں رشا و فرما دیا
کہ ایک وقت میں دو نمازیں مانگا نہ کیڑ ہے،

الحمد للہ امام عادل فاروق الحق و الباطل نے حق و انصاف فرما دیا اور ان کے فرمان پر کہیں سے انکار نہ کرنے
نے گویا منکے کو دروازہ اجماع تک مترقی کیا۔

اقول یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علامہ ابن الحارث تابعی صدوق حقیقہ رجال
صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں۔

و اختلافہ لا یصور عبد ما صلیو ثبوت الاحد	عوار کا غلط ہونا ہمارے نزدیک صریح نہیں ہے جب
بعده فقد ذکر المحقق علی الاطلاق	تک یہ ثابت رہے کہ یہ روایت اس سے اختلاف
فی فتاویٰ فقہیہ کتاب الصلوة باب التہید	بعد لی گئی ہے کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی

خبر احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن
سدة ثنا عطاء بن السائب ومعلومات
عطاء بن السائب من اختار فقال ارجوان
حماد بن سلمة من اخذ منه قبل المتغير
ثم ذكر له دليل عليه ثم قال وعنى لا يهاجر
لا يبرئ عن الحسن (اصحاح)

کتاب الصلوة باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے
جس کا ایک دوسری عطاء بن السائب سے اور عطاء
ابن السائب کا مختار ہونا سب کو معلوم ہے، مگر
ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ
روایت عطاء کے استناد میں مقلد ہونے سے پہلے اس
سے احمد کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان ل اور کہا کہ اگر
ابن ہمام کا یہ بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔

اور امام محمول ثقہ فقیہ حافظ طویل القدر بھی رجال مسلم واریہ سے ہیں۔

والسئل حجة عندنا وعده الجمهور اما ابهام
شيوخ محمد فتوشق البهيم مقبول عندنا
كما في المسلم وغيره لا سيما من مثل الاحام
محمد ومع قطع النظر عنه طفا ان يقول
قد اخبرنا بالعدد في فتح المعيب في دسر
المقلوب مرويا في مشيخ البخاري كالبی احمد
بن عدي قال سمعت عدة مشايخ يحكون
وذكرها ومن طريق احمد بن عدي مرواها
المعيب في ترمذ وغيره ولا يصح جهالة
شيوخ ابن عدي فيها فانهم عدة يصح
به جب انهم

مرسل ہمارے اور جمهور کے نزدیک حجت ہے رہا احمد
کے اسناد کا صہم ہونا، تو بہم کی توثیق جاکر نزدیک
زادیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً
عصب توثیق کرنے والی امام محمد صبی ہستی ہو، اور
اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسناد
سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حاکم دور ہوگی
ہے۔ فتح المعیت میں مقادیر کا ذکر کرتے ہوئے
ہے کہ مشایخ بخاری میں احمد ابن عدي سے مروی
ہے یہ میں نے متروک مشایخ کو یہ حدیث بیان کرتے
سنائے۔ ابن عدي کی واسطے سے یہ حدیث
خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں رکھ کر ہے اور دیگر

علماء نے بھی اور ابن عدي کے اسناد کا صہم ہونا متعین نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ
سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۴۴ : امام محمد بن احمد بن حنبلہ نے ابو ثورہ ثمالی سے روایت فرمائی ہے:
اخبرنا اسفیل بن ابرہیم المصري عن خالد الخداع عن حميد بن هلال عن قتادة

ابعدی قال سمعت قراءة كتاب عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ثلث من الكتب
الجميع بين الصلواتين والضرار من سرجف والمهمة (یعنی حضرت ابو قتادہ عدوی کہ اجلہ اکابر
و ثقات تابعین سے ہیں مکہ یعنی نے انھیں صغار میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفق و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں : دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں لڑ
کر مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسماعیل بن ابرہیم ابن علیہ سے آخر تک کثرت
عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں و شراح

لطیفہ حدیث غلط کے جواب میں تو ملتا جی کو دسی ان کا عذر معنوی عارض ہوا کہ مع کرنا امر کا حالت قامت
میں بلا عذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تفصیل تراش لیے گا دروہہ کئے تو تمام احکام شریعہ سے بے قیدوں کو سہل چسپ
طے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم عام فلاح لوگوں کے لیے ہے۔ حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا
اول انکار جمع اس سے بطور مقدم لکھا ہے اور خفیہ قائل مقدم نہیں اس جواب کی حکایت خود اس
کے زوہد میں حکایت ہے اس سے اگر طور مقدم آتی ہے رد، بعد لکھا کہ ما بعد الہام سے نزدیک مسکوت عنہ ہے
انکار جمع تو اس کا صریح مطلق و مدلولی مطابق و مخصوص جبارۃ النفس ہے۔

اقول اولاً اس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا غلط مدعی
اجتہاد و عزمت تعلیہ ابو حنیفہ و شافعی کر کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم ذکر کرنے کے لیے ایسی برائی غلطی
میں ایک متاخر مقلد کی تعلیہ جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہو گا اب نہ اس میں
شانہ نصرانیت ہے نہ اتخدوا الحیاسم ہم و سرہباہم اس باباً میں دونے اللہ (انہوں نے اپنے عالموں
اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت۔ کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا املاً تفلحون) اللہ
کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت۔

ثانیاً بعض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلم کہ خفیہ اس کے قائل نہیں صرف جہاد شاریع غیر متعلقہ

باعتقبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ و من بعدہم عن العلما میں مفہوم مخالفت ہے خلاف مرعی و معتبر کما نص حدیثہ
فی تخریر الکھول والنہر العائق والدر المختار وغیرہا من الاسماء قد ذکرہا لہو صہبہا
من سائتہ القطوف الذابیۃ لمن احسن الجصاصۃ التامیۃ۔

دوم ایک رام پوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے سند ابی یعلیٰ میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین العہداتین فی المسطر (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع
کرتے تھے۔) تو موجد ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب
نام مالک کی طرف مود کر جائے گا۔

اولا ملا جی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب سے سند ابی یعلیٰ کو حلقہ تالش میں جس میں سب
اقسام کی حدیثیں صحیح تھیں معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے پھر خود ہی اس طبع کی کتاب کو کہتے
اس کتاب کی حدیثیں وہاں تصحیح کسی محدث کے یا پیش کر کے سند کے یوں کر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اس طبع کی ہے
جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور یقیناً حتمہ میں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر سر آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملا
کی تقلید سے مدلل بناؤ اتحدہ واجامہم و سہبامہم۔

ثانیاً قول ملا جی اکس فی حلیہ التی کروہ تمہیں۔ یہاں جس متعین و محتمل کا فرق سکھائے حدیث
صحیحین نکار جمیع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلیٰ حقیقی میں کا اصطلاح نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری
میں جبہ اللہ بن مسعود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری تبارہیں جس تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محتمل کو
را کر خدشہ محتمل سے راہ فریق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ قول ملا جی کا اضطراب قابل تماشا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع
ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ ساتے ہیں کہیں ناخی تک کہ چودہ صدر کلام میں جہاں راویان ہیں گنائے صاف صاف کہا
ہی مسعود فی احدی الحدیثیں اب رام پوری ملا کی تقلید سے وہ احدی اور تین بھی گئی ابن مسعود غاصب
مشتبان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم جسے ملا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو
میں چمک رہے ہیں کہ اگر کو جس میں کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

کہ جمع بین انظر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو یا جو ذکر اس قول ابن مسعود کے سے تو ملتی جمع فی عرفات کی بھی معلوم ہوتی ہے پس جو ہم جواب رکھتے ہو اسی کو جاری طرہ سے سمجھ یعنی اگر کعبہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی عرفات کو بار شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ جو دو صحابی سو ابن مسعود کے اس کے ماقبل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استنباط کیا اور اب محل محل سے جمع بلا حذر ہوئی اور اگر کعبہ کہہ دیتی عرفات یا معانہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے معانہ سے وہاں بد اعتیاس جو جواب بھی اسے دے دی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملاجی نے گل سرسید ہا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کو تو امام ہودی و سلام اور رمپور کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و ضبط اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا بلا تکرار بھی کلام امام ہودی میں مذکور و رفع ہجری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت میں عرفات سے جو جواب امام محقق علی اراطوق محمد بن بن وغیرہ علامہ اعظم حمید کرام نے، فادہ فرمایا اس کا انھیں دلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں اوجھائے باطل شہرت جمع سفر کا آواز دے گا، اب فقیر غفرلہ اولیٰ التقیر سے تحقیق حق سنئے فاقول و بول رہی اصول اولیٰ ملاجی جواب ملا، گایہ مطلب کے کہ سیدہ ما بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں تو تین غائب غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب و صبح مردنہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر فرمایا جس پر آپ نے یہ کہے کی گنجائش کبھی کہ یونہی جمع سفر میں بوجہ شہرت کی کسی وجہ سے نہ ہو کہ حدیث سے ثابت ہے کہ انھیں چکا کہ شہرت و کتب انھیں ثبوت کے لئے پڑے ہیں نصرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام یہاں پھر آپ ہی دست پر دار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں ری بے ملا قدر تھیں، رہے دو، وہاں بطور تعالیٰ و وقاہر ماہر جواب پاسنے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر ما عرض دو سے ثبوت ہو ہی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن نس ہر میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پرورد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انھیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مردنہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت انھیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر انھیں دونوں کو حسلانیں نہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام یہاں صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا کلام صحیح میں مشائخ و قال مزوجل

و جعلکم سرا بین ققیکو الحشر (اور تمہارے لیے بائیں بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ت)
خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے، فرمایا لا لا بجمہ (نہ مگر مزدلفہ میں) کہنا قد ہب

اور یہ بھی اجماعِ موافقی و مخالفت ہے کہ عصرِ فرد و مغربِ فرد لفظِ حقیقتہً غیر وقت میں پڑھیں تو فجرِ نحر و مغربِ مرد لفظ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصرِ فرد و مغربِ فرد لفظ متحدہ الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ نہ ہوں جب تک حقیقتِ بنی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ بمعنی الحقیقتہً و المجاز ممکن خصوصاً تلاجی کے نزدیک۔ تو جب تک مانعِ قطعی موجود نہ ہو یا ہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و تبادرو ہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر اُن صلاتیں کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتیں سے وہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام دیا ہو کہ کمانِ اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بجز اللہ یہ معنی ہیں جوابِ علماء کے جس سے تلاجی کی فہم میں اور ناحق آنچہ مساں میکہ کی ہوس، تلاجی: اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کئے کہ جو جواب تھا رہے وہی ہمارا کیجیے خدا کی مشائے سے

ادگمان بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کے جیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نہیں ہیں فتحِ علیم جل مجدہ سے قلبِ فقیر پر القاء ہونے پھر ارکانِ ارادہ ایک علمدار بکرا عدمِ قدس سرہ مطالعہ میں آئی کہ تو میرے ہیں تھے وہ وہاں سے میں محمد بن علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رزق اللہ تعالیٰ علیہ

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوہ تبوک میں معقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرے

و یسا، حبر البصم، لب یقوتوا فی غزوۃ تبوک، و کان فی تلك الغزوۃ الاف من الرجال، و کان کل صلوا حلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولم یحضر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یثرب، ولم یرو غیرہ، بل بعضی لما ضری انکروا ذلك، حتی قال ابن مسعود، ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ یحیر میقاتھا، لاصی صلوۃ جمع بین المغرب والعشاء بجمع، و صلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا، رواہ شیخان

وابوداؤد والضاٹی، یعنی ابن مسعود، الہدی
 قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
 تمسکوا بعھد ابن اُحجید، تقدیم صلاۃ
 عن الوقت وناحدرہ، واخر پامہ لہ یقعہ
 الا فی صلاتین، بین احدھما، وهو المغرب
 مجموع اخرھا فی وقت العشاء، ولہ یببین
 لاخر، وهو العصر یوم حرفة، بتقدیسہ
 فی وقت ظہر، لشہرتہ، ویعلو بالمقایسہ،
 واحبر حبرا اخر، وهو تقدیم الفجر عن الوقت
 المسنون، لاعتقاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وسلو۔ واذا کان حال صبر الحمد ما ذکرنا
 وحسب ما وہ او تاویلہ۔

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو
 نمازیں قرعہ میں مغرب و عشاء کو میں کیا۔ اور اس دن فجر کی
 نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔ بحوالہ بخاری، مسلم،
 ابوداؤد، نسائی۔ اس طرح ابن مسعود نے نماز کی پہلے
 وقت سے تقدیم و تاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ
 ایسا صرف دو نمازوں میں ہوتا تھا، جن میں سے ایک نماز
 کا تو انہوں نے ذکر کر دیا، یعنی عشاء کی مغرب، کہ اس کو
 عشاء تک نہ فرما کر تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر میں کیا،
 یعنی عرفہ کی عصر کا، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم
 کر کے پڑھا تھا، عدم ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے،
 نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس

کی بجائے اسوں سے دوسرا واقعہ، نہ کر دیا کہ فرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معقول وقت
 سے پہلے پڑھا، تو ببجائے روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو نہ کر دیا جاسکے یا
 کوئی تاویل کی جائے۔ (ت)

اور اس کے معاملہ سے بعد اللہ تعالیٰ ایک اور تواروس معلوم ہوا، فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محمل کو ان نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ
 مردیہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بغیر یہی مسلک ملک العلماء نے، اختیار فرمایا، فرماتے ہیں:

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ
 قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان
 کی ہے وہ معسر ہے، تاویل کا، حتم نہیں رکھتی، اس
 لیے یا تو غروب شفق کی، قرب غروب سے تاویل کرنی
 پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے ورنہ

بل المراد بغروب الشفق، قرب غروبہ، کانت
 القصۃ واحده، وما ذکرنا من قبل
 محسلا یقید تاویل، فیأول بقرب غروب
 الشفق، او یقال: هذا من وہم بعض
 الرواة، واما ما ذکرنا اولاً، فهو مطابق

۱۵۸ منقرہ فی الشرح من تعیین الاوقات ۱۵۹ جوم نے روایت ذکر کی ہے وہ شریعت میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے
یعنی تعیین اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بھرا اللہ تعالیٰ تیسرا توارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت
میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کوئی ساروف جی حقیقی میں نہیں ہے البتہ یہی طریقہ مع شے
زائد ہوا، مگر قد کسی سر پہلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں،

ما جمعه استعیدیم فلم یروا الا فی الروایات ان الشفق
لا یعتد له یہا عند سطوح شمس العاطم۔ شعر
لیس فی روایۃ ابی داود عن معاذ ما یدل علی
تقدیم العصر عن وقتہا وانما فیہ۔ دار زعت
الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظهر و
العصر، ویجوز ان یشکون ان جمع ما یؤخر
الظهر الی آخر وقتہ ویجعل العصر ذل وقتہا۔
و ان المراد بالجمع، الجمع فی نزول واحد
و نکاتہ دینا فی وقتہا فی لہم۔ ہکذا ایسے
ان یجمع المقام۔

اگرچہ او اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو کہہ۔ اسی طرح اس مقام کو کہنا چاہئے۔ (ت)

اور واقعی بھرا اللہ تعالیٰ یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جو اہر غالیہ میں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانتے گئے علامہ مگر
قدس سرافا ضل جامع اجل و اغد قیق النظر ان ایک بیان مسلسل محل مختصر میں انہیں افادہ فرمایا جائے ان کی شان
تدقیق سے کیا مستبعد نہ رہے ایک رنگ، تھاران کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ہکذا ینبغی ان یجمع
المقام مگر فقیر فقیر قاصر فاقہ پران بد کل قد سیر زابہ اور ان کے ساتھ اور وقت کن و حقائق باہرہ مذکورہ
کیثروہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت و باب جواد بے بہت استحقاق و تقدیم استعداد ہے ذلک فضل اللہ
علیہ و علی الناس و نکات اکثر الناس لا یشکرون ہر فی ذلک الحمد کما ینبغی للجلال و جہدک

وَكَمَالُ لَانِكَ وَوَفُودُ لِعَمَلِكَ حَمْدٌ وَسَلَامٌ بَارِكٌ عَلَى أَكْسَمِ أَيْدِيكَ مُحَمَّدٌ وَآلُهُ وَسَائِرُ أَصْفِيَاكَ اٰمِيْنَ .
مولانا قدس سوان نفائس عزیزہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں :

انظر ما ادو نظر ائمتنا حیث لا تغوت عنهم
دقیقہ یہ دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی
دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگزاشت نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ ماسکان ازمدہ کا شعاعی فکر ایسے ہی دقیق السطر و
عاری مدارک و شاہان بزم و شیران معارک ہیں کہ مسائل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی حیلہ 'ن کے تو مستحق قنار
کہ گرد و پر پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آفرود وہی ہیں کہ اگر ایمانی و علم ثریا پر سلتی ہوتا ہے آتے آج کل کے کوران بہ بصر
ان کے معارف علیہ سے بے خبر اگر آئینہ عالمیاب میں اپنا مسد و کچھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے سہ
مرفشانہ نور و سنگ عروکشند

ہر کسے بر خلقت خود سے تستند

(چاند روشنی پھینکتا ہے اور کتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض ہدایا میں کانو نہ نہیں دیکھ لیجئے مسند عی میں ملاتی کے دوسے حقے کہ وہ دلائل قطعیہ
سے ثابت ہے اور اس کا خلاف کی حدیث سے ثابت نہیں رہتا سوری پر مسد کوئی دلیل منغیہ کے پاس ہے
اس کول وقت جب قید سب اہل اصناف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ ن ترانی کس پر تے پر تیا پانی و لا حول لا قوۃ
الا باللہ اعلى بعلمیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر متبع کر رغبت جولاں دیکھئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کر یہ جواب عل
محض تنزیلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عرفات بھی ذکر فرما چکے ، یہی حدیث
مسنن مسانی کتاب الکتاب باب الجمع بین الفہر والعصر لہر دین یوں ہے :

اختبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن	ہیں خردی، اسمعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے
شعبة عن سليمان عن حمارة بن حمير عن	حمارة بن حمير سے عبد الرحمن بن یزید سے کہ عبد اللہ بن مسعود
عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ عن حمیر	رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تعالیٰ عنہ قال : کان رسول اللہ صلی اللہ	و سلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر
تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلوة لوقتها الا	مزدلفہ و عرفات میں

بجمعہ فی مزدلفہ و عرفات

سہ ارکان اربعہ لبحر العظم مسند فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی لاہور ص ۱۳۸

سہ انسانی کتاب الجمع بین الفہر والعصر لہر دین مکتبہ سفیہ لاہور ۳۹/۲

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت پانے کی اور ہر راوی نے اپنی سمجھ پہنچائی چاہے یہ ترویج انکس نے خود کی چاہے عمارہ یا جبار انکس سے ہوئی اور وہ سب انکس نے سنی یا انکس کو پہنچی خواہ اصل غمناکے سند سیدنا جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقات حدیدہ میں حسب حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شب مزدلفہ راہ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب وغیرہ کا مستند ارشاد کرنے کے لیے صرف انہیں روکا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلوات میں کا مستند پیش ہو وہاں ذکر فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوائے ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشاء کے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں منت کیا ہے اسی وقت یہ پہلی حدیث منقراۓ وہ کی

ثم اقول لعل یہ کہ یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے فرقہ مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسند علیہ و صحیح میں کے سب روایات و ائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی،

اخبرنا سلاہ بن سلیم الحنفی عن ابی اسحق السبیعی عن عبد الرحمن بن الاسود عن حلقہ بن قیس الاسود بن یزید قال کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لا جمع بین الصلوات الا بعرفة النہر والعصر۔	سلام بن سلیم الحنفی الواسطی السبیعی سے روایت فرمائی کہ اسود بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اسود بن یزید سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منہ فرماتے تھے جمع بین الصلواتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔
--	--

کیوں ملے گی! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات و یکمی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض نہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتضائے یہاں منہ اس کے جمع میں ظہر و عصر کا ذکر ہو گا اس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا نایز و دلستہ و صلواتین معرفت بلام فرمایا جس میں اصل عدم ہے۔ بخاری! کتب حدیث آکھ کھول کر دیکھو روایات بالعی کے یہی اور آتے ہیں خصوصاً امام بخاری روایات حدیث اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بہت حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر و عشاء وقت عصر اور مغرب مردہ وقت عشاء، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تارک میں پڑھتا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب ہے پردہ و حجاب رات و نهار پر پہنچا، اب اس حدیث فساد کی بامع و کومرور و مردہ پڑھتی نے کہاں بکا رہ جو چٹیں کی میں اُن کی حدیث گزاری کیجئے اور ماہ ضیاء پناہ رسالہ کو باز نہ تھامے شب تمام کا ترودہ دیجئے واللہ المبین و ہر مستقیم۔

لطیف مستد یارب من مہلین سے تیری پناہ، اُٹھ جی تو زور احادیث و جرح نعات و قدح صحاح کے دینی ہیں۔ غل باحدیث کے اوعاف رائج میں انھیں مکاروں کی دیواریں ٹپتی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پناہ توڑے گی۔ حضرت کے غل سرسبد کو گل ترنگن سا چھڑے گی ہدایاں جیسا سے تیغ رانساں اور حدیث صحاح میں بکلیں مصحفی و بیضا شکذ ہوں و ہر یقیناً قتلوں کی یوں سازاں حدیث سنان کی نامعلوم اور مجرد اور متر و یک سے پہلے و درادی اس کے مجرد ہیں ایک سیل میں بن ارقم کو اُس کی فتنی کسی سے نہیں کی ملہ ضعیف کہ اس کو تقریب میں سیل میں بن ارقم ضعیف اور ایک عابد بن محمد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث ادا کا بہ تقریب میں مہلین محمد صمد و قسیم و افراد۔

اقول اولاً وہی طاعنی قدیمی سنا ہے نسبتی و رفص کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً چھبیں سے وہی پرائی عداوت عادی ملہ صرف نسائی بلکہ بنی و سکر و غیر ہا ملہ صحاح ستہ کے رہاں سے ہے اہم کاری کا خاص استاد اور مسلم و غیر کا استاد الاستاذ۔

ثالثاً ثانیاً اُن کے تو علم حدیث کی الف ہے مگر نہ چٹیں اور ادعا ہے جہاد کیوں ہے وقت طوسی ذر کسی پڑے بلکہ سے ضعیف و تشیع، صاحب افراد اور متر و ک الحمد للہ جس فرق سیکو، تشیع و صاحب احمد ادب و تفریق سبب ضعف ہیں، چھبیں دیکھے ان کے روات میں کتنے تشیع موجود ہیں اور نہ افرادوں کی یہ گئی جبکہ ہر حاشی فصلوں میں بکثرت نہ اوہام، بہم، مہم و ہم، یخلف، یخلف کشوا، کشیر لفظ، کشیر لفظ و غیرہ والے ذکر کر آئے، رہا صیف اُس میں اور متر و میں بھی رہیں و آسمان کا بل ہے ضعیف و حدیث معتبر و مکتوب اور نعات و تراجم میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متر و اس صنف اور اس کے متعلقہ کی

علیہ متن ہا بن یزید، علیہ ریزید بن ابی ایوب، عہد لرحمن بن عزرا و غیرہم ۱۲ھ (م)

علیہ جن میں تیس سے زیادہ حاشی فصلوں پر مکر ہوئے ۱۳ھ (م) ف مہلین و ملحق ۲۸ھ

تحقیقات جلیلہ فقیر غفرلہ تقدیر کے رسالہ **الہدایہ الکافیۃ فی حکم الضعاف** میں مطالعہ کیجئے اور سرپرست نئی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجہ ثامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجہ ہاشمہ میں ہے خود بعض ضعیف رجال شیخین میں اگرچہ متعلقہ یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہونا واضح۔

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبد الکرم (۴) اشعث
(۵) زمرہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبد الرحمن
(۸) احمد (۹) اُتی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پایہ ضعیف ہیں، چنانچہ
بھی حاضر قوی نہیں ہے، سب تو ان بھول ہے،
آٹھویں کو اقوام نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی
ضعف ہے۔

عبد الکرم کے لیے مری نے تہذیب میں "نعت" کی
صواب سے نہ ہے، دیکھ رہے کہ "ج" سے مراد بخاری ہے
اور "ت" سے تعلق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت
تعلیقاً کی ہے (میران میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے
کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متبوعاً
روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی
علامت میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر تنبیہ کیا ہے کہ
صحیح "ج" ہے ("مت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے
تو عبد الکرم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے
پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے مگر تعلیق کے
طور پر۔ اس لیے "ج" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی
چاہئے کیونکہ "ت" تعلیق کی علامت ہے۔

(محمد ابن یزید، رفاعی کے بارے میں کہا ہے

۴۲۲ محمد بن یزید دارالکتب العینہ بکرت ۲/ ۱۳۷ (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ مثل اسید بن شریہ، اسباط ابو الیسم،
عبد الکرم بن ابی المنذر، والاشعث بن
سوار، زمرہ بن صہب، محمد بن یزید
الرفاعی، محمد بن عبد الرحمن مولیٰ بن
زہرہ، احمد بن یزید الحضرمی، اُتی بن عبد
و غیرہم، قال فی التقریب فی المحیۃ الاول،
ضعیف، والسادس یس بالقدی، والسادس
بجھول، والٹامن ضعفہ ابو حاتم، والٹامن
لیہ ضعف۔ وحید الکرم، عدم لہ العزیز
فی التہذیب نعت، وضعہ فی الصبران، قال،
اخرج لہ غ تعلیقاً، و ہ متابعہ۔ و کذا
تابعہ الحافظ ف ہ موس التقریب
ثم نبہ انت الصواب غ، حیث ذکر
مالہ فی الجاصد الصحیح، ثم قال،
ہذا موصول ولیس متعلقاً۔ وقال فی الرفاعی،
ذکرہ ابن حدی فی شیوخ البخاری،
و حررہ الخطیب بات الصحاح
مروء عبد، لکن قد قال
یجری، رأیتہم مجمعون علی
صفحہ ۱۰ قلت، المثبت اثبت، فلذا

۴۲۲ محمد بن یزید دارالکتب العینہ بکرت ۲/ ۱۳۷ (باقی اگلے صفحہ پر)

ابو یصل فیہ الصبح بالمزولۃ احسن محمد بن العلاء ثنا ابو صویۃ عن الاعمش عن عبد سرۃ الخ
 یفتم سنن ابی داؤد حدیثا مسندا ان عبد الواحد بن سیرید وابا عوامة وابا صویۃ حدیثا مسندا
 عن الاعمش عن عبد سرۃ - یفتم امام غزالی حدیثا احسن بن نصر ثنا قیس بن عقیقۃ والعمش یابی
 قالوا ثب سفین عن الاعمش عن عبد سرۃ بن عقیقۃ الخ یہ امام الخلیف امام اجل ثقتہ ثبت تحت حافظ
 ضابط کبیر القدر جلیل العزائم ائمہ مالکین ورجال صحاح مسند سے ہیں جن کی وثاقت عدالت عدالت آفتاب نیروز
 سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیم ہے وہی یہاں مراد، کاشف الضعیف ابن رقم دیکھ پانے کی خوش ظاہری کی آنکھیں
 بند نہ کر دیتی تو آگے سوچتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیم نہیں دو ورق ٹوٹتے تو اسی تقریب میں تھا، سلیم بن
 مهران الاعمش ثقتہ حافظ عارف بالقرآن وعلوم سلیم ابن مهران الخ ثقتہ ہے، حافظ ہے،
 قرآن کو جانتے والا ہے، متقی ہے، جن حضرات کا جو شیئیر اس حد تک پہنچا ہوا ہے کیا کہا جائے کہ ان
 سلیمین سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون میں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج صحیح استقامت تھا کہ ضعیف
 لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ضعیف القوی فی حکم تقبیل الایہا میں
 میں مذکور وہ اور ابن رقم سے روایت ہوا انھوں سے روایت کی یہ شیئت۔

خاصاً حضرت کو اپنی پرانی متین صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا بی خالہ، امام نسائی
 نے فرمایا تھا، اخبرنا اسحاق بن عیسیٰ عن مسعود بن خالد عن شعبۃ بن عبد ربیع عن سلم بن عمار عن اس سے مراد
 خالد بن محمد انھیں ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیریں تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت وہ کہ یہاں خالد سے یہ شخص
 مراد ہے، ملاجی، تم کہنا کہ اگر محمد بن کس حالت میں اپنے بیچ کے بچہ کو نام سے دکر نیز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی
 صحابہ کرام میں عبد بن کتبہ بصری تھا جس کا نام سے دکر نیز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی
 عن عبد اللہ کے توجہ اللہ بن عمرو بن عاصی مضمون ہوں گے، اور کوئی کہے توجہ اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 پھر رواۃ ما بعد میں توجہ اللہ مسند ہا ہیں مگر جب سر یہ کہیں حدیثا عبد اللہ توجہ اللہ ان المبارک میں،
 محمد بن کاشار کون کر سکتا ہے مگر جب بندہ نہیں عن محمد بن شعبۃ توجہ اللہ کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا
 وعلیٰ فی القیاس صد ہا مثالیں ہیں جن میں اد نے اد نے امام حدیث جاستے سمجھتے پہنچاتے ہیں۔ ملاجی! یہ

۲۶/۱ ۲۶/۱ ۱۱۳/۱ ۳۹۲/۱
 سنن نسائی الوقت الذی یصل فیہ الصبح بالمزولۃ
 سنن ابی داؤد باب المسلوۃ بحج
 شرح معانی الآثار الحج من الصلوۃ
 تقریب التہذیب ترجمہ ہر ۳۶۳ د دارالکتب العلمیہ بیروت
 محبوبہ نور محمد کتب خانہ کراچی
 آفتاب عالم پریس لاہور
 ایچ ایم سعید پبلی کراچی

خالد، امام جل ثلثہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن عمارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے فقیہ تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو ان سے اور انھیں شعبہ سے اکثر روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سبب نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن عمارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرعاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انھوں نے عربی عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سببی و لاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا جواب ناداقی توڑنے کو ہر قسم کی مصرع روایات سے یہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

طریق شعبہ ۱۰۱۔ کتاب الافتاح باب التطبيق اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدیثا خالد بن الحارث عن شعبہ عن سلیمان الخ۔

(۲) کتاب الطہارۃ باب النضح اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدیثا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۳) کتاب الوضو فی الرضعة فی الصلاة بعد العصر اخبارنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۴) کتاب الامامة الجماعۃ اور کتب التین اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۵) کتاب السراپ التحریر اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدیثا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(تصریح اسمعیل سوئے ماصر)

(۶) کتاب الامامة الرضعة للامام فی التطویل اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔

جلہ النسائی	باب التطبيق	مصرع مطین سلیمان لاہور	۱۲۳/۱
۴	باب النضح	"	۱۹/۱
۴	الرضعة فی الصلاة بعد العصر	"	۹۷/۱
۴	الجماعۃ اذا كانوا اثنين	"	۹۷/۱
۵	باب التحریر	"	۱۳۶/۱
۴	الرضعة للامام فی التطویل	"	۹۳/۱

(۷) کتاب قیام اللیل باب وقت رکعتی فجر اخبارنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث۔
(۸) کتاب الزکوة طيبة المرأة لغير اذن زوجها اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث الم۔

(۹) المزارعة اجماعیث انتهى عن كرى الارض بالثبوت والريح، اخبارنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الم۔

(۱۰) القسامة والقود باب عقل الاصابع اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث الم
التصريح النسائي

(۱۱) کتاب المحرمات احكام الجیم فی ثياب حسنة، اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث الم۔
(۱۲) قبیل کتاب المحرمات اذ قيل للرجل هل سیت اخبارنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قال حد ثنا خالد بن الحارث الم۔

(۱۳) کتاب النبی الماتم قبل شهر رمضان اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث۔
(۱۴) المزارعة من الاب ویرث الذکرة اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث۔

(۱۵) کتاب الاشرار الترغیص فی اتقاء البسرا اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الم۔
کیوں ملایا یہ کیا دین دیا تہ سب کچھ کر کے موت نہرے سناؤ تو سبھی تکان جزم کرتے ہوئے چلے گئے نہ جھکاؤ، وہ تو خدا نے غیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا میں نے اسمعیل ہوتا تو ملایا جی کہتے کی لگا کر یہ حدیث تم، بل سنت کے روئے سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل ہوتی ہو جو

۲۰۶/۱	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب وقت رکعتی فجر	سنن النسائي
۲۸۹/۱	" "	طيبة المرأة الم	" "
۱۰۴/۶	" "	الثالث من الشرط في المزارعة والومات	سنن النسائي
۲۴۷/۲	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب عقل الاصابع	سنن النسائي
۳۳/	" "	مضاجعة المحرمات	سنن النسائي
۱۶۰/۱	" "	باب اذا قيل للرجل الم	" "
۲۳۹/۱	" "	التقدم قبل شهر رمضان	" "
۱۴۶/۲	" "	المزارعة من الاجماع مذكورة	" "
۳۲۱/۲	مطبع سلفیہ لاہور	الترغیص في اتقاء البسرا الم	" "

ملا جی! معرفت ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی فراغت، علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جا بجا نہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ میں تو شکایت کیا ہے کہ اختلائے حق و طبع باطل و تبلیغ عامی و اغوائے جاہل، طوائف ضارہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، تاہم اگر وہ حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را حمد اور سولی سے جیا کیجئے، اپنے دین و دھرم پر دیا کیجئے یہ سہ اور اجنباء کی ہلک، یہ ریافت اور جہتدین پر ہلک، غم و خاک سے تو آنکھ دھس برسی کسی ذی علم مقلد کا کفش پرواری کیجئے، حدیث کے تنوع و شروح و اصول و رجال کی کتابیں بکھر کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوٹے سے طوطوں کے پڑ سے پر لوگ ہنستے ہیں، جسے دو ہنستے ہی مگر ہستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب جی شہادت، بشرط صحت، ایمان و محبت تبت و لله البہادی لقلب احبت۔

الحمد لله مہر حق تعالیٰ جو، اور آفتاب ہواب تعالیٰ، جن جن احادیث سے جمع میں اصدتیں کا ثبوت نہ سہل ثبوت حکم قطع ثبوت رحم کی گئی تھا وہ اصح ہو کر ان میں ایک حرف ثبوت متنازع نہیں، سبب منفی اثبات ضروری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا، روشن ہو کر قرآن و حدیث اُسی کے موافق دلائل سائلہ اُسی پر ماضی میں رد و انکار کی، اصلاً محال ہیں، اور بعونہ تعالیٰ بطلان مسئلہ وہ تازہ مجدد کتب مشغلہ اقامتہ علیہ الحدیث کا اُشفاؤ اس کا بہرہ بھی من ماننا کھلا کہ ہمارے عرض ہو کس سے کام اور اتباع حدیث کا نام نہ نام، پڑانے پڑنے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروردی پر آئیں صحیح مثنوی و مردود تائید حد و مردود نہ ہیں، کای و مسلم پس پشت ڈالیں، ان کے رواد و اسانید میں شاحسانے سائیں، ہزار چھل کریں سو ہزار چھلے بنے صحیح حدیثیں صحیح، امام، اکابر و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب خلیفہ کے مقابل دم پر بنے قہر چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گارحمی چھنے، اب ایک ایک شمشیر مائی کو ملک ملک کر سلوم، جس کے پاؤں پڑا اس کا دامن تمام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، ان میں جس کا کلام کہیں ہاتھ ملک گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتابی غلطائیں غصہ مل گئے غصے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھل گئے شب کو مت سوخت کے جبار و سل گئے، وحی مل گئی ایمان سے آئے اُسی سے خلیفہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی چپچپ نہ پڑو، آج بار و ربیان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکار سے کی گڑھی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہوا اب تو کتہ ہے، مسلمان حضرات کے یہ انداز دیکھئے ہمارے اپنا ایمان بچائیے سنبھالو، قریب میں نہ آیا یہ زہر و درجہام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال برعالی بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے بے راہ ہندی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباع ائمہ راہ بُری ہے راہ بُری کا وہ الی خدا ہے، لله الحمد ولی الہدایۃ صہ الہدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام و حسن الختام الحمد للہ عن اپنے ذر وہ اقصیٰ کو پہنچا اب غرض کلام و حاصل مزاج چنہ باتیں یاد رکھتے،

اولاً جمع صوری بدلتی ہوگی روشن ثبوت سے ہے پر وہ وحجاب اور اُنس کا انکار انکار آفتاب۔
ثانیاً کسی حدیث صحیحہ میں جیسے تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُنس کی نسبت ادعا سے قطعی ثبوت محسوس
نہیں ہو سکتا۔

مثلاً شام میں تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیحہ صریح ہے کہ ادا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضماٹ و مناکیہ
ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محض اور محکمات سے ہو ہی اثبات محل و محل۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین یا قابل تاویل قائم نہ محکمات خصوصاً حدیث ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا کسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محض پر متعین ہے۔ عکس کہ سراسر ٹکس۔

خامساً عاز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُنس میں رعایت وقت کی فرضیت
اور اظہر ضروریات دین سے ہے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یہ ہیں اوقات خمسہ غایت شہرت و استغناء پر
بالغ حد تو تو ہیں اگر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ
ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقات مشہورہ معلوم معروفہ کے ساتھ قولاً یا فعلاً کوئی
اور حکم عطا فرمایا ہو تو واجب تھا کہ جس شہرت علیہ کے ساتھ اوقات خمسہ منقول ہوئے کسی طرح یہ نیا وقت بھی
نقل کیا جاتا آخر حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فعل کسی ملت میں نہ کیا بلکہ وہ نبوک میں ہزاروں صیہہ گرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہزاروں رکاب مساوت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے تو بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے و رکھتے
رواقہ سے اسے بھی مشہور کر چھڑتے یہ کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی مسیریہ
تبدیل ایسے عجیب کثیر کے سامنے واقع ہوا اور اُسے یہی وہ ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہی جمع صوری فرمائی
جس میں نہ وقت بدلانا کسی حکم میں تغیر نہ راہ پائی کہ اُنس کے اشتہار پر وہ داعی متفرق ہوتے نظر انصاف صاف ہو
تو صرف ایک ہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو پس ہے کہ جب باوصف تو فرد داعی نقل آما ہے تو لاجرم
جمع صوری پر محمول کہ تو فرمایا اور بالفرض کوئی روایت مفسرہ ناقابل تاویل سے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ اتحاد رہن
عقل سے دور۔

سادساً نمازوں کے لیے تعین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کسی اُنس کا خلاف مانے تو وہ بھی دیسا ہی قطعی چاہیے جیسے
حضر عرقہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل قطعی مضحک۔

سابعاً بالفرض اگر مثل منیع دلائل جمع بھی قابل سمجھ تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منیع کو ہے کہ جب حاضر و جمع جمع
ہوں تو حاضر مقدم ہے۔

شامتا جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جاسب منع دلائل توید و فسیلہ دونوں موجود اور قول فعل پر جمع تو مجموع قول و فعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ۔

تاسعاً افضیت راوی اور مرجع منع ہے کہ ابن عمرو انس میں کسی کو فقہائیت جلیلہ عبد اللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

تسکوا بعہد ابن ابی مرجم عبد اللہ بن عامر عبد بن قہول سے تنک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ دفعی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نوٹ، اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تسکوا بعہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نیز راوی (رفقاء میں ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں)۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں مذکورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ مہر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے،
ان اشبه الناس دلا و سہ و ہد یا برسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بن ابی مرجم۔ رواہ
البخاری و الترمذی و الشافعی
مسعود میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے، کیف منی عبداً (ایک گھڑی میں علم سے بھری بیوی)۔

نہایت یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مرغیت لاصق ہمارے ہی ہا

۲۲۱/۲ جامع الترمذی مناقب عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۴۰۹/۱ مرقات المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول مکتبہ امادیہ طہان

۵۷۴/۵ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مجتہانی دہلی

۷۲۲/۲ جامع الترمذی، مناقب عبد اللہ بن مسعود این کینی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

ف مشکوٰۃ میں پیچیدگی الفاظ میں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں، کان قریب اساس ہد یا و دلا و سہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما اعلیٰ احدنا اقرب سہ و ہد

و دلا یا لیس صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن ابی مرجم۔

۲۵۹/۳ اسد الغابۃ فی معرفة الصحابة ترجمہ عبد اللہ بن مسعود مکتبہ اسلامیہ دہلی

۲۱۷/۲ المستدرک کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت

برام عند (میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) (رواہ ابیہم
سند صحیح)۔

لاحرم ہمارے، مگر کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک غفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ
جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقہت میں زائد ہیں، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے،
هو عند استئناقه لصحابة بعد الخلفاء ہمارے اند کے نزدیک بن مسعود خلفاء اربعہ کے بعد سب
الاربعة سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (انت)

عاشراً اگر بعض راویین منہ وادّٰ تلمیح کا نئے کی تول برابر ہی سہی تاہم منہ ہی کو ترجیح دے گی، اس میں
احتیاط لازم ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالجماع گناہ نہیں مگر اتفاقاً اس
کا ترک ہی اصل ہے اور اگر عند اللہ ماہرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے
ادائی نہ ہوگی فرض گردن پر ہے گا تو اسی، جس کا ایک پہلو خلافت ادنیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہر عامل
کا کام بھی ہے کہ اس سے احتراز کرے، یہاں جو طاعتی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکہ رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اس
صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب بدل بدل ہو اور صورت اختلاف کی ہر حال نہ سمجھنا جمع میں مانعین
کا دعویٰ ہے دلیل ہے اور ناجائز اس کا رد ہے اختلاف میں ہر صورت میں بدل بدل کے قول ہے دلیل
شک و ال دیا کہ تو سیکڑوں اعمال باطل برعکس اور حق و باطل میں کچھ تفرق نہ ہے، ان جوئی بالا حائون سینہ و دل
کی من ترانیوں کا کچھ چٹا بھور تھا ہے سب کھل چکا مگر حیا کا بھڑا جو جس کے آسرے بیٹھے ہیں یوں تو آفتاب پر خاک
اڑا کر ابدھوں کو کھجایا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب ہے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی مشن قرآن عظیم و اس واث
رسول کریم علیہ علی آرد اصل الصلوة والتسليم کی ان عاجز دیلوں کو جیسے سنسن کر بگڑنا تک دھمک پہنچی ہوگی ہے، پس شہر و
اور اپنے صبیحت و شہرت قول کو قطعی بغیر بدل نہ او اور عمل ما حدیث و دین و ریاست کا نام پتے نہ نہ ما و تا عند
وانا الیہ مراجعون۔ ع

ادبیاں کم شدہ تک گرفت اجتہاد

فیہ غفرہ الولی القدر نے پرچہ اوراق کہ بنظر احقاق حق سے موی قنای عروہل اپنے کرم سے قبول فرمائیے

یعنی نصوح منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کر کے یہ مقصود ہے عقلی ہے۔ (م)

۳۷۲

لہ المستدرک کتاب معرفة الصحابة و الرجال و العکبر بیروت

لے مرقاة شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع اصحاب الفضل لادل من جلد ۱۱ من عمر مطبوعہ ادبیہ طاب ۱۱/ ۲۰۹

دک معیار الحق ص ۳۱۵

شر شرکاء و شامیت ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہ ثبات واستقامت متعین کرام سنائے، یہ امید ترائی شارانہ
تعالیٰ اقرب الحبيب نقد وقت ہے مگر دشمنان حقیقت کو ہدایت ملنے عناد حقیقہ کی راہ نہ چننے کی طرف سے یاس
سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جس صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چرخی ہیں انھیں آئندہ ایسی اور ان سے
بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریف تعصب مکابریے تکمل کا کیا علاج ہے تو اس کے کہ
شر شریان سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور جو سئل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے عرض
کروں رب انی اعوذ بک من ہمدات الشیطان واعوذ بک رب ان یحضر ون ۵ وصلى الله تعالى
على الهادي الامين الامامون محمد وآله وصحبه الكرام والذين هم بهمسد يومهم
يعتدون الحمد كريمة بارک رسالہ نفیس بجا رہا پانچویں باب درجب مرتبہ ۳۱۳ بحیرہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ
والقیۃ کتمام اور پانچ تاریخ حجازہ حریس لوائی عن جمع الصلواتین نام ہو، مرتنا تقبل مث
انت السمیع العظیم وصلى الله تعالى عن سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين
امین سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استعظرك والقوب الیدک و اللہ
مبہنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انتم واحکوم۔

۱۴- جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

منہج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام باجیائے بیچ کی نماز پڑھتے وقت ایسی بڑی سورت
پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اس وقت سورج نہیں نکلتا تھی اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی یا
نہیں، بینا تو قیروا۔

الجواب

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں انتہیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھے پایا کہ
سورج کی کرن چمک تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہو گئی مثلاً جب تک
پہلی بار فقط السلام کہنا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ
سورج نکلے میں کہا تو نماز صحیح ہو گئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ نماز سے باہر کر دیتا ہے الامن علیہ سہو،
تشرط اب بآتی بالوجود درمجرس پیرہ سہو ہو، بشرطیکہ سہو کرے۔ مثلاً اور اگر طلوع شمس دونوں اور کے
بیچ میں ہو ایسی قعدہ بعد تشهد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قصاصت پر رہی

فی الدس لصحتہ، ولو وجد الصافی ملاصعہ درمخار میں ہے، ایسا کہ فی نماز کہ جس میں نمازی کے

قبل القعود بطلت اتفاقاً ، ولو بعدہ بطلت عنہ ،
 كطلوع الشمس في الفجر - ولا تتقلب الصلاة
 نقلاً الا قهراً ، واطلعت آداب التواضع ملتقطاً وكتب
 شرح من اسحق عن التجسس ، الامام اذا فرغ
 من صلاته ، فلما قال ، السلام ، جاء من اجل
 واقتهدي به قل ان يقول ، عليكم ، لا يصير
 باحلا في صلاته ، لان هذا اسلام ، الا ترى
 انه لو اراد ان يسلم على احد في صلاته ساهايا
 فقال ، السلام ، ثم علم فسكت ، تفسد
 صلاته ۔

ہے ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے
 (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ دت ۔

مقدمہ یوں کو چاہئے کہ اپنے اس ناخدا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر
 بھی اگر تعویذ سے مار نہ آئے اور یوں نہ نہ کہوئے تو آپ ہی راستہ سے عروہ کا مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲۸۸) سلمہ از جبل پر عقبہ کو قوالی مرسلہ مولیٰ محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۲۵ھ

حضور پر نور بعد سلام نیاز گزارش ضحوة کبرئے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر
 غلام بھول گیا ۔

الجواب

فوریۃ سعادت مولانا المکرم جلال المولیٰ تعالیٰ کا سلمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، خیریت
 مزاج جناب مولانا المکرم اگر ہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیکھئے اور یہ سب نے بھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں
 تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف وحبنا المولیٰ المکرم اللطیف جس دن کا ضحوة کبریٰ
 نکالنا منظور ہوا اس دن کے وقت صبح ووقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں یہ
 وقت ضحوة کبرئے ہو گا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک مار کر وہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پچیس منٹ بحساب قواعد بشرط رویت یک ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں :

۳	۲۷	۲۶	ختم سحری
۴	۱۶	۷	+ افطار
۱۰	۵۳	۴۴	
۵	۲۶	۲۶۲۵ = ۲	+ ۲
۱۱	۲۶	۲۶۲۵ = ۲	+ ۲
۳	۵۲	۵۷	ختم سحری
۴	۱۴	۲۹	+ افطار
۱۱	۶	۲۹	
۵	۳۳	۱۸	۲۶ = ۵
۱۱	۳۳	۱۸	۵

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲۲ یعنی تفاوت آیا

مثال دوم : ماہ مبارک کو

الحس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم

۷۸۹۱ھ از شہر ام مدرسہ عربیہ مولوی مظاہر الدین صاحب مدرس اول مدرسہ مذکور
۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

بمضوری حضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلہم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ناگوار حضور والا کے قواعد فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکال کر تا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدرس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی استحضار سے حقائق ہوئی وہ برابر وقت مدرس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سالنام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہاکہ : پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائیے جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سکندہ اور طلوع ۵ بج کر ۳۳ منٹ ۱۹ سکندہ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۳۳ اور طلوع ۵ بج کر ۳۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے حشاکا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فتن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی استخراج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سو اسی کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں نے بوجہ موافقت الجتہ ہونے کے عرض بلد اور میل سے تقریب کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے مل گیا ہے اور جگہ کے لیے میل کو عرض بلد سے کم

۱۰ نوٹ : الحس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مربوط عبارت اصل مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔

$$\sqrt{118} = 10.86$$

$$59 - 11 = 48$$

$$48 - 30 = 18$$

$$9/9229252$$

$$9/8695126$$

$$10/363369$$

$$10/112920$$

$$9/8695126$$

$$1948$$

$$808$$

$$9/8695126$$

$$10/363369$$

$$9/8695126$$

$$10/112920$$

$$4 - 49 - 0$$

$$4 - 49 - 4/139$$

$$4 - 13 - 55/823$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$4550$$

$$1036$$

$$31850$$

$$12950$$

$$35500$$

$$4183$$

صرف نصف دوم

$$9/8695126$$

$$553$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

ملا

وقت و مرجع

ت - ۴۹ - ۰

۱۰۳۶۵۹

رفصل

نصف اول =

نصف دوم =

صرف نصف اول =

دوم =

قاعه میل =

عرض =

ورج =

ورج =

لا

رفصل =

تویل =

وقت و مرجع =

عشأ =

عصیح =

نصف اول

نصف دوم

صرف نصف اول

دوم

قاعه میل

عرض

ورج

ورج

لا

رفصل

تویل

وقت و مرجع

عشأ

عصیح

$$90 - 33 - 54/1$$

$$8/68$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

$$90 - 33 - 54/1$$

بدستی قوی مطبق

نصف قطب از سطح

بدستی قوی از سطح

بدستی قوی از سطح

بدستی قوی از سطح

بدستی قوی از سطح

بدستی قوی از سطح

بدستی قوی از سطح

$$\begin{array}{r} ۹۰ \overline{) ۴۸۹} \\ ۴۸۰ \\ \hline ۹ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۵۱۸ \\ ۴۸۰ \\ \hline ۳۸ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۳۸۳ \\ ۴۹۰ \\ \hline ۷ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۴۹۰ \\ ۲۳ \\ \hline ۲۱ \end{array}$$

صورت نصف دوم

$$\begin{array}{r} ۲۸۱۰۰۱۶۲ \\ ۱۱۳۳ \\ \hline ۹۲۸۱۰۱۳۰۵ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۲۵۲۲۹ \\ ۳۲۹۳ \\ \hline ۱۸۱۹۹ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۳۰۹۴۱ \\ ۱۸۱۹۹ \\ \hline ۴۵۳۹ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۸۱۹۹ \\ ۴۵۳۹ \\ \hline ۱۳۳ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۹۰ \overline{) ۱۳۳} \\ ۹۰ \\ \hline ۴۳ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۴۳ \\ ۴۹ \\ \hline ۶ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۶ \\ ۹۰ \\ \hline ۱۹۶ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۹۶ \\ ۱۸۰ \\ \hline ۱۶ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۶ \\ ۱۶۲ \\ \hline ۱۶۰ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۶۰ \\ ۱۶۲ \\ \hline ۲ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۲ \\ ۱۶۰ \\ \hline ۱۶۲ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۶۲ \\ ۱۶۰ \\ \hline ۲ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۲ \\ ۱۶۲ \\ \hline ۱۶۰ \end{array}$$

$$\begin{array}{r} ۱۶۰ \\ ۱۶۲ \\ \hline ۲ \end{array}$$

$$\text{نصف دوم} = ۴۵۲۲۹ - ۱۳ - ۴۰$$

$$\text{نصف اول} = ۹۲۸۱۰۱۳۰۵$$

$$\text{نصف دوم} = ۹۲۸۱۰۱۳۰۵$$

$$\text{قاطع میل} = ۲۰۳۴۳۲۶۹$$

$$\text{عرض} = ۲۰۱۱۳۹۳۰$$

$$\text{لورج} = ۲۶۴۰۹۹۵$$

$$\text{لورج} = ۶۹۵۱۳$$

$$\text{لا} = ۱۱۸۱$$

$$\text{لا} = ۹۲۵۱۵۹$$

$$\text{لا فصل} = ۱۰۲۱۰۸۱$$

$$\text{لا فصل} = ۹۲۶۲۲۰$$

$$\text{تقریل} = ۴۲۲۰۸$$

$$\text{وقت لورج} = ۶ - ۲۶ - ۵۰$$

$$\text{خروج} = ۶ - ۲۶ - ۵۲۲۰۸$$

$$\text{طالع} = ۵ - ۳۳ - ۵۲۶۹۲$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لورج} \\ ۶ - ۲۶ - ۵۰ \\ \hline ۱۰۲۱۰۸۱ \end{array} \right\}$$

ملک از شهر جامع مسجد مسلولوری محمد افضل صاحب بخاری طایب علم مطهر اسلام

شیخ در نماز غیر بود که ناگاه بشنید که گویند میگفت
که آفتاب برآمد همان یی کس در نماز است نماز را
بگذارد یا رد ایس اعاده کند یا سلام بدو بعد از طلوع
کونی آدمی فجر نماز پڑھد یا نماز چنانکس سنے سناکه کونی
کند یا سب سورت تکل آما سب ابیه دی جونی لیل
نماریس سب پی نما پوری کرکه اس کا اعاده کر سب یا

آفتاب بخواند، جینا تو جروا۔

مسلم پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے ؟
جینا، تو جروا۔ (ت)

الجواب

نماز تمام کند و باز اگر صدقِ قائل در یاد امانہ مایہ میں زلف
بسیار سے ارعوم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع
بالک برآند کہ آفتاب برآمد حاشہ تعالیٰ اعلم۔

مسوال دوم : چر میفرماید علمائے دین کہ امام نماز
صبح زان قدر تا غیر میکند کہ از برآمدن آفتاب پنج دقیقہ
دو دقیقہ میماند کہ سلاک میبرد پس طر نماز بغیر کراہت ادا میشود
یا نہ، جینا تو جروا۔

نماز پوری کرے بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ سورج نکلے
وال بات درست تھی تو اعادہ کرے۔ آج کل اکثر لوگ
وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہوئے پر تسبیح
پھا دیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واقعہ تعالیٰ اعلم دت
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی
تاخیر سے پڑھتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع
ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ بیل رہتے ہیں کیا یہ نماز
بغیر کراہت کے ادا ہو مباح ہے یا
نہیں ؟ جینا تو جروا۔ (ت)

الجواب

در بحر الرائق دیر و تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت
ظہر اول تا آخر صبح کراہت ندارد یعنی بخلاف ماقبلا
کہ آخر آٹھ گروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی
دست گاہ کافی دارد و ای طر نماز او بلا شبہ بے کراہت
است کہ بوسے اند کہ بہت دارد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحرار فقی دیر میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے
اوقات میں اول سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے
بخلاف ماقبلا کہ کراہت آٹھ گروہ میں مکروہ ہو جاتے ہیں
اس لیے جو محقق وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر
اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے)
تو اس کی ماریعیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا
کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ از جرودہ صلی میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس گھر اُفتی صحاب نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے ؟
(۲) ظہر کا اول وقت کئے یکے بوا ہے اور ضلع میرٹھ میں کئے یکے سے کئے یکے تک رہتا ہے اور جماعت
کے یکے ہونا چاہیے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے، جماعت کے بکے ہونا چاہئے؟

(۴) جس جگہ اُفتی نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے؟

الجواب المفرد

(۱ و ۵) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ میں منٹ کی جمع ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۲۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فساد نماز ثابت ہو تو پھر صلوات سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے فضل ہے جب اُفتی صاف نظر آتا ہے اور نیچے میں درخت وغیرہ کچھ عامل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ کھپل کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف انوار سے اُچھٹے ہو کر شرارت ہو جائے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہو گا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہو گا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ قیول ایام و اختلافات طوں معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گری میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جگہوں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پوسنے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل بیت نے یہ کی ہے کہ راس الحبل سے ختم جوڑا تک بہار اور راس السرطان سے ختم مسند تک گرہ اور راس الیزن سے ختم قوس تک خریف اور راس الجہدی سے ختم ٹوٹ تک سرما نگر یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بحر نے ریح کو گما سے طعی کیا ہے اور یہ بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ٹولٹ مارچ تک سردا بھسا چاہیے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ اربعہ میں چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اسی دیر اذان و اخطاء میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاسد

نہیں، مغرب کا وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۴) از مجموع سرائے ذکر حائضہ بشند در تقصیر ضلع جملہ مسئلہ حافظ سجاد شاہ ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیان مغفرت احمد رضا خان صاحب ادا م اللہ فرمیکم السلام علیکم ورحمہ اللہ
تعالیٰ کے بعد ہنر آداب التماس کہ ہم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ واما اعظم
اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مدد سے ذیل کی سخت ضرورت سے ہر باقی فرما کر تحقیق عین وقت میں مایطیق ارشاد
فرمادیں عند اللہ باجور ہوں گے ماسئلہ اولیٰ فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس میں
بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدوئل وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی
میں ہوتا آپ تحریر فرمائی کہ بارہ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں
حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ ہے پھر جب سایہ بڑھنے
میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہر نصف شمار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف شمار کو کھڑا ہوتا ہے پھر
بڑھنے لگتا ہے جب سایہ ٹھکانے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ اور سایہ اصل ظہر کے واسطے نکال دیتا ہے یا نہ شناخت
ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل رواں یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصل
بوقت وہ پہر بطرف شمال ہوتا ہے پس مھر کے واسطے مقیاس کی بنیاد سے سایہ اصل خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے
یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر درجہ کی جائے سرحد سنیک جاتے سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصل
کو چھو کر گرد و چند کیا جائے۔ عہدیت فرامد سنیک کی یہ ہے۔

معرفة فی الزوال یفید حشیۃ مستویۃ فی
امرض مستویۃ قبل الزوال فانظر ینقص
عاد اوقاف لہو ینقص و لہو یزد فہو قیاسہ
الظہیرۃ فاذا اخذ فی الزیادۃ فقد نزلت
الشمس فخط علیہ اسب الزیادۃ خط فیکون
من اس الخط الی العود فی الزوال فاذا
صلی اس خط لہو مثلیہ او مثلیہ من اس
الخط من موضع غیر من العود خرج وقت
الظہر و دخل وقت العصر و فی الزوال یکون
الی شمال ینقص

اور زوال کا سایہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

سہ فرامد سنیک

الجواب

حدیث میں سنت اقدسوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مرد جلد پڑھ لیتے اور عاصری میں دیر ملا خطر فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے
یہاں تک کہ ایک بار ہمارے عشا میں قشرین آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر
میر المؤمنین عاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براہ ہوئے اور فرمایا، "وہے زمین پر تھا ہمارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا
انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے
اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا کہ میں طہنیں
میں اب معلوم ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم
۱۹۹۱ھ زمرہ آباد مرشد موری رحمہ اللہ مبارک باد۔ صفر ۱۴۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اس
شہر کی سب مسجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ہاسٹ کے بعد اور اپنے ہر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیت
منٹ قبل قصد کیا کرے اور ساتھ ہی اس کے برسر و دتور کہ وہ حادثہ کرنا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سونگنے
وقت میں داکر سے توبہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر ڈال ہے۔

الجواب

اذان مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محول کیا جائے بلکہ
پیر کے غرض یا لحاظ سے اُس خلاف سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ خواہ ریا اور مکاری پر
دیں نہیں بلکہ اس کے وجود ہونے سے تاخیر بھی ممکن اور مسلمان کا خلل حتیٰ الامکان محل صحت پر محمول کرنا و جب اور
بدگمانی ریاست کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر کعبہ و سجود میں اتنی دیر لگتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو
تو ضرور گناہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی
دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع
میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت ہے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں،
مینا تو جردا۔

الجواب

ظہر کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بعد فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر کما عت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں دست ہے تو سنت قبلہ کا ترک گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۶ از موضع باکڑی صلح گورگانہ ڈاک خانہ دھنیز مستولہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف حشا سے ملے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں جیسے مذکور کے فقط۔

الجواب

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے ان کو چاہئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھائیں، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۷ از جے پور بیرون اجیری دروازہ، کوٹلی ناہی چند قریب علی بن مستولہ حامد حسن قادری

۱۰ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحباب دُھوپ گھڑی قریب مساوات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو نماز جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟

جینا تو جردا۔

الجواب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا غلبہ ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اُسے قرائن صحیح سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما ذلٰ علیہ حدیث ازل فاجد حزن واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ فاصلے باختلاف عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان بعد میں کم از کم ایک گھنٹہ امامت کا فاصلہ ہے سوا سات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سوا سات کے قریب غروب ہوتا ہے اذان مغرب وقت کا فاصلہ اور بھی بہت زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً ان بعد میں ایک گھنٹہ چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہب صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نماز عشا از روئے مذہب حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۳ چو میفرمایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرض داخل نماز در ہر مسئلہ فرضیت او یکسان است یا صرف در نماز فرض، بتیوا تو جروا۔
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو فرض داخل نماز میں داخل ہیں ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرض نمازوں کے ساتھ فرض ہے؟ بینوا تو جروا۔ (ت)

الجواب

تجیر تحریر در ہر نماز مطلقاً حتی صلاة الجنائزہ در کوکح و سجود و قرائت و قعود و ہر نماز مطلقاً اگرچہ ناقصہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و سیر درست فروعی الاصح و غرض بوضع خود علی تحریک البرہوی بوقت اگر فی اینہم فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است آخر کس را بتجیر و قرائت و عرض نوی را بر کوکح و سجود تکلیف نہ ہند و سنی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح معلامۃ الشریعہ اللاحد باب اذا بطلت حدیثہ المرکوح فیشیر براسبہ المرکوح لانتہ عاجز صا ہو اعلیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے پس ہیں نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

تجیر تحریر، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرائت اور قعود نماز جاریہ کے علاوہ رکوع، قعود، قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بروئی کی تحریک کے مطابق، اگر فی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرض میں اور تعدیل ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ مگر تجیر و قرائت کا اور اشارہ کرنے والا مرہون رکوع و سجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کبر یا سجود کی حد تک پہنچا ہو۔

مسئلہ (۳۳) نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے، بیّناتوجروا۔

الجواب

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کماۃ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے

اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہوتے پر ختم ہوتی ہے تو نہار عرفی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ فنی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تعاقب کا اذازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلک برج کے ذیقرون میں سے چوتیس^{۲۴} ذیقرون کے برابر

ہوتا ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل محل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ بجے نکلا اور چھ بج کر چودہ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق پھلے تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۲½) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ گھنٹے سینتیس منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۳½) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو فحۃ کبریٰ کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیانا ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روز تحویل محل یعنی بریس اکیس ڈگری کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس منٹ کا وقت استواء ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ تھا ہرگز یہ مقداریں اختلاف موسم سے گھنٹی بڑھتی رہیں گی۔ یہ قول ائمہ عوازم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا، رد المحتار میں ہے،

قہستانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عرفی کا اشتعال ہے، ائمہ عوازم النہر کی طرف غسوب کیا ہے اور

واحتوت بدلت عن الہاس المنجومی عامہ
من انطباق مرکز الشمس علی ذرۃ الافق
من قبل المشرق الی انطباقہ علی ذرۃ
المغرب، فیکون العرفی اکبر من المنجومی
ابدأ بقدرہ یظہر نصف کرۃ الشمس و
یغرب النصف کلا ینحرف، ویقدر ینقصیہ
الانکسار لافق فی الجانبین، وهو قدر
اربعة وثلاثین دقیقۃ من دقیق فلك البروج
فی کل جانب۔

عزانی القہست فی، القول یامت المراد
انقص الہاس العرفی، الی اثمۃ

ماوراء النهر، ویان المراد استقباح المنہاد
الشرمی، وھو الضحوة الکبریٰ الی الزوال
الی ائمة خواص ثم ۱ وھنا ابھا
سنور دھا ان شاء اللہ تعالیٰ فی غیر ھذا
التحریر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ مافذ علی بخش ساکن قصبہ آذرہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفان ۲۵ شوال الموم ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) ۱۳ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بج کر ۱۴ منٹ پر اور بعد اس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۲۳ منٹ سے ضحوة کبریٰ شروع
ہو ۱۱ اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریٹوے ٹائم سے ۱۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوة کبریٰ سے لے کر حقیقی نصف نائ
تک کوئی نماز مثل عیدین، جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرمی وقت سے جنوری فردری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرمی وقت میں ۲ بجتے ہیں
تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ
باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے ۱۴ بجے گا یا مدراسی ٹائم سے اوپر مدد کر دال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوة کبرے سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں ہاں
جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لانا و مہاک و جبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں ہر روز جمعہ بھی وقت استرا پر وہی حکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال
میں صبح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراسی وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی نا پائز
ہوئی زوال آئے پر پھر کئی جگہ کما ہو حکم کل اذان اذان قبل الوقت اب ریٹوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے
مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول سارے بیاسی درجے یعنی سارے پانچ گھنٹے
کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نومنت زائد کر دی گئی ہیں اسس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہد میاض فی الاصل بخط الناسخ حقیقہ علی لفظ التی قبل لثانہ بالتحویر ۱۲ مسجد العقیر جامعہ صاخان خفر

میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے نواں ہے ، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آؤں گے میں ۱۲ بج کر ۲۹ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مستور عبد اللہ ڈکانہ (مقام درو ضلع قنبرا) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ :

(۱) صبح کا دپ اور صبح صادق کی جگہ قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بار بار میرے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر ہفتہ کی غلطی و غلطی میعاد لگادیجئے تاکہ تسکین ہو ۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے ۔ بیڑا تو جہر واد ۔

الجواب

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینے میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اجیروں میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھنٹہ جاتا ہے اخیر تکبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر زما ہے ۲۰ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۱۰ منٹ رہ جاتا ہے جڑ سے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھنٹہ شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انیس ۱۹ منٹ کے اندر دور کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ ۔

(۲) قضا کہ تہجد پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مستور محمد یوسف ازفتح پور ڈکانہ (سیور ضلع بھگل پور) بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے ، بیڑا تو جہر واد ۔

الجواب

عادت کرید حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں ۔ اول کہ وہ امام معین ہو ، دوم عالم دین ، سوم حاکم اسلام ، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ مذر

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنج سر پر آوردہ شرعیہ کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۳۰۸۵۔ از مقام آسور ملک مارواڑ متصل آیر پتور پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ
 نماز عصر کے بعد قرآن شریف پڑھا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں،
 بینوا تو جردا۔

الجواب

بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر جو خواہ یا دیر، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور
 وقت کراہت آئے اس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکار الہیہ کیے جائیں کہ آفتاب نکلے اور ڈوبے اور
 ٹھیک دوپہر کے وقت نماز نا جائز ہے اور تلاوت عکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۳۰۸۶۔ بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا
 نہیں؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ صہو یا تلاوت کا ہو
 اور سجدہ شکرۃ بعد نماز فجر و عصر مطلقا مکروہ، رد المحتار میں ہے،
 مکروہ تحریمی، مکمل مالا یجوز مکروہ، صلاۃ
 مطلقا، ولو قضا، لا واجبۃ ولا فضلا اذ علی
 جنازۃ و مسجدۃ تلاوت و سہو، مع شروق
 واستواء و غروب،
 مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی
 ہوتا ہے۔ نماز مطلقا خواہ قضا ہو، واجب
 ہو، نفل ہو یا نماز جائزہ ہو۔ اور سجدۃ تلاوت
 اور سجدۃ سہو۔ وقت طلوع، استواء اور
 غروب۔ (نت)

رد المحتار میں ہے،

یکرہ نہ یسجد شکر بعد الصلاۃ، فی الوقت
 الودی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ ۱۵
 واللہ تعالیٰ اعلم

- (۳۱) مسئلہ از سہادہ ضلع ایٹہ مستولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر لظفر ۱۳۳۲ھ
- (۱) زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟
- (۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟
- بیہذا تو جہودا۔

الجواب

- (۱) نماز فجر میں سہ ماہ سے پہلے اگر ایک ذرا سا کندہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔
- (۲) اگر ایک نقطہ بحر کناہ شمس غروب کو باقی رہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریر کر لی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳۱) مسئلہ مستولہ غشی جہد الرکن صاحب اعظمی اور ریاست جے پور محاش وڈ از ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ
- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں استسار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہوئی پاہے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر کتنے منٹ طلوع آفتاب کر ماتی رہ جائیں، معطل در میان فرمایا جائے، بیہذا تو جہودا۔

الجواب

- آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کما فی الجہار ارائی وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اس قدر و ابالفجر فاند، اعظم للاجتر (المرکز ثوب روشن کر دیکر کما اس میں زیادہ اعر ہے۔ ت) مرکز اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳۱۲) مسئلہ مسئلہ ولی احمد علی گرائی کھیت صدر بارار ۱۸ ربیع الاول شریعت ۱۳۳۵ھ
- جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت چارے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

الجواب

بعد از ظهر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایہ اصل کے سوا دوسرے کو پہنچے جو دو ظہر و زوال کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جائزوں میں کم از کم ۳ بج کر پانچس منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے، منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً پینس منٹ پہلے وقت گزارنا شروع ہو جاتا ہے، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔
بیروا تو جہودا۔

الجواب

نہ جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: ان الصلوة کما تھل علی المؤمنین کتباً موقوتاً (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح: وقت کو کر پڑھا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پرور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس فی النوم تصریط انما التصریط فی البقطة
نہ تذکر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ
سوتے ہیں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جائے میں ہے کہ تو
ایک نماز کو اتنا مؤخر کر کہ کہ وہ دوسری نماز کا وقت
آجائے۔

یہ حدیث خود عاصم بن عمر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائی تھی رواہ احمد و ابو داؤد و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ ہر کام نبوت مآب دہا کرتے صاف صریح، انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لیے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے بویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر جمع نوی شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اس جتنا

ہے، قال ہاں ایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلیٰ صلاۃ لغير میتقاتہا الاصلاتین
جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میتقاتہا۔ وفي لفظ للنفی فی کان رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلاۃ لوقتہا الا بجمع وحرقات۔ سیدنا امام محمد بن شریف
بسنہ صحیح امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، انہ کتب فی الافاق ینہ ہم ان یجمعوا
بین الصلاۃ ین وینہ ہم ان الجمع بین الصلاۃ ین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر (یعنی اس
جواب خلافت آداب ناطق بالحق والاصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا ہے کہ کوئی شخص نمازیں
جمع نہ کرے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے۔
حقائق کے پاس جمع حقیقی پر قرنی و حدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں دیکھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح سے یعنی
نہر یا مغرب کو اس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت
آجائے پھر وقت ہوتے ہی عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر پڑھنی چاہیے نہ کہ کسی ایسی
جمع صوری و مسافر کے لیے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے یا بعض محل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً
ہو نہیں یا صاف محل کہ احادیث میں صوری سے بہت اچھے طور پر متنی ہو سکتی ہے طریقی کوئی حدیث صحیح و صریح مفسران
کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بھرتے قال اس کا ایت ثانی و ثانی ہیں نیز نے رسالہ عاجز ابصرین امواف
عن جمع الصلاۃ ین میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظر رہا اس کی طرف رجوع
کرے و باللہ التوفیق واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔

مستطعم مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم
معسكر بنگلہ

مرفعا مولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری و شخصی البرکاتی البریلوی اداہم برکاتکم و انکم
اسلام علیکم و علی من لیکم حضرت قاضی مفتی رضاعلی خاں صاحب جو وقت اغرای کے اس طور سے کہ پہلے ایک
تختہ اصطلاح اپنے سامنے رکھتے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کر کے اصطلاح پر شقوں پر اسے اور
دائرہ ہندیہ پر نظر کر کے ایسا ایک ہی کامل محنت کر کے یہ سالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ بدراس تیرہ

۱/۱۱۰ سلمہ صحیح مسلم باب زیادۃ التعلیل صلاۃ الصبح مطبوعہ جامعہ اسلامیہ کتب خانہ کراچی

۲/۲۹ سلمہ سنن النسائی الجمع بین الفجر والعشاء جوفہ - سلفیہ لاہور

۱۲۶ سلمہ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاۃ ین فی السفر والمطہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس مجتبیٰ لاہور

درجہ پر واقع ہے اور یہ ممکن ہو گا کہ دو سو سترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس حساب میں جو ۵ لحظہ دیری کرنا لگے ہیں حاجت نہیں رہے حساب سے حد اس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریل شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہو گا کیونکہ اغلباً شہر یہ چوڑا درجہ پر ہے،
بینہ اقول جردا۔

الجواب

استقام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزیں سات بجے ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جہز مذکور میں سات ہی بجے ہو گا با تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بھیں گے اور غربی میں بعد ہوں محلات عرض موجب تزیادہ و نقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تبدیل انہار و مطلع لبروج و قرس انہار و قس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انکساض و غیرہ امور جن پر اوقات حساب اوقات ہے تبدیل ہو جاتے ہیں مگر اس ہنگام کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر مقررہ ۵۵ درجہ ۵ دقیقہ پر ہے اور ہنگام جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول با ۵۵ درجہ ۵ دقیقہ و علی قول آخر ۱۲ درجہ ۵۵ دقیقہ پر ہے۔ یہ چھ یا دس دینچہ کا عادت چندان میرا وقت نہ ہو گا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمایا ہے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۷۸ درجہ ۲۱ دقیقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیر سے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کچھ بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص چاہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوتی یا نہیں اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے، بینہ اقول جردا۔

الجواب

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو وہ نماز ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں بغلیں چاہتے ہیں صبح مدنی عامۃ کہتے ہیں (فقہ کی عام کتاب میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث ہر یک معتبرہ و رد، ترمذی اور ابوداؤد و نسائی و رمی ابن جہان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اسفرو بالفجر فانه اعظم للاجور (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجور زیادہ ہے) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی، فكلما اسفرت بالفجر فانه اعظم للاجور۔ ولفظ ابن حبان: كلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم للاجور کہتے ہیں ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں ہوا تو کرو گے ثواب زیادہ پاؤ گے اور طبرانی و ابن حبان نے انہی صحابی سے روایت کیا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يا بلال! ما بد صلاة الصبح حتى يبصر
 فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو
 انقوم مواقع تبهم من الاسر
 جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب
 روشنی کے۔

اور پُر طاہر کہ یہ بات اس وقت حاصل ہوگی جب صبح قرب روشن ہو جانے کی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو ترمذی اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی۔ ابن حبان اپنی صحیح اور امام حمادی شرح معانی الآثار میں پسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں،

ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 نے یہاں کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنزیرو
 التنزیروں

حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سنیہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقت مشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا، ان هاتين المصلتين حولتا عن وقتيهما في هذا المكان (یعنی یہ دونوں

۶۱ ص	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب تعمیل الصلوة	۱۱۱
۲۲/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	ما جاء بالاسفار بالفجر	۱۱۲
۲۵۱/۴	المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	حدیث رافع بن خدیج	۱۱۳
۲۳/۴	مطبوعہ المکتبۃ الانثیریہ سانچو بل شیخ پورہ	حدیث ۱۴۰۴	۱۱۴
۲۱۶/۱	مطبوعہ دار الکتاب بیروت	باب وقت صلاة الصبح	۱۱۵
۱۲۹/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	شرح معانی الآثار باب الوقت الذي يصلی ای وقت هو	۱۱۶
۲۲۸/۱	مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الصلوة حتى یصلی بالفجر کتب	۱۱۷

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں) بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ اہل الفجر قبل وقتہ بغلے صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاہم کی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے۔ حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالفرد قبل از وقت معذور مقصود ہے۔ و ہوا المطلوب، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں مسافر میں ملازمت والا سے مشرعت رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لیے استیذان ممانعت تھا۔ حدیث کا ثابت ہوا حدیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت، قرآن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے، اس مضمون کا مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارب کو مطلوب و محبوب اور تنفیس میں تسہیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لیے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبر و ضعیف و مرض و جہنم کی فراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاک تھے، ارشاد ہوا،

یا معاذ! فت فات یا معاذ! افت انت، اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے تھے۔ ثلث آہ۔
ہر یہ بات آپ سفر میں دفعہ کن - (دعا)

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر لی جائے تاہم دفعہ مفاسد جلب مصالح سے اہم و اہم، آخر نہ دیکھا کہ تطویل قرات پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن میں قدری پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ حدیث افانہ فجر کے بعد تا با شروق ذکر الہی میں مشاعر بنی مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تنفیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ مسافر رک کیا ہے، مائع و سراج و ہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تنفیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حوائی و قاضی امام ابو علی سنن و غیرہ عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت مشروع کرے کہ نماز بقراءت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعد نسیان حدیث پر متنبہ ہو تو وضو کر کے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد و مہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو مہوم کے لیے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالا جماع مکروہ،

فی غیة المستملی للعلامة الحلی
 شراعت البدائع وحده (یعنی
 التعلیل) ما دام فی النصف الاول من
 الوقت - وفيها، عن الفتاوی
 الحلیة، وحده التوسیر ما قال شمس
 لاشة الحوائی والقاضی الا ما مر ابو علی
 السفی، انه یبدأ الصلوة بعد انقشاس
 البیاض فی وقت لوصول الفجر بقراءة
 مسنونة ما بین اربعین آية الاستیت
 آية، ویوتر القراءة، فاذا فرغ من
 الصلاة، ثم طهر له سجد فی طهرته، یمکنه
 ان یتوضأ ویعید الصلاة قبل طلوع الشمس.
 كما فعل بوبکر وعمر رضی اللہ عنہما
 وعلى هذا، ما فی محیط من صنف الحديث و
 المحامدة والکافی وغيرها، انتهى قلت
 ومثله فی فتاوی قاضی خاں، ونحوه دل الصادق
 اعلم التکیرة عن التبیین - وقیل، یؤخرها
 جدا، لا، نعم وهو مضموم یتروک المستحب

غیة المستملی میں عذر مسمی نے پدایع سے یہ اثر نقل
 کیا ہے کہ اس کے مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ
 وقت فجر کے پہلے نصف تک۔ اسی میں مادی غایبہ
 سے منقول ہے کہ شمس الازکر ملوائی اور قاضی امام ابو علی
 نسفی کے بقول تنور کی مقدار یہ ہے کہ نماز سعید کہہ سکتے
 کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قرآن
 مسنونہ سے پڑھے، یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں
 ترتیل کے ساتھ پڑھے، اور جب نماز سے فارغ
 ہو تو یاد آئے کہ ہمارت میں سہو ہو گیا تھا تو (اتفاقاً
 باقی ہو کر)، وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز
 پڑھ سکے، جیسا کہ ابو کر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔
 محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے
 مطابق ہے، اس میں نے کہا اسی کے مطابق
 فتاوی قاضی خان میں بھی ہے اور ان لکیری میں بھی
 عین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز
 فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے
 بعد ہمارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس
 طرح) نماز کا فاسد ہونا محض فرضی صورت ہے،

۱۔ استملی الجملی فی مینہ المصلی مع غیة المصلی شروع اس الوقت مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ مدینہ منورہ ص ۲۰۶
 نوٹ، اعلم حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فنی غیة المستملی فرما کر غیة المصلی کی شرح علی کبیر کی طرف اشارہ
 کیا ہے، فقیر نے علی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں مل سکتی، ہو سکتا ہے کہ کاتب
 کی غلطی سے غیة المستملی لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ الجملی ہو کیونکہ التعلیق، الجملی جو منیۃ المصلی کی شرح پر ایک
 حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ الجملی کے حوالے سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ الجملی بھی اس وقت دستیاب نہیں
 آئی ہے التعلیق الجملی سے حوالہ نقل کیا ہے (مذہب احمد سعیدی)

لاجله - وقيل ، هذه ان يرى مواضع البين .
ثم كما في محيط سرى الدين وعبد
لا يؤخرها ما حير ايقه ، شئت في
طوبى الشمس - انتهى ملخصا - وفي
المحرم المائق ، قالوا ، يسفر بها بحيث
لو طهر فساد مصلاته يمكنه ان يعيدها
في الوقت ، بقراءة مستحبة - و
قيل ، يؤخر هلجد ، لان الفساد موهوم فلا
يترك المستحب لاجله - وهو طهر اطلاق
الكتاب (يعني لغيره) ، حيث قال ، وندب تاجر
المحرم ، ولم يقيد بشئ ، لكن يؤخرها
بحيث يقع الشك في طوبى الشمس - وفي
المرج الوهاج ، هذا الاسرار ان يعلى في
النصف الثاني ، ولا يحل ان الحاج بمزدلفة
لا يؤخرها - وفي المستغنى ، بانفس المصححة
الافضل لمرة في الفجر والعصر ، وفي غيره
الاستف راي فراغ الرجال عن الجماعة - انتهى
ما في المحرم - وفي الدر المختار ، والمستحب
للرجل الابتداء في المحرم بالسفر والختم
به ، هو المختار ، بحيث يترك امره في اية
شريعة بطريق لو عهد ، وقيل ، يؤخره
لان الفساد موهوم ، الاحاج بمزدلفة

اس لیے اس کی وجہ سے مستحب (تخیر) کو نہیں
چھوڑا جاسکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تخیر ہونی
چاہیے کہ تیر گز کی جگہ نظر آئے۔ پھر۔ جیسا کہ
محیط وغیرہ میں ہے۔ یہ خیال رکھے اتنی تاخیر
نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک
ہونے لگے۔ انتہی ملخص۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ
علمائے کما ہے کہ اتنی تخیر کرے کہ اگر نماز کے
بعد نماز کے فاسد ہونے کا پتا چلے تو قرات مستحبہ کے
ساتھ اسی وقت میں پڑھا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ
بہت تاخیر کرے کیونکہ اس طرح نماز کا فی سبب ہونا
ایک عذر نہ ہے اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں
چھوڑنا چاہیے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر
ہوتا ہے۔ البتہ مراد گھڑ ہے، کیونکہ اس نے
کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے، اور کوئی قید نہیں
لگائی لیکن اتنی تاخیر ہر حال نہ کرے کہ سورج چڑھ
جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج اوجاع میں ہے
کہ تخیر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں
پڑھے، یعنی واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر
نہ کرے۔ اور جنتی میں ہے کہ عورت کے لیے صبح میں
تغییس بہتر ہے اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جنت
سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ اتنی تاخیر
اور درختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح

لہ التعلیق الجلیلی فی تہ المصلی مع مہ المصلی شروا خمس الوقت مطبوعہ دارہ جامعہ نظامیہ رضویہ پورہ ص ۲۰۶
سہ البحر الرائق کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۷/۱

فالتغلیس افضل، کسرافہ مطلق۔
 کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں
 کرے۔ یہی مختار ہے۔ اس طرح کہ اس میں چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتا چلے
 تو وضو کر کے ٹوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت خوف کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا محرم ہے، البتہ مزا اللہ
 میں حاجی کے لیے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لیے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (د ت)
 اُس شخص کا اول وقت اذہ جیسے نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی
 مخالف سنت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنت کو مکروہ کہنا اور شریعت
 مطہرہ پر ہتھان اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا کرنا میں کیا ہے اور ہر شخص مومن نہ کو
 میں بعدہ دوں اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے۔ آیا وہ شخص حق
 پر ہے یا ناحق پر، بینوا تو جحیم ہے۔

الجواب

مومن گرامی ظہر کا اہل ذکر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہی مذکور ہے اور اول وقت میں پڑھنا رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کو اقدس سے عدول تصور دیتے ہیں،
 اذ اشتد الحر فامروا بالظہر وہ شدۃ
 الحر من حیج جہنم۔ متفق علیہ
 اور بخاری و سنن ابی نعیم رحمہما اللہ سے راوی واللفظ للنفی قال،
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اذا کان الحر اید بالصلۃ و اذا کان البرد
 عجل۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوئی نماز
 ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوئی تعجیل
 فرماتے۔
 اور بخاری مسلم ابوداؤد ابی ماجہ نے تسبیح ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال،
 ادنی مؤذن المسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یعنی مؤذن ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر

شعبہ درمختار	کتاب السنۃ	مطبوعہ مکتبائی دہلی	۶۰/۱
۱۔ صحیح مسلم	استیعاب الابرار بالظہر فی شدۃ الحر	۲۔ قدیمی کتب خانہ احمدیہ کراچی	۲۲۲/۱
۳۔ سنن النسائی	تقیل الظہر فی البرد	۳۔ مکتبہ سفیہ لاہور	۵۰/۱

الظھر، فقال، ابود، ابود، اوقال، انظر،
انظر، وقال، شدة الحر من فيح جهنم
فاداشتد الحر فابعدوا عن الصلاة - حق
سأین فی التذکرہ

ہی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا، انتظار کر،
انتظار کر۔ اور فرمایا، سختی کرنا جہنم کی وسعت نفس
سے ہے تو جب گرمی نہ ہو نماز ٹھنڈی کر دینا تاکہ
کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے :

کما صح السبحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر
عاصم والنوذی اب یؤذی الظھر فقال السبحی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابود ثم ساد اب یؤذی
فقال له ابود حتی ساء فی التذکرہ، الحدیث۔

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے
مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ٹھنڈا کر پھر
پاؤں کی اذان دے پھر فرمایا، ٹھنڈا کر، یہاں تک
کہ ہم نے ٹیلوں کے سامنے دیکھے۔

اور مسلم میں آبریم کے طریق میں شیعہ سے مؤذن کا تہی بار ارادہ اور حضور کا ہی حکم فرما، اور ہوا وقت و
مسند ثقافت فریادہ مقبولہ (میں نے کہا، سلم ٹھنڈا ہے اس لیے مس کا سر مقبول ہے۔ ت۔

اقول اب یہاں سے مباحثہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہئے کہ مؤذن نے تہی بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ
ارادہ کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر عاصد ضرورت تھا جس کو ابراہیم کہہ سکیں اور وہ وقت پر نسبت
پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو رہا گرم آئے کہ سیدہ ابلا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعبیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی
تو نماز تو اور بھی درمیں ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پیچھے ہوتے ہیں کہ ان کا سایہ دوپہر
کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا، خلافت اشیائے مستطیلہ مانند منارہ دیوار وغیرہا، امام جام احمد بن محمد خطیب قسطنطنیہ
ارشاد اساری شرمایہ بخاری میں فرماتے ہیں، ٹیلوں کا سایہ ظہر نہیں ہوتا، مزجیب اگر وقت ظہر کا
جاتا ہے ابود وہ ولسانی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں قال،

کان قدر صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
عليه وسلم الظهري لصيف، ثلاثة اقسام
حرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی معتدات تین قسم سے پانچ قدم

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پر نور نماز کو فرماتے اور معلوم ہے کہ زمین شریفین راہبہ اللہ تعالیٰ شرفا میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ ہایت ویر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایہ اصل اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زیادہ نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب بہت ارا اس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جزو بہست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۲۰ مئی اور ۲۴ جولائی

ابو داؤد و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجر کی میت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تیسہ ہوا ہو گیا، الحدیث، اور بخاری میں مسوط سے منقول ہے کہ جان لو روال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، محو سال کے سب سے طویل دن میں نکھر اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اھ

میں کہتا ہوں، یوں لگتا ہے کہ صاحب مسوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ نمودار ہونا یا ہے، مدینہ مدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میل کل سے ایک درجہ و تینتیس دقیقہ راہبہ ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ درتھ کا عرض کام "سے جو میل اعظم سے ایک درجہ اور سینتیس دقیقہ کم ہے، اس لیے سب سے طویل دن میں

اقول وکانہ رحمہ اللہ، اطلق لعدم واما انقلة، والا فالمدینة الطيبة عرضها "الہ" نرائد اعلى الميل كل بدرجة وثلاث وثلاثين دقيقة، فكيف ينعدم فيها الظل، ومكة عرضها "كام" اقل من الميل الا اعظم بدرجة وسبعة واسبعين دقيقة، فلا ينعدم فيها الظل

فی اطلال الایام: بل یکون جنوبیا، واما ینتھدم ویاں سایہ مدوم نہیں ہوتا بلکہ جنوبی طرف ہوتا ہے۔
جیٹ ذکرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدوم ہونے کا وقت وہ ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں

(یعنی جب آفتاب سمت الراس پر گزرے)۔ (ت)

اور مدار و فعل شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا عادیث یثینا ابی ذر و یثینا ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے ساتھ میں مسجد تک چل آئے فی الدر المختار و تاجیر الصیغ یحیث یمشی فی الطل اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا اور بکر الراتی میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ ایک مثل کو پہنچے ادا کرے جیٹ قال و حدہ امنہ یصلی قبل الشد شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں امام کے نزدیک دو مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ظہر میں ابراہیم کا حکم ہے اور حرمن شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین الشد اور عمری کا وقت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل فی اماکن الصلوة

مسئلہ ۳۱۴۱ از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اڈیپور مستولہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۹ ربیع الاول شریف
بروز ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ وہ دھڑک نہ میں تراویح ناپاک
ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے
تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ درگوش سے۔ جزیہ تو جروا۔

الجواب

شرعاً طہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع ہے (نہ پیشہ معجم
وقوع فرض کر کے سوال کیا و بال لانا ہے اور بھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دینا ہے، حدیث میں ہے ا
یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ضرورت
عن نفس المسائل

رد سوال کا جواب، وہ قرآنی مجید میں موجود ہے کہ

لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا أَوْ سَمْعًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔)

لے القرائی ۲۸۶/۲

فاثقوا الله ما استطعتم (جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔ ت)
 ما جعل علیکم فی الدین من حرج (اُس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔ ت)
 نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ وادۃ تعالیٰ اعلم۔

(۱۶۱) مسند محمد بن عبد البر بڑا بڑا ڈاک خانہ پنڈراول ضلع بلتہ شہر یکشنبہ ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑا وادۃ ضلع بلتہ شہر میں کوئی عید گاہ نہیں ہے مگر تینینا
 ۸ سال کا ہو، جب میں نے آبادی دیکھ جانے لگا کہ ایک چوتڑا خام واسطے عید گاہ
 کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہار الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جگہ پر
 میں جگہ عید گاہ و متصل چوتڑا عید گاہ اہل ہندو کے مڑے جن کرتے تھے جب چوتڑا عید گاہ قائم ہوئی تو اہل ہندو نے
 دوسری جگہ مڑے جلانے شروع کر دیے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگٹ قبر کی تعریف
 میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا بارش سے ہڈیاں و خاک مہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مڑے دفن ہوتا ہے امید کہ جواب
 سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب

اگر چوتڑا ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مڑے ہندوؤں کی نہاست رہتی یا اُس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی
 نہاستیں تھیں کھود کر پھینک دی جائے پھر اُس زمین ہی کو نماز کے لیے کر دیا تو اُس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک تختہ تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے خامد
 بقبور المشوکیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک
 دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی حکما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۶۲) مسند شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑا وادۃ ضلع بلتہ شہر معرفت مولوی جمیل صاحب محمد آبادی
 بدینشنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چوتڑا کو جس میں ہڈیاں تک
 مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھو کر جدید عید گاہ میں نماز ادا کرنے سے خالی دنگہ گار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

سہ العتہ آن ۱۶/۶۳

سہ القرآن ۷۸/۶۳

سہ صحیح البخاری باب بل سیش قبر مشرکین الجاہلیۃ الو مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶/۱

چوترا پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو سہ جگہ کئی سال ہوئے جب سے چوترا بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھتے جاتے تھے اس سال سبھوں نے فی کر حید گاہ پختہ بنانا شروع کر دی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے،
بیّنہ اتوجروا۔

الجواب

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چوترا کئی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۳۲۰ از مدی پارہ کی علاقہ ریاست گزایا رنگنا بادریلو سے ذک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرمت علی صاحب
محرر خشی محمد امین صاحب ٹھیکیداریلو سے مذکور سم رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد تامولی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام
علیک واضح رائے شریف ہو کر بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز
فرمایا جاول، اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شرب ہے اس مکان پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ
جائے نماز پر کسی شخص کی چارپائی کے بچا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اس چارپائی پر وہ شخص
سوتا ہو یا بیٹھا۔ بیّنہ اتوجروا۔

الجواب

محکم الاسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر وہ شخص وہاں اس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں
شراب کی نجاست ہے نہ ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے
تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خورد پر ہلکے احادیث صحیحہ لعنت اللہی اترتی ہے اور محل رول لعنت میں
نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جانے بلکہ میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں خدا
نازل ہوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا فلبہ واستیغنا ہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز
نہ پڑھنی چاہئے اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب تعویس جب نماز فجر سوتے میں قضا
ہوتی تھی ہر کام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آجے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہو تھا
حالانکہ وہ فوت قصہ ہی نہ تھا سوتے سے آنکھ بھٹکتی الہی نہ کھلتی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوردی کا ہو کہ فتن
غبار اپنا یہ بھی ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ
مرجع و مادائے شیطانیہ ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا مادی سے

کھانہ سے دھو وغیرہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانا نہ بچ کر نماز پڑھے میں کوئی عرج نہیں، اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے نیچے پڑنے سے احتیاط مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے لے اور دوسرے اس کا نہ ہو جائے، دوسرے یہ کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجائے گا اور یہ شے ہو المسألة فی سواد المصحت مر عن الغنیۃ والوجه الاول صامتہ دتہ (یہ مسئلہ در مختار میں فقہ سے منقول ہے اور پہلی دیکھیں افادہ کیجئے) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱) از موضع مندپور تھانہ ڈاکخانہ میرٹھ ضلع بریلی مرسلہ عظام ربانی صاحب زمیسندار

یوم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بجر ملکیت غیر میں نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب

دوسرے کی کھیت میں نماز پڑھنا موسوع ہے، اس کی اجماعت صریح ہے شہکار ہوگا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز میں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے برآمد ٹکڑیاں باندھ کر اُن پر تخت رکھ لے لے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا تخت بنایا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ تجھکے، وہ بتوالی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) ازین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب بکیر

«ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ»

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُستوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، میواتوجروہ۔

الجواب

اصل میں مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اُس کا دنیا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر بہانہ کریں اس سے زائد نہ دے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہو گاڑی کا کھنڈ لایا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُستوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطلہ ہے۔ علامہ ابراہیم علی غنیہ میں فرماتے ہیں:

صاحبہ ان لا يتسفل بالتسفل ، فحينئذ
جائنا سجودہ علیہ
رواۃ البخاری میں ہے ۔

اس کا تاثر یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دے تو اس
پر سجدہ جائز ہے ۔ دت

تصیرہ ، ان الصاجد لو بالتر لا يتسفل رأسه
ابن من ذلک ، فصحو علی طنفسه وحصصیه
وحنطه وشعیرہ وسریہ وعلیۃ السکات علی
الارض علی

اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے
کرنا چاہے تو رک سکے ، اس لیے دبیز کپڑے پر ،
پٹھری پر ، گندم پر ، چوپر ، تخت پر اور گاڑی پر اگر
وہ زمین پر پڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے ۔ دت

نظر کیے تو یہ خاص مسئلہ کا جزو یہ ہے زبان عرب میں سر پر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لا یحق
عن من طالع الاحادیث لو . والله تعالی اعلم ۔

مسئلہ از غیر آباد ضلع سیپ پور جملیاں سرانے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ خباب سیدہ فخر الحسن صاحب
نبیرہ مولوی نجی بخش صاحب مرحوم مفتی غیر آباد ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین و اندرین مسائل ،

(۱) حضرت شیخ محمد بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد
الاصقبۃ ۱۱۱ تحریر فرمایا ہے ،

اما مقبرہ ازہمت آنکہ غائب دروے قدرت و
انقطاع تربت اوست با پنچہ چہ ایگر و داز مرد با از نہایت
و اگر مکان عاہر و نطیف باشد پس بیج با کے نیست و
کراہتہ نہ و بعضی براسد کہ نماز در مقبرہ مکروہ است
ازہمت ظاہر ای حدیث است

قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں
گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی فردوں سے برآمد ہونے
والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور
سنتھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے
نہ اس میں کوئی کراہت ہے ۔ اور بعض کے رائے یہ ہے
کہ قبرستان میں بہر صورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر

اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے ۱
حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علامہ نے جو کچھ لکھا ہے اُس

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور خفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قمر نازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر دابنہ یا بانیں جانب ہر تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نازی کے نیچے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے درملا کا عمل اسی پر ہے۔ اور شافعیہ کے فقہانے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت شیخ محمد فی علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ اعلیٰ برہین معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل ملائے خفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جاسکے مگر شاہ صاحب ہر طرف کے قوس کی ذور و عبارات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرت ملائے خفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو ملائے خفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اس کی تائید میں فرماتے ہیں،

اگر مکان ظاہر و لطیف باشد پس میچ با کے نیست اگر جگہ پاک و مستطری ہو تو وہاں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بجا ان کتب فقہ خفیہ تحریر فرمایا جلتے کہ جس سے مناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو ارزو سے دلیل غلطی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتنا قیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے مدفون کر دئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبیر اتنا قیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چار مقامات مذکور بالا کی فہم کیا گیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل ہیں۔

(۳) کو جب فتویٰ جناب شاہ عبد العزیز صاحب اگر کیا و شمال و خلفا قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو حضور ہوا

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو عکاز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر آفاقہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قول اربع اور موافق عمل حضرت علمائے حق ہو تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے مگر قبر پر پاؤں رکنا ہی حباب نہ ہیں ،
عالمگیری میں ہے ،

یا شتم بوطء القبر و لکن سقط القبر حق
المیت اھ وقد حققنا ف اھلالت
الوھامیین علیہ

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی
محبت میت کا حق ہے اور اس کی تحقیق ہم نے
اھلک الوھامیین میں کی ہے (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں جو بعضی
اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی کسی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ
کا قدرہ ہے جس محل خاص پر اُسے ہدایا جائے اس سے کہ دور آئے باقی ہے حدیب اس میں ہی ات نہ کر دے
جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما فی علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ محقق۔ پھر بجز پھر فتح اللہ العین
میں ہے ،

یگرہ ان یطأ ثلثاً یحس او ینام علیہ
او یسوی علیہ او ابیہ۔

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سونے یا اس پر
نماز پڑھے یا اس کی طرف دھر کر کے نماز پڑھے یا

جنازہ قید پھر جنازہ ردالت میں ہے ،

تکرہ الصلوة علیہ والیہ لورود المصعب
عن ذلک علیہ

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے ، کیونکہ اس
سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

سلف فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ
مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

سلفہ واضح رہے کہ جاک الوھامیین علی توہین قبور المسلمین فتاویٰ رضویہ کے اس مقام کے مترجم قاضی عبد اللہ غم و غم
کے ناناجان قاضی محمد عمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے ، جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کا اضافہ فرمایا کہ (دائم)

سلفہ فتح العین علی شرح الکنز فصل فی الصلوة علی المیت
مطبوعہ ایچ ایم سید محمد علی کرچی ۳۶۲/۱

سلفہ رد المحتار مطلب فی لقراءۃ التلیت و اہل بیت و اہل بیت
مطبوعہ اسلامی مصر ۶۶۴/۱

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ،

انکاب حیہ وہیں القبر مقدس مالوکان فی
الصلاة ویستأنس لایکروہ ، فہما ایضاً
لایکروہ ۔ کذا فی التقریرات

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ
اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے
کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو ، تو یہاں بھی
مکروہ نہیں ہے ۔ اسی طرح تسارخانیہ میں ہے ۔ (دست)

در مختار میں ہے ،

ولایفسد فی مرورہا فی القبراء او مسجد
کبیر بموضع مجودہ ، فی لاصح ، او مرورہ بین
یدیه فی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر
فی تکبیرة واحدة ، وان اتم الصلوة

صبح یہ ہے کہ صریحاً بڑی مسجد میں نماز کی جگہ مجودہ سے کسی
کا گزرنا مکروہ نہیں کرتا ۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد
میں کہ چھوٹی مسجد یا ایک ہی قلعے کے حکم میں ہے ، کسی کا قلعے
والی جانب سے ماری کے کنگے سے گزرنا ، نماز کو فاسد
نہیں کرتا ، اگر زبردستی والا گناہ کا ہوتا ہے ۔ (دست)

اور اگر قبر دینے یا بیچنے سے تو اصل موجب کراہت نہیں ، جامع المفصلات پھر جامع ردود پھر طحاوی علی
مرانی صلاح و رد مختار علی الدر سریت ہے ۔

لا تکرہ لصلاة الی جبة قبر وادکان میت
بدیہ ، بحیث یوصلی صلاة الی شعیب وقسم
بصرہ علیہ

قبر کی طرف منکر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر
بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے
تو قبر پر اس کی نظر پڑے ، اس صورت میں مکروہ ہے نہ

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اتوات
القصور والسخفیت علیہا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر در
قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے ۔) تحریر فرماتے ہیں :

قال ابن الطلث ، اما حرم اتھا ذالک جد علیہ
لان فی الصلاة فیہا استئناساً بسنة الیہود

ابن اعلک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لیے
حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے

سے فتاویٰ ہندیہ ، افضل اشافی مایزہ فی الصلوة وایکروہ
سے امر مختار ، ما یفسد الصلوة وما یکروہ فیہا
سے رد المختار ، ایضاً
خطبہ نورانی کتب خانہ پشاور
• مطبعہ ممبائی دہلی
• مطبعہ انبائی مصر
۱۰۷/۱
۹۱/۱
۱۰۷/۱

وقيد عليها يفيد ان اتحاد المباحين
بجملتها لا يابس به - ويدل عليه قوله
عليه السلام لعن الله اليهود والنصارى ،
الذين اتخذوا قبور انبياءهم وصالحينهم
مساجد - ۵

فریتے کی پیروی ہے۔ اور۔ اور قبروں پر کی قید ہے
یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر قبروں کے پاس
مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اللہ یودونصار کے
پرعت کر کے جنہوں نے اپنے اجداد اور صالحین کی
قبروں کو مسجد بنایا، اسی پر دلائل کرتا ہے۔ (ت)

بلکہ اگر حشرات اولیائے کرام ہوں اور ان کی ارواح طیبہ سے استداد کے لیے ان کی قبر کر کے پاس بنے یا انہیں
نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طبری شافعی
شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاة المفاتیح میں فرماتے ہیں ،

كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور انبيائهم
ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها ،
فقد اتخذوها اوثانا ، فلد لك لعنهم ، و
وعن المسلمين عن مشردين ، انهم
اتخذوا مسجدا في جوار صالح ، او صفي في
صخرة ، او قبة الاستظها بروحه ، او وصول اثر
ما من اشرع بادتة اليه ، لا لتعظيم له والتوجه
نحوه ، فلا حرج عليه ، الا ترى ان مسوق
استعمل عليه الصلاة والسلام في المسجد
الحرام عند العظيم ، ثم ان ذلك المسجد
افضل مكان يتحضر المصلي لصلاته .

یہود و نصاریٰ اپنے اجداد کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے
انہیں بنا قبلاً بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ
کرتے تھے ، اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنایا تھا
اس پر آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو یہ
کاموں سے منع کیا ، راہادہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے
پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا
مقصود یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت
حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ
اثر اس تک بھی پہنچ جائے ، اور قبر کی تعظیم اور اس کی
طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو ، تو اس میں کوئی حرج
نہیں ہے ۔ یہ تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر
طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو ، تو اس میں کوئی حرج
نہیں ہے ۔ یہ تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر
پڑھنے کے لیے کلاش کرتا ہے ۔ (ت)

علامہ عارف حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :
عن الله اليهود و نصارى اتحدوا قبور انبيائهم
مساجد - كانوا يجعلونها قبلة ، يسجدون
اليها في الصلاة ، كانوا ، واما من اتخذ
مسجدا في جوار مصالح ، او صلى في مقبرة ،
فاصدا به الاستظها بربو حه ، او حصول اثر
خاص اثناس عبادته اليه ، لا التوجه بحره
والتعظيم له ، فلا حرج فيه ، الا يري ان مرقد
سنييل في الحدر في المسجد الحرار
وانضلة فيه فصل

عننت يجمع الله تعالى يهود و نصارى پر کہ انہوں نے انبیاء
کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنا لیا اور نماز میں
انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ ثبت کے روبرو۔
ہاں اگر کسی نیک انسان کے پر و س میں کوئی شخص مسجد
بنائے یا ایسے ہی مقبے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ
اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا
اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک
پہنچ جائے ، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس
کی تعظیم کرے ، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے ۔ کیا معلوم
نہیں ہے کہ انہیں علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے ، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے ۔ (ت)

قاضی ، مرادین بیہادوی شافعی پھر امام علامہ عبد الدین محمد بن عینی حنفی عمدة القاری پھر علامہ احمد محمد حلیہ شافعی
شافعی ارشاد ساری شروع مجمع بحار میں فرماتے ہیں ،

من اتخذ مسجدا في جوار مصالح و قصد التبرك
لقرب منه ، لا التعظيم ولا التوجه اليه ، فلا
بدخل في الوحيد المذكور
فمن حديث في ذكره رويہ (یعنی عننت) میں داخل نہیں ہو گا اور (ت)

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح صحابہ میں زیر حدیث اتحدوا قبور انبيائهم مساجد فرماتے ہیں ،
هم خرج عن وجهين ، احدهما ، انهم كانوا
يسجدون بقبور الانبياء تعظيما لهم و قصد
للعادة في ذلك - وثانيهما ، انهم حصلوا
يتحرون الصلوة في مداحن الانبياء والتوجه
اس کی دو وجہیں ہیں ، ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ سے
قبر انبیاء کو بطور تعظیم اور قصد عبادت سجدہ کیا کرتے
تھے ، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے
کی نصروی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف

الی قبوس ہ۔ فی حالة الصلوة ، وكلا ، لطريقین
غير صریفة ، فاما اذا وجد بقربها موضع
بی للصلوة ، او مکان یسلم المصلی فیہ عن
التوجه الی القبور ، فانه فی فتحہ من الامر .
وكذلك اذا مصلی فی موضع قد اشتهر بان
فیہ مدفن ہی ، ولم یرحیہ للقبور علما . ولم
یکن قصده ما ذکرناه من الشوك الخفی : اذ
قد نوافات اجبارا لاهم علی ان مدفن
اسمعیل علیہ الصلوة والسلام فی المسجد
الحرام عند الحطیم ، وهذا السجد افضل
مکان یتحرى الصلوة فیہ اه مختصراً

من کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں
اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بہت ہی ہی
نماز کے لیے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے
کا منہ قبروں کی طرف نہ پڑتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی
جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے
جہاں کے بارے میں مشورہ ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے
لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نماز کی کیفیت
بھی شرک حسی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے)۔ کیونکہ روایت
اس پر متفق ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں
حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان
تمام مسجدوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی
جستجو کی جاتی ہے اور حلقہ آ (ت)

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں، سے نقل فرماتے ہیں:

وفي شرح الشيخ ايضاً مثله ، حيث قال ، وخرج
بذلك اتحاد مسجد بجوار بني اوصال ، و
للصلوة عند قبور ، لا لتعطيه والتوجه
نحوه ، بل للحصول مدد منه ، حتى تكمل
عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة ،
فلا يخرج في ذلك ، لما ورد ان قبر اسمعيل عليه
الصلوة والسلام في الحجر تحت الميزاب ،
وان في الحطيم ، بين الحجر الاسود و
وسمزم ، قبر سمعان نبي ، ولم ينه احد
عن الصلوة فيه اه وكلام الشارحين متطابق في ذلك

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ پانچ شیخ نے
لکھا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں
کسی نبی یا صالح کے پاس اس نے مسجد بنائی جائے
کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر
کی تعمیر اور اس کی طرف مشرک نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ
صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح
کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں
کوئی حرج نہیں کیونکہ روایات میں یہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام
کی قبر حطیم میں میزائے حرم کے پاس حجر اسود و
نزم کے درمیان سترامیا کی قبر میں ہے۔ اس کے باوجود

وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اور اس مسئلے میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ ا۔ ت۔

سہ و سلم لمعات الشیخ شرح مشکوٰۃ الصالح ، باب السجد ومواضع الصلوة . حدیث ۱۲ ، مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۱۳۸۳ھ

امام بل برہان الدین قرطبی حنفی صاحب دایہ کتاب التہنیں و انگریز میں فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف انکاح موارثاً لکعبۃ تسکرہ
صلاتہ ، وانکاح عن یمنہ و یسارہ
لا تسکرہ ۔
ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قریبے والی جانب ہو تو
خارجہ مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ
نہیں ہے ۔ عادی ۔ (ت)

بھرتا تار خائیر پھر عالمگیر میں ہے :

انکاحات لقصور موارث المصلی لا یکرہ ، فانه
انکاح بینہ و بین القبر مقدار مالوکان فی
اصلاۃ و یسر انساب لا یکرہ ۔ فہہنا ایضا
لا یکرہ ۔
قبر کی نمازی کے نیچے ہوں تو خارجہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر
سامنے بھی ہوں لیکن اسنے حاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص
نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گرنا
مکروہ نہ ہو ، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے ۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں یا اس سے کم اور نیچے ہونا اس سے بھی کم کتب خفیر میں
تفسیر جامار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی ۔ وہ الخمار میں زیر قول درختار و اختلف فیما اذا کان التمثال حلقہ ، و
الاطہر ، لکراۃ (اگر تصویر اس کے نیچے ہو تو اس میں اختلاف ہے ، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے ۔ (ت) تحریر
فرماتے ہیں :

وفی البحر ، قالوا ، واشدھا کراۃ ما یكون
على القبلة اما من المصلی ، ثم ما یكون فوق
راسہ ، ثم ما یكون عن یمنہ و یسارہ ہی
المحاط ، ثم ما یكون خلفہ على المحاط او السورہ
اور بکرمیں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ
کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قریبے والی طرف
ہو اور نمازی کے سامنے ہو ، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو ،
پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو ، پھر جو اس کے
نیچے دیوار پر یا پردے پر ہو ۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

اما خص الصورة لانه لا یکرہ فی جهة القبر الا
اذا کان بین ید ید یہ ۔ حکما
تصویر کی تصویر اس لیے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا
مکروہ نہیں ہے ، جب تک قبر بالکل دوبرون نہ ہو
سے کتاب التہنیں و لزیہ

سے فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی یکرہ فی الصلوۃ و لا یکرہ
سے در مختار باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ
سے رد المحتار مطلب فی الفرس فی المسجہ
مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۴/۱
مطبوعہ مجتہائی دہلی ۹۲/۱
مطبوعہ مطبعۃ ابائی مصر ۴۷۹/۱

فی حدیث المصبرات

جیسا کہ سنن ابی حاتم میں ہے۔ (د ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ہی جگہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کی طرف مار پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر پر وہ نہ رہی میں آگے بڑھ گئے۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ درست۔ صحیح بخاری شریف میں ہے :

ورأى عمر رضي الله تعالى عنه الص بن مائل
رضي الله تعالى عنه يصلي عند قبر، فقال :
القبر، القبر، ولم ياصح بالاعادة۔
اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہی جگہ رضی اللہ عنہ کو
دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا،
قبر۔ قبر۔ (یعنی قبر سے بچو) مگر اس میں نماز پڑھانے کا حکم
میں دیا۔ (د ت)

امام علامہ عینی اس کی شرح ۹۰۰ القاری میں فرماتے ہیں :

هذا التحقيق مراد وكيع بن الجراح في مصنفه،
فيما حكاه ابن حزم عن سعيد بن حميد عن
حميد بن الص قال، رأى عمر رضي الله تعالى
عنه اصلي الى قبر فنهاني فدل انفسه
اصمك. قال، وعن مصنف عن ثابت عن
الص قال، رأى عمر اصلي عند قبر، فقال في
القبر، لا تصل اليه. قال ثابت، فكان الص
ياخذ يدي، او مراد ان يصلي ميتة عن
النور۔ ورواه ابو نعيم شيخ البخاري عن
حريث بن اسباب قال، سمعت الحسن
يقول بين الص رضي الله تعالى عنه يصلي
لن قبر ما جاء عمر، القبر، القبر، وظن
انه يعني، القبر، فلما رأى انه يعني،

اس تحقیق کو وکیع بن جراح نے اپنے مصنف میں ذکر
کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے حسین ابن سعید سے
اس نے قید سے، اس نے اس رضی اللہ عنہ سے
عمل کیا۔ اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ
مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف مار پڑھتے
دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا، "قبر سے سامنے قبر ہے"
ابن حزم نے کہا کہ عمر نے ثابت سے، اس نے اس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے
ایک قبر کے پاس مار پڑھتے دیکھا تو کہا، قبر، اس کی
طرف نہ رمت پڑھو۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد
اس نے جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تمام
لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔
ابو بخاری کے استاد ابو نعیم نے حریث بن اسباب

مطابق فی الحاشیہ۔
 نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ بعض نے کہا ہے
 کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ غائر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)
 ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیل صرف اس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا
 قبر کو پیچے کر نہ مشہد جہاد سے نہ تشبہ یہود۔ خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت
 جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات الفتوح میں زیر حدیث
 اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوا قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں
 نہ بناؤ۔ ت) فرمایا،

ای ولا تکوموا فی البیوت کالمیت ، الذی
 لا یصل ، او تکوموا ناسین فتکوموا مشاہدین
 للاموات ، لان النوم اخو الموت ، غیر مشتہیں
 بالصلاة ، ثم اعلم ، انہم اختلفوا فی الصلاة
 فی المقبرة ، فکرمہا جماعہ ، وانکان المسکن
 مہمرا فکرمہا احتجوا بہ بحديث ، وہ
 یدل علی ان الصلاة لا تكون فی المقبرة ، لانہ
 جعل کومہ قبوراً کرمۃ عن عدم الصلاة فیہا ،
 معہم ان لا صلوۃ فیہا ۔ وہذا ضعیف لہذا کرنا
 من معناه ، علی ما ان دل فاما یدل علی عدم
 الصلاة فی القبر ، فی المقبرة ، فافہم وتارة
 بالحديث السابق ذی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لعن اللہ لیلہود والنصارى اتحدوا
 قبورا نبیہم مساجد ، وهو ایضا لا یستمر
 لما عنہ من السرا دیمہ (ای ما قد مناه عنہ
 عن التوریشتی وغیرہ من الشراح ، فانه انما
 یعنی تگھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مردہ ہوتا
 ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا ، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے
 نہ رہا کرو ، جس طرح مرنے سوئے پڑے ہیں ، کیونکہ
 جہنم موت کی سن ہے ، یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح
 تم بھی کوئی جمادات نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے
 میں مارنے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے ، ایک
 جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے ، اگرچہ جگہ پاک ہو
 اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ " سے معلوم ہوتا ہے
 کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے
 میں نماز نہیں ہوتی ، لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ
 اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ
 ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی
 تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی ذکر مقبرے
 میں نہ ہونے پر نہ جبکہ لغت گو مقبرے کے بارے میں
 ہر جہاں ہے ، اس کو کچھ اور کچھ اسکی میں کو وہ حدیث پیش

يدن عن منة التوجه الى، لقمر، لا الصلاة في
(المقدرة مصنف) وعندهم من ذهب الى ان
الصلاة فيها جانوة، اسكان التزينة طاهرة و
المكان طيب، ولعلكم من صديده الموق وما
يسفصل عنهم من لاجابات ۱۰

کرتے ہیں جو گزرجی ہے (یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیئت نصاریٰ پر لعنت کی جنہوں نے
اپنے اعضاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھی) یہ دلیل بھی ناگاہک ہے
جس کا اس حدیث کی مراد سے معلوم ہو چکا (یعنی تم نے قبر کسی بزرگ
شرائع سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف

من کو کہ نماز پڑھنے کی حاجت ثابت ہوتی ہے کہ قبر سے میں مطلقاً خدا کی حاجت! اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ قبر سے میں غائب رہے
بشریک وہاں کی مٹی پاک ہو کر عذر ہو اور مردوں سے پیسہ اور درجہ نچا سستیں عاریت ہوتی ہیں وہاں نہ ہوں ۱۰ (ت)

وان اقول وبالله التوفيق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت تحقیق یہ ہے کہ
عازم مقابر میں ہر جگہ مطہر قبر سے ملے کہ کوئی عمل بد سے دفن ہونے سے منع رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع ہو ۱۰
وہ نماز کے ملنے سے تعزیر فرمائی کہ مقبرہ پر جو نیار مسر کا گیا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ قبر مسبین کی جے ادبی ہوگی
طحاوی و رد المحتار فصل استسباب میں زیر قول ماں یکوہ قول في حق (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں
لان الهيئة يتأذى به الحي، والظاهر
انها تحريمية لا لهم لصوص ان سرور في
سكة حادثه فيه حرام، عهد اولی،

میں جو تیار راستہ کا دیا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریق اولیٰ حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبر کی کھودنے میں بھی زمین کی ٹی اوپر آتی ہے اور اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے کے پوسے اجسام کی نجاست
سے متنجس ہو چکی اور بد کرنے میں سب مٹی صرف نہیں جو ماتی تو جابجا جس مٹی کا پھیلا ہونا مطنون ہوتا ہے اور مطہر قبر
مطہ نجاست و دفن کرنا بہت تنزیہ کے لیے کافی ہیں کہ غل اگر غالب ہوتا جو حیثیات میں طہق یقیں ہے تو وجہ
علت دل حکم کرنا بہت تنزیہ اور وجہ علت ثانی غیر کہ بجائے بطلان مار کا حکم دیا جاتا آواز نکالنے میں مرکا ہیں رفت
کرنا بہت تنزیہ رہی و اب یہ حکم حکم صلاہ علی مقبرہ الی القبر سے ظہر یہ ہوا کہ اس میں جگہ یا کے کسی قبر کا
معلوم ہون ضرور نہیں قبور معلوم اگر وہ دسے بائیں مائیں ہوں حکم یہ زمین ایسی ہے جس میں روکھا مسجدا کا مطہر
حکم کرنا بہت دیا جاتا گامی محکم ہے سس حکم کا وعدہ طحاوی نے ما شیعہ مرقی اندراج میں زیر قول ترسلان
تکرو الصلاة في القبر نقل و ما سوا اذکات فوقه او حلقه او تحت ما هو واقف علیہ ۱۰ (بزرگے کے مقبرہ

سے لمحات التفتیح باب المساجد و ما شیعہ الصلوة حدیث ۱۰، مستند حاشیہ علیہ ۲۰ ۳
سے رد المحتار فصل فی رختیار مطبع مصنفه السانی مصر ۱۰
سے حاشیہ طحاوی علی مرقی اندراج فصل فی الکرویات مطبوعہ دار تجارہ کتب کوپتی ص ۱۰۱

اس کے اوپر ہوا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ ت۔ اور یہی تشابہ ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی ٹکڑا صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلیٰ کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں غائب و قیہ و رآؤ فقیر امام ابن الہمام و علیہ وغیرہ و بحراری و شریانی علی الدرد و علی و طحاوی و رد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے۔

لاباس بالصلاة فیہا اذا کان فیہا موضع اعد
مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر
للمصلاة و لیس فیہ قبر ولا نجاسة۔
وہاں کوئی ٹکڑا نماز کے لیے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر
اور نجاست نہ ہو۔ (ت۔)

زاد العیون کلمات یہ ہے :

تکرہ الصلاة فی المقبرة الا ان یکون فیہا موضع
اعد للصلاة لان نجاسة فیہ ولا قد یجوز فیہ
مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں
نماز کے لیے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور
گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت۔)

اس تحقیق سے پتے یقین سوالوں کا جواب ہا ہر جگہ کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی نہ
قبر موضع بودی مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ ملا حائل ہو اور اس کے لیے کچھ ہست سے مجبور ہو نا درکار نہیں
تہا ایک ہی قبر ہو جب بھی ہو کر۔ ت۔ دس باب۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔

باب الاذان والاقامة

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس سے بعد صبح کھانا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ یا بیوا تو جبراً

الجواب

اسے فقہ میں توثیب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع کر دیا جائے ہو وہی توثیب ہے خواہ عام طور پر جو جیسے "مسئلة" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، خلا کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا بجا امت کھڑی ہوتی ہے یا امام گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب توثیب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب مستون مثل تنزیہ الابصار و وقایہ و نفاہ و غرر الاحکام و کفر و غرر الکفار و آئنی و حقیقی و اصلاح و ذر الايضاح و مشروح مانہ در محار و رد المحتار و طحاوی و غنایہ و نہایہ وغیرہ شرح بہ و صفیری و بحر اربعی و نہر شافعی و تبیین الحقائق و ریحندی و قسستانی و درر دہن و کانی و معنی و یضاح و اندر معارج و مرقی العلاح و جہان شیعہ مرقی صمدیہ، نکھادی و قفاوی مثل ظہیر و دہانیہ و صدقہ و حرانیہ مستین و جہان خلاط و طہیری وغیرہ بالامان ہیں و هو الذی علیہ عامۃ الاشیۃ المتأخرون و لختلاف اختلاف دہا، لا بوطان، عام المرتعی ہی ہی ہیں اور بہ اختلاف زمانی اختلاف ہے رہائی ہیں۔ ت۔

مختصر نوقیہ میں سبب التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لیے مستحب ہے۔ ت) متن علامہ ذکی تمناشی میں ہے یشوب الاصل المضرئہ : مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے تثویب کی جائے۔ ت) شرح محقق علانی میں ہے یشوب میں الاذان والاقامۃ فی الكل للكل بما تعارفوا (اذان اور قامت کے درمیان متعارف ہو کر وہ طریقہ تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے تثویب کی جائے۔ ت) حاشیہ آفتاب ندوی نمبر ۱ عادیں میں ہے ۱

قوله یشوب التثویب : تثویب : اطلاع کے بعد اطلاع کو کھانا ہے۔ ورنہ، قوله فی الكل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہیے کیونکہ امور دنیہ کے بچ لانے میں بہت سستی کا بل آچکی ہے، قوله بما تعارفوا مثلاً کھانا یا نماز کھڑی ہو گئی نماز کھڑی ہو گئی یا نماز نماز اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنائیں تب بھی جائز ہے۔ نہرنے جتنے سے نقل کیا ہے، مختصراً۔ (ت) قوله یشوب التثویب العود الی الاعلام بعد لاعلام در قوله فی الكل ای کل الصلوات لظهور التواتر فی الامور الدینیة قوله بما تعارفوا کتھب صحاح اوقام قدام الصلاۃ الصلاۃ ولو احدثوا، علاماً صحاحاً لکنک جازنہر عن المجتہب ۱۱ ملقطاً

شرح اونی ملام المصنف بعد منہ دیں درہ تثنوی میں ہے ۱ تثویب کل بدۃ علی ما تعارفوا لایہ المباحۃ فی الاعلام و ما یحصل ذلک بما تعارفوا ۱۱ ملخصاً۔ ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ براہِ اعلان میں مبالغہ کے لیے ہے اور وہ متعارف و مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اس کی تخصیص ہے جہاں نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ اتنی حد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح ہی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادابِ فجر میں الصلاۃ عیدوں السوۃ مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر

۱۲۰	نور محمد کارخانہ تجارۃ کراچی	فصل الاذان	سبب مختصر لوقائی مسائل الہدایہ
۹۳/۱	مجتہبی دہلی	۱	۱۱ ملخصاً در مختار
۲۸۶/۱	مصلحہ البانی مصر	۱	۱۱ ملخصاً در المختار
			۱۱ ملخصاً در المختار
۲۵۵/۱	مطبوعہ المکتبۃ الفیضیہ بیروت	مسند بلالی بن رباح	۱۱ ملخصاً در المختار

محمد بن اہام فرماتے ہیں :

لإقامة في المسجد ولا يدعه واما الاذان
فعلى المشددة فان لم تكن على فناء المسجد
وقالوا لا يؤذن في المسجد

تجیر مسجد کے اندر کی جائے اور اس کے بغیر کوئی
اور صورت میں البتہ دان منارہ پر دی جائے ،
اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں ویسی چاہئے اور فقہانے
بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے ۔

اور اس مسئلہ میں ورع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت بعد فقیر میں نہیں ہاں صیغہ لا یفعل
سے قیاد و کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہر ، مشیر ، حائست و عدم ایاحت ہوتی ہے عسدر
محمد محمد ابن امیر حاجی نے علیہ میں فرمایا ، قول النسخ لا یرید شیعیانی عدم ایاحتہ الزیادۃ (مصنف کا
قول لا یرید اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں ۔ ت ۔ نظیر اس کی یفعل و یقول ہے کہ ظاہر مفید و جب
ہے کہ نص علیہ ایضا فیہا جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے ۔ ت ۔ یونہی عبارت نظم میں لفظ یرکہ
کہ مابین کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے

جیسا کہ در مختار ، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور
مساجد میں ہندو رست منع کرنا بھی اس کی تائید
کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے اپنی مسجد
کو اپنے مانعہ بچوں سے ، دیو فوں سے ، تواروں کو
سوتھنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے
محفوظ رکھو ، اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر
تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے
اور بارگاہ خداوندی اس ادب و انترام کے زیادہ
لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمن

کہ فی الدار المحتاد و رد المحتار و غیر ہما
من لاسفار ویؤیدہ منہ رفقہ لیسرہ
المساجد کما فی حدیث بن ماجة جہنبا
ما جد کم صیابکم و محی بینکم و سئل
سیوفکمر و رفقہ اصواتکم و قد نہوا عن رفقہ
الصوت بحضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و حذرو علی دلت من جہل لاعمال و
المحصرة الالهیة احقر بالادب کہ تری یسور
القیمة و حشمت الاصوات للرحمن علیہ تسع
الاهمسا و بعد ایضاً ما یظن ان لیس

۲۵/۱

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

باب الاذان

سے فتح فقیر

سے علیہ

۵۵/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب مایکرو فی المساجد

سے سنن ابی ماجہ

فیه اختلاف المسئلة فلا یکره ولا یتزیهہا
 علی ان التحقیق ان خلاف المسئلة المتوسطة
 متوسطین کو اطلاق التبرید والتحریم وهو المعتبر
 بالامادة كما یظهر لمن له الماهیة بخدمة
 العلماء الشرفی العقدة والحديث فلیراجع
 ولیحرص والله سبحانه وتعالى اعلم
 سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہوا ہے جس نے دو مقدمہ کس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی
 طرف رجوع کیا جائے اور اسے دین نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)
 ۲۲۷ھ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کی فرماتے ہیں عہدائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت چوگانہ نماز میں بعد اذان
 کے تا نیم پڑھنا مومن کا ہر نمازی کو با و از بدنا اور نمازیوں کا اس لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے
 بلائے سے آنا اس صورت میں بلانا مومن کا بعد اذان کے پاتہ یا نہیں اور سہ یہ کہ امام کے انتظار میں
 وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جاہت فرض مسنونہ ادا کرے درست ہے
 یا نہیں؟ بیّنہ الرجاء۔

الجواب

حب نمازی اذان سے آجائے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو بعد اجد ابلانے کا التزام کرنا جس سے
 انھیں اذان پر آنے کی عادت حاقی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی هذا التقدير اخلاء للاذان علی یقصد
 بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظار امام میں
 ہرگز تاخیر نہ کریں ۱۰ وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے
 اور غرور وقت مستحب تک تاخیر عامرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو جاتا
 ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صرح الصحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 انتقل من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 حق مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرہم
 علیہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وقال نکلثتموا فی صلاۃ
 یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم رات کے ایک نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتیٰ رات کا ایک حصہ گزر جاتا
 اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تعویذ فرمائی اور
 ارشاد فرمایا: جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

ما ستقرتم الصلاة

یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر مشق ہو

فی لانقر دية عن التأخر حية عن المستقر
للأصام المحاكم لشهيدان تأخير المؤذن
وتطويل لقراءة لا درك بعض الناس حرام
هذا إذا كان لأهل الدنيا تطويلاً وتأخيراً
يشق على الناس والحاصل في التأخير القليل
لأمانة أهل التأخير غير مكره ولا بأس به
ينتظر الأصام متظافراً وسطاً

اور سنت فجر کہ تنہا وقت ہو نہیں یعنی فرض پڑھ لے سکتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی قباب پیش از
نصف اشراق شرمی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک منوع و ناجائز ہے،
بقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا صلاة بعد الصبح حتی ترفع الشمس
کوئی عار جا رہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتقوا احکم۔

مسئلہ ۳۲۷ از گلکندہ و حرم تلامہ: مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص قیامت کیسے کہتا ہے یا نہیں؟
در صورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن مائل حدیث شریف سے مستحباً ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور قیامت وہ سے صاحب کہا کرتے۔ چنانچہ تو جہودا

الجواب

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولیٰ ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں کرے ورنہ تنہا بھی نہیں۔ مسئلہ
امام احمد و سنن ابیہ و شرح معانی الآثار میں زیادہ بن حارث صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، میں نے اذان

۱۳۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	صالح مسلم باب فصل، صلوۃ المکتوبہ
۵/۱	انتشارات المدبریہ قندھار افغانستان	کتب الصلوۃ
۸۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح بخاری

کسی تھی جلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبیر کنی چاہی فرمایا یقیناً خود اعلان میں اذن فیہ یقیم قید صدار کا بحال
اقامت کے گا کہ جواز ان دسے وہی کبیر کے۔ فی الدر المختار (در مختار میں ہے)۔

اقامہ عید من اذن لعیدتہ ای المؤمن بدیکرہ
مطلقاً وان بخصوصہ کمرہ للحقہ وحشۃ۔
مؤمن کی غیر موجودگی میں خیر کا کبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں
البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گرائی گزرسے تو
مکروہ ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

هذا اختيار غير ضروري ومشو عليه في
الدور والخاصة لكن في الخلاصة وان لم
يرض به يكره وجواب الرواية انه لا بأس به
مطلقاً قلت وفيه صرح الا صام الطحاوي
في معاني الآثار معزيا الى امتثالثثة وقال
في البحر ويدل عليه اطلاق قول المحققين
من غير فساد في شرحه لان ملك من انفسه
لو حصر ولم يرض يكره اتفاقاً فيه نظر اه
وكذا يدل عليه اطلاق تكافى معدلا بان كل
واحد ذكر فلا بأس بان يأتي بكل واحد من اجل آخر
ولكن الافضل ان يكون مؤذن هو المقسم اه

یہ جو بیزار کا محتاج ہے اور یہی در اور غایہ میں ہے
لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کر سکتا
اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً
کوئی حرج نہیں اور میں کتابیں امام علی دینی مسائل الآثار میں
ہمارے تینوں نے کی طرف بہت کرتے ہوئے یہی
تھیں کہ اس نے فرمایا قول مجب کا اطلاق کہ ہم
اسے غیر سے طرہ میں سمجھتے اسی پر دل ہے اس کی
شرح تاجین ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور
وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے
اور کالی کا اطلاق بھی اسی پر دل ہے اور استدلال
یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا
بجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں یا افضل ہے کہ مؤذن ہی
کبیر کے۔ (ت)

۹۸/۱ سہ شرح معانی الآثار باب، در طیس مؤذن اعد جاور التمر الآخر مطبوعہ مطبعہ سیدہ کبیر کراچی

۶۲/۱ سہ ابراہیم باب الازان مطبوعہ معتبانی دہلی

۲۹۱/۱ سہ رد المحتار مطلب فی المؤمن اذ کان غیر محتسب فی اذانه مطبوعہ مطبعہ البابا مصر

اقول: ادا احمد نكراهة على كراهة
التزوية ونقيها على التحريم حصل الوفاق
الا ترى الى قول الكافي انما كيف يقول
لاباس ولكن الافضل وكذا لك غير الامام
الطحاوي وغيره بلا باس وقد هو هو انت
مرجعه الى كراهة التزوية -

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت ترمیمی اور سنی
نقی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق
ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے غی کراہت
کا قول کرتے ہوئے "لاباس" اور لیکن الافضل کہا
اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لاباس" سے
تفسیر کیا حالانکہ فقہ نے تفسیر کی ہے کہ اس سے کراہت ترمیمی
ثابت ہوتی ہے۔ (د)

پھر یہ استمرا کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دے سنا تھا جب کہا کرتے
تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے جواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو
کہ اُن کی کو زہلہ تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ
عنہ رادم ہوئے اور عرض کی، خواب تم میں نے، لیکن تم میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں فرمایا، تو تمہیں کہو، انھوں نے تکبیر
کہی، روایا الامام احمد و ابو داؤد و الطحاوی عنہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد، ابو داؤد اور
طحاوی نے نہیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالفت نہیں کہ کلام اُس
صورت میں ہے جب تہذیب کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں کے بعد بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی ناگواری کا یہ احتمال، معینا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کوئی نئی اور حدیث
مقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے ذکر اقامت غیر کی ممانعت کمالا یخلف و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

مر (۳۳۸) ۹ رمضان المعظم ۱۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان جوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا
جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے رد المحتار میں ہے، اجابة الادان مخ مکروهة (اذان کا جواب

سہ سنی ابو داؤد	الربیع یودن و التیمم آخر	مطبوعہ آفتاب عالم پریس ناہور	۶/۱
سہ رد المحتار	باب الجمع	مصحفہ ابائی مصر	۶۰۴/۱

اُسی وقت مکروہ ہے۔ ت) شرافائق پھر در مختار میں ہے :

يُشَقُّ اِنْ لَا يَحْبِبُ بِلِسَانِهِ اَنْفَاقًا فِي الْاَذَانِ
بين يدي المحطوب
اُسی میں ہے ،

اذا خرج الامام من المحبرة اكلان والا فقيامه
للمصمود فند صلاة ولا هكلا الى تمامها و
قال لا يابس بالكلام قبل الخطبة وبعد ما اذا
جلس عند الثاني واخذت في كلامه يتصلق
بالشجرة ما غيره فيكون اجماعاً وعلى هذا
فالتوقيف المتعارفة في زماننا تنكرو عنده
والعجب ان المصري ينظر عن الامام بالمعروف
بما قصي حديثه ثم يقول المستوار حكمه الله اه ملخصا
ذنبك سامنے، یہ کریمہ ان الله ومكتبة
س بات کہے کہ کراپٹنے والا حدیث شریف کے تعارض کے مطابق دو مردوں کو نیک کا حکم دینے سے منع کرتے ہیں پھر خود
کہتا ہے چپ رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور غلطی (ت)

ہاں یہ جواب اذان یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے ملتے جلتے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کسا افسادہ
کلام علی القاسمی وقروع فی کتب المذہب (حبیب الرحمن علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر
فروع کتب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دُعا کرے بلاشبہ
ما تر ہے وقد صح کلام الامیرین من سید، لکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیحہ لبیحہ رعب
وعیدہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور نسبت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبات ہیں۔ ت) یہ قول
بمکل ہے وقصیل المقام مع نهاية العناية والتمالة وهو في فتاواننا متوفيق العدل العلام
(اس مقام کی خوب تفصیل اور ارادہ امام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں۔ ت) ۲
و نہ سبغہ تعاقب اعلم و علمہ بل مجہد اتم و حکم۔

سہ الدر المنیر	باب الادان	مطبوعہ مجتہدی دہلی	۶۵/۱
سے	باب الجمعہ	" " "	۱۱۳/۱

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکرجنی والد علاقہ جاگل تھانہ جری پور ڈاک خانہ تحبیب اللہ خان درسلواری شیرمہ صاحب
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا دہاتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اذلا حظ من الشرع (اس میں شرعاً کوئی حائضت نہیں۔ ت) اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) ذیقہ و باکے لیے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم العباد فی ان الاذان یحول الوباء کما واللہ

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بدھ دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایدہ لاجری دت القبر کما واللہ

سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے، بینا توجرو۔

الجواب

اذان منارہ پر رکھی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جہر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دوز تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جائے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہندو میں ہے:

یعنی ان یؤذن علی الشہدۃ او خارج المسجد
ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان
اسیۃ ن یؤذن فی موسمہ عالیٰ یکون مسجع
اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے
اندر اذان نہ دی جائے کہ اتنی فتاویٰ قاضی خان بیسنت
یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نوح

لجیرانہ ویرمہ صوبہ کذا فی البحر
لرافق۔ اٹھ
لوگوں کو آواز خوشنالی کے اور اذان میں آواز بخیر رکے۔
کہ انی البحر اراتق۔ (ت)

معنی اٹھ سکتے ہیں کہ دونوں جا میں دہنی اور دونوں بائیں میں کہ چوسندہ دو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ منظر
و مسجد کی بائیں ہے اور اس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

مسئلہ (۳۳۲) اذان واقامت کس جانب کو چاہئے۔ جینا تو جروا۔

الجواب

جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اس کی سمت خود معین ہے اس منارہ پر اذان دینا چاہئے
خواہ وہ کسی جانب ہو

فی البحر الرافق تحت قوله و یجلس بینہما
السنة ان یکون الاذان فی المنارة الخ۔
البحر اراتق میں مان کے قولی "و یجلس بینہما"
کے تحت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر
دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو طرفین میں نسبت یہ کہ جس طرف حاجت رہے ہو اس جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک
جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مکان اُن کے دور ہیں تو وہی جانب اذان کے لیے السبب ہے۔
مانہ انما شرع للاعداد ما کان اذ احل فی
المقصود کان احسن بل مایات التختنا ما یما
ما لوالی هذا المعنی والیہ اشاروا صحت
دون تعیین لجهة فی البحر الرافق ورد المختار
عن السیاح ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی
موضع یکون اجمع للجیران۔

اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لیے ہے تو یہ
مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہو گا اسے اپنایا جائے
بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے اکثر علماء اسی معنی کی طرف
مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی
جہت کا تعیین نہیں کیا۔ البحر اراتق اور رد المحتار میں
سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے
کہ وہاں سے گزروں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)

لہ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامت و کیفیتا
مسئلہ البحر اراتق باب الادان
مسئلہ رد مختار
۵۵/۱
۲۶۱/۱
۲۸۳/۱
مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
مطبوعہ البانی مصر

اور اقامت کی نسبت بھی تعینِ جہت کہ دینی جانب ہر پاداشِ فقیر کی نظر سے ہر گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے۔

فی الدر المنثور الاقصیٰ کوئی الامام هو المؤذن
انتہی فی فتح القدیر الاقصیٰ کوئی الامام
هو المؤذن وهذا مدحہما وعلیہما کانت
ابو حنیفۃ انتہی فی مراد المحتار السنۃ
ان یقیم المؤذن انتہی وھیہ عن السراج ان
ابا حنیفۃ کان یباشرا لاذان و لا قاعۃ بضم
در مختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو،
انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا
افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم
کی رائے ہے، انتہی۔ اور رد المحتار میں ہے ہنوت
یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج
سے ہے کہ امام اعظم اذینہ اذان و اقامت خود
کہتے تھے۔ (د ت)

در علماء جاتر رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کوئی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے
نذر نہیں ہوتی بلکہ مکہ وہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ قاست کا مسجد میں
ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیصِ جہت کچھ نہیں کرتے،

فی البحر الرائق یشترک النحویون بلا مدح
غیر موصیہ الاذان انتہی وھیہ لین الادان
فی موضع حال و الاقامۃ علی الامر فی
ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانبِ راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴
۲۳۱۴ھ تا آخر شریعت ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلبِ باران کے مسجدوں میں کنن درست ہے

سنة الدر المختار	باب الاذان	مطبوعہ مجتہائی دہلی	۱/۶۵
سنة فتح القبر	"	ذریعہ رضویہ سکھر	۱/۲۲۳
سنة رد المحتار	"	مصطفیٰ البابائی مصر	۱/۲۸۶
سنة	"	"	۱/۲۹۵
سنة البحر الرائق	"	ایچ ایم سید گنجی کراچی	۱/۲۶۱
سنة	"	"	۱/۲۵۵

یا ہیں، اور اس طرح سے بھی واسطے طلبِ باران کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یسین پڑھے اور پھر یسین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو نہ سناؤ گے، کیسا ہے؟ جیسا تو جروا۔

الجواب

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتاویٰ فقہ القدیروہ وغیرہ (حبیباً کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے) مگر اذان بغرض طلبِ باران یا دفعِ وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر ادنیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعثِ نزول رحمت الہی ہے۔ یونہی طریقہ مذکورہ یسین و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شریعت سے اس کی ممانعت نہیں لیکن شریعت کیلئے حدیث میں آیا، یسین لہ حقولہ سورہ یسین اس کام کے لیے ہے جس سے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھا مسنون و مستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکتِ فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جائز ہے بایںمختے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، و ہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کو بہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۶ از ریاست رام پور بزریر ملاحظہ بنجملہ متفصل مسجد مرسلہ مولوی عظیم الدین صاحب اسلام آبادی

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

الا صلوٰۃ، اما قولکم رحمکم اللہ ربکموف	سوالی، اسے علماء رد اللہ تعالیٰ تم پر رم فرمائے
ادان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم
وسلمہ هل هو اذن منصفہ علیہ الصلوٰۃ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا
والسلام امر لادلوکان صلوٰۃ فی عمرہ علیہ	نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور نیت پر
الصلوٰۃ والسلام وفی امتداء وجوب صلوٰۃ	نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء رکب ہوتی؟ سب
الجماعة علی المیت ای سر صامت کان	سے پہلے کس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی، کیا یہ بدعت منورہ

وعن من صلى أولاً في المدينة المنورة وجبت
أمر في المكتبة المعظمة وأول الصلاة صليها
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على
أى صحابى كانت وما كان اسمه رضى الله
تعالى عنه يتيوا تو جروا -

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں ؛ سب سے
پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
کس صحابی کی نماز جنازہ ادا فرمائی ، اس
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے ؟
خیزا تو جروا -

الجواب

قال في الدر مختار وفي الضياء انه عليه
الصلاة والسلام اذن في سفر بنفسه و
اقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزائن
قال في رد المحتار حيث قال بعد ما هنا هذا
وفي شرح البحري لابن حجر ومبايكر السوال
عنه اهل باشر النسخ صلى الله تعالى عليه
وسلم الا اذن بنفسه وقد اخرج الترمذي
انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن في
سفره صلى باصحابه وجزء به التوديع و
قواء ولكن وجد في مسند احمد من هذا
الوجد فاصلاً لا فاذن فعلم ان في رواية
الترمذي احتصاره وان معنى قوله اذن
اصراً لا كما يقال عمر بن الخطاب لعالم
العراق كذا وانما باشر العطاء غير
ورأيتني كتبت فيما علفت على رد المحتار
ما نصه اقول لكن سياق صفة الصلاة عند

در مختار میں روایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں بعض نفیس اذان دی ، تکبیر
کئی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس
بار سے میں تحقیق کی ہے اور رد المحتار میں کہا وہاں اس
گفتہ کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح
البحاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے ؟
اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر
خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی امام نووی نے
اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن سی
طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو
اسوں نے اذان کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت
ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذن کا معنی
یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا ، جیسا کہ محاورہ
کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ عطا کیا کہ
وہ خود عطیہ نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے -

ذکر الشہد عن تحفة الامام ابن حجر المکی
 اے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذن مسوۃ فی
 سفر فقال فی تشہدہ "اشہد انی رسول اللہ"
 قد شارح من حجراتی صحتہ و ہذا نص
 مفید لا یقبل التویل اوبہ یتقوی تقویۃ الامام
 النووی رحمہ اللہ تعالیٰ اہ ما کنت اوبہ ظہر
 الجواب عن المسألة الاولیٰ واما بدء المسئلة
 المختارة فكان من لدن سیدنا آدم علیہ
 الصلوة والسلام اخرج الحاکم فی المستدرک
 والطبرانی والبیہقی فی سندہ عن ابن عباس
 مرہی، اللہ تعالیٰ عنہما قال خرجا کبر النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الجہاد اربع
 تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر اربعاً و کبر ابن عمر
 علی عمر اربع و کبر الحسن بن علی علی علی اربعاً
 و کبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی
 اربعاً و کبرت المشکک علی آدم اربعاً و لیس
 تشیع فی الاسلام الا فی المذیبة المنسومة
 اخرج الامام الواقعی من حدیث حکم بن
 حزام مرہی اللہ تعالیٰ عنہ فی امر المؤمنین
 غد یجۃ مرہی اللہ تعالیٰ عنہا انہا توفیت
 سبعة عشر من ابعثت بعد خروج بنی ہاشم
 من الشعب و دھت بالحجون و مرل السبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حفرتها و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے
 حاشیہ رد المحتار میں تحریر کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں
 اقول، عن قرب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد
 میں تھا امام ابن حجر مکی سے آ رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلمات
 شہادت یوں کہے "اشہد انی رسول اللہ" (میں گواہی
 دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی
 صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نفس منسربہ جس میں
 تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس آیت کو ہی رد و تہلیل کے
 قول کو اہد حقیت مٹی ہے اہ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے
 پہلے سوال کا جواب آ گیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ
 سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے حاکم نے مستدرک
 ج ۱، ص ۱۰۱ پر اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارہ پر جو غری میں تکبیرات
 کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں،
 اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 نے جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار
 تکبیرات کہیں، حالانکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر
 چار تکبیرات کہیں اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم

لم تكن شرعة الصلاة على الجنائز ^١ وقال
الامام ابن حجر العسقلاني في الاصابة
في ترجمته مسعود بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه ذكر الواقدي انه مات على راس تسعة
شهر من الهجرة رواه الحاكم في المستدرک
وقال الواقدي كان ذلك في شوال قال المغوی
بعضی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة
واہ اول ميت حصل عليه التبي صلى الله تعالى
عليه وسلم اه و به انضمام الحواب - و الله
تعالى اعلم -

میں مذکور میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین
سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال
ہجرت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج
کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا
اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی مدین تھے
اور اس وقت میت پر سارہ کا حکم نہیں تھا اور
امام ابن حجر عسقلانی نے اصحاب میں حضرت مسعود بن زرارہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے
لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نہیں ہوا

اسے حکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بخوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے
پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور اس
جواب واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۸ از شہر کتبہ ۲۳ شوال محرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رید نے بندہ سے مسجد کے اندر نہا کیا بعد ذہا اللہ من ذہک اب
زید مسجد میں نماز نہ سکتا ہے یا نہیں، اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور محنت کرتے ہیں ان کے
بارے میں کیا حکم ہے، عینہ توجروا۔

الجواب

نسأل الله العافية (اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ ت اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید
جسٹ فساق و فجار سے ہے اور فساق کی اذان اگرچہ اقامت شہار کا کام دے مگر عظام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے
حاصل نہیں ہوتا، اذ فاسق کی اذان پر وقت روزہ و نماز میں اعتقاد جائز۔ لہذا مذہب ہے کہ اگر فاسق نے اذان
دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھی جائے مسجد سے جُدا کر دینا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے،

حرم المسجد بعدم صحة اذان محض ومعتوه
وصبی لا یعقل قلت وكافردو۔۔ لعدم قبول
قوله في الديانات
مصنفت نے دیوانے، ناقص العقل اور نا سمجھ بچے کی
اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ کافردو فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اور غیر
میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

المقصود الاصل من الاذان في الشرح الاسلام
بدخول اوقات الصلاة شمس مبار من شعاع
لاسلامي كل مدة اواناحية من البلاد الواسعة
من حيث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله
لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة
فادان تصف المؤذن بهذه الصفات فيحرم اذانه
والا فلا يصح من حيث الاعتقاد عليه او اعلم
حيث اقامة الشعار الآتية للاشم عن اهل
البلدة فيصح اذان لكل سوى الصبي السدي
لا يعقل فيعيد اذان لكل ندبا عن الاصح كما
قد هناه عن القهست في اهل ملخصا۔

اور جو اُس کی حمایت میں فضول محبت کہتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انہیں باز نہ کرنا چاہئے۔ اہل عزوجل
فرماتا ہے، وَلَا تَكُنْ لِلْخَافَتَيْنِ خَصِيصًا خِيَانَتُكَرْنِ وَالْوَنُكَادُكِلُتَرَيْنِ۔ واقعہ تعالیٰ اعظم۔

مسئلہ ۳۳۷ از نقشبندی محمد بریلی مستولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارے میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

۶۴/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	باب الاذان	سۃ اہل الحق
۲۹۰/۱	مصلیٰ البانی مصر	باب الاذان	سۃ رد المحتار

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذان اول سن کر نہ آنا حرام ہے هو الصحيح المسعودی کما فی الدر المنثور وحقیرہ (صحیح اور عمدہ یہی ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت۔ اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ یسقط ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگار ضلع پابندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع جھنگا باڑی مرسدنشی عنایت اللہ صاحب

۹ شوال ۱۳۱۶ھ

ماقولکم سر حکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان باؤ اور بلند چاہئے یا اول باؤ اور بلند اور ثانی پست کر کے؟ جینا تو قرأ۔

الجواب

دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کسی جانی جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عام دوسری اذان کو کر خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت اور نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور ربیعہ المسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھی، پہل اذان امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راند فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین و غیرہ (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت ان کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتا کیدنگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نمار کے لیے جگانا موجب ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگانے کو استنجا، وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھے اور تکبیر اعلیٰ میں شامل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۵) اذان مسجد میں صبح کا ذب میں کنا چائے یا صبح صادق میں ،

الجواب

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

مسئلہ (۳۴۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین و جمعہ میں کیسا ہے ؟ بیٹو تو جبرو ۔

الجواب

عیدین میں انصوتہ جامعہ کہا جائے ، اور جمعہ میں تشریب حسب استسنان متاخرین جائز ہے در تحقیق یہ کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت و مصیبت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تشریب ہرگز نہ کی جائے کہ ان سے یہ عادت حسنہ چھڑ کر انتظار تشریب کا توڑ کر دینا ہو گا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت و راس کے فعل میں مصیبت ہے وہاں کی جائے ہذا ہوا تحقیق ، بہ یحصل التوفیق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہو جاتی ہے ۔ ت ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۷) سوائے اذان کے آواز دینا کہ جملہ حاجت تیار ہے یا کسی غازی بخوفتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کیا جائے یا بیو تو جبرو ۔

الجواب

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مرد شریر نہیں جس سے خوفہ ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر تعمیل ہو گا تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضری نہیں یا منتظر سے ترک انتظار میں خوفہ ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہئے جب تک وقت کراہت نہ آئے انتظار مسنون ، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے پہلے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو جائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفراسخ و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۴۸) از مدرسہ اشاعت العلوم دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں کہ زید دعویٰ کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہوں اور صفت سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جائگاہ پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کی جائے اور عمرو دعویٰ کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور عمرو ذی علی فلاح

تک پہنچ جائے، اُس وقت امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت قدامت الصلۃ کے تب امام تکبیر کے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورت مسئلہ یہ ہے، اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے یا سجدہ سہویں اب جہر اُس کا ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

مرد حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر سوری ہے وہ اُس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ ٹیٹھ جائے یہاں تک کہ کبتر حق علی الفلاح تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

يقوم لاحد والقوم عند حق على الصلاة و
يشروع عند قدامت الصلاة
تجسس و ہدیہ میں ہے ۱

يقوم لاحد والقوم اذا قال لصوت حق
على الصلاة عند علي لنا لثلاثة هو الصحيح
ہمارے تینوں اکثر کے نزدیک جب اقامت کہنے والا
حق علی الفلاح کہے تو اُس وقت امام اور تمام
نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (دست)

جائے المفترات وعالمگیر و رد المحتار میں ہے ۱
و دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار ثلثاً
وكنى يقعد ثم يقوم اذا لمع الندود قول
حق على الصلاة
اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول، صاحب وقایہ اور ان کے تفسیر
حق علی الصلۃ کے موقف پر کھڑا ہونے کا قول
کرتے ہیں اور صاحب محیط، مفترقات اور ان کی
جماعت حق علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونے کا قول
اقول ولا تعارض عند
ہیں قول الوقایہ و اتباعہ یقوہوں عند
حق علی الصلۃ والمحیط والمصمرات
ومن معهما عند حق علی الصلۃ قاتل ادا

۱۲۰ من محضر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کا خانہ تجارت کراچی

۵۴/۱ شہ قادی ہدیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ مطبوعہ روائی کتب خانہ پشاور

هَذَا الْاَوَّلِ عَلَى الْاِسْتِهَاءِ وَالْاُخْرَى عَلَى الْاِبْتِدَاءِ
اتَّعَدَ الْقَوْلَانِ اَيَّ يَقُومُونَ حِينَ يَتِمُّ الْمُؤَذِّنُ
حَقَّ عَلَى الصَّلَاةِ وَيَأْتِي عَلَى الْفَلَاحِ وَهَذَا مَا
يُعْطِيهِ قَوْلُ الْمُضْمَرَاتِ يَقُومُ اَدَابِلَةُ الْمُؤَذِّنِ
حَقَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَلَعَلَّ هَذَا اَوَّلِي مَعَانِيهِ
مَجْمَعُ الْاَنْهَارِ مِنْ قَوْلِهِ وَفِي الْوَقَايَةِ وَيَقُومُ
الْاَمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَقِّ عَلَى الصَّلَاةِ اَيَّ
قَبِيلِهِ لَه

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تو رخصت نہیں
اس لیے کہ جب ہم پہلے قول کو اُنتہا اور دوسرے کو ابتدا
پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہو جائیگا
یعنی جب مؤذن حق علی الصلواة پُر کر کے حق علی
الفلاح کے تو کھڑے ہو اور اس کی تائید مضمرات کے
ان الفاظ سے ہوتی ہے اس وقت کھڑے ہو جب
مؤذن حق علی الصلواة پُر پہنچے اور یہ اس سے مترتب ہے
جو مجمع الانہر میں اس کا قول ہے ، وقایہ میں ہے کہ

امام اور نمازی حق علی الصلواة کے وقت یعنی اس سے پہلے کھڑے ہوں اور ۔ (ت)

یہ اُسی صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو ، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے
آواز نہ دیکھے تکبیر نہ کرے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقوموا حتى
ترونی دیکھو نہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سے ، تم نہ کھڑے ہو اگر وہ یہاں تک کہ مجھے دیکھ لیتا
پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں ، پہلی کہ اگر وہ داخل مسجد ہو تو جس صف سے
گزرنا پڑے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر
خود امام ہی تکبیر کے وقت تک پوری تکبیر سے فارغ ہوئے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد
باہر کی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں ، جہیز میں بعد عبارت مذکور مسجدا
اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے
مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ
صف کھڑی ہو جائے ، شمس الارض والرائی ، سرخس
شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں ، اور
اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے
دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں ، اگر مؤذن
اور امام ایک ہی جگہ ہیں اگر اس نے مسجد کے اندر

فَاَمَّا اَنَّ الْاِمَامَ خَاصًّا بِالسَّجْدِ فَانْتَ
دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ قِبَلِ الصُّفُوفِ فَكَلِمَا
جَاوَزَ صِفَا قَامَ ذَلِكَ الصُّفُوفِ الْيَسْرَى
شَمْسُ الْاَثْنَةِ الْحُلُوَانِ وَالسَّرْحَسِي وَشَيْخُ
الاسلام خواہر زادہ وان کانت الائمة
دخل المسجد من قدامهم يقومون كما
ما اذا الامام وان كان المؤذن والامام واحدا

فان اقام في المسجد لا يقوم لا يقومون
 ما لم يرفع عن الاقامة وان اقام خارج
 المسجد نشأ يخطا اتفقوا على انهم لا يقومون
 ما لم يدخل الامام المسجد ويكبر الامام
 قبيل قوله قد قامت الصلاة قال الشيعة
 الامام شمس الانسة الحلواني وهو الصحيح
 هكذا في المحيط.

ہی تکبیر کی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک
 وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے
 خارج از مسجد تکبیر کی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر
 متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب
 تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام قد قامت
 الصلاة سے تھوڑا پہلے تکبیر کر دے کہ امام شمس الانسہ
 حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محدث میں بھی یہی ہے۔ (ت)
 جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے سلام سے پہلے جو شریک ہو یا اس نے

جمعہ پایا دو ہی رکعت پڑھے، درمختار میں ہے،

من ادرك في تشهد او سجود سهو على القول
 به فيها يتبها جنة خلا قال محمد
 قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا

واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۳۵) مسئلہ ایک طالع علم اذان میں حق علی الصلاة ایک بار دہنی طاعت مہر کہہ کتے ہیں اور پھر بائیں
 طرف منہ پھیر کر ایک بار حق علی الصلاة کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حق علی الصلاة
 اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حق علی الصلاة کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ
 ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان
 دیا کریں یا نہیں؟ بینوا اور جروا۔

الجواب

یہ محض علم و خلاف سنت ہے۔ علمگیریہ و محیط سرخی میں ہے ایو تب بین کلمات الاذان و
 الاقامة کما مشرحت (کلمات اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر شرعاً نکتہ ہیں۔ ت)
 مسند احمد و سنن ابی داؤد و غیر ہا میں عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

۵۷/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ	۵۷/۱
۱۱۳/۱	مکتبہ ثنائی دہلی	کتاب الصلوة باب الجمعة	۱۱۳/۱
۵۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ	۵۶/۱

الثانی اوجہ و مردہ المرسلین یا نہ خلافت الصحیحہ المنقول عن السلف اھ یا ختمہا س
مشارع مردے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھرے (جیسے کہ تثنائی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ
سے ورنہ اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے ثنائی ہے اھ اختصار۔ ت۔ و نہ

تھانے و علم نہ
۱۳۲۲ھ

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی دالے کو درست ہے یا نہیں !

الجواب

بعد اذان کے سلطان اسلام و قاصی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے
موجباً حاضر ہو چکی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے یا مسجد کو
جاتے راہ میں جو ہیں انھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھنا اگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی
والے متکبر کہ کہ متکبر شرعاً مستحق ترین ہے نہ لائق رعایت جبکہ ملنے فتنہ نہ ہو۔ وائے تھانے و علم
۱۳۲۲ھ منشی عبد القادر صاحب عیسوی

یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پختہ دینے والے و نہ نماز میں مشہور و معروف و غیر سب جا صلاۃ صلاۃ
پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں
خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بحث یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت۔ باؤ انزلندہ و بار پکارنا مستحب ہے
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

یرتحب ان ینادی لہا الصلوۃ جامعۃ یرآہ از دینا کہ جماعت تیار ہے بالاعتقاف
بالاعتقاف ہے مستحب ہے۔ ت۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

۲۸۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الاذان	لے رد اجماع
۲۱۰/۱	فدیر رضویہ سکھر	"	لے فتح تقدیر
۳۰۰/۳	مطبوعہ مکتبہ ادریسیتان	افضل الثالث من باب صلوۃ العیدین	لے مرقاۃ لمعات شرح مشکوٰۃ

و رخصت میں سب نمازوں کی نسبت کھانا

يثوب بين الاذان والاقامة في لكل لكل
بما قد سرفوه رد المحتار میں ہے ،

قوله في الكل اي كل الصلوات نظير الصلوات
في الامور الدينية قال في العناية احدث
المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على
حسب ما تقام فوه في جميع الصلوات سوى
الضرب مع ابقاء الاول يعنى الاصل وهو
تثويب الفجر وما سواه المسلمون حنا فهو
عند الله حسن . اهـ

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے اذان
اقامت کے درمیان تثویب کنی چاہئے۔ (ت)
فی السکال سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کے
کیونکہ دینی امور میں تسبیح غائب آپکل ہے۔ عنائیں
ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے
بوسے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان اقامت
کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو بری کیا ہے
اور جسے مسلمان بہتر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی
بہتر ہوتا ہے (ت)

نہ ہزار میں عربین میں دستور ہے کہ مؤذن باذان بلند کہتے ہیں ، الصلاة على الميت يرحمك
نقلہ (میت پر نماز جنازہ ادا کر دے اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ
من احسن قولاً حسن دہ ، ان اس سے سب کی بات بہتر ہے (اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
من دعا الى الهدى هله اجره واجرم من
تبعه

اور درہم بدعت کا رد ہزار بار ہو چکا۔ ہر نو پسند بات ناجائز نہیں ورنہ خود در سے بنانا ، کتہ ہیں
تصنیف کرنا ، صرف و نحو وغیرہا علوم کہ نفاذ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھنا سب حرام ہو جائے
اور اسے کوئی عاقل نہیں یہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار باجید باتیں رستہ ہیں کہ رسالت میں اس
ہیت کذائی سے مروجہ نہ تھیں بعد کہ حادث ہوئی مگر اپنے لیے جو چاہیں مگر کہتے ہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ

۹۳۶/۱

مطبوعہ مجتبیٰ دہلی

باب الاذان

سہ اندر مختار

۲۸۶/۱

مصحف مصطفیٰ البانی مد

۱۰

سہ رد المحتار

سہ القرآن ۳۳/۴

۳۴۱/۷

مطبوعہ قادیانی کتب خانہ کراچی

باب من سن سنة الخ

نوٹ : مسلم شریف کے الفاظ کیوں ہیں من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجر من تبعه لا ينقص
ذلك من اجورهم شيئا الخ۔ تذاہر احمد سعیدی

اعلم و علمہ جل مجدہ اتعوا حکم۔

مسئلہ ۳۴۸ از من خرد علما کی پر نکال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باذان بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف پھر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں عرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز کو زقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز سے اور عوام کو درود شریف جز اقامت نہ معلوم ہو، باذان بلند پڑھنا اور اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۹ از یک پیر محمد کوٹھی خان بسا در کرہ شیخ علامہ الدین صاحب مسئلہ سید حسن صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

باعث استغفر یہ ہے کہ اگر کسی اذان کو گوی کو سحری کے وقت کے اختتام سے آٹھ بجے کے واسطے میں صادق نکلے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جائے کہ تو اس میں کوئی عرج تو نہیں ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے، تبیین اہل حق میں ہے۔

لا یؤذن قبل الوقت دیعادہ و انکار السلط
قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے
علیٰ من یؤذن یبیل علیٰ انہ لم یجسز
تو وقت کے اندر پھر نوائی جائے اور اسلاف کا رت کہ
قبل الوقت لہ
اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ
قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

بحر اس آیت میں ہے لا یجوز قبلہ (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت) ختم سحری کے لیے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحر سنت اور اس میں ہر بکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لیے ہے

لہ تبیین اہل حق باب الاذان مطبوعہ المطبعۃ النوری الامیریہ مصر ۹۳/۱
لہ البحر الرائق ایچ ایم سعید کینی کراچی ۲۶۲/۱

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل و ضلالت ہے انھیں میں سے میرے لئے
 کی دوامی جنتری بھی سراپا غلط و لطالت ہے یہیں ہمیشہ رات کا فلاں صبح چھوڑنا بعض نادانی و جهالت ہے ان محل
 الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض قوشے دیگر مفسد سے معلوم ہوگی بحوذ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۵ از ملک گجرات پیر و پچ محلہ گونہ سوارہ آدم مسجد مدرسہ محمد الدین مجددی، ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کے
 بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے نوؤن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتے ہیں اور بغیر صلاۃ
 سنت قبل جمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی روگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار
 کرتے ہیں تا کہ نوؤن یہ صلاۃ سنت کی پکار سے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں احاطہ یہ ہیں: والصلاۃ سنت قبل لجمعة
 الصلاۃ مرحمکم اللہ (جمعہ سے پہلے سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کنہ فرض
 ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس جگہ نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت
 قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرکب گناہ
 کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام علم کا
 مقتدر رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کہ سنی ہو۔ نہ جہاد ہے کیا وہ بے ایمان ہو جاتا ہے، کیا توثیب جس کو
 فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ مسئلہ
 کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر احقر عظیم پانی صریح دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

توثیب جمے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اسلام
 اور اس کے لیے کوئی صیغہ صحیح نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگر چہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ لجمعة
 قبل لجمعة الصلاۃ مرحمکم اللہ تعالیٰ (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔) ت۔ تو
 اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ درغما میں ہے:

یشوب بین الاداء والاقامة في الكل للكل بما
 اذان واقامة کے درمیان معروف طریقہ ترتیب
 کہی گئے۔ (ت۔)

رواۃ میں ہے :

باب تعارفہ کتب جنم او قامت قامت او الصلوۃ
الصلوۃ نولواحد ثوا اعلاما محال لذلک جواز
نہر عن المجتہدین
بمعنا دفعہ سے مراد مثلاً کھانا سنا ، نماز گھڑی ہو گئی ،
کا گھڑی ہو گئی ، نماز ، نماز ، اور اگر اس کے علاوہ
کوئی الفاظ اظہار کے لیے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز
ہیں۔ نہرنے مجتہد سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی میں عنایہ سے ہے :

احداث الت خرون التثویب بین الادامت و
الاقامة ، علی حسب ما تعارفہ فی جسم
الصوات سوی العرب ، مع ابقاء الاول ،
یعنی الاصل ، وهو تثویب العجز ، و ما
سواء المسلمون حسناً ، فهو عند الله
حسن
کر متاخرین نے اصل یعنی تثویب عجز کو باقی رکھتے ہوئے
معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و
اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو
جاری کیا ہے ، اور جسے مسلمان بہتر جانیں
وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا
ہے۔ (ت)

مگر اس پر اور باتیں ہر سال کہیں بے اصل و باطل ہیں ، (مثلاً)

- (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا۔
- (۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہ کر یا سنت قبل الحمد کو اذان مؤذن کا قتل کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ
پکار کر عازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔
- (۳) بغیر اس کے یہ گھنٹا کہ سنتیں نہ ہوں گی۔
- (۴) نہ پکارنے کو گناہ جانتا۔
- (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور گھنٹا۔
- (۶) نہ پکارنے والے کو تعزیر رسیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔
- (۷) معاذ اللہ اسے دیانی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضل ہیں ان کے معتقدین پر توبہ
فرض قطعی ہے اور ای ساقوں رسوم و خیالات باطلہ کا ہم و اعدام لازم ہے۔

القہستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلالی اور قمر تاشی میں ہے۔
اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (دست)

مسئلہ اولاً از شہر ہٹرو پال بازار پنار وار مرسلہ عباس میاں صاحب مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب حدیثی۔

ثانیاً راجہ آزاد محمد خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ ولیہ الدین صاحب مولوی مرسلہ جناب شاہ سید محمد صاحب ابن سید غلام و جیر الدین صاحب مولوی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

مرشد جناب مولین حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب بعد سلام علیک کے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فقہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلوٰۃ جمعہ کیے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی کسی کو کہتے ہیں اور مکرر جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایت الاولیاء کے اور مائتہ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گسٹنگ ہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتویٰ جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مرہ میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے مسائے عقائد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا گناہ نہیں فقط اتنا ہے کہ روزِ جمعہ کو نہ جو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لیے دل ایک رسالہ نور الشہد چھپ گیا ہے جس میں یہ ہے کہ نہ اجماع ہلکا نہیں ہے اور جناب مولوی نذیر احمد رضا خان صاحب احمد آبادی نے ایک فتویٰ اس نذر کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو آپ یہ شخص منع کرتا اور ہمیں کسا گناہ بنانا ہے اور جو نے سوال لکھا اور جواب منکراتا ہے غلام گنہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور غفرل غوث الوری کے میرے گناہ بخشے آئیں! عباس میاں و مد علی میاں۔

خط ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بحسب البرکات حاجی شریح مصین مولانا و اولنا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علی الوجہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض مرحبت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندۂ نے مستشار اعلیٰ لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے بندہ تہ پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و سنگھ میں جا کر کچھ پڑھائی الحال بہرہ رچا میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع ہٹرو پال کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلہ عام نفس تشویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تشویب کا ثبوت کسی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعت مذکور ہے آپ نے تشویب کو اسی مستشار اعلیٰ میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

توثیب کو بکراۓ کہ جب حقیقہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفسِ توثیب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اسکے راجح جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، ریستہ را علیہ اس نے چھو کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کہہ رہے ہیں ان کے دونوں میں جگہ تھی آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرماتے، آمین۔ وقیمہ نیاز سید احمد علوی الرجبی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الھم للک الحمد صل علی المصطفیٰ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خدامی دارالافتا جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیاء و دینیت کس درجہ تک ہنسی سے اور ایسوں سے مخاصم کیا موقوف رہا ہے اُس کے بعد اصل سول توثیب کا جواب جو بعون الہی الجواب العفرت مولانا مودودی احمد ضاحاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا بحمدہ مبارکہ فتاویٰ اسے رضیہ سے نقل کریں وہاں الترفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندی پر یہ امر بیان دامجی ہوا کہ دارالافتا کا فتویٰ توثیب جمعہ جو جناب کے مسئلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتا میں نمبر ۱۳۲۹ کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العفرت کی جلد دوم ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۲۹ء کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العفرت کی جلد دوم کتاب المسئلہ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریریں کیں جو کسی جیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ جنگِ نو مسلم دیوبند و لنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب حاتمہ کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیورہ ہے لہذا اہل باطل مسلمانوں کے لیے اُن کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان اُن صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور اُن کے خدو سے محفوظ رہیں، کسی مسئلہ میں ان کے شر و غل پر کبھی کان نہ رکھیں کوئی عقلمند ایسی غصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے کیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کچھ باطل واسلے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آگئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے چھایا انھیں کسی انسان کا قابلِ خطاب جانے گا۔ جو ایمان سے کچھ بھی علاوہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

اور بہت دھرم بے حد کا کہیں علاج نہیں، ہم اپنے فتوائے توثیب میں ان کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں۔

ای خانه تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت نقل بلکہ جو اصطلاح مقرر کریں اگرچہ انھیں غفلوں سے کہ الصلاة الستة قبل الجمعة الصلاة رحمہم اللہ کو اس وجہ پر یہ کہ زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انھیں کب گوارا ہوتا ہے نہ ا سے ایک دم ہضم فرمایا۔

دوسری خیانت عبارتِ ردِ التزامِ اوقات تک نقل کر کے الخیر بنا دیا حالانکہ فتوے مبارک میں وہ نہیں تھی۔

اوقات قدست اور الصلاة الصلوة وواحدش
اعلام مخالفه لك جاز فہر عن الشیخ

نماز کھڑی ہوگی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز ۔
اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لیے بتائی جائے
تو پُر ہے یہ مزید بہتر سے نقل ہے۔ دت،

یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدداتِ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اسی وجہ پر الصلاة الستة قبل
الجمعة کہا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کرتے ہیں۔

تفسیری خیانت اس کے بعد قرآن مبارک میں یہ عبارت تھی، اُسی میں حناہ سے ہے،
 حَدَّثَنَا عَنْ خُرُونَ التَّشْوِيبِ فِي الْأَذَانِ وَ
 الْأَقَامَةِ عَنْ حَسْبِ مَا تَقَارَفُوهُ فِي جَمِيعِ
 الْأَصْدِقَاتِ سَوَى الْمُعَرَّبِ مِنْهُ أَيْقَاءُ الْأَوَّلِ
 يَعْنِي الْأَهْلَ وَهُوَ تَشْوِيبُ الْفَخْرِ وَهَذَا
 الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ
 یہ بھی اسی جرم پر ڈالی گئی کہ اس میں بھی اس کی دلیل کو حل حسب ما تقارفوه موجود تھا

چوتھی خیانت فتوئے مبارک میں تھایہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنائے گئے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلے دو باتوں کو بھی بزور خیانت عقد میں داخل کر کے مسلمانانِ بڑوچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں انحضرت کی مہر پر چھانی ^{محمدی حسنی قادری} ^{محمدی حسنی قادری} یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنائی یہ مہر ۱۳۲۱ھ میں تم برکعتی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ کا منظر کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے ،

یا مصلحی یا مصلحۃ الرحمن

یا مصلحی یا مصلحۃ الجیلانی

غالب انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کی تعجب نام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے ، ایک صاحب مذہب دیوبندی سکنا رام پوری سنہ ۱۲۸۱ھ کے بعض مسائل لکھوائے نقل کیے گئے فتاویٰ کے بارے میں کہ کتاب المظہر تھا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمدی سے عبد القادر خان رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے ، سوال پہلے یہ تھا یہ کس سے کہنے کی تہ دو جہے کی ہو چاہئے یا سوم کی ، اس کا جواب انحضرت نے ارشاد فرمایا تھا شریعت میں جواب پہلی تہ ہے دوسرے دن یا تیسرے دن باقی یہ تعینیں عربی میں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جانتا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ان بزرگ نے بین السطور میں مونہ قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کہ بعد لفظ و بدعت اور بڑھایا وہ اب تک فتاویٰ مبارک میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاویٰ مبارک کی جلد ہشتم کتاب المظہر ص ۳۱ کا حلف ہو لطف یہ کہ یہ بچہ بھی کرنے کو ہنر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کہ بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جلد اردو پر جملہ عاری کا عطف ہو گیا جو ہرگز انحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں ، فقرا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واو سے ہوتا ، قرہ یہ کہ مجتہد فتاویٰ گلگاہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجد والہ کی طرف سے کہ یہ فتویٰ مع زیادت منفردی چھاپ دیا اور اس میں منہ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سہجی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوئے مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں ، حالانکہ فتوئے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دو جہے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ غاص اس تعین کو ضروری جانتا جہالت ہے اور کہاں یہ

کہ مکر سے تعین ہی جمالت و بدعت ہے اُن رام پورک دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوہ تو جائز ہی رہا لہذا انوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا لفظ جوڑا ملا دیا، غرض یہ

جہاں ہو عیار ہو جو آج جو تم ہو
بند ہے ہو مگر خوف خدا کا نہیں کھتے

اکھویں خیانت یونہی مجدد گنگوہی صاحب جلد دوم صفحہ ۹۰ پر مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خوردارمی منہ گستاش سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر مبنی والا ہوا ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر قیام بھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ صحت بکرا اور ترغیب شدہ فاسق اور مستحق تار و غضب رحمٰن ہے اُسے منبر پر بھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد وضو ہونا مستحب اور بے ضرر بھی جائز اگر نسبت مستحق کی نہ ہو اور تحقیق کی نسبت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شریعہ کے ساتھ استہد کفر ہے یونہی دارمی رکھنے کی تو یہی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوے مبارک میں ایسے فاسق عالم بے نمازی شراب خوردار توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر یہ داروں نے عوام کی آنکھوں پر دھیر ڈالنے کے لیے کہ کسبہ مبارک دیا فتویٰ و باب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از جگہ مذکور علی مولوی احمد رضا خاں صاحب، یہ ہے جیسا باش و آنچہ خواہی کہ آج جیسا ہو جا پھر چہ سے کرتا رہ۔ ت، تاتند و تالیہ مراجعہ۔

نویں خیانت جیاداردوں کو اور تیز و تند چرخی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں نے برہمی قبیح مولوی محمد رضا خاں صاحب کو خوف کر کے کامیاب سے کہ وہ مجالس مروجہ منورہ جتہ و ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا نے عوام کیا بلکہ کفر و مستحق تار و غضب رحمٰن شانہ سمجھتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر قیام بھانے کی نسبت تھا عظیم یہ کہ مستحق تار و غضب رحمٰن کہ اُس تارک الصلاۃ شراب خوردار توہین کنندہ شراب کو کہہ تھا ہے جیادوں نے اسے بھی مجالس مبارک پر ڈھال دیا۔ مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت سمجھتے ہیں مگر آدمیان گم شدہ ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق تار و غضب جیاد بھرانے پر بھی دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بحال بے ایمانی اپنی اس بکری فکر کی نسبت اعظم حضرت مجدد دینی و ملت سے کر دی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر سمجھتے ہیں، یہاں ہے جب لعلہ اللہ علی الکادین سے صدر لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کے لیے

بھی ماقی نہ چھوڑیں مسلمانو! اللہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر
 چھینے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! اللہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا،
 دلائل و اقوال الایمانہ خود اعلیٰ حضرت کے یہاں ان کے پڑاوا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب
 بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق کھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 کے وقت سے بھٹکتے آئے آج تک کہ تنویر کمال سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد کمال اہتمام
 و اطلاق عام کے ساتھ ہوتا ہے بجز تھوڑے بڑے مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس حضور پر نور سیدہ یوم النور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے میں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص
 اعلیٰ حضرت کے دولت خانہ فیض کاشانہ کے لیے اُسی زمانے سے مخصوص ہے انصاف کے یہاں اور بھی مجالس میلاد
 مبارک ہو کر تھیں مگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکر ولادت اقدس رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود حضرت ماقی مجلس
 صاحب خانہ کا حق ہے جو عربہ تعالیٰ تنویر کمال سے آج تک نانہ نہ بڑا سو آریع الاول شریف ۱۲۶۴ھ کے کہ
 اس کی بارہویں مبارک کہ اعلیٰ حضرت بکھارتے تھے سرکار اعظم دین علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میلاد مبارکہ سلم میں شرف
 آست نہ ہوئی سے مشرف تھے اُس سال اعلیٰ حضرت کے برابر لوسط مولوی حاجی محمد حسینی رضا خاں صاحب حسن
 قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہاں تک پہنچتے تھے کہ وہاں اقدس رسول کے فتویٰ مستقل تصانیف
 اس مجلس مبارک کے استیجاب و استحقاق میں موجود ہیں معتقدین اعلیٰ حضرت اس تمام آفتاب عالمیاب سے معاذ اللہ
 انہیں بند کر کے کون کی شہادت پر دیوبندیوں کی مانیں گے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک عوام بلکہ
 کفر ہے لہذا ہزار گھنٹہ مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھیں پھر دعوائے دین و دینیت باقی ہے بھی نہیں
 یہ مزہا یہ دعوے خیر اتنی چلی گئی کہ معتقدین اعلیٰ حضرت کے لیے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیا و صلوا
 کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوف خدا نہ شرم رسول دن و رات سے مسلمانوں کی آنکھوں میں حاک جھونکتے پھرتے ہیں
 کہ ان کو دعوے دیں ان کے عقائد کفر و منہاجی ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبہ لگائیں مگر بعد اللہ ان کی خاک لٹ کر
 انہیں کے منہ اور ان کے پیشوا حضرت تگلو بی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بقدر رسید۔

گیارہویں خیانت خیریتہ ملک عشرۃ کاتلہ جیسی تھیں۔ اب ان کی وہ لہجے جس کے آگے یہ آئے
 ان جیسی سوچیا تھیں اور ہوں تو کای ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیفہ الحق کے کہ تک کہ اعلیٰ حضرت عہد
 ائمہ امخاض و ام ظلم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد و جبراجہ و پیر مرشد و حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رحمۃ
 تعالیٰ علیہ کے نام سے گناہیں تراشیں ہیں ان کے مصلح گھڑیے صفحہ دل سے بنا لیے جہاں میں خود سب ختم کھڑے ان
 کے حرف بے حد کی نسبت کر کے چپ دیں اور سر بازار اپنی حیا کی اور حنی اتار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم قلوں قلوں کتابوں مطبوعات قلوں قلوں مطالب کے قلوں قلوں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ ان کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جزا تہو تو اتنی تو جو اس کا حال العذاب الیس و ابجائث اخیرہ و رباح القمار وغیرہ میں بار بار چھاپ دیا، اب پھر کس جیسے اسی رسالہ خبیث کے صفحتیں پر ایک کتاب بنام تحفۃ المتقلدین المصغرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی حالانکہ حضرت مددوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۲۳: نجیب آباد ضلع جنور محلہ عسید علی مرسد کیریم بخش صاحب ٹھیکیدار، اجمادی الاول ۱۳۳۱ھ ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے، اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاذ رک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب

اگر مسجد مسجد ہے جہاں کے لیے امام جماعت متعین ہے اور جماعت اٹھنے پر چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کی اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاذ رک جائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز رک کے اذان پوری کرے نہ سنت نہ تہات بہ در اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اٹھنے ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رک چلتے یا پوری کرے اور اتمام اٹھنے ہے۔

وذلك لان في الاذان اعادة اذان الجماعة
ثانية في مسجد واحدة وهو لا يجوز وقت
ثانية اعادة اذان الجماعة اخري في
مسجد شارع وهو مسمون فلا يترك اذان
الثالثة لانها لا تطلب في غير اتمام ذكر
شرع فيه افضل لاسيما وقد استحسنوا
التشويب -
والله اعلم و تعالى اعلم -

اور یہ اس لیے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں
دوسری جماعت کے لیے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے
جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی
مسجد میں دوسری جماعت کے لیے اذان کا اعادة ہے
اور یہ سنو ہی ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے نہ
نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی
تو ایسے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہائے
تشویب کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (دست)

مسئلہ از مقام کبر کلان ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہائی ضلع بٹہ شہر مسند عطاء اللہ شکیہ اور
۲۹ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ

اقامت صفت کے دینی جانب بھی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فیصلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط
الجواب

اقامت امام کی محاذات میں بھی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دینی طرف بعض الیمین صعب
الشمال (کیونکہ دائیں جاگے بائیں پر فیصلت ہے) دہ بائیں طرف للحصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود
ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) جمعہ کی اذان ثانی بونہر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر
ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر رہنے کو صیغہ فرما یا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربار میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اذان مسجد
کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم رواج
پر؟ اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہی مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم
ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟

(۵) نجات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام اللہ کے مطابق ہو
یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟

(۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف؟ اگر خلاف ہوتی ہے
تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات و بارۃ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تخواہ و ائمہ و فاضلین کے فعل اگر حسب
خلافت شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سوشیڈوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں؟ اگر
ہے تو سنت زندہ کی جانے لگی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رائج
پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا

کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض جو سکے گا تو مسفت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟
(۹) جن مسجدوں کے تیار ہیں وہی ہے اُس کی تفصیل پھر کرے ہو کہ منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم
ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر کوئی باہر اذان دے تو خطیب کا سامن
درہ گاہ ہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دوسرے مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، چنانچہ اتوجہ روا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔
سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے،

عن اسائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
كان يؤذن من يدى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم
الجمعة على باب المسجد واني بكر وعمر
سائب بن يزيد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
فرمایا حسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے
دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے
دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلفائے راشدین سے مسجد کے اندر اذان دلائی ہو، اگر اس کی اجازت
ہوتی تو بایں جاز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی (اذان) مسجد کے باہر ہی پڑھا دی ہے۔ اور
میں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بھی یہ دیکھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں
نہیں یہی ہے اور ساتھ ہی "على باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلفائے راشدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی پس اسی قدر "میں یہ دیکھتے" کے لیے درکار ہے۔
(۳) بیشک قدر حق کی مستند کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکرر دیکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی حنا
طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۷ لا يؤذن في المسجد (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاویٰ خلاصہ جلد ۱ صفحہ ۲۲ لا يؤذن

بلند مکبرہ پر کھتے ہیں طریق ہند کے قریب بھی خلاف ہوا اور وہ جو تین یدیدہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا چاہتے تھے اس سے بھی رد ہوئی تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کہ حادث ہو اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے بجائے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزارش اور اسی طرح خلاصہ فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع و خود چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالاسنے طاق پسے یہی ثبوت دیکھئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صفت بلاشبہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من قطع صفا قطعہ اللہ (جو صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے) رواہ النسائی والی کم البند صحیح
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نیر علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پڑونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھر سے گانہ یہ کہ مکبرہ کو چار جگہ سے جبکہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالکل اگروہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کما الصاوی ہے۔ آپ اس حال میں اس سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کریں کہ ان کا فعل کیا جہت ہو گا کہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں حسب ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باؤاز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باؤاز دہا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناظر ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار ۲۵۹ و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔

اما ما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضي
ونحوه، فمكروه اتفاقاً۔
یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبہ کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ
کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر
سلطنت کے خطیب داروں پر علا لاکیا اختیار۔ علما نے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درگاہ اس طرح تو
ان کی نمازوں کی بھی حیر نہیں، دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و در مختار ۲۵۹ و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ

علامہ سید اسعد حسینی مدنی قلیہ علامہ صاحب مجمع اہل نہر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بکیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت
بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۱۸۰ میں فرمایا ہے :

ما حرکات المکبرین و صنعهم ، قانا ابداً
یسی ای مکبروں کی جو حرکتیں ہو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ
کی طرف براہ راست کا اٹھا رکھتا ہوں۔

پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے
زیر حکم۔

(۱) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ
عندک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من حیاسنی ، فقد احبنی ، و من احبنی
حجت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں
کان معی فی الجنة ۔ اللہم ارحمنا۔

میرے ساتھ ہو گا۔ اے اللہ ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما

مسوۃ السجری فی الابانة والترمذی بلفظ من احب (۱) بکیری نے اپنا نام میں روایت

کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے ۔ ت

لال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من احب سنتی من سنتی قد احببت بعدی فان
جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد
له من الاجر مثل اجور من حمل بها من
چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے
غیر ان یقصر من جو رہم ثباً ۔ مسوۃ
ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ نہ ہو ۔ ا سے
الترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی ابن ماجہ نے
ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی ابن ماجہ نے
سرخنی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من تمسک بسنتی عن فساد امتی فله
جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

سلف فتاویٰ اسعدیہ کتاب الصلاة مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر ۸/۱

سلف جامع الترمذی باب اخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

سلف جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

سنن ابن ماجہ باب سن سنة الا مطبوعہ راج ایم سید کمپنی کراچی ص ۱۹

اجرومانۃ شہیدؑ، رواہ البیہقی فی الزہد۔ اسے شوشیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بہیقی نے زندہ نہیں روایت کیا۔

اور نکاح ہرچہ کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جیسی ہو گئی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

(۸) اچانک سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سوشوشیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے تو انہوں نے جو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے، امیر المؤمنین عربیہ عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی ششستیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدت بڑی ذکر الہا اقرار کیا کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۹) عرض کیا بانی مسجد نے قبل مسجدت بنایا اگر چہ وسط مسجد میں جو وہ اور اس کی تفصیل ان احکام میں خارج ہے لہذا موضعہ اعد للوضوء، کہ تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ مقرر چکا ہے۔ ت۔)

(۱۰) کڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت سنی سے ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھ و سلم ہے اسے گوشہ کھڑاب میں رکھ کر محراب سے جو جائے گی اور اگر محراب کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراشیں کہ باہر کی جانب جالی یا کراڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علما نے اہلسنت سے معروض، حضرات! اچانک سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے سے شاعر نے کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے،

تعاذوا علی الیوم والنوعیؑ۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت۔)

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان ہی فرمائیے اور اس وقت

لازم ہے کہ ان دسویں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی،

(۱۱) اشاعت مرجوح ہے یا بابت اور ان میں فرق کیا ہے؟

(۱۲) کیا محقق صریح کا مقابل ہو سکتا ہے؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط

بعید یا جس کا غشائے غلط؟

(۱۴) منقح کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) قرآن مجید کی تفسیر فرضی میں سبہ یا نہیں، اگر سبہ تو کیا سبب بندی علماء سے بجا لاتے ہیں یا نہیں

کہتے؟ بینوا تو جروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالقادر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

حضرت جناب مخدوم و محترم و مکرم و معظم ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ

بات کہ اس اذان کا کتب سے داخل مسجد بننا معمول و معروف ہوا، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا، علی الباب اذان

کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر نہ ہو تو نیکے اکثر لوگ اس کے طالب میں فقط۔

الجواب

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دہلی کس کا ہے یہاں سے تو

دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ مین یدیدہ (خطیب کے سامنے۔ ت۔) دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے،

دو قول کی روشنی میں کتب فقہ سے دسے دی گئیں مسجد مکرم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص می ذات

منبر طہر میں تھا کاف صلیحہ البیہری (جیسا کہ صلیح بخاری میں ہے۔ ت) لہذا وہ مسجد پر یہ اذان ہوتی

تھی کہ خصوصیت باب طوطی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو نسبت خصوص علی الباب کا کون تو کل

ہے اذان اول کی مسیت پر مراد عثمان علی الموداء (حضرت عثمان نے مقام زور راہ پر اذان کا اضافہ کیا۔ ت)

سے استثناء کر لے والے علماء اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازاریں ہوتا سنت ہے یا ان سے یہ

مطابق ہو سکتا ہے کہ فقہانے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ قاضی محمد مسمران صاحب از بریلی شہر کمنہ محلہ قاضی ٹولہ

۱۷ ربیع الاول شریعت ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبعی اسی مسئلہ میں بروز جمعہ زمانہ حضرت تاجا مدینہ

نعم المرسلین کے اراد میں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

ہوتی تھی اعداد و سری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی اذان علی باب المسجد ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوتی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب

زمانہ ائمہ کس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور ائمہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے حضور کے سامنے حواجر ائمہ کس میں مسجد کرم کے دروازے پر۔ زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریف کے متصل تھا جس میں سے حضور ائمہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرقت ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا جسے بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

وخل من جبل یومر لجمعۃ من باب کما وجاہ	ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل
المسجد ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور ساتھ باب صلی اللہ تعالیٰ
قائم یخطب فاستقصد رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ بشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص
تعالیٰ علیہ وسلم قائما فقال یا رسول اللہ	آپ کی طرف منبر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ
لحدیث	صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (ت)

اس دروازے پر اذان جب ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوتی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیقی کبر و عطر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شہابی حاضر میں قدر کے کسل واقع ہوا میرا مثنی عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بار بار میں ولوائی شروع کی، مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ کہا ہے اور موقوف سنت ہے، یہ زمانہ ائمہ کس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ چارے ذمہ اس کا بابت ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن جعد ملک مروانی بادشاہ خام کام ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت و خلافت سے راشدہ میں نہ تھی اور چارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

پہلے کسی نے بدل، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرم کے احکام پر عمل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں و بیا اللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۵ از پبلی سیت محمد غفار خاں مرستہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپپالی، تاریخ الاول ۱۳۲۲ھ
 اذان جو خارج مسجد کنا مسنون ثابت ہو ہے اب بہ نظر دفع فساد پھر پرستور قدیم اذان شہر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ در صورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بیٹو ابالحوابہ توجروایوم الحساب۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتناب منکر، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الہی کی جگہ ادنیٰ ہے تو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کتاب ہے ادنیٰ دربار عزت کا تواضع اس کی ذات پر ہے اور مسجد پرانی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواضعہ اُن پر ہے اس کے ذریعہ امتار کھا گیا ہے کہ اذ المنکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بڑا جائے، پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، قال اللہ تعالیٰ ولا تزدد شراً و سراً حرقی (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) و قال اللہ تعالیٰ

یا ایہا الدین امنو علیکم العسکرم لا یصرکم من
 فصل اذا احدثتم
 اسے مل ایمان انہ راسی حال لازم ہے تمیں کوئی
 گرہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم دایت یا لہ ہو۔ دستا
 و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

من مری منکر علی غیرہ بیدہ فان لم یستطع
 فبنتہ، فان لم یستطع فبقلبہ، و ذلک
 اضعفت الایمان۔
 تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے دکنے
 کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو
 زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل
 سے بڑا جائے اور یہ ایمان کا کردار قریب دہر ہے۔ دت،

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے
 مجبور نہیں کر سکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

سۃ القرآن ۱۶۴/۶

سۃ القرآن ۱۰۵/۵

سۃ سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ المسلمیۃ لاہور ۲۶۵/۲

اپنی کتب وغیرہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں نزاع ہو کرے گا اور فقہ و فساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہو گا
حکومت ہر مفید کا ہاتھ پکڑنے کو مجبور ہے اس کے ذریعہ سے بندوبست کر سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہو تو
اور مفیدوں کا خوف مدعو ہو تو تک پہنچتا تو حالت کر لے گی اس وقت اس پر برا فائدہ نہ ہوتا۔ قال تعالیٰ:

الامن انفسه و قلبه و عظمته بالایمان لا۔
جو وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا ان کی سرکشی و فتنہ پر بازی کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے کہ نص علیہ ف
المسدیۃ وغیرہا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہو گا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری
ہو کر استطاعت اصلاً نہ رہے، قال تعالیٰ:

فاستعوا الله ما استطعتم واسمعوا واطيعوا۔
تو اللہ تمہارے ذمہ جہاں تک ہو سکے اور اس کا
فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

یہ وصف قدرت بندوبست و استعانت بحکومت مجرد خوف یا کابلی یا خود داری یا رو رعایت یا نئی تہذیب یا
مصلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفیدین آج اس امر کے لیے
کھتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نہ پر فتنہ اٹھایا تو کیا ہی مدعی چھوڑ دے گا، میں نہیں ملک اس پر خیال کرے کہ مفیدین
نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا برباد کر دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (قر) اس وقت
اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد مکان چھوڑ بیٹھے گا جو جب کرے گا وہ اب کرے
اور اتباع احکام شرع کو مکان و جائداد سے ہلکانہ جانے، ذہن دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ و فساد کے اٹھانے کی
اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ:

والغلبة اشد من القتل (فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)

وقال تعالیٰ:

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها۔
زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)

سہ القرآن ۱۶/۱۶

سہ القرآن ۱۶/۱۶

سہ القرآن ۱۶/۱۶

سہ القرآن ۱۶/۱۶

وقال تعالى ،

لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عما
كانوا يعملون

اس امت کے لیے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے
لیے وہ ہے جو تم نے کیا ، تم سے ان کے اعمال کے
بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ۔ (ت)

سأل الله العفو والعافية ، وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم
والله تعالى اعلم۔

۲۵۹۶ **مسئلہ** از سہارن ضلع ایٹہ مدرسہ چودھری عبدالحکیم خان صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جو خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کسی جگہ تو اس میں کچھ عرصہ ہے یا باب مسجد پر ہی
ہونا ضروری ہے اسی دونوں میں کسی بات میں اولیت ہوگی یا مساوی حالت ، دوم یہ کہ محراب مسجد بھی اس بار سے میں
باب مسجد کے قاصر تمام ہو سکتی ہے یا نہیں ، دیو بندی سب کا مقود ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور
اسی لیے اس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ
کہ اگر باب مسجد والان و صحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمال و جنوب واقع ہو اور صحن مسجد مشرق جانب حد درجہ سے طابو ہو
اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد ہو تو ، باب مسجد کے نیچے اذان کی کون ہو درطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا
مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہاں یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جردی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے
نیچے اتر کر یہاں تو کج وسط باب پر کھڑے گئے ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو وہ السلام فقط ۔

الجواب

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ غلط تھا کہ ہے خارج مسجد ہے اس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے
علیٰ اباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد پر میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری
میں ہے ۔ ت) لہذا علیٰ اباب برقی تھی ورنہ خصوصیت باب طحطا نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذیہ غلطیہ و
اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوار قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں
نہ اس میں محاذیہ غلطیہ ہو اور نہ اسے درجہ جانب شرق پر جردی ہے یہ محراب نہیں ان کو بین اصابتیں کھتے
ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں یاں خلاف سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور
جملہ مقتدیوں کا درجہ بدل ہوا ہونا خلاف سنت ہے کما فی شروح العقایۃ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے ۔ ت) شرقی

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اس کی نسبت قوتے میں معروض ہے کہ اس میں طاق محراب نما محاذ پت منبر میں بنائیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے یا تھا اس کے جواب کی نقل مندر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موقن کھڑا ہو دروازہ سے باہر جھونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں تفصیل دروازہ کی زیریں خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر ربی محلہ مبارکی پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلو یا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری ۱۰ بجے کی خطبہ کے وقت خطبہ شام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کیا ہے وہ بدعت حسنی ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعت حسنی کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلاتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بدعت حسنی کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ سے یا نہیں اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور نہ سوئی تو کون سی سوئی بدعت حسنی ہے۔ بدعت سیئہ ہوگی اگر بدعت حسنی ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہوگی تو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور منع کرنے والوں کو ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ الی کو لہذا ہم فنا کس نے شروع کیا ہے میرا تو جروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں بشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں، بلکہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اسے بشام مسجد کی طرف منتقل کر لیا اور اس کے بھی یہ معنی ہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں پہلی اذان دلاتے تھے بشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، یہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ بشام نے اس میں کچھ تغیر کیا اسی حالت میں باقی رکھی جیسی نماز رست و نماز خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۴۳ میں فرماتے ہیں،

فدا کا لب عشق، احرب لا اذان قبلہ علی یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ہوئے اذان خطبہ

الزور حاشہ نقہ ہشام الى المسجد ، اي امر
بفعله فيه ، وحمل لآخر المدي بعد
جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى
انه البقاء بالمكان الذي يفعل فيه ، فلهذا
يحيون ، بخلاف ما كان بالسروراء فحولوا الى
المسجد على المنار انتهى

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر
دروائی پھر اس پہلے اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل
کر دیا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری
کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت بروقی ہے وہ خطیب
کے سواچ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی
اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی خلافت بازار
والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف مندر پر لے جاتا تھی

ہاں وہ جمہور مایک کہ اذان ثانی کہ امام کی محاذات میں ہونا بدعت سمجھتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر رہا ہونا
سنت بتاتے ہیں اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں پہلے اذان ثانی امام کے دوبارہ ہشام نے کہوائی
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام نہ ہوتی تھی
منارہ ہی پر تھی ، پھر اس سے کیا ہوا فرض ہشام بیمار سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے
اندہ منبر کے برابر کہوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ بتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی ، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا
بھی تو اس کا قول و فعل کیا محبت تھا ، اور ایک روایت ہے کہ ہشام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید
بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر لیا سولی دوائی اور اس پر یہ شہرہ ظلم کو نقش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا
برسوں سولی ہی پر رہی جب ہشام مر گیا تو نقش مبارک کو دفن ہوئی ان برسوں میں بنی مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب
تھا کہ بے ستری ہو ، اللہ عزوجل نے عکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جو مبارک پر ایسا جالافان دیا کہ بچائے تبسن
ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ کی سولی
سے پشت اللہ سے لگا کر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیہ وسلم ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف
ایسے فلم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ پر اس کی تحت دھرم کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی کیا صریح ظلم اللہ کرام کی
شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے ، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعویٰ بعض باطل و

بے اصل ہے۔

(۱) بدعت حسنہ سنت کو بدل نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربار الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علامتے کوام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ مسجد و دربار الہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا،

یصال عن المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی اقامہ والمعہود فی الشاہد منہ تحت الصلوۃ۔ یعنی قیام تعظیم میں بادشہ ہوں وغیرہم کے سامنے بادشاہت بابت باندہ کو کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر نفاذ باندہ ہیں گے۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں و درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین و دربار میں کھڑے ہو کر پوز دیا جاتا ہے کہ درباریوں میں ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کھریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کر کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کر کے باہر جا کر کیا اگر چہ اسی خاص کر کھری میں کھڑا ہو اور حاضریاں پکارے چوتھے تو بے ادب گستاخ ہوتا کہ نہ نکال دیا جائیگا، الحسوس جو بات ایک منصف یا جنت کی کھری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین حل جلاؤ کے دربار میں رد و رکھو۔

(۳) مسجد میں چلنے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہاء نے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو، درختا در میں ہے،

یحرمہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعتدال مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ و رفع صوت بدکر، الا لتشفیۃ۔ مسائل فقہیہ کیلئے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

ذکر اذان کر یہ تو حق ہے ذکر بھی نہیں کسافی البیانۃ شرح الہدایۃ للامام (العینی) جیسا کہ امام عینی نے بتایہ شرع ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ (ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لیے مساجد کی بنائے ہو — صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من صومر جلا ینشد صلاتہ فی المسجد ،
 فلیقل لا مردھا اللہ عنیک ، فان المساجد
 لہو تبین لہذا ۱۱
 جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے
 کہو اللہ تیری بھی چیز تجھے نہ ملائے ، مسجدیں اس لیے
 نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا ، درمختار میں ہے ، کوہ النشاد ضلالتہ (مسجد میں گم شدہ
 چیز کی تلاش مکروہ ہے۔ ت) ، تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ مدت کے لیے ڈھونڈتا اور مسجد میں
 پونچھتا ہے اسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ، اگر اذان دینے کے لیے مسجد کی بنا ہوتی تو
 ضرور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی قرآن کا حکم فرماتے ، مسجد جس کے لیے
 بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں بننا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول ، تو جہود ہی ہے کہ اذان عاقری دربار پکارنے
 کو ہے اور خود دربار عاقری پکارنے کو نہیں بتا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کو یہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب
 ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ورنہ احادیث میں ثمة البتہ ایماناً ، خود کیا کہ ہمیشہ کیا مگر
 کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں صفحہ ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر
 اذان دوائی موجود تھی ہو جوت۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا ہمارے اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق
 کراہت سے غالباً مرد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلافت پر دلیل
 دو کر اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی دربار معبود ہے۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نفی سے زیادہ مکرہ ہے جہازات کثیرہ
 اصل فتوے میں گزریں اور فقہ کا یہ صیغہ غالباً اُس کے ہمارے جوئے پر دلالت کرتا ہے ، امام ابن امیر الحاج علیہ میں
 فرماتے ہیں ،

طہر قول المصنف و لا یزید علیہا شیئاً ، یشیر
 قول مصنف لا یرید علیہ شیئاً ، کانی ہر اشارۃ و نفی
 کہ اسے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں۔ (ت)

۱۱ / ۲۱ / ۱ / ۱۳ / ۱
 کتب المساجد باب النبی عن نشد الضلالتہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 مطبوعہ مجتہباتی دہلی
 ۱۱ / ۲۱ / ۱ / ۱۳ / ۱
 کتب المساجد باب النبی عن نشد الضلالتہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 مطبوعہ مجتہباتی دہلی
 ۱۱ / ۲۱ / ۱ / ۱۳ / ۱
 کتب المساجد باب النبی عن نشد الضلالتہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 مطبوعہ مجتہباتی دہلی
 ۱۱ / ۲۱ / ۱ / ۱۳ / ۱
 کتب المساجد باب النبی عن نشد الضلالتہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 مطبوعہ مجتہباتی دہلی

مطلقاً (اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں - ت) قنید میں ہے :

الاصح ان الصلاة عن يمينه ، والفلاح عن شماله ، مت ، شمس ، قمر ، ضلع ، والاقامة كذلك احدى الجهد الائمة التوجمافي وشرف الائمة السكي والفاصل جبد الجبار والايضا اوحياء الائمة الحجبين .
 اصح یہ ہے کہ حق علی الصلوۃ کے وقت دائیں اور حق علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت ، شمس ، قمر ، ضلع ۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اور یعنی "مت" سے مجد الانکر ترجمانی ، "شمس" سے شرف الانکر المکی ، "قمر" سے قاضی جبار اور "ضلع" سے ایضاً یا خیار الانکر انجلی مراد ہیں ۔ (ت)

اُسی میں نقطہ سے ہے :

لايجوز مراسه في الاقامة عند الصلاة و الفلاح الا لا تاس ينظر في الاقامة .
 والتعالی اعلم .
 تکبیر کے اندر حق علی الصلوۃ اور حق الفلاح ہر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں ۔ (ت)

مسئلہ از دین خود بخود اری پر نگاہی مسئلہ مولوی خیر الدین صاحب ۵ اذیقہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استھداں محمد رسول اللہ جوادان و اقامت میں واقع ہے اُس میں اگر مٹوں کا پُچھنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے ایسا نہ کرے ترک کرے تو وہ شخص قابلِ طاعت ہے یا نہیں ۔

الجواب

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصف طاعت روا نہیں جانتا فاعلون پر طاعت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر ایسا نہ کرے ایسا نہ کرے ہرگز قابلِ طاعت نہیں فان المستحب هذا شامہ اگر مستحب کا درجہ و مقام یہی ہے ۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ از مولود آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مدرسہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طبع مدرسہ مذکور

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

حضور پرنور کے نام مبارک شن کر لائحہ چوم کر آنکھوں پر نگاہ کیا ہے ؟

الجواب

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی مخالفت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ برکتِ محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۷ از ادبِ ضلعِ لادوہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگڑے چڑھنا اس کا جو طریقہ ہو اور وہا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بخئیے۔

الجواب

جب مؤذن پہل بار اشہد ان محمد رسول اللہ کے یہ کہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہ قوۃ عینی پٹ یا رسول اللہ اور ہر بار انگڑوں کے ناخن انگڑوں سے لگائے آخر میں کہ اللہم متحنی بالنسم والبطور (اے اللہ! میری انگڑوں اور سمیع کو نفع عطا فرما۔ ت۔ مراد الصحتہ) میں جامع السموعی کی العباد (رد المحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں کنز العباد سے منقول ہے۔ ت۔ یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی اسی لڑے رکچہ عرب میں کہ بیاد فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۳۶۸ از حبیب اللہ ضلعِ بجنور تحصیل دہلی مدرسہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوۃ یوحکمہ اللہ الصلوۃ کنی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت؟ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے توثیب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

ردی الامام الشافعی عن الزہری قال کانت
امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے لیے مؤذن کو

یا صر النودن فی العیدین ، یقول الصلاة جامعة۔ حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے

الصلاة جامعة (جماعت نماز تیار ہے)۔ (ت)

لاحرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارتا مستحب فرمایا، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے،
یقول اصحابنا و غیر ہم انه یستحب ان یقال ہمارے علماء شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ الصلاۃ
الصلاة جامعة۔

مرقاۃ علی قاری میں ہے،

یستحب ان ینادی لها الصلاة جامعة۔ نماز کے لیے الصلاۃ جامعة کہنا مستحب ہے (ت)

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاۃ یوحکمہ اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) انہیں کے معنی
میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں۔

اقول : وہ جو مسلم میں حضرت عابر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید الفطر کے لیے نہ اذان
نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی
تھی ترس سن کوئی نیت نہیں یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا فتویٰ ہے اسی سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے
ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے
اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفی اذان ہے
حضرت جابر بن سمۃ وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا
حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منقطع ہو گیا ہے اور
خلافت شاذ قابل توجہ نہ ہوگا، تو اب حضرت جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں امام نووی کی تسبیح

اقول : و ما روی مسلم عن جابر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لا اذان للصلاة يوم
الفطر، ولا اقامة ولا نداء ولا شئ من ذلك
منہ ما رضی اللہ تعالیٰ عنہ انما روايتہ ما دکنج
اولاً قال لم یکن یؤد یوم الفطر ولا یوم الاضحی
ولیس فیہ الا نفی الاذان ، و زاد جابر بن سمرة
و غیرہ نفی لاقامة ، وقد انعقد علی نفیہما
الاجماع ، ولا نظر لخلات شاذ ، فلا حاجة
لی ما ذکره الامام النووی فی قول جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ، یتدل علی ان المراد لا اذان ، ولا
قائمة ولا نداء فی معاہما ولا شئ من ذلك

من الامم امام اشافعی من قال لا اذان للعیدین مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۵/۱

من شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم کتاب صلاۃ العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

من مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب صلاۃ العیدین مطبوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۰۰/۲

من صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

من شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم " " " " " ۲۹۰/۱

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی نہ ہوتی تھی اور شدۃ الامعان کے اس معنوی پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرقہ کی حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصیبت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیر اذان و اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی کہ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ”الصلاة جامعة“ کے الفاظ بھی نہیں ملے جاتے تھے اھ یہ کہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدم براہبست پر دلیل ہے یعنی

ومن العجب ما وقع في الاشعة تحت حديث جابر بن سمرقہ رضي الله تعالى عنه صلوات الله وسلامه على النبي وآله وصحبه وسلم ولا اقامة، نه في رواية، ولا الصلاة جامعة اه فلا اثر له في صحيح مسلم. ولو كان له يدل الا على عدم الموطأ، ولم يعارض ما ثبت في مرسل الزهري، ومرسل الثقة حجة عندنا. والله تعالى اعلم.

بجھل نہیں فرمائی کہ نہ ایہ مرسل زہری کے معارض ہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں محبت ہے۔ (ت۔)

مسئلہ ۳۶۹) رواۃ ہمارے مرسل قاضی قرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۲۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر مرد و شریف ہم پڑتے ہیں لیکن ہاتھوں کو فحش نہیں کیا یہ ایک نفس کشی ہے کہ جو بائیس ٹیٹ و مرد و عورتوں سے، اب اگر ارش ہے کہ ہاتھ پونہ کیسا ہے اور چوما جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا، اگر چہ منہ سے تو وہ شخص کہہ نہ پونے دل کو کھلتا نہ بد بھال کتاب اُس کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سن کر انگوٹھے پونہ مستحب ہے اچھا ہے ٹوہ ہے کما فی کتب العباد و جامع الرموز و معجم الصحاح و غیرہ (جیسا کہ کتب اللہ، جامع الرموز اور دیگر کتب وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر فرض واجب نہیں کہ ذکر کے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر مرد و عورتوں کو سخت باطل و مردود ہے ہاں جو برائے و باہیت اسے بُر جانی کرنے پونے تو وہ اپنی ضرورت مرد و عورتوں سے و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۰) اررہل مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۲۲۸ھ

(۱) لاقامة حق للمؤذن ولا يقيم بغير اذنه. (۲) تجزئ مؤذن كالحق ہے اس کی ہازت کے بغیر سمعت صاحب اب تدة مروية، وان قال الاما دوسرا نہ کہ، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

- بعید، قم، فهو بصاحبه تربعه، الكراهة،
 صحیح، امر لا۔
 (۲) و اسکتی فی یوم العید و الجمعة ان
 کبر بغير اذیت الا مامرا لا يجوز الاحذ
 بقوله ولا بطلت صلوة من سکر
 او سجد بتکبیر، صحیح ام لا۔
- ۱۷ یہ سننا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کہہ دے ”تکبیر“
 ۱۷ تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟
 (۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر تکبیر جائزت امام کے
 بغیر تکبیر کہہ دے اس کے قول پر عمل جائز نہیں
 اور اس کی تکبیر پر رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز
 باطل نہ ہوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) انکاف المؤذن حاضر لا یقیم غیرہ
 لا باذنه ولا ینفی للامام ان یا مر غیرہ
 بالاقامة الا وجه شرعی مثل ان تکون
 اقامته مستمرة علی لحن وذلك لانه یوحش
 المؤذن به۔
- (۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر
 کوئی دوسرا تکبیر نہ سکے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں
 کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے سکے، شرعی
 عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، جائزت مؤذن کے
 نوافقامت کتنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند
 کر رہا ہو۔ (ت)
- (۲) هذا باطل لا اصل له، ویحوز التنبیه
 عن الحاجة وان لم یأمر الامام، بل وان
 ینہ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔
- (۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت
 کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت دے
 بلکہ وہ منع بھی کرے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴ بیت الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کی جائے تو تکبیر شروع ہوتے
 ہی کھڑا ہونا چاہئے یا سب جی علی الصلوة، جی علی الصلاہ تکبیر کے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام
 اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جبکہ کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور
 جی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

جی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا، حوالہ دے، واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۲۱ از چتر گڑھ میواڑ مسجد فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر شروع کرے اب امام حجرہ سے
 روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے حتی علی الصلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصطلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو
 نہیں ہے بصورت ایسا یا بصورت دوانا، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں کوئی عرج نہیں۔ امام تکبیر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ تکبیر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے
 المؤمنون اهلک بالاذان، واکلام اهلک بالاقامۃ (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار
 امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں پہلے تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصطلے پر جائے اور حتی علی الصلاح یا
 ختم تکبیر پر تکبیر تحریر کے، یوں ہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر بولے تک جلوس فرماتے
 یہ حکم قوم کے لیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۲۲ از ہرودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۴۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھ جاتے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا
 ہو جانا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے، اگر بیٹھ رہیں تو کس بعد کھڑا ہونا چاہیے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے
 ہو جائیں تو کچھ عرج نہیں ہے۔

الجواب

تکبیر کھڑے ہو کر سنتا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا
 تو بیٹھ جائے اور سب تکبیر حتی علی الصلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۳۷۲۳ محمد عبدالرشید از حصار درہہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبد الغفور صاحب

۱۳ محرم ۱۳۴۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت
 کے لیے کافی ہے یا نہیں، بتیو تو خدا۔

الجواب

بلا اذان جماعت نے مکروہ و خلاف سنت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش

نہ ہو تو مجبوراً نہ خود ہی چھوڑی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسائل از شہر کتبہ محد کا نکر ٹولہ مسئلہ تھے ماں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

- (۱) اذان سنت ہے یا واجب ؟
- (۲) اذان نابالغ دسے تو جائز ہے یا ناجائز ؟
- (۳) تکبیر واجب ہے یا سنت ؟
- (۴) مصیبت پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب

- (۱) جمعہ و جماعت پیرکانہ کے لیے اذان سنت مؤکدہ و شعار اسلام و قریب واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان کبھی چلے تو جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) یوں ہی تکبیر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

- (۴) جب امام مسجد میں یہ تہیہ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصیبت تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر مسئلہ وکیل الہدی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعت میں مسنونہ کرید بہت ہی چکا سکتی ہے اہلسنت کے طریقہ پر قدم بقدیم چلتا ہے ایک ذبح بھی و بابت کا نقص نہیں پایا جاتا و بابتوں سے متغیر رہتا ہے الفرض عقائد میں کسی قسم کی غرائی نہیں ایسے شخص کو کبر و بلی و کافر کہتا ہے چونکہ بکرنے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف باوازی بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اس وقت پڑھنا دل میں چاہیے لہذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جواب ان دیتا ہوں اور زید انگشت پونے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکرنے زید کو اسلام سے خارج کر کے کفر میں داخل کر دیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی ہے۔ اس صورت میں بکر کا یہ کلام زبان سے نکلنا صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح نہیں تو بکر پر شارع علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا، بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سنت اشد تکبیر ہے بکر پر تو یہ فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور باوازی ہر مستحب ہے کہ اذان کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ٹولہ پور مسئلہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا
 چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب

امام کے لیے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر شنیں ہی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں،
 کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ تکبیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر
 سوری ہو فوراً بیٹھ جائے اور ہی علی الصلاہ پر کھڑا ہو اور اس میں راز تکبیر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد
 قامت الصلاۃ اور اس نے ہی علی الصلاہ کہا کہ آدمی کو پانے کو جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہ قد قامت
 الصلاۃ جماعت قائم ہو گئی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بازار شہامت گنج مسئلہ شیت خان ۹ صفر النظر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوۃ والسلام
 حدیث یا رسول اللہ الصلوۃ والسلام حلیك یا حبیب اللہ پڑھا یا و از بند چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے
 کہ صلوۃ و سلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت ٹھکی سے کوئی صحت نہیں ہے وہ اس سے مشرف فرمایا جاسے۔

الجواب

پڑھنا چاہیے اور صلوۃ و سلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لیے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر محلہ صابا نگر مسئلہ کفایت درری ساز ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا خیال ہے اگر وہ اذان دے سنتی کی
 مسجد میں تو اس کا جواب سنتی دے یا نہیں؟ اور جب سنتی اس مسجد میں نماز کے لیے جائے تو اپنی اذان کے یا اسی کی
 اذان پر اکتفا کرے ورنہ دوسری اذان نہ کہے؟ مینوا تو جروا۔

الجواب

اسم جلال پر بکھر تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اس کے طریقہ کسی کی زبان سے ادا ہو
 مگر دیانی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور
 دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے، و بعد اذان کا ضرور حاسق (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے، واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسٹر حاجی غنی رضا خان صاحب رفوی ۲۷ صفر ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ جو بعد اذان بلفظ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارب اسلام کے خلاف ہے یا کوئی جگہ بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زیہ کتا ہے کہ امام و مقتدی جلیل کوسنیں، عروکت ہے کہ کھڑے ہو کر سنا چاہیے اور بروقت قیام ہے اور سنے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دسے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کتا ہے ہاں وہ فردا مستحب ہے اور اصول فرد فرض ہے قال اللہ تعالیٰ،

ان الله و علیہ وسلم علی النبی یا ایہا
المدینت امو صلوا عبیدہ وسلموا تسلیما
بیشک اللہ اور اس کے سبب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس
نبی پر اسے ایمان والو اور دو محبوبان پر اور خوب سلام
عرض کرو اللہ تعالیٰ نے علیہ وسلم۔

رب عز وجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرمایا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجا جب پڑھا جائیگا اسی حکم الہی کا اعتدال ہوگا لہذا ہر بار درود پڑھنے میں اذان کے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا لہذا اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک کھت میں سارا قرآن علیہ تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرة اہا تیسو من القرآن (پس پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسانی ہے۔ تاکہ اے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی میں مگر وہاں یہ اور وہاں یہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ اعلم۔

(۲) مسئلہ شریعت کرنے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہ اگر براہ جماعت نہ ہو کہ کھڑے ہو کر تو ہیں شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر جلیل کوسنیں جب تکبیر جمعی علی الفلاح پڑھنے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مقتدی ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلوٰۃ جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اثر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا قرین خیال ذکر سے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا کہ فوراً جلیل جاسے اور جمعی علی الفلاح پڑھ

کھڑا ہو۔ تکبیر یہی ہے۔

اداد من الرجل عند الاقامة يكره له الاستقرار
قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذ انهم المؤذنت
قوله حي على الصلاة - كذا في المصبر امت -
والله اعلم -

مسئلہ ۳۸ از ریاست رام پور علامہ دران خان گلپوچیاں مسئلہ نمبر ۱۰ رمضان ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور باقی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھانہ ہو صاف میدان حدیث ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر ٹل کیا جائے اور یہ بھی سُنا ہے کہ جماعت پر حتیٰ سبحانہ کی رحمت اول نام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے صلیباں پر رحمت ہی نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور نہ مسجد میں دایں جانب اور بائیں جانب نہ جہت ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منہیر وغیرہ ہے یا مسجد میں اذان تو حرام۔

الجواب

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ و جندیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے، الا یؤذن فی المسجد
د مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت، نظم زندہ دلی و جامع الرموز میں ہے، ایکوہ الاذن فی المسجد مسجد میں

۵۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۵۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۴۹/۱	مکتبہ جمعیہ کونٹہ	۴۹/۱	مکتبہ جمعیہ کونٹہ
۵۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۵۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور
۲۵۵/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۵۵/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۲۳/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱۲۳/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

موسٹ، جامع الرموز میں یہ عبارت بالمتنی سے بالالفاظ نہیں، جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں، مانہ لایؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم۔ نیز احمد سعیدی

اوان محروہ ہے۔ ت) اذان کے لیے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر جو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلند ی نہیں وہاں فصیل مسجد پر اس طرف جو جہر مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو انصاف یہ ہے جہر چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسبت یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رجعت الہی پہلے امام پر اترتی ہے پھر صفت اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صفت اول کے دہنے پر پھر بائیں پھر دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بائیں ہوتا ہے مسجد میں عمارت جو دہنا ہو کہ مسجد تابع کعبہ معظمہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از درگاہ مرسانہ۔ گجرات کا ذیکہ دروازہ متصل مکان چاند رسول مسئلہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لٹکا کر نچوٹہ نمازوں کے وقت پر جاننا مشابہت کفار سے یا نہیں۔ جیزا توجروا۔

الجواب

یہ سنت حرام اور ناپاک و ملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از اکثر اصحاب بلاسپور۔ سی پی مسئلہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو تنگ کرنا لی میں موڑ کر ڈوں گا ایک ہی خبر کا لہجہ لگائے والا بھانڈا می مسخرا چور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگنے پر کہا تم نے دو دیے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لائٹیں کا تیل چوری کر رہے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتے ہیں اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سنا اور ۵ رمضان کو عین جماعت فجر کے وقت جھڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کھنکھانے لگا کہ موت تو تو آگ نہ مورتو، بے حیا لاکا فسدی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی ہسکاتا تھا لہذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرماتیں۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سمیت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہرگز جازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الامام من والى المؤذن هو معون (امام کے دروازے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداؤد والترمذی

۲۹/۱

مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

لے جامع الترمذی باب ما جاء من الامام ضامن

۴۴/۱

" " " " " "

مسئلہ ابی داؤد باب ما یکب علی المؤذن

وہیں جہاں وہ پہنچتی عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیحہ (اسے ترمذی، ابن جہان اور بیہقی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا و لہذا مقصود اذان کہ، عظام باوقات نماز و محرم و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا، تنزیہ میں ہے،

یجوز اذان صبی صراحت و عبید و
اقرب البلوغ بچے، عظام اور نابینا کی
اذان جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے،

لان قولہم مقبول فی الامور الدینیۃ،
فیكون مبزما، فیحصل بہ لاعلام بعلا
العاسق۔
روایت میں ہے،

یؤخذ من قد صاہ من انه لا یحصل الاعلام
من غیر العدل ولا یقبل قرۃ الہ دیجور لا یستد
علی البیدم لعاسق خلف الامانہ۔
ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ عظام
نقدیہ اسے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا قول قبول
نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق مکرر پر امتداد
جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے،

و جرم المصنف بعدم صحۃ اذانت محسوں و
و معتوہ و صبی لا یحتل قلت و کافر و فاسق
لعدم قبول قوله فی الادیات۔
مصنف نے دیورنے، ناقص العقل، ناسمجہ بچے کی اذان
پر عدم صحت کے ساتھ جرم کیا ہے۔ میں کہت ہوں اور
کافر و فاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا
قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

۶۳/۱	مطبوعہ مجتہباتی دہلی	شرح ترمذی الاصل باب الاذان	سہ درمختار
۹۴/	مطبوعہ کبرئیس امیر برہان مصر	"	سہ تبیین الحقائق
۲۹۰/۱	مطبوعہ ابائی مصر	"	سہ رد المحتار
۶۴/۱	مجتہباتی دہلی	"	سہ درمختار

غنیہ میں ہے،

یحب اعادة دن السكران والمجنون و
نصبی غیر الی قبل عدم حصول المقصود لعدم
لاعتد بعین قولہم اھ وقد لعتد فی رد المحتار
واقترہ بل یدیه بحث البکری فلا وجہ لبحثہ
فی الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود
بإذنا لکما تقدم۔

فشر کرنے والے اور مٹنے، تاباخی بچہ کی ذان لڑائی جیڑگی
کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل
نہیں ہو پاتا ۱۳ رد المحتار میں اسے نقل کر کے ثابت
رکھا بلکہ بھر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق
کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ چچے
گز چکا ہے کہ اس کی اذان سے سلام کا حصول مسلمہ

درست تھائے اعظم
طریق پر نہیں ہوتا۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۴ از سینہ الیم فیصلہ عینی مال مستور سراج علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۹ شعبان ۱۳۴۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لیے اذان پنجوقتہ کیا اہمیت رکھتی ہے
مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دھار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ جینو تو جروا

الجواب

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت مذکورہ قریب، جب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع،
یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا۔
شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
اذان الہی یکفی عن محمد کی اذان ہیں کفایت کرتی ہے، یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی اہوازت ہے لیکن اگر قامت
بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۵ از بریلی بازار مستور عزیز لدین خان دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارتا اور اذان ثانی باہر
مسجد کے گناہ و پاہیہ کا کام ہے اس کے بچے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جینو تو جروا

الجواب

نماز سے پہلے صلاۃ پکارتا مستحب ہے حرمین شریفین و تمام بلاد دارالاسلام میں راجح ہے اسے دہائیہ کا کام

کنا عجیب ہے وہاں یہی اسے بڑا کہتے ہیں اذان ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہوتا ہی جی صلی۔ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروقی اعظم کی سنت ہے، اسے وہاں یہ کلام کنا محض بھارت و عاقبت یہ اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احسن سے سُنی سانی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معنی بھی نہیں اور اس کی بھارت و قرأت صحیح ہے قرآن شرط کے ساتھ اس کے پیچھے نمازیں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرسالہ

۱۳۰۱
مُنِيرُ الْعَيْنِ فِي حُكْمِ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ
۱۳۰۱
(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ کی فرماتے ہیں معائنے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا امرسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے نکلنا کیسا ہے؟ بیئتہم اتوجہوا۔

فتویٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي نور عيون المسلمين بنور
عين إيمانهم المسلمين، والقسالة و
السلام على نور العيون سرور القلب
المحزون محمدًا الرفيع ذكره قلب
الصلاة والاذان، والمحبيب اسمه عند أهل
الآيمان، وعلى السور وصحبه
تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے
سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی
بخشی، صلاۃ و سلام ہوا اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان
دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر
اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی ہل ایمان کے
ہاں نہایت ہی محبوب ہے و آپ کی آل و اصحاب پر

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں اُنی محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تخریج و توثیق میں دائرہ سجدہ ال سے نہیں نکلے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو جائز نہ ہوں، مقاصد میں فرمایا،

لا نصح فی المرفوع من کل هذا مثنی^۱۔
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں (د)۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ ابدی موضوعات گیر میں فرماتے ہیں،
کل ما یرد فی هذا خلاصہ مرفوعہ البتہ^۲۔
اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی ہے۔ (د)۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی روالہ کتاب میں علامہ سمیع خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں،
لا نصح فی المرفوع من کل هذا مثنی^۳۔
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د)۔

پھر خادم حدیث پر روشنی کی سعادت کتب میں بھی صحت پر کبھی مستند نہیں۔ نہ نقلی صراح و تھاسک نہ صلوٰۃ تسک نہ ذکر و غزوی وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں پڑی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح اکثر فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور مل علماء قبول قدما حدیث کے لیے قوی دیگر آرد سہی تو ضائل احوال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو چار مشہور یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں معاصرت بصرد و دشنامی چشم کے لیے مجرب اور معمول ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل ہی نہ ہو تو صرف تجربہ والی کو آخر افس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ میں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور رفع حاصل تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا بھی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صحت کدر یا سے کہ وہ احادیث مرفوعہ کو غیر صحیح میں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کہ ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا، قلت اذا ثبت مرفوعہ الی الصدیق رضی اللہ عنہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس دلیل کا ثبوت

تماماً عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلاۃ
والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء
الراشدين

عمل کو پس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قرائے میں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے
خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین۔

تو حدیث سے کسی شے کا ثبوت بعینہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث
مرفوعہ وچہ صحت تکملاً مرفوعہ نہ ہو، امام سخاوی المقصد الحسنہ فی الاحادیث الذاریۃ علی الاسنہ میں فرماتے ہیں،
حدیث شریفہ: صحیح العیسیٰ باطن ائمتہ الباطنیین
بعد تفقیدہما عند سماع قول المؤذن اشہد
ان محمداً رسول اللہ مع قولہ اشہد ان
محمداً عبداً ورسولاً من ضعیف باطلہ
مرہا و بالاسلام دینا و بمحمد صاحب اللہ
تعالیٰ عیسیٰ وسموہب ذکرہ الد مسلم
فی الصحیح من حدیث ابی بکر صدیق رضی
اللہ تعالیٰ عنہما انہ لما سمع قول المؤذن
اشہد ان محمداً رسول اللہ قال هذا
وقبل باطن الاصلین الباطنیین و صحیح
عیسیٰ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
فعل مثل ما فعل خلیفیني فقد حدث علیہما
شفاہتی ولا یصح

یعنی مؤذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ شہن کر
انگشتہا بی شہادت کے پورے جانب باطن سے جو کہ
آنکھوں پر ظنا اور یہ دعا پڑھنا اشہد ان محمداً عبداً
و رسولاً من ضعیف باطلہ مرہا و بالاسلام دینا
و بمحمد صاحب اللہ تعالیٰ عیسیٰ وسموہب ذکرہ الد مسلم
اس حدیث کو دیکھنے سے مسند احمد و کس میں حدیث پیدا
حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس
جانب سے مؤذن کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ
کہتے پناہ دعا پڑھی اور دونوں گمے کی انگلیوں کے پورے
جانب زریں سے جو کہ آنکھوں سے لگاتے، اس پر
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ
جیسا کہ پیار نے کیا اس نے میری شفاعت حاصل ہو جائے
حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جیسے محدثین اپنی اصطلاح میں
درجہ صحت نام دیتے ہیں۔

پھر فرمایا،

و کذا اما و سدا ابوالعباس احمد بن ابی بکر

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمع
ذکرة فی الاذن ، وجسمه اصبغہ المسبحة
والایہام وقلوبہ ومسح بہما عینہ لیس
یومدا مدائن

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح ، سمعت قلت ایضا من الفقیہ
محمد بن الرمدی عن بعض شیوخ العراق
او العجم انہ یقول عند ما یسجد عینہ ، صلی
اللہ علیہ یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب
قلبی یا مور لہری یا قرۃ عینی ، قال لی حکم
منہما عند فعلہ لہ ترمذ عینی

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح ، وانا لله الحمد والشکر منذ
سمعتہ منہما استعملتہ ، ہذا ترمذ عینی
وامرجوان عینہما تروا فی اسلوسن
الہی ان شاء اللہ تعالیٰ

پھر فرمایا ،

قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی
قال اخبرنی الفقیہ العلام الوالحسن علی بن محمد
بن حدید المحسینی ، اخبرنی الفقیہ الزاهد النوفلی

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں
سُن کر لڑکی اُنکلی اور اُنکو ٹھٹھا سے اور انھیں برسہ
دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ
دھکیں۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زری
سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور
اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت
یہ درود عرض کرے صلی اللہ علیہ یا سیدی یا
رسول اللہ یا حبیب قلبی یا نور بصیرتی
یا قرۃ عینی ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ محمد و
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں
ساری آنکھیں نہ دھکیں۔

یعنی ابن صالح مدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں
سے سنا اپنے عمل میں رکھی آج تک میری آنکھیں
نہ دھکیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں
کبھی انہما نہ مرنے کا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی بنی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی
ہو کہ انھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد نوفلی نے

الی العبد کذا فی کثر العبادۃ۔

میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی سے نقل کر کے فرماتے ہیں،، نحوه فی، نفاد وی التوفیقۃ یعنی اسی طرح امام فقیر عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن اویس سروروی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع لفحصہ است شریح قدوسی قدس سرہ اپنے قدوسی صوفیہ میں فرمایا شیخ مشایخ خاتم المتقین سید العلماء المنفید بکرم الخیر مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قدوسی میں فرماتے ہیں،

سئلت عن تقبیل الابیہا میں دو ضعیفہ علی
العیسین عند ذکر سمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فی الاذان، هل هو جائز اور لا اجبت
بناصہ نعم تقبیل الابیہ میں دو ضعیفہ اعلیٰ
العیسین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فی الاذان جائز، بل هو مستحب سرور
بہ مشایخ غنائی غیر ماکت ہے

علامہ محدث محمدی ہرقنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمع عبارات واریہ میں حدیث کو صرفت لایصحہ فرما کر لکھتے ہیں، دروی تجویزہ و لکھتے کثیریون یعنی اس کے تجزیہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر عجیب غفر اللہ تعالیٰ لکھتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نا فح و سود مند پر لکھا کرے، تاکہ بجز اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صد کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمال اشارہ کیے اُن کی قدر سے تفصیل زیور محش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کامل کے لیے تو دفتر و محیط، بکرم جلد بسط و رکار و اللہ العوفی و نعم المعین فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول

لمسی التحقیق۔

اقادۃ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و عوائق کثیر و بسیار، حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس گئی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کی جوتی فرمادیتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں "یعنی اس درجہ عیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں یہ با آنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ ضعیف ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح جگہ عند التمثیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استثنائے دو اجتماع کی پوری قیامت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتقاد فرماتے اور احکام حلال و حرم میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت خیر میں فرماتے ہیں:

ترندی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملے تھی حسن اور اس کے مشکل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ہذا الباب شیء انتہی لا یصح وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا توقف ثبوته علی الصحیح، بل کما ثبت بہ یثبت بالحسن یحییٰ۔
اسی میں ہے۔

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

حل اشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی
لا یلزم من نفی الصحیح فی الثبوت علی وجہ الحسن۔
امام ابن حجر مکی صراحۃً محرقہ میں فرماتے ہیں،
قول احمد "امہ حدیث لا یصح" اے

ذکر کے بعد قولہ مستقام کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
صنفہ فصلۃ کے آخر میں تھا کہ وہ فعل فی الصلوۃ سے متعلق
پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

گیا رحوں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے
متعلقہ اپنے عاشورا کے دن اہل و عیال پر وصیت دے
حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علیہ ذکر فی مسئلۃ الصحیح بالندیل عدد الموضوع ۱۲ منہ
محلکۃ موضوعۃ الصلوۃ قید فصل فیما ذکرہ خود فی الصلوۃ ۲ منہ

علیہ ذکر فی حدیث التوسعة علی اعیال مینو مر
العاشور فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی
عشر وقیل لفصل اشانی ۲ منہ

لذا انہ فلا یثنیٰ کو صحیح لعیبرہ ، والحسن لعیبرہ
یحتج بہ کہ بیان فی علو الحدیث ہے
مذاہف امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تحریک احادیث میں فرماتے ہیں ،
من لقی بالصحة لا یستغنی الحسن اذ ملخصا
یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا مستغنی نہیں ہوتا
۱۰ ملخصا

یہی امام نربہ ، منظر فی توضیح نخبة الفکر میں فرماتے ہیں ،
هذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی
الاحتجاج بہ و مکان دونہ
موسائل قاری موصفات کبیر میں فرماتے ہیں ،
لا یصح لایب الف الحسن اذ ملخصا
یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے حسن
ہونے کی نفی نہیں کرتا ۱۰ ملخصا

سیدی نور الدین علی ترمذی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں ،
قد یكون خیر صحیح و هو صالح ولا یصح بہ
بہ ، اذ الحسن مرتبة بین الصحیح والضعیف
یسی کی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے
وہ قابل محبت ہے ، اس لیے کہ حسن کا درجہ صحیح و
ضعیف کے درمیان ہے ۔

حدیث کان السبی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینقل الروح قائم
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر
جوتا پیٹنے سے منع فرمایا ۔ کہ امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

- | | | | |
|-------|-------------------------------|--|--|
| ۱۸۵ ص | مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ طہان | ملخص الاول فی الآیات الواردة فیہم | ملخص الصراحت الموقر |
| ۳۳ ص | مطبوعہ مطبع علمی لاہور | بحث حدیث حسن لذاتہ | ملخص نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر |
| ۲۳۶ ص | مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت | حدیث ۹۲۹ | ملخص اسرار المرفوعة فی الاخبار الموصولة حدیث ۹۲۹ |
| ۲۰۹/۱ | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | باب ما جاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الزاحق | ملخص جامع الترمذی |

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث ^۱ دونی حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں ^۲

لغیر الصحة لا ینافی انه حسن کما علمت ^۳ عمت کا معنی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم

ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ قاضی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

حکم بعدم صحت کردی بحسب اصطلاح محدثین فراہم نہاد ^۴
چھ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شدہ درجہ اولیٰ ^۵
ست و آخر آن تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ^۶
ست حتی درین شش کتاب کہ آنرا اصحاب ستہ گویند ہم ^۷
بر اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحیح ^۸
باعتبار تعقیب ست ^۹

اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غزابت کا حکم نہیں
دکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے
جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ ہرگز
ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور
ہیں حتیٰ کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ
کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح
نہیں ہیں بلکہ ان کو تفسیلاً صحیح کہا جاتا

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کامل الحق والدین محمد بن الہام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول،

وقول من یقول فی حدیث نہ لویصح ان سلم ^{۱۰}
یقدّم لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحة، بل ^{۱۱}
الحسن کافی ^{۱۲}

عنه المقصد الثالث النوع الثاني ذکر عللہ صلی ^{۱۳}
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲ صہ ۳ صہ ^{۱۴}

۱۔ جامع الترمذی باب ما جاء فی ائمة المشی فی النعل الجامعة ^{۱۵}
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر عللہ صلی اللہ علیہ وسلم ^{۱۶}
۳۔ شرح صراط المستقیم لعبدالحق محدث دہلوی ^{۱۷}
۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثاني من باب ما یجوز من فی الصلاة ^{۱۸}

۲۰۹/۱

مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

۵۵/۵

مطبوعہ عامہ مصر

۵۰۲

مکتبہ نور بیہ رضویہ سکھر

۱۸/۳

مطبوعہ مکتبہ امدادیہ دہلی

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے،
 امام سندہ اعتقاد امام محقق علی الاطلاق و امام علی و امام محمد و علامہ زرقانی و علامہ سمودی و علامہ بروی کی عبارات
 کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلائل اس و قوی الخطاب اس و حوی جزیہ پر دلیل ہیں کہ جب نفی صحت سے نفی حق تک لازم نہیں
 قرابت وضع تو خیال محال سے بعد و کش و قریب۔

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، تاہم عبارات انصاف سنئے،
 امام بدر الدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآل مصنفہ پھر علامہ ابن حجر
 عراقی کنانی تنزیہ الشریعہ امر فہم ان اخبار الشیخہ المطبوعہ پھر علامہ محمد طاہر فقی خاتمہ الجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،
 میں قویاً لایخصہ و قویاً موضوع ہوں کثیر، غای
 الوصم اثبات الکذب والاختلاق، و قویاً لایخصہ
 لایفترض منہ اثبات الحدیث، و اما ہو
 اخبارہ عن حد ما ثبت، و فرق بین الاھون۔
 یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کسا کہ یہ صحیح نہیں در موضوع
 کسان ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کتنا ہے
 کذب و افتراء مظہر اس ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث
 لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور
 ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآل کے ہیں اور اسی سے جمع میں جمعہ اخلاک، تاہم میں اس سے لحدہ زیادہ فرمایا،
 و ہذا ایضاً فی مسئل حدیث قال فیہ ابن الجوزی
 لایخصہ لایفترض منہ اثبات الحدیث
 یعنی امام بن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس
 حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان
 سب میں بھی تصریح جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا علیہ صحت سے عاقل و عاری ہے۔
 امام ابن حجر مستطال القول المسدوقی الذب عن سند احمد میں فرماتے ہیں،
 لایفترض من کون الحدیث لایخصہ ان یکون
 موضوعاً۔
 یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم
 نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں،
 اکثر ما حکم الذہبی علی ہذا الحدیث،
 یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۵۰۶/۳	نور کشفہ لکھنؤ	فصل علوم و اصطلاحات	۱۰ جمع بحار الانوار
۱۴۰/۱	دار الکتب العلمیۃ بیروت	کتاب التوجید فصل ثانی	۱۰ تنزیہ الشریعہ
۴۵	مطبوعہ دارۃ المعارف النمائید جدید آباد دکن ہند	الحدیث السابغ	۱۰ القول المسدود

اِنَّهٗ قَالَ مَتَنٌ لِّیْسَ بِصَحِیْحٍ وَهَذَا صَادِقٌ
بِضَعْفِهِ ۱
حکم کیا کہ یہ متنی صحیح نہیں۔ یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،

لَا یُزَمُّ عَنْ عَدَمِ الصَّحَّةِ وَجُودُ الْوَصْفِ كَمَا
لَا یُخْفَى ۲
یعنی کئی بُرائی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں، درخشاں شورش گمانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لَا یَصَحُّ هَذَا
الْحَدِیْثُ (یہ حدیث صحیح نہیں) ت نقل کر کے فرماتے ہیں،

قُلْتُ لَا یُزَمُّ عَنْ عَدَمِ صَحَّتِهِ ثَبُوتُ وَضْعِهِ وَ
عَیْنُهُ اِنَّهٗ ضَعِیْفٌ ۳
یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب جمیع تذکرۃ الموضوعات میں امام مسلم رحمہ اللہ حفظہ عنہ سے نقل،

اِنَّ لَعَلَّ لَا یُشْتَرَطُ لَیْسَتْ الْوَضْعُ قَانَ الثَّابِتِ
یُشْمَلُ الصَّحِیْحُ فَقَطْ، وَالضَّعِیْفُ دُونَہٗ ۴
یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو

اور ضعیف کا دہر اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث الطَّبِیْخُ قَبْلَ الطَّعَامِ یُفْضَلُ الْبَطْنُ غَسْلًا وَیَذْهَبُ بِالْإِدَا
اَصْلًا (کھانے سے پہلے تبرز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت
قراب امام ابن عساکرؒ "ث لَا یَصَحُّ" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں،

ہُوَ یَعْبُدُ، اِنَّہٗ غَیْرُ مَوْضُوعٍ كَمَا لَا یُخْفٰی ۵
یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں
جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جاستے تو باطل یا کذب یا موصوع یا مفتر یا منتق کئے نئی صحت پر کیوں قہار کرتے، خافم

سہ التعلقات علی الموضوعات باب بدو الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ ساکنہ علی شیخوپورہ ص ۴۹

سکھ موضوعات طاعلی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

سکھ " " " " بیان احادیث الاکتال یوم عاشوراء حدیث ۱۲۹۸ " " " " ص ۳۴۱

سکھ جمیع تذکرۃ الموضوعات (باب) الثانی فی اقسام الواضعیین مکتبہ خانہ مجیدیہ ملتان ص ۴۷

سکھ موضوعات طاعلی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبشیر مجھ اللہ تعالیٰ یہاں سے ان تشکیکی طائفہ منکرین کا اصل مشنیہ و زور فکیعہ و طرح تمام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علامہ مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد و غیرہ سے احادیث تقبیل بہانین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انکو ٹپے چڑھنے میں لائی جاتی ہیں سب مرفوض ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مراد کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ باوٹہ نہیں تو اس کے معنی یہ پٹھری کہ نابا شیعہ کو محتاج ہے، یا تشکیکی طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لیکن الوہابیتہ قوم پیچھلون

افق دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاذب صحت و مانع حجت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام دوران کے احکام مجہول کی تین قسمیں ہیں، اول مستور جس کی حدیث ظاہری و باطنی کی تحقیق نہیں ہو سکتی، دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علیٰ شرح فیہ، فان من العباد من یقول الجہلۃ بروایۃ واحد محتند مطلق، واداکان لا یروی الا عن عدل عندہ، کیجیے بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی و الامام احمد فی مسندہ، و ہذا اقوال آخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک فقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن اعلان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں، (ت)

سوم مجہول المال، جس کی حدیث ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علیٰ ما یشتد المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو مجہور حقیقین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام مائتہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً لثانیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

کرتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ عزاسم میں اختلاف رکھتے ہیں۔ متدا امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے ،
 قالہ فی شرح المہذب ، ذکرہ فی التدریب ،
 وکذلک مال الی احتیاجہ الامام ابو عمرو
 بن الصلاح فی مقدمتہ ، حیث قال فی
 المسئلة الثامنة من السبع الثالث والعشرين
 ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير
 من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من
 من الرواة الى ان نقادهم المحدثين منهم و
 تعذر من الخيرة اية طنة جهتم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عروقی الغیری میں فرماتے ہیں۔

و هو على ثلثة مجہول	واحتما هل يقبل المجہول
و قد لا کثر و تقسم الوسط	مجہول عین منہ ر ، فقہ
و حکمہ الرولدی الجمہور	مجہول حال باطن و ظاہر
فی باطن فقط قد رأي له	الثالث المجہول للعدالة
ما قبلہ منهم شلیم فقط	حجية لبعض منہم

(مجمول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کی تین اقسام ہیں ، جمہوری العینی جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اسے اکثر نے رد کر دیا ہے ۔ اور دوسری قسم وہ مجمول ہے جس کے راوی کی گامبری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجمول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو ، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے ۔ ت)

عہ ای للامام سلیم یا اصحیر ابن ایوب	اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب
الراری الثانی فانہ قطع مقولہ ۱۲ حد	رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو
مرعی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ (دہر)	قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ حد یعنی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۔ مقدمہ اصلاح النواث الثاثر والعشرون
 ۲۔ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغنیث معرقۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۱۴۰۲ھ
 ۳۔ مقدمہ فاروقی کتبہ نہ طمان
 ۴۔ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغنیث معرقۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۱۴۰۲ھ

اسی طرح تقریب الراوی و تدرب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں،

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاہراً و باطناً، و مجہولہا باطن مع وجود ظاہراً و هو المستور، و مجہول العین، عام الاول فالجہور عن ابہ لا یتحجب بہ، و اما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققینؒ

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطن مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (نتہ)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و ادیبائے عظام قدس سرہ ابراہیم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب طیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معادہ الجہوب کی فصل ۳ میں فرماتے ہیں،

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث و اتصال بہ حدیثہم لا یکون تعدد الفقہاء ولا تعد العدا، بالذہ تعالیٰ عجل ان یکون الراوی مجہولاً، کایث سہ الحمول وقد ندب الیہ، و لقلۃ الاتباع لہ اذ لہ یقدم لہم الاثرۃ عندہ

یعنی بعض روایوں کو ضعیف اور کسبیروں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرح مطہر نے اس کی ترفیح فرمائی یا اس کے شاگرد کم جوسے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجود نفسی سے بھی ہے یا نہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو تو اسی نثر اسی باطل و مجہول ہو، بعض خشد دین نے اگر دھوسے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فصائل نصف شعبان فرماتے ہیں،

سہ مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷
سکے قوت القلوب فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

جہالت بعض الرواة لا تقتضي كون الحديث
موضوعاً وكذا النكاره الا لحاظ، فيبغى ان
يعلم عليه بانه ضعيف، ثم يعمل
بالضعيف في مسائل الاعمال^۱

یعنی بعض راویوں کا بھول یا اسی غلطی کا عذر ہونا
یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کو، پھر
فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سواد مجہول، ولا یضر لانه من احادیث
الضعفاء^۲ (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے،
موضوعات کبیر میں استاد الحدیث امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، انہ لیس بموضوع وفي سندہ
مجہول^۳ (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام ہرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لانی موضوع میں فرماتے ہیں،
لو ثبتت جہالتہ لویذن ما یشکون الحدیث موضوعاً
مالحدیث فی سندہ من یتھم یا لوضعی^۴

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع
ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی
وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

عنه ذكره في باب فصل الآداب واجاب
البؤن آخر الفصل الثالث في ۱۲ منه (م)

عنه يريد حديث عمار قریش يملؤن لا رغب
عنه ۱۲ منه (م)

عنه قاله في حديث ابن عباس رضي الله تعالى
عنهما في صلاة التيميم لكن محمد ابو العروج
بجهالة موسى بن عبد العزيز ۱۲ منه (م)

عصبت اذان در جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر
میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

حديث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا
کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

صلوة التيميم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس
کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے
موسی بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

سہ رسالہ فقہی نصف شعبان
سہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طین ۱۴۱/۶

سہ الاسرار المرفوعة فی اخبار المرفوعة حدیث ۹۰۱ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۴

سہ لانی مصنفہ صلوۃ التیمیم التجاریۃ المکبریٰ مصر ۱۴۱/۶

ہیں دونوں امام تحریر احادیث رافعی و کوفی میں فرماتے ہیں:

وَالْإِسْلَامُ مِنَ الْجَهْلِ بِحَالِ الرَّادِيِّ أَيْ كَوْنِهِ
الْحَدِيثُ مَوْضُوعًا۔ لازم نہیں آتا۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرأ من بیت شعر بعد العشاء
لاخره لم تقبل له صلاة تلك الليلة جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (شعر) شکر کمال اس کی اس رات
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر القضا ہے اس
پر شیخ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدود فی الذب عن مسند احمد پھر ہمارے سیوطی نے لآلی و تحفیات میں فرمایا:
لیس فی شیء مما ذكره ابو الفرج ما يقتضي الموضوعية یہ عینیں جو ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت
کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر کی صرائح مرقمہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج واطیحة من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

كونه كذباً فيه نظر، وانما هو غريب في مسنده
مجهول ہے۔ اس کا کذب ہونا مسلم ہے، ہاں غریب ہے اور راوی
علامہ رد قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

عنه قاله في حديث وعبد تارك المحرم فليست
اشد منه يهوديا ونصرانيا ۱۲ مرنی اللہ تعالیٰ مر
ایسا بندہ جو حج کو ترک کرے والا ہو اگر وہ چاہے تو
یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ مرنی اللہ تعالیٰ مر
عنه (ت)

عنه باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله
تعالى عليه وسلم ۲ منہ
باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله
عنه (ت)

۱۸/۲	مطبوعة التجريد الكبرى مصر	صلوة التبييع	لہ لآلی مصنوعہ
۱۹۱/۱	مطبوعة دار الفكر بيروت	فی حدیث انتشار الشريعة العشاء	کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعة دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد دکن ہند	الحدیث الثانی	القول المسدود
ص ۲۳	مکتبہ مجید ریہستان	الباب الحادی عشر	لکھ لصرائح المرقمہ

قال السهيلي في اساده مجاهيل وهو ضعيف
 صحيحه فقط، وقال ابن كثير متكررا جدا في مسنده
 صحيحه وهو ايضا صحيح في انه ضعيف فقط،
 قال المنكر من قسم الضعيف، ولد اقال السيوطي
 بن ما اورد قول ابن عساكر متكررا هدا حجة
 له قلته من انه ضعيف، لا موضع، لان المنكر
 من قسم الضعيف، وبنيه وبين الموضوع فسوق
 معروف في النسخ، قال المنكر ما انضد به الراوي
 الضعيف محال لرواياته الثقات فان استعت
 كان ضعيف فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصله
 حاله آه ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجاہل راوی ہیں جو اس کی
 فقط ضعف پر ال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ متکرر
 ہے اور اس کی سند میں مجاہل ہے اور یہ بھی اس بات کی
 تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ متکرر ضعف کی قسم
 میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول
 "یہ منکر ہے" وارڈ کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول
 "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نسبتیں
 کیونکہ متکرر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع
 کے درمیان فنی اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے
 منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور
 روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کی خلاف ہو یہ گزردہ
 اگر مثنی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لیے غلط ہے بہتر سے اعلیٰ
 خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجاہل و بڑا حدیث میں صرف ضعف کا ثبوت ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث
 منکر سے اس میں اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط
 ضعیف کی موضوعیت سے کیا علاقہ، امام طہل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔
 افی وہ سوم، حدیث متقطع کا منکر، اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، چارے نمبر کام اور
 جہر ہمارے کے نزدیک تو قطع سے صحت مجتہد ہی میں کچھ غلط نہیں آتا، و تحقیق کمال الدین محمد بن ہمام فتح نقیر
 ہیں، سے میں،

صحت بالانقطاع وهو عندنا كالاشغال بعد
 عنك اي حدیث، ایہ، لا یوین انکریمین حتی احصا
 به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ مرتبہ (د)
 عنك قوله كالارسل ای علی تفسیر وہو منہ علی اخر
 وہو علی اطلاق ۱۲ مرتبہ (د)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں
 یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کی کہیں زندہ ہو کہ
 آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ مرتبہ (د)
 قوله كالارسل یعنی ایک تفسیر پر اور یہ ہے کہ سند کے آخر
 سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی لا اطلاق ہے ۱۲ مرتبہ (د)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضر.

کیونکہ راویوں کے عادل وثق ہونے کے بعد منقطع ہمارے
نزدیکہ مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن اسیر الحاکم علیہ میں فرماتے ہیں،

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله
من الثقات.

مراد اعلیٰ قاری مرقاة میں فرماتے ہیں،

قال ابو داود هـ والمرسل اي صحيح ومرسل وهو
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند
الجمهور.

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے
لیکن مرسل ہمارے اور حسبہور کے نزدیک حجت
ہے۔ (ت)

اور جو اسے قارح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث فضعف جانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضعیت، مرقاة شریفین
میں امام ابن حجر کی سے منقول،

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع
عليه اول صفة الصلاة في تكلمه من زيادة وجن
تناوله في الشاء ۱۲ من (هـ)

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل
سنہ حضورؐ کی تہ میں جہاں ثناء میں وجل ثناء کے
انفاذ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں، اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)
اس کا ذکر امام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے
تقبیل فرماتے تو وہ ضرر کے بغیر نہی نماز پڑھ لیتے تھے۔
۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عليه تحت حديث امر المؤمنين رضي الله تعالى
عنه. كان لمي يمسى لانه تعلى عليه وسلم
يقبل بعضهن واجه شم يمسى ولا يتوضوء
۲ من رضي الله تعالى عن (هـ)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا
اسکی سند متصل نہیں تھا وذا ابن حجر نے کہا یہ نقضی نہیں ۱۲ من (ت)

عليه تحت حديث ادركه احدكم فقال في ركوعه
سبحان ربّي لعظيم ثلاث مرات فعند ركوعه قال
التمهدي ليس استاده بمتصل فقال ابن حجر
هو لا يضر ذلك ۱۲ من رضي الله تعالى عن (هـ)

سنة فتح القدير كتاب الصلاة مطبوعه نوريه ضويرة سكر ۱۹/۱

سنة حلية عمل شرح مشكوة الفصل الثاني من باب يوجب الوضوء مطبوعه مكتبة امداديه ملتان ۳۴۳/۱

يعمل به في الفضائل اجماعاً

میں تو بالا جماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادہ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ درج بھی موضوع نہیں) القدر تو ایک امر سهل ہے جسے صرف بعض نے طعن کیا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دوبارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ درج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا غلط ہوتا ہے۔ تعقیبات میں ہے :

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع
اُسی میں ہے :

المستتر من غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف
اُسی میں ہے :

صرح ابن حلی بان الحدیث منکر فلیحسب موضوع
اُسی میں ہے :

المنکر من قسم الضعیف وهو منقسم فی الفضائل
قابل الاستدلال ہے۔ (ت)

عنه ذكره في حريب الحب ث ١٧ من (م)
عنه اول باب الاصله ١٧ من (م)
عنه اول باب البعث ١٢ من (م)
عنه قاله في وانحر الكتاب تحت حديث فضل قبرين ١٢ من رضي الله تعالى عنه (م)

سہ مرتقات شرح مشکوٰۃ النضر، شالی ہی باب الزکوة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۵/۲
سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثیریہ ساکنہ علی سٹیجہ خیرپور ۶۲-
سہ " " " باب الاطعمہ ۲۰-
سہ " " " باب النعت ۵۱-
سہ " " " باب المناقب ۶۵-

اسی میں ہے،

مرأيت الذهبي قال في تاسريخه "هذا حديث منكر لا يعرف الا بسند وهو ضعيف انتهى" معلّم انه ضعيف لا موضوع۔

اسی میں ہے،

حديث ابن ابي عمير مرصى الله تعالى عنه عليكم لباس الصوف تجدوا خلاوة الايمان في قلوبكم تذكروا حديث بطوله فيه الكذب وضاع قلت، قال السهقي في الشعب هذه الجملة من الحديث معروفة من غير هذا الطريق، وراه الكذب فيه زيادة منكرة، ويشبهه شيكوى من كلام بعض الرواة فالحق بالحديث انتهى، والجملة معروفة اخرجها حاكم في المستدرک والحديث الطول من قسم المصدر لا الموضوع۔

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف موضوع نہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہناؤ اس سے تمہارے دلوں کو عورت ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث، اس میں کیدی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کیدی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ کسی راوی کے کلام راویوں نے اسے حدیث کا حصہ بنا دیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تحریر کیا ہے اور یہ طویل حدیث درج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادہ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) غیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ اگر ایک یا عدالت مشکوکہ شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدیثی سراج (مجموعہ ایک شخص نے حدیث بیان کی، یا بعض اصحابنا) ایک رفیق نے خبر دی، پھر یہ بھی

ملاحظہ ذکرہ فی آخر باب التوجید ۱۲ منہ ۱۴ باب التوجید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے

ملاحظہ اول باب اللباس ۱۲ مرصی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

سنة التقیبات علی الموضوعات باب التوجید مکتبہ اثربہ ساکنہ لہ شیخ پورہ ص ۳۴
سنة " " " " باب اللباس " " " " ص ۳۳

صرف ہر شے ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قویٰ وجہاً پر فی عموم
المغفلة للحجاج پھر خاتم الحافظات میں فرماتے ہیں،

لا يستحق الحديث الذي يوهى بالوضع به مجرد
ان راويه لم يسم۔
صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث
موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تحد طرق سے بہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولذا تصریح فرمائی کہ حدیث بہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان
ہو جاتا ہے۔ تعقیبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسن الوجوه (سین چہرے والوں سے صحیح
طلب کرو۔ ت) کہ عقیل نے بطریق یزید بن ہارون قال ابنا تاشیخ من قریش عن المرہری عن
عائشة رضی اللہ عنہا روایت کی فرمایا،

اور وہ (یعنی ابی القریظ) من حدیث عائشة
من طرق، فی الاول من اجل لم یسم، و فی الثاني
عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی موقوف، و فی
الثالث المحکم بن عبد اللہ لایلی احادیث
موضوعة، قلت عبد الرحمن لم یسم مکذوب
ثم انه لم یفسد بدہ بل تابعہ اسنعیل سن
حیاش وکلاهما یجبواں ابہام الذی فی الطریق
الاولیٰ محققاً۔

اسے اس (یعنی ابی القریظ) نے حدیث عائشہ سے
مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں
بجولی شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبد الرحمن بن
ابی بکر الملیکی موقوف راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبد اللہ
الایلی سے اس کی عادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں
کہ عبد الرحمن متهم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد
نہیں بلکہ اسمعیل بن قیس نے اس کی متابعت کی ہے
اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو
سند اول میں تھا۔ (ت)

(حدیث بہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی یقین رکھتی ہے
استاذ الحافظ قویٰ الحجاج پھر خاتم الحافظات میں فرماتے ہیں،

رجاله ثقات الا ان فيه مبهما لم یسم۔
اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی بہم ہے

عنه باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیة عرفة
بالمغفلة ۱۲ منہ ۱۲۔
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ
نبی اکرم نے عرہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ (ت)

رہ الدلی المصنوع فی الاحادیث الموضوعة کتاب البیاس مطبعة التجارية الکبریٰ مصر ۲۶۴/۶
سکة التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبة اثریہ سالنگرہ لکھنؤ ۳۵۔

فی مکان ثقة فهو علی شرط الصحیح ، وان کان ضعیف فهو عاضد للمستند المذكور
 جس کا نام مسلمہ نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے
 شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر
 سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادہ ششم (ضعیف روایات کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاوت ہے) مجہول
 بہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بدایت عقل شاید کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم
 شاید فی نفسہ ثقہ ہو کہ موافقین الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظہ ثقہ کے حوالے سے گزرا
 ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین و ربارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور
 ثابت الجرح کے زور پر متفق ہوئے ۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیاتی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلاث مقبولة ، وثلاث
 متروكة والسابعة مختلف فيها (ان قولہ)
 السابعة قوم مجہولون انفسہا و ابروایات ،
 لم يتابعوا علیہا ، فقبلہم قوم ، ودفعہم
 اخرون
 ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین
 متروک ، اور ساتوں مختلف فیہ ہے (اس ٹول ٹک)
 ساتوں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات
 کرینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں
 کی ، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے
 بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علمائے کرام کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف روات کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاوت ہے
 حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوة الفہم شمس نوبی اپنی تاریخ پھر خاتم الخلفاء تعقیبات و کالی
 تدبیر میں فرماتے ہیں ،

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب
 ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی اس میں انہوں

عنه قالہ تحت حدیث من قرأ آیتہ انکرسی و برکلی
 صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة
 الا ان يموت ۱۲ مرتباً اللہ تعالیٰ عنہ (م)
 یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے
 ہر فرض نماز کے بعد آیتہ انکرسی پڑھی اس کے جنت میں
 داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۲ مرتباً

لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ ائرب سالگرہ بل شیخوپورہ
 لہ مقدمہ منہاج للہودی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر حدیث مخالفۃ للعقل والعقل ، وما
 لم یصب فیہ اطلاقہ الوهم علی احادیث
 یحکم بعض الناس فی رواۃہ ، کقولہ فلان
 ضعیف او یس بالقری اولین ولیس ذلک الحدیث
 مما یشہد القنب بطلانہ ولا فیہ مخالفۃ
 ولا معارضۃ نکتہ ولا سنۃ ولا اجماع
 ولا حجة بآیہ موضوع سورۃ کلام ذمہ
 الرجل فی رواۃہ وھذا عددان وجماعۃ
 بات پر بحث ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے ۔ (دست)
 افادۃ مضبوط (ایسا غامض کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)
 پھر کسی کے سے ضعف کی نصیحت نہیں ، بلکہ سخت سخت اقسام جرم میں جو کہ ایک جہالت راوی سے ہر جہاد تر
 ہے ، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں ، مثلاً راوی کی اپنی روایات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی
 تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جہاد سے کہ تُو نے یہ سب سنا ہی مان لے ۔ پھر یہ کہ یہ سخت غفلت سے ناشی اور
 اور غفلت کا معنی فسق سے بھی بہتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے ، اہم الشان نے تجربۃ الطکر میں
 اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں :

- (۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے ۔
- (۲) قہصمت کہ جب حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ، مگر تعقبات وغیرہ پر پانے
- کلام میں جھوٹ کا عادی ہو ۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت خلط | (۴) غفلت |
| (۵) فسق | (۶) وہم |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت |
| (۹) بدعت | (۱۰) سوء حفظ |
- اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے ۔

حيث قال الطعن يكون بعشرة اشیاء بعضها
اشد في القدر من بعض وترتيبها على الاشد
فالاشد في موجب السرد اه ملخصا۔
الفاظیر میں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رو کے اعتبار
سے "الا شد" "فالاشد" کی ترتیب ہے (ملخصات)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل رشید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اور آخر تعقیبات میں ہے،
یہ مرید بن ابی ثریاد وکان یلقن یتلقن، قلت
هذا لا یقضى المحکم بوضع حدیثہ۔
اس میں زیادہ ابن زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ، شتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں)، یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ حبر ج
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الہی نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں
اُس سے روایت منقول نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

نقل ابن القطان اب البخاری قال کل من
قلت ید منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اُس
سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علیہ کا تہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت یتورع
عن طلاق الف ظ شد یدۃ مخافۃ انیکوت
بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وحسب
الذب عن الاحادیث ما صطلح علی هذا
جسمابین الامیرین ۱۲ منہ (م)
علیہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۳ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم
ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)
ابان بن جبلة الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو
ذکر کیا ہے ۱۳ منہ (ت)

۱۔ شرح تجزئۃ الفکر بمثل المرسل الخفی
۲۔ تعقیبات باب المناقب
۳۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی
مطبوعہ مطبعہ علمیہ اندرون لوباری دروازہ لاہور ص ۵۲
مکتبہ اشرفیہ سائنس فکریہ شیخوپورہ ص ۵۸
مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۶/۱

اسی میں ہے ،

قد مرک ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل من وایة حدیثہ۔
میں نے نام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

با اینہر ملا نے فرمایا: ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقیبات میں ہے ،

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایة المسر حدیثہ اسیکون ضعیفاً۔
بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۃ اہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے ہر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف مستہم بالوضع یا کذاب جہال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے ،

عنه قالہ فی سلیم بن داود البانی ۱۲ من (م)
سیماں بن داؤد بانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ من (ت)

عنه باب فضائل القرآن ۱۲ سرحدی اللہ تعالیٰ من
باب فضائل القرآن میں یہ ٹکڑہ ہے ۱۲ من (ت)

عنه بکرمولانا علی قاری نے حاشیہ پر بتا دی ہے متروک و مستہم کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا ،

حدث قال قال السمریة اثلثة فلاح متهم
ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلاح

بالکذب او لوطهم او ساقط او هالک او داهب
متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا فاجر

الحدیث وفلاح متروک او متروک الحدیث و متروک قول
الحدیث اور فلاح متروک یا متروک الحدیث یا متروک

اقول وکان هذا القائل ایضاً لا یقول باستواء
نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

جیم ما ذکر فی المرتبة بل فیہا ایضاً تشکیک
بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر نہیں کیا بلکہ اس

ہندہ وکانہ فی ذلک اشارہ باعادة فلاح قبل قوله
میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے

متروک الا ان فیہ ان ساقطاً و ما بعده لا یطوق
اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلاح" کا اعادہ

متروکاً و ما بعده ماہم ۱۲ من (م)
کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں

کلام ہے کہ ساقط و اس کا مابعد متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ من (ت)

۲۰۲/۲	مطبوعہ دار الموقر بیروت	سہ میزان الاعتدالی فی ترجمہ سلیمان بن داؤد البانی
۹	مکتبہ اثریہ ساکنہ بل	سہ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
ص ۱۱	مطبع علمی	سہ حاشیہ نمر بنہ المنظر مع نخبة الفکر مراتب الجرح

اردی عبارات الجرح، ورجال کذاب، او وضع
یصح الحدیث ثم متهم بالكذب و متفق علی
ترکہ، ثم متروک الہ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، رجال کذاب، ورجال
وضع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد تمام بالکذب متفق
علیٰ ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے (ت)

امام شافعی تقریب التہذیب میں ذکر مراتب اہل قریب فرماتے ہیں،

العاشر، من لم یوثق البتہ وضعہم ذلک
بقلاوہ والیس الاشارة بمتروک او متروک
الحدیث او واهی الحدیث او ساقط، الحادیة
عشر، من اتهم بالكذب الثانية عشر، من
اطلق علیہ اسم الکذب والوضع

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو۔ اس کی طرف
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیا رحوای درجہ تہ ہے"
جو متهم بالکذب ہو، اور بارحوای درجہ یہ ہے کہ جس
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں۔ امام ابن کثیر
اثر العشر پھر خاتم الحفاظ لانی میں فرماتے ہیں،

مرحم بن حبان و تبعہ ابن الجوری، و
المتن موضوع، و لیس کما قال، فان الراوی
وان کان متروکا عند اکثر ضعیفا عند البعض
فلہ یغیب للوضع آھ مختصرا۔

ابن بقیہ سے یہ علم یا امام ابن جوزی نے ان کی تہذیب میں
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہو کہ اگرچہ
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف
ہے۔ لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے (ملاحظہ فرمائیے)

علیٰ فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ
عزوجل قرأ طہ و لیس قبل ان یخلق آدم
الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی کس
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے
خدا اور کس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا
الحدیث ۱۲ منہ (ت)

۴/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۱/۲	سہ میزان الاعتدالی
۳/۱	مطبع فاروقی مدنی	۱/۲	سہ تقریب التہذیب
۱/۱	التحاریۃ الجبرائیل مصر	۱/۲	سہ اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید

امام بدر زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الخفافہ لاکھنی میں فرماتے ہیں،
 بین قولنا لم یصح وقولنا موصوح ون کبیر، ولین
 بن ارقم وان کان متروکا فظہر بیہم بکذب
 ولا وصحہ اھ ملخصا۔
 ابو لفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ ت) لاکھنی میں فرمایا،
 فی الحدیث بوضوح نظر، فانب الفضل لیتھم
 بکذب ^ع۔
 تعقیبات میں ہے،

احیة شیعی متروک عند الناسی، فی حدیث کلامہ
 "انہ ضعیف لا موضح" وبذلک محسوس
 البیہقی ^ع۔
 اصحیح شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے ای
 کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں
 اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

ع^ع یہ تحت حدیثہ ایضا والدی نفسی بیدہ
 ما ازل الله من دخی قط علی نبی بینہ و بینہ الا با
 العربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)۔
 ع^ع فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین
 ما کلمہ بکہ تعالیٰ موسیٰ یومہ انطور کلمہ
 بغير الکلام الذی کلمہ یومہ فسادہ
 الحدیث ۱۲ منہ (م)۔
 ع^ع ذکرہ فی اول باب الصلاۃ۔
 ع^ع الکناۃ للذهب ۱۲ مرئی اللہ تعالیٰ (م)۔
 اس میں یہ حدیث نے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس
 ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ
 اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب
 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے طور کے دو ٹکٹے کر
 فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ
 خدا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)
 باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)
 اس کا نام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۱ / ۱
 ۱۲ / ۱
 ۱۳ / ۱
 ۱۴ / ۱
 ۱۵ / ۱
 ۱۶ / ۱
 ۱۷ / ۱
 ۱۸ / ۱
 ۱۹ / ۱
 ۲۰ / ۱
 ۲۱ / ۱
 ۲۲ / ۱
 ۲۳ / ۱
 ۲۴ / ۱
 ۲۵ / ۱
 ۲۶ / ۱
 ۲۷ / ۱
 ۲۸ / ۱
 ۲۹ / ۱
 ۳۰ / ۱
 ۳۱ / ۱
 ۳۲ / ۱
 ۳۳ / ۱
 ۳۴ / ۱
 ۳۵ / ۱
 ۳۶ / ۱
 ۳۷ / ۱
 ۳۸ / ۱
 ۳۹ / ۱
 ۴۰ / ۱
 ۴۱ / ۱
 ۴۲ / ۱
 ۴۳ / ۱
 ۴۴ / ۱
 ۴۵ / ۱
 ۴۶ / ۱
 ۴۷ / ۱
 ۴۸ / ۱
 ۴۹ / ۱
 ۵۰ / ۱
 ۵۱ / ۱
 ۵۲ / ۱
 ۵۳ / ۱
 ۵۴ / ۱
 ۵۵ / ۱
 ۵۶ / ۱
 ۵۷ / ۱
 ۵۸ / ۱
 ۵۹ / ۱
 ۶۰ / ۱
 ۶۱ / ۱
 ۶۲ / ۱
 ۶۳ / ۱
 ۶۴ / ۱
 ۶۵ / ۱
 ۶۶ / ۱
 ۶۷ / ۱
 ۶۸ / ۱
 ۶۹ / ۱
 ۷۰ / ۱
 ۷۱ / ۱
 ۷۲ / ۱
 ۷۳ / ۱
 ۷۴ / ۱
 ۷۵ / ۱
 ۷۶ / ۱
 ۷۷ / ۱
 ۷۸ / ۱
 ۷۹ / ۱
 ۸۰ / ۱
 ۸۱ / ۱
 ۸۲ / ۱
 ۸۳ / ۱
 ۸۴ / ۱
 ۸۵ / ۱
 ۸۶ / ۱
 ۸۷ / ۱
 ۸۸ / ۱
 ۸۹ / ۱
 ۹۰ / ۱
 ۹۱ / ۱
 ۹۲ / ۱
 ۹۳ / ۱
 ۹۴ / ۱
 ۹۵ / ۱
 ۹۶ / ۱
 ۹۷ / ۱
 ۹۸ / ۱
 ۹۹ / ۱
 ۱۰۰ / ۱

تذریل یہ ارشادات تو چارہ سہ ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابو لفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر پانیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر مصاب میں نرمی اور ستائیس برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سبب گناہ پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیق کیا جاتا ہے، بطریق حدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناگیر لشی ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واپسی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملاتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو طیلث وینا اثبات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزیزی مکر وہ عرب و بن جہاد مستحق ترک اور عزیزہ کو کبھی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوئی مجہول اور عارض ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سبب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا لغة ما ابدى ابن الجوزي، وليلا علم ما حكم به من الوضع، وقد اضرط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب بحسن ما وضع بل قد حوال الحديث ان يكون حسنا لغيرة استحسن والله الهادي الى صبيح الهدى۔

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُنس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حدیث بڑے اور بیباکی کو کام میں لانے کے ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ عالی اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

افادہ وجم (موضوعیت حدیث کی نگر ثابہت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض برس ہے، ان موضوعیت ثابہت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یہ سلب متواترہ (۳) جماعی قطعی قطعیات الدولہ (۴) عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسے مخالفات ہو کہ احتیاج تاویل و تطبیق نہ رہے۔

۷۔ یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا حد درجہ درجہ نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عیث یا سفسط یا مدعا باطل یا ذم حق پر مستعمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتار کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

کذب و لظان پر گواہی مستند الی اللہ ہے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہو، تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی عزت اور اس پر وعدہ و بشارت یا حقیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لہجے چڑھے مبالغے ہوں جنہیں کلام مجزئ نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح طور و مضبوط وضع کی ہیں

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سیف ہوں بغض سمیع دفع اور طبع منع کرے اور ناقول مدعی ہو کہ یہ بھینٹا الفاظ کی نہ حضور اقصیٰ، عرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقول رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدیم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث،

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و مسعود بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف تو اصعب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح وہ اس نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قرب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کہ نص علیہ الہی حفظ ابو یعلیٰ والہی حفظ الحمیل فی الامم شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ بوسیل اور حافظ طلیل نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یوشی تو اصعب نے مناقب امیر مونیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کہ ارشاد اہل الاحادیث المذاب عن المسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا ذخیرہ کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرنی عالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طبع سے یا غضب و غیرہما کے باعث بھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث ہقی میں زیادت جناح اور حدیث ذم مطہین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلام میں استقرائے ہم کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اہل حفاظ و نشان کلام تھا جس کی یہ قلمت صد ۱۰ سال سے معدوم

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرے خواہ مراد خواہ ایسی بات کہ جو مجزئہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ نے بلا واسطہ

حکمہ روایت لا یشترک فی اعتبار الاتی الحیات
کما نصوا علیہ فی الاصلی ۱۲۰۰ (۱۲۰۰)
میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حیات کے
علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی
تصریح کی ہے ۱۲۰۰ (۱۲۰۰)

مدنی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات دہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معتول نہ ہو۔

یہ پتہ رہا کہ اس حدیث میں اس مجمع و تخیس کے ساتھ ان سطور کے سوانہ طیس و لوبسٹہ العقالی ہی محل
صورة لظان انکلاہ و تقاضی المرام، و لسانہا لک تصدد و لک (گر ہم ہر ایک صورت پر تفصیل گفتگو کریں تو
کلام طویل اور متعدد ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی
رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علماء کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکا عرض یعنی یہ امور مذکورہ کے اصلاح حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو
امام شافعی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو كان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر
یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں
تمام الاستقراء خیر مستلزم لدلالت بل لا یبد
استقصائے تمام کرے اور با اینہم حدیث کا پائیک
روای کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کیےں شرط
معہ من لعمام شفی صلیاتی۔

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت رزم نیز آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)
مولانا علی قادری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ، بارہ اتحاد و جان کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند

میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابی حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا، والیف ہر انت الحدیث
مہیبت لا موضوع (ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت مسطلان کا راوی
ابو عقال بدل بن زید ہے، ابی حبان نے کہا وہ اُس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و مسند
ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسند و پھر خاتم المغالط نے لائی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریر علی الرواط، و لیس فیہ ما یجیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتبعہ، و طریقۃ
یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں مردود الحوب پر گھڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی
امر نہیں ہے شرح یا عقل محال، نے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں
بنا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتحاد فضائل اکامام احمد معروۃ فی القاصح فی

احادیث الفصائل دون احادیث الاحکام۔
یعنی تو اسے درج مستند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔
میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت۔)

(۴) کذاب وضاع جس سے عداۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر محاذ اللہ برتان وافر کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق علی نہ ہو جو یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کہیں سچ پوتا ہے اور اگر قصداً افتر اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم بکذب وضع ہو، یہ مسلکہ نام، نشان وغیرہ علماء کلاسے، تجربہ و تہم میں فرماتے ہیں۔

الظن اجمالی کون لکذب لراوی بان یروی عنہ
ما لم یقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متھذ الذلک
او فہمتہ بذلک، الاول هو الموضوع، والحکمہ
علیہ بالموضع نما ہو بطریق الظن الذلک
لاہا لقطع، اذ قد یصدق الکذب، والثانی
هو المتروک مطلقاً
ظن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہو گا مثلاً اس نے
عداۃ اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔
پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر
وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض
اوقات بڑا جھوٹا بھی سچا بولتا ہے، اور دوسری صورت
میں روایت کو متروک کہتے ہیں احصیاً۔ (ت۔)

یہی نام کتاب الاصابہ فی تیسرے اصحاب میں حدیث اب الشیطان یحب الحمرة فیا کھ والحمرة وکل ثوب
یہ شہرة (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت)
کی نسبت فرماتے ہیں،

قال الجورقانی فی کتاب الابطال ہذا حدیث
باطل و سنادہ منقطع کذا، قال وقولہ باطل
مرہ و فان ابایکو المحدثی لم یوصف بالموضوع
وقد وافقہ سعید بن بشیر، و امتضاد فی
جوز خانی نے کتاب الابطال میں کہا کہ یہ روایت باطل
ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح
انہوں نے کہا اور ان کا باطل کن مردود ہے کیونکہ ابویکر
ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے رفعت

عن ذکرہ فی ترجمۃ سلفہ س یزید الشقرانی (۴)
واقعی بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۷ منہ ازت

سلف القول المسود الحدیث الثانی مطبوعہ مطبعہ مجلس دارۃ المعارف الشمانیہ جدید آباد دکن ہند ص ۳۴
مک شرح تجرید الفکر معز بہرہ النظر بحث الظن مطبوعہ مطبعہ علیی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السيد رجلا، فقد رتبته ان المتن ضعيف اما حكمه
 باوصاف محمود ودية
 کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے
 زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر
 وضع کا حکم جاری کرنا مراد ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ زیرہ میں فرماتے ہیں،

الموضح هو الحديث الذي فيه لعن بسكيب
 الراوى
 موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر
 کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی زرقانی شریعت میں فرماتے ہیں،

احاديث الحديث حكمها الجوزي بوضعها و مرد
 عليه الحافظ بما حمله انه لم يتبين له الحكم
 بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم
 هو ضعيف من حميم طريقة
 روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار
 دیا ہے اور فقط نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل
 یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس
 میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ان وہ جمع
 طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں حدیث کان لا يعود لا بعد ثلاث
 عبادت میں فرماتے تھے۔ ت پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں سلم بن علی متروک واقع ہے فرمایا،

ورده ابن الجوزي في الموضوعات وتلقوا بانه
 صحيح فقط، لا موضح، فان مسحة يهيج
 بكذب كما قاله الحافظ ولا يلتفت لمن غسر
 ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے
 ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع
 نہیں کیونکہ سلم پر رجوع بالکذب نہیں جیسا کہ فقط نے کہا

عليه المقصد الثاني آخر الفصل التاسع ۱۲ من ۱۲
 عليه المقصد الثاني من الفصل الاول في طبس
 صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ احته روى الله تعالى منه
 دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من ۱۲
 آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طبس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من ۱۲ (ت)

له الاصابة في تمييز الصحابة القسم الاول حروف الراء
 حاشیہ زیرہ النظر مع نخبة الفكر ببحث الموضوع
 مطبوع دار صادر بیروت ۵۰۰/۱
 مطبع طبعی لاہور ۵۶ ص

شرح الزرقانی علی المصابیب المقصد الثاني آخر الفصل التاسع مطبوع مطبعة عامرة مصر ۲۵۰/۳
 الفصل الاول من المقصد الثاني من في طبس صلى الله عليه وسلم مطبوع مطبعة عامرة مصر ۵۸/۴

۲

۳

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،

هذا مذهبنا، فان الحكاية رواها ابو الحسن بن
بن جعفر في كتابه فضائل مالك باسناد
يه، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من
طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه
فمن اين المالك كذب وليس في اساده اوضاع
ولا كذاب!

حالانکہ اہل سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی

کذاب۔ (ت)

افادہ نهم میں، امام الشافعی امام خاتم المصنفین کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا۔
امام آفر کا قول گزرا کہ متروک ضعیف کسی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقیبات میں فرمایا،
لم یجرح بکذب فلا یدرہ انیکون حدیثہ موضوعا۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع
ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء یہاں حدیث پرست تھے مگر حقائق ثابت ہیں کہ جب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل
فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کہا ہے نہ سہم یا کذب۔ کبھی فرماتے ہیں کہ موضوع
تو جب ہوتی کہ اس کا راوی سہم یا کذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرقانی و
امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی بہت کم راوی سہم یا وضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ہر طرح
کمالیکی متروک ہے، تعقیبات میں فرمایا سہم یا کذب تو نہیں۔ افادہ نهم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک کسی
سہم یا کذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم المصنفین کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجمل، مجروح، کثیر الخطا، متروک اور
سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے،

عن المقصد العاشر لشمس الدين في سيرة قديمي

وصي مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر انبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں اس کا ذکر سہ ۱۲ منہ (ت)

باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر سہ ۱۲ منہ (ت)

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر سہ ۱۲ منہ (ت)

باب البعث ۱۲ منہ

شرح الزرقانی علی المراجع الفصل الثانی المقصد العاشر

سہ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن

مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر
مکتبہ اشرفیہ سازنگر مل

۲۲۸/۸

ص

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقہ کوئی شکی نہیں، میں
کتا بڑوں کو یہ متسم یا کذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ
حدیث ضعیف ہے۔ (د ت)

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں
میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محض نظر
سہہ کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ میں جانا پڑے" اس کی سند
میں ابو حاتم مگر احمد حدیث سہہ میں کتا ہوں اس پر کذب
اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (د ت)

اس حدیث کی سند میں حماد ہے لہذا یہ قابل استدلال
ہے، نہ کہ بن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب متابعت
کی ہے اور اغلب ضعیف میں حماد کے مثل ہے لیکن
میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی
تہمت لگائی ہو۔ (د ت)

علامہ زرقانی نے شرح براہین میں حدیث عالم قریش یہذا الاذن علما (عالم قریشی زمین کو علم سے
بہرہ دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا، کیف یتصورہ صعبہ ولا کذاب فیہ ولا متهم اس کا موضوع ہونا

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (د ت)
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۳ منہ (د ت)

عن آخر التوحید ۱۲ منہ

علم اول العلم ۱۳ منہ

علم اول باب البعث

۱۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب البعث	مکتبہ اثریہ سالکہ بل	۵۳
۲۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب التوحید	"	۴۰
۳۔	"	باب العلم	"	۴۰
۴۔	"	باب البعث	"	۵۴
۵۔	شرح التوحید علی الراجح المقصد الثاني لثباته بالاستشیاء والتعقیبات		مطبوعہ مطبعہ العامرہ مصر ۱۳۵۹	

حدیث فیہ حسن بن فرقہ لیس بشی، قلت۔ لہ
یتهم کذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث
ضعیف لہ

علم

اسی میں ہے

حدیث فیہ عطیہ العوفی وبشر بن عمارۃ
ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم
یتهم واحد منهما بکذب لہ
اسی میں ہے

حدیث اطلبوا العلم ولو بالحقین، فیہ ابو عاتکہ
عنکوا الحدیث "قلت لہ یجرح بکذب ولا تہمة۔

اسی میں ہے

حدیث فیہ حماد ۱۰ یحتج بہ قال العاصم
ابن حجر تابعہ اغلب و اغلب سببہ بعدہ
فی الضعف، لکن لم اس من اتهمہ بالکذب۔

کیونکہ مقصود ہو حالانکہ نہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متهم۔

باتجملہ اس قدر براہِ جماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرآنِ طعیدہ و غالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متهم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کُنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا وضع کر دے یا مشدود مفراط ہے یا فضیلِ خالط یا متعصب معاند و اللہ الہادی و علیہ اعتمادی۔

افادۃ یار و ہم ابارہ موضوع یا ضعیف کُنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کی جو حدیث فی ثقبہ ان پندہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ ابارہ اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی ثقبہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کُنا میں بھی یہ حاصل حاصل، نیز حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عام کا حکم وضع یا ضعیف دیکر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، نادانوں کی فہم خف ہے، میزانِ الاصلہ امامِ ذہبی میں ہے،

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن صاحبنا فی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب
احمد بن حنبل "قال احمد بن حنبل" هذا
کذب "یعنی بهذا لا سند واکلا فالمتت
له طرق ضعیفۃ۔
ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن صاحبنا فی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ
کو کذاب فرمایا اسی سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند
سے کذاب ہے اور نہ اصل حدیث تو کئی سندوں سے صحاح
سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابو الخیر محمد محمد بن ابی الخیر استاذ امام الشافعی امام ابن حجر مستقر فی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
حصن حصین شرحین میں جس کی نسبت فرمایا، فلیعلم انی ادجوانیکون جمیعہ حافیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ
میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیثِ حاکم و ابنِ مردودہ کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا کہ کہ، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ باری

اُس کی شرحِ ترمذی میں لکھتے ہیں،

صرح ابن الحوزی ماں هذا الحديث موضوع
قلت "يمكن سيكون بالنسبة الى اساده المذكور
عنده موضوعاً"

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں
کتا ہوں" ممکن ہے اس نہ کوہ سند کے اعتبار سے
ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح عز و صین میں ہے، نیز موضوعات کیر میں فرماتے ہیں،

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للخذر من
الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق
وصحيحاً من وجه آخر

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے
تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر
ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے
موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی حدیث اچھے ابراہین کی نسبت فرماتے ہیں،

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل : هو
يفيد ضعفه فقط ، وبه صرح في موضع آخر
من الروص وايد به حديث ولا يفي هذا
توجيه صحته لان مراده من غير هذا
الطريق ان وجد ، اذ في نفس الامر كانت
الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر

سیلی نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجهول ہیں جو اس
کے قطع ضعف پر وال ہیں اور اسی بات کی تصریح
انرو میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث
کے ساتھ کموتیت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے
منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے
اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے یہ بڑے ضعف
وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شیخ حدیث "صلوة بعد صلاة خمسين من سبعين صلاة بغیر سواك" (مسواک کے ساتھ نماز
بے مسواک کی نشتر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جہد صحیح سندوں سے روایت کی،
امام ضیاء اللہ سے صحیح بخاری اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد ابن حنبلہ
حارث بن ابی اسامہ و ابو یعلیٰ و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم و غیر جماعت محدثین نے بطریق مریدہ و اسانید متزوہ

ما ترمذی ص ۳۵ ص ۳۶ تعزیت اہل رسول اللہ عند وفایہ تو کشف الکفوف ص ۴۰

سکھ الاسرار فرمائی الاخبار الموضوعة الدافع للزعم فی ایضاً المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۵۵ ص ۴۶
سکھ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات ائمہ و ما یعلق بابو یعلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ سلم مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱۹۶/۱
سکھ مسند احمد بن حنبل زمسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۲/۴

احادیث اُمّ الرئیس حدیثتہ۔ عبد اللہ بن عباسؓ و عبد اللہ بن عمرؓ و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداءؓ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تحریر کی گئی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہما ابو عمر ابن عبد البر نے تمسید میں امام ابن عیینہ سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنیہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،
قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن عیینہ، یعنی امام ابن عیینہ کا یہ فرمانا ذکر حدیث باطل ہے
انہ حدیث باطل، ہو بالنسبة لما وقع له اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔
ص طریقہ۔

ور نہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل و بہر حسن ثابت ہے۔

اور نیکے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح عثمان

وغیرہ صراح و سنن و

ان سر جلائی الہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فعال اعلیٰ مرأی لاند قد یدکلامس قتالی
طلقھا قال اتی اجبھا قال استمتعت بها۔
ایک شخص ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری بیوی کسی بھی چھوٹے دلوے کے
باتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا، اسے طلاق دے دے۔
عرض کیا، میں کس سے بہت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا
اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ با سانیہ ثقات و مؤلفین احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی
نے مختصر سنن میں کہا، سادہ صالح، اس کی سند صراح ہے۔ (ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں
فرمایا، اس رجال سندہ صحیح بہم فی الصحیحین علی الاتفاق و لا نظر آد (اس روایت کے تمام روی

عند کل من سأل شیئا من طعام او سال
اعطته ولم ترد هذا هو المراجع عندنا فی
معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)
یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے
دے دیتا ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے
نزدیک یہی رائج ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لہ المقاصد الحسنة للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع . المکتبۃ السلفیہ لاہور ۹۸/۲
سنن مختصر سنن ابی داؤد و حافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلہ من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاندلسیہ مالطہ ص ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا: دست امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا، حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشافعی حدیث کا صحیح ہرنا ثابت کر کے فرماتے ہیں،

لا یلقت فی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی؛
 حیث ذکر هذا الحدیث فی الموصوعات، ولم
 يذكر من طرقه الا الطريق التي اخرج بها
 الخلال من طریق ابی الزبیر، و اعتمد
 فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد؛
 فبان ذلك من قوة اطلاع ابن الجوزی
 وغلبة التقیید علیہ، حتى حکم موضعه
 الحدیث بمجرده ما جاء عن امامه، ولو عرضت
 هذه الطرق علی امامه لاعترف ان الحدیث
 احمدا، ولكنه لم یقم له قلد ذلك لم ار له
 فی مسنده، ولا فی ما یروی عنه ذکر احمدا
 لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر
 سوى ما سألہ عنه الخلال وهو معذور
 فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها
 اه ذروه فی اللالی۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں
 دی جاسکتی گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات
 میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں
 ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے
 ابوالزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں
 اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے،
 قریب بات ابن جوزی کے قلم مطالعہ درخشاں تعلیقہ کو
 واضح کر رہی ہے جس کی انہوں نے اپنے امام سے
 منقول محض راہ کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا
 حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش
 کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر دیتے کہ حدیث کی اصل
 لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث صلا ان کی
 سند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے
 مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے
 ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور

امام احمد اس کے جواب میں عندہ پھر سے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے گالی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عنه فی اواخر النکاح

(نتیجۃ الافادات) بجز اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے ہر تیر و دو و ہادیم ماہ کی طرح روشنی کر دیا کہ احادیث تفصیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصل کے علاوہ نہیں، ان پندہ میوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا نہ کسی ضلع کذاب یا تہم یا کذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض یہ ہے اصل و اسب الرفع، و لہذا علمائے کرام نے صرف لا یصحہ فرمایا یہاں تک کہ وہ بابہ کے امام شوکانی نے بھی بآئندہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں جہل معنی فقرہ کی عادت ہے، فوائد مجرور میں اسی قدر پر اقتصاد کیا اور شروع کئے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام متمد کے کلام میں محکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی مستند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جیسے وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جمالت و انقطاع اگر ہیں تو محدث ضعیف نہ کہ مثبت وضع۔ مجوز تھا ہے یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلے وہ اللہ التوفیق۔

افادۃ دوازدهم (تعدد طرق من ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے ادوہ سب ضعیف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف کی کبھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعیف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کہ حدیث درہمیں تک پہنچی اور مثل صبح خود احکام حلال میں بہت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے: تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔

تعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا: تعدد الطرق ولو صحت یرفق الحدیث الی الحسن۔

طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

تحقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: لو تم تصحیف کلہا کانت حسنة لتعدد الطرق

اگر سب کا ضعیف تمامت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ الاخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ باب ما یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

علہ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العامة ۱۲ مر ۱۳۱۱ میری ترجمہ کر کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ اذادیہ لبنان ۱۸/۳

سلہ الاسرار مرقومہ فی اخبار السنۃ احادیث الخیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

و کثرت تہ
اسی میں فرمایا،

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیث ضعیف اس کے سبب جرح ہو جاتی ہے کہ تعدد
اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

ما ترقی الحسن ان يرتفع الى الصحة اذ كثرت
طرقه والضعيف يصير حجة بحد لا تعدد
قرينة على ثبوته في نفس الامر

امام عبد الرزاق شہرانی قدس سرہ التورانی میزان الشرع و کبر سے میں فرماتے ہیں،

بیشک جہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے
جرح مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس
قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبر سے میں
بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے تہ مجتہدین و
اصحاب تہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض
سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمهور السعدین بالحديث الضعيف
اذا كثرت طرقه وانما هو با لضعيف تارة ،
وبالحسن اخرى ، وهذا النوع من الضعيف
يوجد كثيرا في كتاب السنن ، كبرى البيهقي التي
الغالب يقصد الاحتجاج بقوال الاثمة وقوال
صحاہہ

امام ابن حجر مکی صراحہ میں دوبارہ حدیث نو سہیل السیال یوم عاشورہ امام ابو یوسف سیحی سے نقل،
یہ سننیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر
قوت پیدا کریں گی۔

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا
ضممت بعضها الى بعض احدثت قوة

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقیبات میں فرماتے ہیں،

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

استروك او المنكروا، تعددت طرقه اسرقی

علیہ قالہ فی مشلۃ النعل قبل المغرب ۳۳۷

علیہ الفصل الثالث من فصول في الاجابة عن الامام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۷ متروک فی اللہ تعالیٰ

علیہ باب المتابع حدیث الطریق علی حیادة ۳۳۸

۲۶۶/۱ سے فتح القدير صفة الصلوة بحث سجود علی التمام مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۸۹/۱ سے فتح القدير باب التواقل - - - -

۶۸/ سے میزان المیزان کبیرے لشعرا فی فصل ثالث من فصول فی الاجابة عن الامام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۱۸۳ ص سے الصواعق المبرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ سلطان

الدرجة الضعيف الغريب، بل مرصداً وتقف
الى الحسن^{۱۱}۔
ترقی کرتی ہیں۔

افادۃ سیئرزہم (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے سنس ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہج
ہونے کے صراح میں، جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے سبب تعدد طرق سے منہج ہو جاتے
ہیں اور حدیث کو تہہ حسی تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منہج دونوں ہونے کے صراح میں، فادۃ
پنجم میں امام خاتم الخفافہ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منہج ہو گئی، امام الشافعی کا فرمانا گزرا کہ
حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث،

لیث عن عیاض عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم
یسوا احدہم مع احد افقد جہل^{۱۲}۔
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کے تین بیٹے ہوں اور ان
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

کام لیا (مت ۱۱۰)

پر طعن کیا کہ لیث کہ امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن جابر نے غلطہ بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد
بروایت نظر بن شقی مرسلہ مسند عمارت سے ذکر کر کے ابن النعمان سے نظر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،
هذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله
في قسمه لم يقبل^{۱۳}۔
یہ مرسل اس حدیث ہی جاس کہ مزید ہر کسے قسم مقبول ہیں
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع منیر میں فرماتے ہیں،

في اسامه جهالة لكنه احتضد نصار حسنا^{۱۴}۔
اس کی اسناد میں جہالت بہت گہرا تائید پاکر حسن ہو گئی۔

۱۔ فی کتاب البیتداء

عَلَيْهِ تَحْتَ حَدِيثِ ابْنِ الْمَسَّاحِدِ وَخَرَجَهُ الْقَامَةُ ص ۱۲۸ مَرْصُومٌ تَعَالَى عَنْهُ

۱۔	لمع التعقبات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اریہ سانگلہ ل	ص ۵۵
۲۔	مستب، الموضوعات	باب التسمیۃ بحجہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۵۴/۱
۳۔	الذاتی، الموضوعات	کتاب البیتداء	دار المعرفۃ بیروت	۱۲/۱

۴۔ تیسیر شرح جامع منیر لمناوی حدیث، ابوالساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵۰/۱

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعلی علی
 هذا أحد اهل العلم، قال النووی واستاده
 صحیفہ لغتہ میرک، فكان الترمذی یرید تقویۃ
 الحدیث بعمل اهل العلم، والعلی عند اللہ تعالیٰ
 لما قال الشیخ حمی الدین ابن العربی انه تلقی
 عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انما
 من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف، غفر اللہ
 تعالیٰ لہ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا، فکنت
 ذكرت التہلیلۃ بالعدد المعروف من غیر ان
 اموی لاحد بالمعصوم، فحضرت طعاما معہ
 بعض الاصحاب وخیہم شاب مشہور بالکشف،
 فاذا هو فی اثبات الاصل اظهر لیساً، فسألتہ
 عن السبب، فقال انی فی العذاب، فوجبت
 فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہ فضحک
 وقال انی سألنا الایمانی حسن العابد فقال
 الشیخ فعرفت صحیحۃ الحدیث بصحیحۃ کشفہ
 وصحیحۃ کشفہ بصحیحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم
 کا اس پر عمل، سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
 کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی اہل علم
 سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
 اس کی تفسیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام حمی الدین
 ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
 ستر بار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت
 ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
 لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تو اس میں کسی
 کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
 ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف
 کا شہرہ تھا، کچھ تے کچھ تے رونے لگا میں نے
 سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں،
 میں نے اپنے دل میں لگا کا ثواب اس کے ماں کو بخش
 دیا فرادہ جوان نے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ
 دیکھتا ہوں، امام حمی الدین تہمس ہر فرماتے ہیں تریں
 نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام سیوطی سے ناقل تہ اولہا الصالحون بعضهم من بعض وف ذلک
 تقویۃ للحدیث السرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

عَلٰی باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التہلیلۃ ۱۲

سہ مرتقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب علی المارم من المتابعہ مطبوعہ ادارہ ستان ۹۸/۳
 تہہ التعقیبات علی المرفوعات باب الصلاۃ مکتبہ اثیریہ سالنگھل ۱۲

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا ،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صححة
الحديث قول احد ائمة به وان لم يكن له
اسناد يعتمد على مثله۔
معتد علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحیح
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند
قابل اعتماد نہ ہو۔

پر ارشاد علی احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افقارہ شش نزد ہم (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالبہ تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے
پایا جائے وہ سب ایک قدر کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کہیں ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسو میر ہیں جن میں غلط فہمیں دیکار، عسدرہ
تغذائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ،

خبر الواحد على تقدير اشتغالها بجمع
الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيده
الا اطلاق ولا عبارة بالنظر في باب الاعتقاد والاعتقاد
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں غنایت
کا کچھ اعتبار نہیں۔

عنه باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين
من غير حذف فقد اتى بابا من ابواب الكهان
اخرجه الترمذي وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتقد
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد من
۱۶ صه رضي الله تعالى عنه (هـ)

باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين
من غير حذف فقد اتى بابا من ابواب الكهان
اخرجه الترمذي وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتقد
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد من

سنة ۱۲ صه
سنة ۱۰۱ صه
سنة ۱۲ صه

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں، الاحاد لا تغید الا عتقادہ فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارۃ اعتقادہ قابل اعتقاد)۔

(در بارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لڑائے خواہ فقیر یا حسن لڑائے یا کم سے کم فقیر ہونا چاہیے، جو وہ علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(مفہوم مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
لیے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراد
نہ جاننے سے ناشی۔ جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے جگہ خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عز و جل کو مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرثاۃ و
شرح ابن حجر کی تعلیقات و لآلئ امام سیوطی و قول مستد امام عسقلانی کی پانچ جہات احادہ دوم و سوم و چہارم و دوم میں
گزریں، عبارت تعلیقات میں تصریح کی کہ صرف ضعیف میں بدکردی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوّل کی مخالفت بھی جوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ الطہار
و المعروف سیستانی ابو طالب محمد بن علی کی قدس سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم المحرقات القلوب فی معارفہ المحبوب

علمای و لا عدوۃ بمن شذ ۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہتا)

علمہ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کہنا، نحن فیہ ۱۲ منہ

عَلَمٌ مَسْئَلَةُ امير المؤمنين رضي الله تعالى عنه في تحقيق و تنقيح فقير كرسالة البشرية العاجلة من تعحف اجلة و رساله الاحاديث
الراوية لعدد ۱۳ لا مير معوية و رساله البشرى الاغلاز و الاكرام لاول ملوك الاسلام و رساله ذب الاله و الواهية في
باب الامير معوية و غير ذلك من عدة و فتا الله تعالى بمكة و كرمه لتعريفها و تبينها و تفهيمها و لبسها و زلفها
الاسلام بفهمها و تفهيمها امين يا عظيم القدرة و اسم الرحمة امين صلى الله تعالى و بارك و اعلى سيدنا محمد و آله
و صحبه و سلم و منتهى الله تعالى عنه ۱۱.

علمہ فی فصل الحادى و الثلثین ۱۲ منہ

منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منہج من عن الکیار و الصغار مصطفیٰ الدہلی مصر ص ۷۵

میں فرماتے ہیں،

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب
متصلة محتملة علی کل حال مطابقہا و مواسیلہا
لا تعارض ولا تردد، کذلک کان السلف
یعملون۔
فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وہ خود ہیں مقلودع
ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ انھیں
رد کریں، اگر سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی ارجمین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حزنہ ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاصحاب قد اتفق العلماء
علی جو اسما عمل بالحدیث الضعیف فی فضائل
الاعمال و لفظ المحرر لجواز العمل بہ فی فضائل
الاعمال ہا لا یفارق۔
یعنی مشکوٰۃ حدیث و علماء دینی کا اتفاق ہے کہ
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔
(مختصاً)

فتح المبین بشرح الارجمین میں ہے،

لانہ ان کان صحیحاً فی نفسہ، لا یتردد عنہ
حقہ من العمل بہ، والا لیرتقب علی العمل
بہ مفسدۃ تحلیلہ ولا تحریمہ ولا ضیاع حق
للعیرو فی حدیث ضعیف من بلفہ عنی ثواب عمل
فعلہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قائلہ او کما
یعنی حدیث ضعیف برفض علی اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
عمل کرنے میں کسی عقید یا تحویم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے

علی تحت حدیث من حفظ علی امتی ارجمین حدیث قال النووی طرقہ کل ضعیفۃ ۲، م ۲،

علی فی شرح المخطوۃ تحت قول النصف رحمۃ اللہ تعالیٰ انی امر جواد ینکون جسیعاً فیہ صحیحاً ۲، م ۲،

علی فی شرح المخطوۃ ۱۲، م ۲، یعنی اللہ تعالیٰ نے (م ۲)

۱۷۸	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	سہ وقت الطوب فی معاظرات المحبوب
ص ۲	صحیفۃ ابی ہریرۃ	خطبۃ الکتاب	سہ شرح ارجمین عن نووی
ص ۲۳	نو کشتور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	سہ حزنہ ثمین شرح مع حصین

قال واش من المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرد على من سارع
فيه ^١
کے یوں نہیں ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علامہ سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے ^۲
مقاصد حسنة میں ہے،

قد قال ابن جبر البراءة لهم يتساهلون في
الحديث اذ اكان من فضائل الاعمال ^٣
بے شک ابو جبر ابن جبر نے کہا کہ علامہ عیث میں تساہل
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔
انام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال ^٤
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔
مقدمہ امام ابو طو ابن الصلاح و متصرب جانیہ و شرح الفیفة للصف و تقریب النووی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے،

والله لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيذ الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيره مما لا يعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك اثم جليل
وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذا دويتا
محمد بن وغيرهم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
پہلے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل
و امام جبر الرحمن بن مہدی و امام عیث اللہ بن مبارک
وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے جب

عن ذكره في مسألة تقديم الاصح ١٢ مر (م)
صاحب ورنه و تقری کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۲ مر (ت)

سنة فتح المبين شرح الأربعين

سنة القاصد الحسنه زیر حدیث من يلقه عن الله الخ
سنة فتح القدير باب الامامة
مطبعة دار الكتب العلمية بيروت
نورہ رضویہ سکھر
ص ۲۰۵
۳۰۳/۱

فی العلل والحدام شد دنا و اذا اس ویناقی الفضائل
و بحوھا قاسھا و لو لم یخصھا۔
ہم ملول و عرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اور مہلتا۔

امام زین الدین عراقی نے اُخیرۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ واحد
(یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شراح نے فتح المیفیث میں امام احمد و امام ابو یوسف
و امام ابی المبارک و امام سفین ثوری و امام بن عیینہ و امام ابو زریا غنیری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال
نقل کیے اور فرمایا کہ ابی ہدی نے کامل اور غیبی نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ ملاحظہ
مشہور ہے اور نصوص نامحسورہ بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذریع کبرائے و جاہر بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعا تیر میں لکھتے ہیں،
ضعافت در فضائل افعال و فیما یحییٰ باتفاق ماحمول فضائل افعال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں ایسی
بہا است۔ الخ میں باتفاق ملاحضیعت حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مذاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او ابن کاشکال حدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا، اسی حدیث کو
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے تصنیف کیا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
اُسی میں حدیث فضیلت شب رات تصنیف امام بیہقی سے نقل کر کے لکھا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل افعال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ بنقد ہم فضائل افعال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ مرن جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت
استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا نعما، اللہ تعالیٰ برکاتہ کتاب الازکار المستحب میں کلام اللہ عز و جل
عَلَّی نَعْلُ هَذِهِ الْعِبَادَاتِ الثَّلَاثَةُ مَحَقَّقَاتٌ اَصْحَابَنَا
و مَرِیئَةُ اَصْحَابِنَا مَا جَاءَ الْفُحُولُ مَحَبَّ الرُّسُلِ، مَوْلَانَا
الْمَوْلَى مَحَبَّ الْقَادِرِ اَبَدِیُّوْنِ اَدَامَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ حُضْرِهِ
فِیْ کِتَابِهِ حَبِیْبُ الْاَصْلَامِ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی مَنَاسِیْهِ یَعْلٰی الْمَوْلِدُ
وَالْقِیَامَةُ ۱۲ مَنَہ (۱۲)

مجلد اول کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ مردم، یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ مَنَہ

۱/ ۲۹۸ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور
۱/ ۶۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی
۱/ ۸۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

کان لعناء من السعدین والعقہ ، و غیرہم
یحوزن ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب
والترہیب بالسند الثقیف ما لم یکن
موضوعاً۔

محمد بن وفیہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الدائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سید ذی عبد الغنی
نابلسی نے صلیۃ علیہ وسلم شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی ، امام فقیہ النفس متقی علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ،
الاستحباب یثبت بالصحیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم علی غلیۃ المستمل فی شرح صلیۃ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں ،

یستحب ان یسبح بدہ بعدیل بعد الضا
لہدوت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان
للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ
یتكشف بها بعد الوضوء ، و الترمذی
وہو ضعیف وکن یجوز العمل بالصحیف فی
الفضائل علیہ

(شاہ رو مال سے بدن پر نچوٹنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے
امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ
حضرت پر نور سیدہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
روبان سے ، عشاء سے ایک صاف فرساتے۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا۔)

مولا امام علی قاری موضوعات کبیرہ میں حدیث مسند ابن کثیر کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں ،
الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتقا

فصائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عائشہ اور اخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ (مردم)
عائشہ قبیل فصل فی حمل الخ مرة ۱۵ (مردم)
عائشہ فی سنن الفصل ۱۲ مردی ، اللہ تعالیٰ عنہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ (مردم)
فصل فی حمل الجنائزہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ (مردم)
سنن فصل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ (مردم)

۱۔ کتاب - ذکا المستحب من علام سید ابراہیم علیہ السلام فصل فی الاعمال من الحدیث مطبوعہ دار الفکر بیروت ص ۷
۲۔ فتح قدیر فصل فی الصلوات علی النبی مطبوعہ نوریہ رضویہ سیکر
۳۔ غنیۃ المستمل فی شرح منیۃ ، صلی سنن الفصل سہیل اکبر علی لاہور ص ۵۲

ولذا اقل امتنان مع الرقة مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے اکثر کرام نے فرمایا کہ وہ نہیں
کردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام شافعیؒ بول سیر علی طوایف الثریا باظهار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں،
استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی قلوب نل
الاعمال۔
تلفیق کو امام ابی الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

عقلمرمتی جلالی دہائی رحمہ اللہ تعالیٰ انہذج العلم میں فرماتے ہیں،
الذی یصلح لتقریل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة والکراهیة یجوز العمل بہ ویستحب
لا بہ مومن الحطرو مرجوا الضعف۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ درست و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ درست و کراہت کا عمل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ نقلہ بعض العصریین وهو فی انری ثقتہ فی النکت ۲ من (م)
عہ نقلہ الصلحہ شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی میاض فی شرح الیہیاجۃ
حدیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داؤد حدیث من مثل من علم فکتبہ الحدیث و
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشرح ملخصاً وناشرہ بما ہو من شرح ھیہ والوجہ مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرہ والولاء خشیۃ الاطلالۃ لا یتنبأ بھما مع مالہ وعلیہ ولكن مستشیر ان شاء اللہ تعالیٰ
لی اخرین لیسیر فیضہر بہ الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ من رسی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۶۳ ص	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	حدیث مسیح الرقة	۱۶ موضوعات کبیر
۱۹۱/۲	دار الفکر بیروت		کہ الحادی لفقہا دی خفیا
۳۳/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	دیباچہ	۱۶ نسیم الریاض شرح شفاء

ورنہ نفس جواز تو اصالحت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو
 لا جرم و رد حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کی حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی
 استحب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ طبری و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و ثبوت استحب قرار دیا اور امام
 محمد محمد گدائے امیر حجاز نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو بدعت ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے
 تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک ذائد و بالاتر چیز ہے اور وہ
 نہیں مگر استحب و هذا ظاہر لیس دومہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ
 شرح فیہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعیف الذی
 لیس بموضوع فی مسائل الاحمال فهو فی ابقاء
 الاباحة السی لم یتیم دلیل علی انتعاشها
 حکما فیما یحسن فیہ اجدد
 امام ابو طالب کی قوت، القلوب میں فرماتے ہیں،

المحدث اذا لم ینافه کتاب و سنة و لم
 یشهد الہ ان لم ینفرد تاویلہ عن اجماع
 الامة، فانه یوجب القول والعمل لقوله
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف و قد
 کیل
 حدیث بخبر قرآن نفیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
 اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ تھکے،
 تو بشرطیکہ اُس کے معنی فحاشات اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے
 قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور شہداء
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذکر دمانے کا
 حاکمہ کہا کر گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفصل مسئلۃ التمدیل ۱۲ منہ (م)
 سنن خلیل میں رجال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
 اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۳ منہ (ت)
 علہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۴ منہ (م)

سہ حدیۃ العمل شرع فیہ المصلی

علہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المشرقیہ مصر ۱/ ۱۷۷

دریں کتاب وسنت و جماع اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ مانے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب

فكانه يريد انك قد كما تقول لبعض اصحابك
حقك واجب على فقال في الدر المختار لا
المسلمين توارثوه موجب اتباعهم او ان
الى ما عليه السادات الصجاهدون من الائمة
والعبودية قدسنا الله تعالى باسرارهم الصافية
من شدة تعاهد هم للمستحبات كانهما
من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل و
كثير من المباحات كانهن من المحرمات وان
هذا هو المذهب عنده فانه قد مر مرها
فيما رى من المجتهدين وحق له ان يكون
مهم كما هو شأن جميع الواجدين اى عيب
الشريعة الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الى احد
من ائمة الصوفى عليه السلام عا دلت بالله
سيدى عبد الوهاب شعرائى فى الميزان والله
تعالى اعلم بمبدأ اهل الصرافان .

اقول امام ابو حالب مكي قدس سرہ کے قول

”يوجب القبول“ سے تاكيد مراد ہے جیسا کہ تو اپنے
قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درخت
میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع
واجب ہے (وجوب معنی ثبوت ہے) یا اس میں اس
مسئک کی طرف اشارہ ہے جو مجہدہ کرنے والے سادات
ائمہ و صوفیہ (۱) اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو چار
لیے مبارک کرے، کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح
پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے
بلکہ بہت سے جماعات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گریا
وہ محرمات ہیں، ان (ابو حالب مکی) کا مذہب ہے
کہ نہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں
ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا
مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو
پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام
فقہی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارضہ پائے

سیدى عبد الوهاب شعرائى نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر
بہتر جانتا ہے۔ (د ت)

عنه آخر باب العیدین ۱۲ مرقى الله تعالى عز (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (د ت)

عنه فى فصل فان قال قائل فهل يجب عدمه على المقلد انه وفى فصل ان قال قائل كيف الوصول الى واطلاع

على عین الشريعة المطهرة (۱) وفى غیرهما ۱۲ مرقى الله تعالى عز (م)

سے درخت باب العیدین مطبوعہ محبتیاتی دہلی ۱۱۷/۱

سے میزان اکبر سے فصل ان قال قائل كيف الوصول الى مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں :

ما جاءكم عنى من خير فقلته اولم اقله فانى اقله
وما جاءكم عنى من شومانى لا اقول الشوم

تھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ما قيل من قول حسن فاما قلته

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدیث به اولم احدث به

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے سنسرای ہو
یا نہیں۔

وفى اب ب من ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ابى عباس رضی اللہ
تعالى عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آکر ذکر و ثناء امام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ مت)
تخلی اپنے فوائد میں قزو بن عبد الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

مرایت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في نومنى الحجة فقلت باى است و اتمم
يا رسول الله انه قد بلغت عندك انك قدت من
سهم حدیثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
مرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اى ورب هذه البلدة انه لمع

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے مال باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اکرم

۱۔ مستد امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۶۶/۶
۲۔ سنن ابی ماجہ باب اتباع السنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴
۳۔ کنز العمال بحوالہ عن الکمال من رواية الحديث الحديث ۱۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرضی بیروت ۲۶۹/۱۰

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے منقول سے روایت کیا۔ ت)
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ما شاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) آخرجہ
 الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیحہ (اسے طبرانی نے
 معجم کبیر میں اور حاکم نے معجم واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر برا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) اس والا احمد بن احمد بن ابی ہریرہ
 مرصوعی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیحہ وفتحہ الطبرانی فی الاوسط والوفعی فی المجلد
 عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابویس نے علیہ میں حضرت واثل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور بد بھلائی سے اُس فتنے کی امید بھی تو بول تبارک و تعالیٰ نے
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی "میدضیحہ" ذکر کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ المجد فی الاولیٰ والاخریٰ
افادہ فوز و ہم (عمل بھی گواہ سے کہ ایسی حدیث ضعیف مقبول سے) وہاں التوفیق، عقل العظیم
 ہوتا ان نصوص و اقوال کے علاوہ مذکور بھی نہ ہوگا فی سبہ راہی بد ضعیف حدیث متبر اور اس کا ضعف مستفہ کہ سند میں
 کتنے ہی نقصان ہوں، غریبوں پر یقین تو نہیں غاں الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو الفتح الدین شہر زوی میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیحہ فلیس ذلک
 قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یكون
 ہدقاً فی نفس الامر وانما المراد بہ لعلہ
 اسنادہ علی الشرط المذكور
 حدیث میں جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو متی مراد
 ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے،

اذا اقبل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح
 لکن المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 لہ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 مسند مقدام بن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴
 بیروت ۳۹۱/۲
 - غار و فی کتاب غارہ ملتان ص ۸

کون الصحیح موضوعی و عکسہ کذا افسادہ اور موضوع صحیح جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے مندرجہ
الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث ادبیائے کرام کے متعلق نفیس جامعہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام
اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے ملائے قلب عرفائے رب انکے عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و مستحب بناتے اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زبرد و فائزین
کہیں نہ پاتے، ان کے علوم الہیہ بہت ہی بہرہ منوں کو نفع دینا درکنار اُن کے باعث طعن و وقصیت و جرح و اہانت
ہو جاتے، حالانکہ اللہ و جہاد اللہ ای طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ واعلم باللہ و اللہ توفیقاً فی القول من رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ
کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت
احتیاط کرنے والے تھے۔ مگر) تھے۔ ولکن

کل حزب بما لدیہ فرعون و مریت اور ہر ایک گروہ اپنے گروہ پر خوش ہے اور تیز اسب
اعلم بالہستدین۔ ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث ۱

اصحابی کا جزم یا ہم اقتدیتم اقتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی

اقتدا کرے گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں ۱

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين اس حدیث میں اگر قصہ محدثین کو گفتگو ہے

عنه فی فصل فان ادعی احد من الصحابہ فوق هذا المیزان ۱۲۷۲

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ علی قاری زیر حدیث من بلعہ عن اللہ شہ ۱ مطبوعہ مقبلی دہلی ص ۶۸

۲۔ القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۰/۲۲

۳۔ القرآن ۶۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۴/۶

۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۳۰/۱

فہرست صحیح عبد اہل، انکشاف

کشف الغم عن جمیع الامور فی ارشاد فرمایا،

کان علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من حسلی
علی طہر قلبہ من اسفاق ، کما یطہر الثوب
بالماء ، وکان علی اللہ تعالیٰ یقول من حسلی
علی اللہ علی محمد فقد فتہ علی نفسی
سبعین بابا من الرحمة ، والحق اللہ محبتہ فی
قلوب الناس فلا یغصبہ الا من فی قلبہ نفاق ،
قال شیخنا رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث
والدی قبلہ مروینا ہما عن بعض الناس فین
عن الحضر علیہ السلام والصلاة والسلام
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما
عندنا صحیحان فی احوال وجہات الصحة وانت
لم یثبتہما الصحاح ثون علی مقتضى اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر
دروغ بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے
جیسے کپڑا پانی سے ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے جو مجھ صلی اللہ علی محمد اس نے شر و راز
رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے ، اللہ عزوجل اس کی
محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض
نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہو گا۔ ہاں یہ شیخ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے
پہلے ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے
سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام سے یہ دونوں
حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں مگر یہ
محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدث ثون
بالسند الصحیح المتصل ینتفی سندہ الے
حصول الحق جل وعلا فکذلک یقال فیما
جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل
روایت کیا اس کی سند حضرت امی مزوہل تک پہنچی ہے
یہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

علیہ آخرا لجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲، مذکورہ کتاب
عکس نمبر فی بیان مستحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن المشویعة ۱۲ منہ

۱-۳۰ / مطبوعہ مطبعۃ البابانی مصر
۱-۳۴۵ / کشف الغم عن جمیع الامور فی ارشاد فرمایا، فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ترقی و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزہ بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد کس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے،

قد احدثتم عندکم مینا عن صیت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت

تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حیات و نبوت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام اشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر لیو قیت و الجواہر احرا البیحت السابع
و الاسبعین۔

۱ سے سیدی امام شمرانی نے اپنی بارگ اور عظیم کتاب
ایراقیت و الجواہر کی سینا لیسوی بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام الکاشغری رحمہ اللہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث و السبعین من المصنوعات
الکیة الشریعة الانہیة المکیة و نقلہ فی
ایواقیت ہ۔

جیسا کہ انہوں نے فتوحات الکیہ الشریعة الانہیة المکیة
کے تیسرے باب میں ذکر کیا اور ایراقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح تا تم حفاظ الحدیث امام جلیل عدل الملتہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں مجال
جہاں آرائے حضور پر درستیہ لایا مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی وہ امت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف تھے مگر یہ تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ التورانی کی میزان الشریعة الکبریٰ میں ہے من شاء
قلبت شرف بسطاعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فن ہے کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۴۹۲ متضمنہ تبدیلی منہ (ہر)

۴۵/۱	ملفوظ مصطفیٰ البانی مصر	فصل فی استحضار خروج شی من اتوال الجہدین الم	سہ المیزان الکبریٰ
۹۱/۲	~ ~ ~ ~	باب الثالث و السابع و الاربعین	سہ المیزان الکبریٰ
۸۸/۲	~ ~ ~ ~	~ ~ ~ ~	~ ~ ~ ~
۴۴/۱	~ ~ ~ ~	فصل فی استحضار خروج شی الم	سہ المیزان الکبریٰ

بنا بہت مقام کماۓ تھے نفع رسائی برادرانِ دینی کے لیے حائلِ قلم ہوا اور دلی پر نقشِ کرین پائے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس فخرِ گاہ میں پھینٹے والے بہت قدم سے

خیلی قطع الصفا فی الحب الہی

کثیر و اباب الوصول قلائل

(اسے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)
 بات دُور پہنچی کہنا یہ تھا کہ سسر پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم ہیں جو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو ماقبل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بھالتا ہے دین و دنیا کے کام امید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست دس سے دست کش ہونا کس قتل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فایده و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے چلی طرح بکھڑے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف اہل ان کی شکایت شدید ہو زیہ اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم صاف نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق کھرنے کے کھرنے کی منزل سے موقیہ مشک یا بتیلی پر انگلی سے شہد میں کئی بیٹھ کر کے چنا تمیز فرمایا ہے قرعہ سیرہ و قد غلبت رجب بک اس میں صریح متصل کی خوب تحقیق است ذکر ہے اس کا استعمال بنا حرام جانے۔ پس اتنا دیکھا کافی ہے کہ اصولِ جلیہ میں میرے لیے اس میں کچھ ضرر تو نہیں ورنہ وہ مرین کہ لفظ اسے قراہان کی سندیں اُچھوٹا اور حالِ روادِ تحقیق کرتا پھر سے گا قریب ہے کہ بے عقل کے سبب اُی ادویہ کے فوائد و مصلح سے محروم رہے گا نہ عراقِ قیچ سے تریاقِ قیچ یا تھکائے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا بیہنہ ہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُی میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعاً مٹھرنے ان افعال سے منہ نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محض کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صریح ہے فیما ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہلِ تربصوں بنا الا احدی الحسینیین (تم م پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ستم (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصدِ شرح کا مارت اور کلامِ علما کا واقعہ جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سے بقرعہ البین امام ابنِ عسبر کی و انمودج العلوم تمتع دو فی دقوتِ احتساب امام کی رحمت اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سے بقرعہ نظر صریح کرے گا

ان اقرار تہلیلہ کے پر تو سے بطور حدس یہ تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہو گا کہ کچھ فقہائے اہل ہجری میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رہے احتیاط و نفعیہ ضرورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورات کی طرف بلائے گا کہ آخر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا،

کیف وقد قیل: (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النخعی
مرحی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث، نوخلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دع ما یریک الی ما یریک
اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔

رواہ الاصابہ احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی
والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی
وابن حبان والحاکم وصحیحہ وابن قنم
فی معجمہ عن الامام ابن الاصابہ صحیحہ
الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قوی وابونعیم فی المحلیۃ والحطیب فی التریخ
بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
اسے امام احمد، ابوداؤد الطیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ابن نرے نے اسے صحیح کہا۔ ابن قنم نے اپنی معجم میں امام ابن الاصابہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے محلیہ اور حطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظنی ذب و مورث شہد سے تو کم نہیں تو عمل احتیاط میں اس کا قبول عین اراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اصل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي
بحشبات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرنی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑنے کا جیسے

حول بعضی یوشک ۛ ترتم فیہ الاواں مکل ماکل
حس، لاواں حصی اللہ حبھا سرمدہ

رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر
چراگے، سن لو ہر پادشاہ کا ایک رہنا سوتا ہے، سن لو
اللہ عزوجل کا رہنا وہ چیریں ہیں جو اس سے حرام فرمائیں۔
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت لیان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (دست)

سرمدہ، شیخان عن المعصاں بن بشر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما

امام ابن حجر مکی نے فتح البین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا :

مر جوعہما الی شی واحد وهو النہی التسنزیہی
عن الوقوف فی الشہات

یعنی ماحصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ
کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت
تسنزیہہ

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان یلک کا دیا فعلیہ کذبہ وان یلک ہما دقا
یہبکم بعد الذی یعد کرم

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے
اور اگر سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کہ نہ کچھ وہ مصیبت
جس کا وہ نہیں وعدہ دیتا ہے۔

بکہ اللہ تعالیٰ یہ معنی میں ارشاد امام ابوالباقی قدس سرہ کے قوت الطوطہ شریف میں فرمایا :

ان الاخبار الضعاف یدرخصاۃ الکتاب و
السنۃ لایزمن سر دھابل فیہا ما یدل علیہا

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں ان کا
رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول
پر دلالت فرماتے ہیں

لا جرم علانے کرام نے تصریح فرمائی کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عہ فی فصل لحدی والثلاثین ۛ (دست)
اکیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (دست)

لہ صیح بخاری باب فصل من استبرأ لہ
مسلم شریف باب انه الحلال ذکرک الشہات
فتح البین شرح ربیعین
سۃ القرآن ۛ/ۛ
مطبوعہ دار صادر بیروت
ص ۛ
ۛ/ۛ
ۛ/ۛ

میں ہوا، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر کس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا،

اما الاحکام كالاحلال والحرام والبيع و
السكاح و الطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا
بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في
احتياط في شيء من ذلك كما اذا ورد حديث
ضعيف بزيادة بعض البيوع او النكحة فان
المستحب ان يتسنه عنه ولكن لا يجب له

امام جلیل جہول سیر علی تدریب میں فرماتے ہیں ،
و يعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كانت
فيه احتياطية

علامہ علی نقیہ میں فرماتے ہیں ،

الاصول ان الوصل بين الادب و مذاق مد يكن
في كل الصلوة لما روى الترمذي عن جابر
عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال اذا اذنت
فترسل واذا اقامت فاحدروا جعل بين
او تلك و اذنت قد رما يفرغ لا فصل من
اكله في غير المضرب والشارب من شربه

علیہ فی شرح الخطبة حیث استدل امام المصنف حدیث من مثل من علم فکله الحديث ۱۲ من

علیہ فی عمل سن الصلاة ۱۲ من

علیہ قوله في غير المضرب هكذا هو في نسخة الترمذي بل هو مدرج فيه نعم هو تأويل من
العب كما قال في العنية بعد ما عتقنا قالو قوله قد رما يفرغ الاكل من اكله في غير المضرب من شربه في المضرب

نسیم الریاض شرح الشعار تتمہ قائمہ ص ۱۱۲ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۲

علیہ تدریب الزادی شرح تقریب الزادی الترمذی الثانی والعشرون المطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ بیروت ۲۶۹

والمعتبر إذا دخل نقباء حاجته وهو وانت
كان صعباً لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم
اگر چہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس میں پر عمل کرنا
ہے۔

تقسیم (بُذو کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بُذو کے دن پچھنے لگانے
سے ممانعت آئی ہے کہ

من احتجم يوم لا سبعا ويوم السبت فاحبابه
رخص ولا يلومن الا نفسه
جو بُذو یا ہفتہ کے روز پچھنے لگانے پھر اُس کے بدن
پر سپید آنا ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو طاعت کرے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں منہ الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں

سمعت ابي يقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر
بن مطر السبي بوري قال قلت يوحنا ان هذا
الحديث ليس بصحيح فاصححت يسوع
الاسري فاصححتي البرص وايت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت
اليه عاني فقال اياك ولا متبه به بخبرتي
فقدت تمت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر غنشا پوری کو قصہ کی
ضرورت تھی بُذو کا دن تھا خیالی کیا کہ حدیث مذکور کو
صحیح نہیں قصہ لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف
ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستهامة بحدیثی
(خبردار میری حدیث کو بیکار نہ سمجھنا، انھوں نے تو بہر کی

عنه امام ترمذی نے فرمایا، هو استاد مجهول (یہ مسند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عنه اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر
کیا ہے ۱۲ منہ (م)

عنه باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (م)

سہ غیثۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سید اکیڈمی لاہور ص ۷۷ - ۳۷۹

سہ الکامل لابن عدى من ابنة امرين عبد الله بن زياد مطبوعہ المكتبة الاشرفية شيخ زورہ ۱۴۴۹/۲

سہ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعة کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۶۸/۲

وسلم واستثبت وقد عافاني الله تعالى وذهب
ذلك عني

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن مسعود ایتہ فرماتے ہیں ابو سعید خدریؓ نے پچھنے لگائے پاس ہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلاؤ، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، عرض لگائے، برس ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کیا، فرمایا،

یا رب والاسہ نة بعدی (ویکہ مری حدیث کا معاملہ آسان نہجائنا)

انہوں نے منت مانی، اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی ہے لائی میں ہے،

اخرج ابن عساکر فی تاریخہ عن طریق ابی علی مہرا بن ہارث الحافظ الباری قال سمعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری یقول سمعت المجاہدۃ یوم السبت نقلت للعلام ادع لی الحجام فلما ولی العلام ذكرت لعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حاتم یوم السبت الذیوم الابدعاد فاحبابہ منہم فذیلو من الانفسہ قال فذہوت الغلام ثم تفکرت نقلت ہذا حدیثی اسنادہ بعض یضعف نقلہ

ادع الحجام فی فدعہ، فاحتجمت عاصی بنی البرص، فرایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النور مشکوت الیہ حالی مقال یا رب ولا تہاجرہ بعدی فتدبرت اللہ نذر النہر وذهب اللہ مابی عن البرص لم اتھاون فی جہر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صیححاکاں اوسقی وادھب اللہ عنی ذلک الدوم (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ مجید سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے)

مفہیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مرثیہ میں ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے برہنائے حدیث منہ کی، فرمایا حدیث

عہ تلوامر ۱۲ منہ (م) لائی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

سنة الآلاتی المصنوعہ فی الامارات المتحدہ کتاب المرض والطب مطبعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

سنة

صحیح نہیں فرد جہنم ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال ہے مثال حضور نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؛ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ایسا دہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربان لاکھ والا برص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ و دھواں و دوستیگر بیکسالی ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اپنے ہو گئے اور اسی وقت قویہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر من لفت نہ کروں گا (۱)۔

علامہ شہاب الدین غفاری مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیہم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاطفا و تعیسہا سنة و وہ النہی عنہ فی یوم الاسر بعا و انہ یورث البصر، و حک من بعض العلماء انہ فصلہ فیہ عنہ فقال لم یثبت هذا الخلفہ البصر من ساعته فزای السبی من اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فتکالیہ فقال لہ الم تسمع نہیں عنہ، فقال لم یسمع عنہی فقال منی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکتفیہ انہ سمع، ثم مسح بد نہ بیدہ الشریعة، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفة ما سمع اللہ (۲) فوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۱۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے یہ بعض علماء امام غفاری ابن الحاج مکی، رحمۃ اللہ علیہ سے عکس طحا ان ماسشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: و وہ فی بعض الاشیاء النہی عن قص الاطفا

یوم الاسر بعا و انہ یورث و ہی ابن الحاج صاحب المد حل انہ ہم بقص الاطفا و یوم الاسر بعا، فتذکر ذلک، فتزلک، ثم سرای ان قص الاطفا رسة حاخسرة، و لم یسمع عنہ النہی فقصرها، فلحقہ ای احسا بسا البصر، فزای السبی منی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہیں عن ذلک، فقال یا رسول اللہ لو یسمع عنہی ذلک فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدر کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدر کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ بھی بات یاد دلائی گئی کہ انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹنے کے لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اَنْ تَسْمَعَ ، ثُمَّ صَدَّقَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَىٰ بَدَنِهِ فَرَأَى الْبَرَاءَ جَمِيعًا قَالَ اِنْ لَمْ يَجِدْ
مِنْ حَبِيْبٍ لَّيْلَةٍ فَيَجْعَلُ دُونَ حَبِيْبٍ لَّيْلَةٍ
لَا اَخَالَفُ مَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۝

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھر اترو تمام برس زائل ہو گیا ابی الخفاف کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتوں کا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت) سبحان اللہ! جب عملِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ و احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ طیبہ و مفیدہ سے بکرا اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیفہ حدیث اس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں جہاں اسناد کی سی صاف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شانِ کرمائست گتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاشی منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشنے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے۔ آمین!

افادۃ لیست ویکم (حدیث سبیت پر عمل کے لیے عام اس باب میں کسی صحیح حدیث کا آہرگز ضرور نہیں، بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے عملِ فضائل میں استتباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ رزنا اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل میں اس کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا درودانِ احکام استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کاغیر ہے، افادات سابقہ کہ جس نے ذرا بھی جو شش ہوش استماع کیا آگے اس پر یہ امر شمس و امس کی طرعا و وضع و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً باقی کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبہ اس جو شش و کثرت سے آئے، اس تعقید بعیدہ کا کہیں نشان نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش متقید کر لیا کہ نہ قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علمائے مراد اس کے خلاف، مثلاً عبارات اذکار و غیرہ خصوصاً عبارت "ام ابی الہام" جو نص صریح ہے کہ ثبوت استتباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میس یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استتباب و انکار و جوب کا فساد ہی ہے کہ اس سے نہی میں حدیث صحیح آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالاعتقاد اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشہد الہ" (اگرچہ کتاب وسنت اسس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً اس کے فقہ و حدیث کا علمدراۓ قدیم و حدیث اسس قید کے بطلان پر شاہد عدلی، جہاں انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جی میں حدیث صحیح و معتدلوں میں نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شبہاں کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاة التیسیم کی نسبت بر تقدیر تسلیو ضعف و جماعت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نمازیں امامت اثنی کی نسبت امام حنفی علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گرا دیاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہانی صحت سے مشروط فرمایا ہے۔

قال دوی العاکو عنہ علیہ الصلاة والسلام ان
سوکہ ان تقبل صلا تکو فلیزو مکو خیام فان
صح و الا فالضعیف عید الوضوء یعمل به
فی فضائل الاحمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ رشاد گرامی
ذکر کیا ہے کہ اگر قریہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے منتر شخص کو امام بناؤ، اگر یہ
روایت صحیح ہے درسیہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل الاحمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (دست)
(۴) نیز امام ممدوح نے تمیز و تکلیف قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور قدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل
کریں بعد غسل میت سے غسل کہ حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شی من طرق علی
حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرة
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے
طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے
ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہل کی نسبت علامہ ابراہیم علیی۔

(۶) تائید بابت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح کردن کی نسبت مولانا علی کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام قزوینی و امام سیوطی کے ارشادات افادۂ مفہوم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ سیوطی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم اریاض و عطاری کے اقوال افادۂ لبستم میں ریورگوش سامعین پر بدکشل تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطاعت نہ ہو تو سرود و سر ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعا، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات لبستم کو دیکھتے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مسامتہ فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کہ لا ینحی علی اولی النہی (جس کہ صاحب عقل لوگوں پر معنی نہیں۔ ت)

خامسا، اقول و باشد الترفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسأرا بما عیدہ کہ محض لغو مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلہ جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اقول اس تقدیر پر عمل مقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی تاکی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعد مرۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سری جہارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کر اگر نہ اُس سے لیتے نہ اُس کی طرف استناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت یہ معنی، مثلاً کوئی کچھ چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نہ پریشمس ہیں! ع

آفتاب اند جہاں آنکہ کہ میجوید سہما

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہما (ستلہ) و حزن نہ تے سے کیا فائدہ!)

لاہرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کاتھیں دیتی اور دوبارہ فضل کامل کافی و واقعی۔

(تحقیق المقام و ازاحة الادھام)

شہر اقول تحقیق المقام و تنقیح المراد بحیث
یکشف العیام و یهتف الادھام ان المسائل
تدور بین العلماء بصارتین العمل و القبول
اما العمل بحدیث، فلا یحیی بہ الا اعتشال
ما فیہ تعویلا علیہ والجرى علی مقتضیہ
نظرالیہ ولا ید من ہذا القید الاترک ان
لو ترا من حدیثان صحیح و موضوع علی فعل
فعل لا یدر بہ فی الصحیح ولا یكون ہذا العمل علی
المرصوع و اما القبول فہو ان احتل معنی
الروایۃ من دون بیان الضعف، فیکون الما حصل
ان الضعیف یحور روایتہ فی بعض مرہم سکر
ما فیہ دون الاحکام لیکن ہذا المعنی علی
تقدیر صحتہ انما یرجع الی معنی العمل کیف
ولا منشاء لا یحایب الظہار الضعف فی الاحکام
الا التحذیر عن العمل بہ حیث لا یسوغ
طو لہ یسع فی غیرہا یعنا لکان ساوہا فی
الا یحایب فدار الا مر فی کلتا البصارتین الی
تحویر الشی علی مقتضی الصفا فی ما دون
الاحکام فالتضحہ ما استدلتنا بہ خاصا و انکشف
الظلام ہذا ہو التحقیق بیدان ہہنا رجلیں
من اهل العلو شرت اقدام اقلہما فحما فحما
العمل و القبول علی ما لیس بمراد ولا حقیقا
بقبول۔

(تحقیق مقام و ازاحة الادھام)

شہر اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے
ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں
اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے کہ اس
مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں
عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث
پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے
ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجا لایا جائے، اس قید کا
اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ کا مقلد کرتے ہیں کہ
کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں
اگر موافق ہوں اور فعل کو بجا لانے والا حدیث صحیح کو
چشم نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل
نہ ہو گا قبول بالحدیث ہو رہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر
روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ
ضعیف میں جو ضروری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے
فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں
نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل
بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے، وہ ایسے کہ
احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان
کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے
روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام
میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں
برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہاتوں میں اس امر پر
دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارے پانچوں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھیل گئے، انہوں نے عمل یا حدیث اور قبول یا حدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ غفرلہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محمل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ٹکے ہائے ہزار ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں غروب کی نسبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار مشورہ کے بارے میں ہو، احکام و اہل کی تفصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اہل اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اور

أحدھما العلامة الفاضل المتعالي
رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث حادہ الیہ علی المحقق
الدوانی واوہم بظاہر کلامہ ان محمل اذاری
حدیث ضعیف فی ثوب بعض الامور اثابت
استجابہ والترغیب فیہ اذ فی فضائل بعض
الصحابیۃ او الاذکار الماثورۃ قال
ولا حیۃ الی لتخصیص الاحکام
و لا بعدل کما توہم لعمری ان ظاہر جمیع
الاعمال و فضائل الاعمال

اقول ہ شفاصل مدق محقق دوانی کی مخالفت
مذکر تے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت
بعض اوقات معنی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی
اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اہمیت کی اصل پر ہو
کیونکہ مباح نیست سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول
ضمان کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں
کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں
ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے
اگر فاضل مدق بھی یہی ہیرو لیتے تو درست تھا اور اپنے قول
او الاذکار الماثورۃ کے تکرار سے مغفول ہو جاتے
لیکن فاضل رحمہ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

اقول لولا ان الفاضل المدق مخالف
المحقق لکان کلامہ معنی صحیحہ ، فان
الثبوت اعلم من الثبوت عینا و باندراج تحت
اصل عام و لواحوالۃ الاماحۃ فان الباح یصیر
بالنیۃ مستحب و نحن لا سکون قبول الصعاب
مشروط بذلک کیف و لولا لکان یہ ترجیحہ
الضعیف علی الصحیح و هو یا ہند وفاقا قبلہ
اس و الفاضل ہذا المعنی لا صحاب و لسلیم
من التکرار فی قولہ ، و الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ
اللہ تعالیٰ یبعد و مخالفتہ المحقق المرہوم
و قد کان المحقق انما عول علی ہذا المعنی

الصحيح حيث قال المباحات تعبر بالذات
عباده فكيف عاقبه شبهة الاستحباب لاجل
الحديث الضعيف الماحض ان الجواز معلوم من
خاص ج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية المدالة على استحباب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث
الصحيح بل وقع الحديث شبهة الاستحباب صدر
الاحتياط ان يصل به فاستحباب الاحتياط
معلوم من قواعد الشريعة انه ملخصا فانها هدر
من عدم امر تصبه انه يريد الثبوت عيناً محصورة
ويؤيده تشدده بالفرق بين الاحمال وفضائلها
فان امراده ههنا جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد انك بعضهما.

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیست سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہر ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر وال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استحباب کا شہر پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحبابی قواعد شرعیہ سے
معلوم ہوا ہے کہ احکام ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صحت میں ایسے احکام
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
احمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو بالکل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عنه ويكدره ايضا على ما قيل معايرة العلماء حيث
مضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر
من كلامهم طاعة ابن الصلاح فضائل الاعمال
وساير منون الترغيب والترهيب وساير ما لا يتعلق
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح سابق، اقول
بل المراد به بعضا من الاعمال التي هي
فضائل تشبه بذلك كل من العلماء العادة في
الافادة السابقة مشروك بقول الغنية والقاري و
السيوطي وغيرهم كما لا ينهي حلب من له ادنى
مسكة ۱۲ مدرنی اللہ تعالیٰ مد دم

اسے یہ بات بھی یاد کرتی ہے کہ علماء کی عبادت میں ایسے
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معانی اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
حقانہ سے نہیں ہے یہ اقل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیکھتے ہیں کہ مترسوخ افادہ میں
گزرا مثلاً غنی، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں دینی سا
شعور ہو ۱۲ مدرنی اللہ تعالیٰ مد دم (ت)

سنة اتموزج العلوم للاموات

من انی اقول اذن یرجم معنی العمل

بعد الاستقصاء التام الی ترقی اجرم مخصوص
علی عمل مخصوص ای یحور العمل بشی مستحب
معلوم الاستحباب مقرر حیا فیہ بعین خصوص
الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب قال انت
تساکم عن هذا الرجاء اهو كمثلہ بعدیت صحیحہ
ان وردا دونہ الاول باطل فانت صحة
المحدث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب
المخصوص علیہ وعلی الثانی هذا لا یقدر من
الرجاء ینکفی فیہ المحدث الضعیف ای حاجۃ
الی ورود صحیحہ بخصوص العمل نعم لا ید ان
یکون صما یجیر الشرح رجاء الثواب علیہ و
هذا حاصل بالاندر ارجح تحت اصل معذوب او
مباح مع قصد معذوب فقط استبان ان
الوجه مع المحقق الدوائی والدہ تعالی اعلم۔

کے تحت، ندرج کیا مباح بقصد معذوب کا قرب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوائی کے ساتھ ہے، نہ تعالیٰ علیہ السلام۔

ثانیہ صما بعض من تقدم الدوائی فرم
ای مراد الثوری ای بما مر من کلامہ فی الاربعین
والا ذکر الہ اذا ثبت حدیث صحیحہ او حسنہ فی
فصلہ حسن من الاحمال تجوز روایۃ المحدث
الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقلہ
فی الا نموز لا یخفی ان ہذا لا یرتبط بکلام الثوری
فصلا عن اسیکون مرادہ ذلك، فکم بین حیوان
العمل واستجابہ وین مجرہ نقل الحدیث
فرق علی اہ نولہ شیت الحدیث الضعیف و

علاوہ اری میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجرم مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیحہ کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم دہر کی یہ پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر ہیں
ہر کسی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف کی کافی ہے ترا کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیحہ کے لئے ضرورت نہ رہی ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب

اس میں سے دوسرے دوائی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے ربیعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیحہ یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے، محقق دوائی نے ان نموز العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کہا معنی در ہے کہ اس عم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہو جائیگا
ذکی مراد ہو گیا کہ اکثر طور پر جواز نقل مستحب عمل اور محض نقل حدیث

کے درمیان فرق ہوتا ہے ، علاوہ انہی اگر کسی عمل کی
فقیہیت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی
اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے ، خصوصاً
اسی تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا قہور اسامیہ

الحسن فی فضیلة عمل من الاعمال يجوز نقل
الحديث الضعیف فیہا ، لاسیما مع التنبیہ علی
ضعفه ومثل ذلك فی کتب الحديث وغيره شائع
یشہد بہ من تنوع ذلک تنبیہ اللہ
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا قہور اسامیہ

اقول میں دیکھ کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو نہایت
کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف
بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال
تھمہ کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے
اور واضح طور پر تمام محدثین کو گواہ کا رنگ قر دینا چاہیے
لہذا اراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت شدہ ہو تو
درست ہے نہ ضعیف وہ نقل کا قول لاسیما مع التنبیہ
علی ضعفہ بحسبہا نہیں ، اب ہم
اس کے قول کی کردہ کی بیان کی طرف لوٹتے ہیں ،
اولاً اگر یہ بیان کردہ قول صحیح ہو اور اسے در تہم کرنا جائز
تو پھر قول شدہ ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے
اشدہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی
محسل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے
بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا
اس طرح روزہ کے بارے میں روایت کر کے روزہ
بھی رکھا ہو ، باوجود اس کے امام عروہ کی دونوں کتب
میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ
کرتے ہوئے کہا ان هذا لا یربط الی

اقول لا یری احدنا من یتقی الی العلم
یتقی فی الفیادۃ الی حدیث حدیث روایت
مطلقاً صحیحہ بیان الضعف فان فیہ خسران
لا یرجع الیہ فیہ وناشیما بینا لجمیع المحدثین
وانما السمراد السروایۃ مع السکوت
عن بیان التوضیح فقول المحقق لاسیما
مع التنبیہ علی ضعفہ ، لیس فی
محله و الآن نعود الی تربیع مقالته
منقول اولاً هذا الذی ابدی ان سلم و
سلم لم یتحس الا فی لفظ القول کما اشرنا
الیہ سابقاً فموجود روایۃ حدیث لو کان
عیلاً بہ لزم ان یمکن من مروج حدیث
فی الصلاۃ فقد صلی اوق العصر
فقد صلیا وھکذا مع ان الواقع فی کمالاً
لا ما مری کلا الکتبت بیت انما هو لفظ العمل
وھذا صا الشا را الیہ السدوانی
بقولہ ان هذا لا یربط الی

وثانیا اقول قد بینا ان القبول
انما مرجعه الى جواز العمل وحیث یکن فی
ابطاله دلیل المذکور خاصا
ما تقدم۔

وثالثا اذن یكون حاصل التفرقة
ان الاحکام لا یجوز فیها رواية الضعافت
اهلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح
المنہم الا مقروءة ببيان الضعف اما ما دونها
كالقبائل فتجوز اذ اصل حدیث فیہ بخصومه
والالا ببيان وجع ما ذایمنہم بالون مؤلفه
من احادیث مضحفة مرویت فی السیر والنقص
والسوء عذ والترغیب والعهائل والترهیب
وسائر ما لا یعلق له بالعقد والحدک
فقد ان الضعیف فی خصوص الباب وعدم
الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار الیه
لدواني بالعلامة۔

اقول مع هنك توسع المسامحة
التي تستدکل ما جاء عن صحابی
والمعاجیم لتي تومی کل ما دخل عن
شیخه بل والجوامع المتب تبصیر
امثل حاف الباب وردہ امت لو یکن
صحیح السند هذا الجمل الشامخ الیہ
یقول فی صحیحہ حدثنا علی بن عبد الله
بن جعفر ثنا معین بن عیسیٰ ثنا ابی بکر
عباس بن صہیل عن ایبہ عن جیدہ

ثانیا میں کتابوں کہ مجھے بیان کر آئے ہیں
کو قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے
ابطال کے لیے خاصا سے ہماری مذکورہ دلیل مذکور
گشتگر کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ حکام کے
بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جب کر نہیں
اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو
مخصوص اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان
کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی
مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت
جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف
کے ساتھ جائز ہے ان ہزار باب کا کیا کہنے گا جن میں
ایسی حدیث ضعیف مروی ہیں جو سیر، واقعات،
وخط، ترغیب ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا
تعلق فقہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص
اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح ہی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا
ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے
علامہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسامحة کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے
روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث
کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع ہی باب میں وارد شدہ احادیث
میں علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً پیشکے
عظیم پادشاہ اکابر کی تصحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد الله بن جعفر
نے حدیث بیان کی ہمیں معین بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں
ابن عباس بن صہیل نے اپنے باپ اپنے دادا حدیث بیان کی ان

قال كان لمسيح مولى الله تعالى عليه وسلم في
حاضرات فرس يقال له النجيب ^{عنه} في تذهيب
التذهيب للتذهيب ابن بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي السدي عن ابيه وابي بكر بن
عزيم عنه وعن القرائن وابي خديك ورید
بن الحباب وحاشا ^{عنه} قال المد ولا بن لیسب
بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر بحديث ^{عنه} وكقول المد ولا بن قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في كتبه توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لا جرم
ان قد يلاحظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد ^{عنه} قلت فانما الظن بالباب
عبد الله انه انما تاهل كان المحمد يث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام نجیب تھا ^{عنه}
ہام ذری نے تذهیب التذهیب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سهل بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القرائن،
ابن ابی خديك، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دو لا بنی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دو لا بنی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں
کے بار سے کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لا جرم
حادث نے کہا ہے اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

قلت واما اخره السهين فاصعب واصعب
ضعفه النسائي والد ارقطبي وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحمل الرواية عنه كما مر لا جرم ان
قال الذهبي في احبيه ابنه ^{عنه} واه ^{عنه} سندى الله قلله
عنه - (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المسین ہے اور وہ
ضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا البخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسے اگر لا جرم وہی نے اسے
بھائی بنی کے بار سے ہی کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ^{عنه}

۴۰۰/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب اسم الفرس والجر

ملک ^{عنه} سے بخاری، ت سے ترمذی اور ق سے قزوینی مراد ہے۔

۹۲/۱ ملکہ خلاصہ تذهیب التذهیب ترجمہ ۳۲ من اسم ابی - مکتبہ اثیریہ ساکنہ ہل

۴۸/۱ ملکہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۵ من اسم ابی - دار المعرفۃ بیروت

خوٹ، تذهیب التذهیب، ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔

۱۰ ص تقریب التذهیب ذکر من اسم ابی مطبوعہ مطبعہ فاروقی دہلی

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 تجاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں مگر
 کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا اقول قد شاع وذاع ایراء
 القدر في المتابعات والشواهد فانقول بمنعه
 في الاحكام مطلقا وان وجد الصحيح باطل صريح
 وح يرتفع التصديق وينهدم اساس المسئلة المجمع
 عليها بين علماء المقرب والشرق لا اقول
 عن هذ او ذلك بل عن هذيت الجبليت
 الشافعين صحيحين انشيعين فقد تنزل كثير
 عن شرطهم في غير الاصول قال الامام المنودي
 في مقدمة شرحه لصحيح مسلم عاب عاشون
 صلوا رحمہ اللہ تعالیٰ پروردگار صبیحہ
 عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين
 في الطبقة الثانية الذين يسرون شرط الصحيح
 ولا يثبت عليه في ذلك بل جوابه من اوجه ذكرها
 انشيع الامام ابو عمر بن الصلاح (الشافعي)
 قال (ان في نيكون ذلك واقعا في المتابعات
 والشواهد لا في الاصول وذلك ما يذکر الحديث
 او لا باسناد لطيف من جاله ثقات ويجعل ماصلا
 ثم اتبعه باسناد اخر او اسانيد فيها بعض
 الضعفاء من وجه التاكيد بالمتابعة او لزيادة
 فيه تبعه على فائدة فيما قدمه وقد احتذر
 المحاكم ابو عبد الله بالمتابعة والاستشهاد
 في اخراجه من جماعة ليسومت شرط

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
 احادیث ضعیفہ کا ایراء شائع اور مشہور ہے
 لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
 حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صریح
 باطل ہے اور اس میں فرق ترفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
 اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر ختم ہو جاتی
 ہے یہ میں اسس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات
 نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو جہد و مضبوط پیر
 بخاری و مسلم کی صحیحین کے اصحاب کے علاوہ میں اپنے شرط
 سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے
 مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
 نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 میں بہت سے ضعیف اور متوسل راویوں سے روایت
 لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
 شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کوئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
 جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
 کہا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات الامور آیات میں
 ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول
 میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
 ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
 راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

الصحيح منهم علي بن الرقاق وبصة بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
المصري وسعد بن مرشد والخرج مسلم عنهم
في الشواهد في أشياء لهم كثيرين انتهى وقال
المام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القاري شرح صحيح البخاري يدخل في التبعة
ولاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في التابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور خاندان سے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے طبرہ پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین میں مطر الوداق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحاق بن یسار، عبد اللہ بن عمر الحمیری اور نعمان بن راشد،

امام مسلم نے اسی سے شراہد کے طور پر متعدد روایات تحریر کی ہیں انتہی۔ امام ہدایہ رحمہ اللہ نے مقدمہ مدلولۃ النقص میں شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شراہد میں بعض ضعفا کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شراہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (۱۰۰ دت)

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اور اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اتحاد کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی مسائل ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس کے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مری نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا مسند میں باب، صحت نہایت کے بیٹے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سندان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ادارہ کرتا کہ میں ابھی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا۔ اے اسے مرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی کمی ملے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والجهولين ثم ولو صرحت اسماء الثقات المرواة عن المجروحين وكثرت طرل فليس منهم من السمرات لا يحدث الا عن ثقة عنده الا بقر قليل كشعبة ومالك واحمد في المسند ومن شاء الله تعالى واحدا بعد واحد ثم هذا ان كانت فف في شيوعهم خاصيتي لا من فوقهم ولا الاسماء من طريقهم ضعیف اصلا ولكان من جرح وقوعهم في السند وليس الصبغة عند هذا اصعب السند اليهم وليس ثبت هذا الا عند هذا الاسماء الهما يقول لا ينسب عبيد الله لوامدوات اقصوص على ما صرح عند السمرات ومن هذا السند الا الشئ بعد الشئ ولكنك يا اخي تعرف طريقتي في الحديث اف لا اخالف ما يضعف الا اذا كانت في الباب ثمن يدفعه ذكره في تتم المغيث واما المتعنفون

عنه او اخر القسم الثاني الحسن ۱۲۷۲ م (م)

سہ میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی ۳۴۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۲
سہ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث القسم الثاني الحسن والامان الطبری، بیروت ۱/۹۶

فأما أعداد من أمثال الكتب الثلاثة للبخاری
ومسلم والترمذی من الترمذی والصحة
والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم
والسنن والجوامع والأجزاء تنطوی فی
کل باب علی شکل نوع من أنواع الحديث
من دون بیان، وهذا مما لا یسکره
الاجاهل او متجاهل فان ادعی مدح انهم
لا یتعلمون ذلك فقد نسهم الی اهتمام
ما لا یتعلمون وان من هم من اعلم انهم
لا یعلمون ذلك فهم یضنعونهم علی خلفه
شاهدین وهذا ابو داود الذی لیس له الحديث
کما لیس له ابو علی الصلاة والسلام
المحدث، قال فی رسالته الی اهل مکه شریف الله
تعالی ان ما کان فی کتابی من حدیث غیره وهن
شدید فقد سینته ومنه ما لا یصح سندہ و
ما لا یتکرمه شیء فهو صالح ولعلها احسن
من بعض الروا الصحیح ما افاده الامام الی قط
ان بعد صالح فی کلامه احسن من ان یتکون الاحتیاج
اولا لاعتبار فیما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن
فهو المعنی الاول وما عداهما فهو بالمعنی
الثانی وما قصر عن ذلك فهو الی فی
وهن شدید وهذا الذی یشهد به

روا فی فتح المغیث میں مذکور ہے باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات قرآن پ امثال المکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحیح بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دوسری کوسہ کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کنشہ جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ ذمہ رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود
نوی جے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی تھی جیسا کہ
حضرت واؤد علیہ السلام کے لیے ہوا ہوتا تھا
ہر شے، سندوں کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
دوسری ابی داؤد میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں سند بیان کر دیا ہے، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح ہیں اور میں کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ اسناد اول کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے صحیح ہیں اور میں وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داؤد کے کلام میں انہذا صالح
اسناد اول اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسی کے وجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لہذا صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لہذا سے صالح ہے

الواقعة فليثبت به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام
سير السبله والهدى ان ما ضعف اسناده لنقص

عنه ي قيل حسن عسده واختاره الامام المذري
وبه حزم ابن الصلاح في مقدمته وتبعه الامام
المنذري في التقریب اذ وقد لا يكون حسناً عند غيره
كما في ابن الصلاح وقيل صحيح عند مشي عليه
الامام لريفي في نصب الراية عند ذكر حديث القسین
وتبعه الصلاحه حلی في الغیة فی فہرست
النوازل وقد ثبت يقال هی انہ قد لا یصح عند
غیرہ بل ولا یصح ان الامام بن الصلاح فی التقریب
ول کتاب وتلیذہ فی الخیة قیل صفة الصلوة
فاقتصر علی العجیة وحی تشملہا ینسب
قول من قال حسن وهذا الذي ذكره الحافظ متبعه
فيه العلامة القسطلانی في مقدمة الاشياء
خاتم الحفاظ في التبیح فی فروع فی الحسب قال
لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما سكت عنه غيره
فان صح ذلك فلا شك ان اقول لقائل ان يقول
ان الحسن اطلاقا وان التمهيد قبل ما ذكره و
ما التمهيد هو الذي شهره وامره فاید برشما
ایہ ان صح حدیثہ فلیکون لہ اطلاقاً لہذا
استقر علیہ الاصطلاح فافہم واللہ تعالیٰ

اعلم ۱۲ منہ (ھ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید ہے نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجر پر بھی دارم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے اس
امام مذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جز مرقا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ان وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے امام ریعی نے نصب الراية میں قسین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں اور علامہ حلی نے
غیۃ المستمل کی فصل فی الترافض میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ان وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر ابتداء سے کتاب میں ان کے شاگرد نے
جیلۃ الکمل میں صفة الصلوة سے متور، پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اکتفا کیا ہے اور بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں مائت الحفاظ نے یہاں فروع فی الحسب،
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ملے کہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اہ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ جس کے تو مختلف الملاقات ہیں بہت کم قدامت اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا، پس بشرح لغز نے چندی تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو اسوں نے
اس سے بھی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح جو قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ دست

حفظہ و یہ فضائل ہذا ایک کتبۃ عنہ ابوداؤد وغالباً الی
و معلوم ان کتاب ابی داؤد ای موضوعہ الاحکام
وقد قال فی رسالۃ الخاتم احصی کتاب السنن
الانی لا حکام ولم احصی فی الرصد و فضائل
الامم وغیرہ ۱۰۹ قال الشمس محمد بن محمد
فی حاشیۃ المعیث اما حمید بن سیدہ الناصبی شرحہ
للمترمذی قول السنن علی ما لایقہم التوسیع
فیہ من تحریجھا وغیرہ بالضعف لیتفق کما
قال الشارح فی تفسیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنہ ولم یصرح بضعفہ انیکون صحیحاً و
یس هذا الاطلاق صحیحاً
بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیھا
الترمذی و ابوداؤد و لم نجد لغيرہم فی کلامہ
مع ذلك من ضعیفہ و قال فی المرقاة الحقی
ابو یوسف "ای فی مسند الامام المحدث رحمہ اللہ
تصل عنہ" احادیث کثیرہ ضعیفہ و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الا و نقل بعضہ
عن شیخ الاسلام الحافظانہ قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
عاقب الصحیحین ما کثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۱۱ ابوداؤد بن اشعث
مطہرہ مسند الرسالۃ بیروت ۱۲/۲۱۴

سیر اعلام النبلاء ابوداؤد الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطہرہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵

فتح المعیث شرح افیۃ الحدیث للناووی القسم الثانی المسبب دارالامام الطبری بیروت ۱/۱۰۱۰۱۰

مرفقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرح البخاری و مسلم ابی القزائہ الخ مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ ۲۳/۱

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اس کے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہر قوی
ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریع کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے نہ ہر قدر فی احوال وغیرہ کہیے
ہیں اور جس محدث ناووی نے فتح المعیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سیدان نے اپنی شرح ترمذی میں قول سنن کو ایسی
حدیث پر گول کیا ہے جس کے بارے میں اس نے خروج وغیرہ
کی ضعیف کے ساتھ تصریح واضح نہیں برتی پس اس کا
تلفظ ہے میں کہ شارح کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس سے ضعیف کی
تصریح کی گئی ہو وہ حدیثوں کا لفظ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ

کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر سے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی جاسکے یا جو وہ حدیث ضعیف ہیں
اور مرفقات میں فرمایا، حتیٰ کہ امام حنین مسند احمد رحمہ اللہ
تھامس نے جس سے حدیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری لائن کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں
اور مرفقات اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ غفرلہ کیا کہ
اس میں دینی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر زائد احادیث

والترمذی علیہا۔ بالجملۃ والنسبیل واحد
لین، مراد الاحتجاج بحديث من السلف
لا میجا سنن ابن ماجہ و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق معاً لا مرفیہ اشدا و بحديث
من المسانید لان هذا کلها لعلی شرط جامعها
الصحة والحسن وتلک السبیل اب المحتاج
انکان اهلاً للنقل والتصحیح فلیس له انت
یحتج بشئ من القوی حتی یحیط به وانت
لویکن اهلاً لذلك فان وجد اهلاً لتصحیح
او تصحیف قلده والافلا یقدم علی
الاحتجاج فیکون کما طلب لیل فله یحتج
بالباطل وهو لا یثمره و قال الامام
عثنان الشرح ورف ف معلوم
الحديث حکي ابو عبد الله بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
ابا وروى بمضمون يقول كانت من
مذهب ابی عبد الرحمن الساسانی
ان یخرج عن کل من لم یحکم
علی ترکہ او قال انت مندة وکذلك
ابو داود السجستانی یاخذ ما خذ
ویخرج الا ساء الضعیف اذا لم
یجد فی الباب غیره لانه اقوی عند
من رآه الرجال انه وفيها یعیده ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد ترمذی میں صحیحین پر راہ ساریت
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں العرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے قصور سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا سارا کثرت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسایہ میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا بل ہے
تو اسی کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب سرلی خاص سے دیکر پوچھے اور اگر وہ کسی بات کا
اصل نہیں تو، اگر ایسا شخص پاس ہے جو تصحیح و تحسین کا بل ہے
تو اس کی تائید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پاس ہے تو وہ
استدلال کے لیے قدم برائے وندہ رست کو نکڑی
اکٹی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کرے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
نام عثمان شہروری نے علوم حدیث میں فرمایا، ابو عبد الله
بن مندة حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے محد میں محمد بن سعد
بادروی سے یہ کہتے ہوئے سنا، ابو عبد الرحمن ساسانی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کر سکتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور بن سعد نے کہا،
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے ماخذ کو جیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
غلطہ کوئی دوسرا شہرہ ہو جو کہہ سکے کہ اس کے نزدیک لوگوں کی

کثيرة رائدة على اجلده وفيها الصحيح
والحسن بل والصحيح ايضا فينبغي التحري
في حكمها، ايضا، ان نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كافيا في
ابانة ما قصدنا من الجملة فروايتهم الضعيفة
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا يتكرر
وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافا من
كلمات بعض المجتهدين، والحمد لله
على كشف الغمة وتبئيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان السمراد
ما نصحهم هذا الذي نقلناه لكانت
التفرقة بين الاحكام والصعافات
قد انقضت فوالسألة الاجماعية
من اساسها قد انهدمت
هذا الوجه، ذلك ان قلنا مسائل
امراء العتبات ونقول على وجه التحقيق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعف مطلقا هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجهه فقد
مر ووالصحيح ساكتين في الاحكام انصب
عند وجود الصحيح فاني انصرف
وامن لم يوجد فالامر اشد فالت
النتيجة منتج الى انهم يعدون سوق الاسانييد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ رائدہ احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن، جگہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خراب استخراج و احتیاط چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جرم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، اعرض محمدی نے ضعیف احادیث پر تشدد
کے مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اس کے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے یہ حمد ہے جس نے تبار کی دود کر دی اور چھپنے کے
معام نہایت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جرم ہے ان کا قول نقل کیا تو پھر حکام اور ضعاف
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک یہ ترجیح ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ التسلق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقا ضعیف حدیثیں مخری ہوئی کیا جائیں گی اس میں
صحیح حدیث پائی باقی ہے ہمیں گدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے گا کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی میسج کے ہوتے
ہوئے سکتا، روایت کی ہے قراب فرق کہاں ہے،
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محمد بن سوقی سند کو ہی بیان

من البیان فی عدم وجود منهم رواية الصعاب في الاحكام الا مقرونة) کہ روایت سکوتانہ ہوگی بلکہ بیان کھاتا ہوگی تو اسکے جواب میں :

قلت اولاً هذا شی قد یبديہ بعض العلماء عدرا ممن روی الموضوعات ساکتاً علیها ثم لا یقبلون - قال الذہبی فی المیزان كلاماً حسن مندة فی ابی نعیم طبع لا حب حکایتہ ولا قبل قول کل منهما فی الآخر بل حسا عندی مقبولان لا اطلع لهما ذنباً اکبر من مروایتهما الموضوعات ساکتین علیها و قد قال المقرئ فی شرح النبیئہ انت من ابی یوسف اسنادہ منهم فہو البسط لہذہ الاحوال ناظر علی الکشف عن سندہ و نکات لا یجوز لیس السکوت علیہ

ثانیاً لا یبعد منهم ایواراد الاحادیث من باب کانت الا مسندہ قبیحہ البیان لم تفت عنہ احادیث الفضائل ایضاً فہذا تبطلوا فی حد ادوی ثلاث -

قراردیتے ہیں۔ پس اس صورت میں حکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتانہ ہوگی بلکہ بیان کھاتا ہوگی تو اسکے جواب میں :

یہ کہنا ہوا اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے غدر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتانہ روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ دہی نے میزان میں لکھا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن منذ کا لوم ساریت ہی ایک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتانہ روایت کیلئے اور انکی نشانہ بنی نہیں کہ اسے اسی نے شرح الفیہ میں لکھا کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا غدر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا اور

ثانیاً ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی لگے نہیں پھر ان میں تضائل کیوں اور وہ سری روایات میں نہ ہو۔

علی فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ مز (م)
علی نقلہ فی التذیب فوج الموضوع قبیل التبیہات
۱۲ مز رضی اللہ عنہ (م)

۱ احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں فوج موضوع کے تحت
تفسیحات سے کچھ بیٹے - (ت)

سہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۸ احمد بن عبد اللہ ابونعیم
سہ تدریب الراوی شرح التدریب المعروف بوضع الحدیث
مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۸۹/۱

بحث بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر عاود قلب عاقر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاشیت بیان کا ہر دیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فصائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تشریح یا امر مباح کی تائید یا حاشیت پر استدلال کرنا اُسے حکام میں بحث بنانا اور محال و حرکات ثابت نظر نہ نہیں کرنا ہاست تو خود حکم احالت ثابت اور استحباب تشریح تو اہل قطعہ شریعہ و ارشاد اقدس کی کیفیت و قد قیل و غیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس لحاظ سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو مگر امید و احتیاط پر باعث نہ رہتی آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و محاسن سے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے طلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب رہنا، ہوتا ہرگز ان مواقع میں حکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو جہانے باحت کراہت مند و بیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقوال تاہم زہبی کی روایت ضعیف وہ بھی لذات بلکہ بلا حقد امکان صحت ترمیمی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُن کی طرف تجرؤ نسبت اثبات کر دیں یہاں ہے حدیثت بالضعیف میں ہائے استقامت تو ادنیٰ نہ غفلت سے صادق ہوں اگر دلائل شریعہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف ہائے مثلاً کسی حدیث مجرد میں خاص طوط و غروب یا استحقاق کے وقت بعض نماز نفل کی ترفیع آئی تو حرج و حرج کی ناک مالے میراں کہ استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور مصالح اثبات نہیں ہو سکی، رد دلائل شریعہ ثابت نہ رہے یا ابا حاشیت ہوں اور ضعافت میں بھی آئی اسی وجہ سے غیہ حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سو کسی وقت میں اور، سسٹن یا مبین رشوق کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ رہے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے سمجھنا یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام محال و حرام معمول بہ نہیں۔

فقہ اقول اصل یہ ہے کہ حجت ذوج خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جہاں مطابق صل سے خود اسی صل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہو گا و لہذا شرع مطہر میں جو اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دما و فروق و مضار و نہائت تمام اشیا میں صل ابا حاشیت ہے تو ان میں کسی نفل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استدلال کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔

یہ وہ تحقیق ہے جو ہونے افادہ سابقہ میں محقق دوا کی کے واسطے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصدیق امام ابن قیم العید اور سلطان الصلحہ بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اہانت کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

ہد تحقیق ما استنفاد الا فادۃ السابقة
عن المحقق الدواکی . وہد ہو معنی
ما نص علیہ الا ما ہا بن دقیق العید و
سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ و نقلہ تلمیذہ السخاوی

فی فتح المغیث وفی قول البیدیع والسموط فی
التدریب والشمس معبد الرملی فی مشروح
السہاج النوری، مستقیم من المشقیة، ثم
اشء عن الرملی الصلابة الشریبانی فی غنیة
ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلاء فی
الدر المختار واقرء ہما وصحتہ الدر المنجی
والطحطاوی والنشی فیہا فی منحة الخائف
خمسہم من المحتویة، من اشترط العمل
بانضیغ یا بدراجہ تحت اصل عامہ وواذا
حققت لیس تنقید نہ اند بل تصریح مصحح
ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراہ العقائد
والاحکام، کما وضحہ لک وبہ ارداد انہما
بعد انہما قاضی الخائفان من ان
السلام فی الاعمال الثابتة بالصحا ح، کیف
ولوکات کذلک لما حیث ہا فی ہذا الشرط
کما لایحی واللہ الہادی الی سوی الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر صاحب یہ بتاتا تو یہ شرک رکھنے کی محنت ہی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فی المغیث اور القول البیدیع میں، سیموطی نے تدریب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح السہاج النوری میں
اسے نقل کیا ہے یہ چند شواہد میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شریبانی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلاء نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ابن دثنیٰ نے اور در مختار کے محشین میں،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشیہ و تفسیر میں
یہ ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی علمی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قیہ نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل مقدم
و احکام کے مطابق کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے۔ در اس سے ان دو علما
کا خوب زور جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان علما
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر صاحب یہ بتاتا تو یہ شرک رکھنے کی محنت ہی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور

بکہ اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا ذمہ باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقییل ابہین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح معارف تاجہ بعض مخالفین
قریب دہی حرام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صریحاً جگہ احادیث ضعیفہ سے انہما کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں اخادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علما کے کرم اپنا کلمہ نہیں سمجھتے، اپنے منقرضہ قاعدہ کا آپ فوائد کرتے ہیں کیا اخادہ ہضیم
میں امام ابن امیر الخلیف کا ارشاد نہ سنا کہ چور علما کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی نفس کی
اہمیت تو نہ رکھنا پھر اول و ثانی الوہابیہ لا یسمعون واد اسمعوا لا یعقلون سربانی اسلک العفو و

لا یصحی اب السیرت جمع الصحیح والمستقیم و
الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و
المعطل دون الموضوع وقد قال الامام احمد
وطیورہ من الاثمة اذا مروینا فی الحلال و
الحرام شدونا واذا روينا فی الفضائل
ونحوها تساهلنا۔

توضیح ہے کہ اصحاب سیرت قسم کی روایات جمع کرتے
ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغت، مرسل، منقطع
اور معطل وغیرہ، لیکن موضوع روایات کو نہیں کرتے۔
امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و
حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت
کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات
لاستے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العالی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحیث سوائے حفظ بعض روایات
با اختلاف یا تفسیر روایات جو صدق و دیانت منجر میگرد
بتحد و طرق و اگر از بہت اتہام کذب راوی باشد یا
شد و ذبحی لغت اعط و اضبط یا بقرت ضعف مثل
فحش فطرا اگرچہ تعد و طرق و اسشته باشد بجز مردود و
حدیث محکم بضعف باشد و در فضائل اعمالی مشمول
محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں معص
بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تفسیر کی وجہ سے
ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو روایت کی تعد و طرق سے
پوری ہر حاتی سے اور اگر ضعف راوی پر تمام کذب
نہ ہو بہت ہو یا حفظ و اضبط راوی کی محنت کسی
جنگ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثل فحش فطری ہو
تو اب تعد و طرق سے بھی گئی کا از الدنیں ہوگا اور
حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں
ہے انہماک

ثانیاً انہی کا نہایت شدید الضعف ہونا کہے نہیں معلوم اس کے بعد صریحاً کہ اب و قریب ہی کا درجہ
تہر شان نے سے متروک ملکہ منسوب الی الکذب ہم کیا کذبہ اس حیوان و الجود جانی وقال الخفاری ترکہ یحیی
و ابن مہدی وقال المد رقتی و جماعة متروک و ابن حبان اور جوزجانی نے اس سے جہراً قرار دیا ہے۔ بخاری
کہتے ہیں کہ اسے بخاری اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ متروک لا جہرم
عاطف نے تقریب میں فرمایا متهم بالکذب و دھبی بالرفق (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے رو فحش ہی

۱/۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابانی مصر خطبہ کتاب
۱۳ ص شرح صراط مستقیم و ماچر شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ بیروت
۲۹۸ ص تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر انکلی مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ گجرانوالہ

عرفت فسرہ کیا گیا ہے۔ ت، یا اینہر عامر کتب سیرۃ تفسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں
علامتے دین ان امور میں انھیں جرائع نقل کہتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن النکلی سفین
و شعبة و جماعة و مرغوبہ فی التفسیر و احصا
فی الحديث فعندہ منا کثیر۔
ابن عدی نے کہا کہ کبھی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے مستند
روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ حیات انہر میں فرماتے ہیں،

غالب ما یروی عن النکلی انساب و اخبار و من
احول الناس و ايام العرب و سیرہم و ما
یحوی مجوی ذلک مما سمعہ کثیر من الناس
فی حمہ و من لایحمد عہ الا حکامہ و من
حک عہ الترخیص فی ذلک اکامہ احمد۔
کبھی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں
کے شب و روز اور ان کی سیرت، سی طرح کے دیگر
معاظرات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے
لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاسکتے اور
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے

وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں، امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کیا
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، الاجرم تقریب میں کہا، حذوک مع صحۃ علمہ (علی و صحت
کے باوجود موقوف ہے۔ ت، اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح تقدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت، یا اینہر یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ
الوضوء عن الواحدی قال کا مستحب بترہ صاعۃ
جہاں انہوں نے کتاب الماء الذی یجوز بہ الوضوء
میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاۃ (باقی بر صفر آئندہ)

۱۔ میزان الاعتدالی نمبر ۵۷۴ ترجمہ محمد بن السائب النکلی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲۔ حیات الاثر ذکر الاجوبہ حارثی بہ مطبوعہ دار الحضارۃ بیروت ۲۴/۱
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمری واقدی الاسلمی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ کراچی نولہ ص ۳۱۲-۳۱۱
۴۔ فتح تقدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر ۶۹/۱

بنایا خود ہی ایسے شدیدہ الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تسابل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے ، لفظ اشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل زعم و گوارائی ہے و نہ الجحۃ السامیہ ۔

خامساً اور تیسرے وضو کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے ، سخاوی نے مقاصد حسنیہ میں اسے بے اصل محض کہا ، امام حلیل ابو علیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا ، امام اشان سے اس بار میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل روا ہے ۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں ،

قد سئل شیخنا حافظ عصر عن قاصی القضاۃ
شہاب الدین الشہید بن حجر رحمہ اللہ
تعالیٰ من ہذہ الحملۃ فاجاب بما نصہ الاتحاد
امتی ذکرہا الشیخ ابو الیث معہ اللہ تعالیٰ
ببرکتہ ضعیفۃ و العلما یقتضی ہدوت فی
ذکر الحدیث الضعیف والعمدۃ فی قدسان
الاعمال ولم یثبت منہ شیء عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ
ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین
العصری ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے
بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا
کہ وہ احادیث جن کو امام ابو الیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی
برکت سے نسخہ مطافرا سے منے ذکر کیا ہے وہ ضعیف
ہیں ، اعمال حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل
اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی ہرستہ میں اگرچہ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کوئی
قول و فعل ثابت نہ ہو اور امت

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بائیں
کرتا ، حضور کو جلاتا ، انگشت مبارک سے ہر صر اشارہ فرماتے اُسی طرف ٹھیک جا کر پہنچتی تھے و لا تلی اللہ
امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المناہج ، مطبوعہ تاریخ بغداد ، ابن حصار نے تاریخ دمشق
میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدیدہ الضعف
پر ہے ، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا ، احادیث باطلۃ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ
اس کے کذب پر دال ہیں ۔ ت) ، باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا ، ہذا حدیث غریب الاسناد

لہ علیہ الملح شرح غیۃ المصل

لہ میزان الاعتدال ترجمہ ۲۹۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۸

والمتروکونی، المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے، اُن کے سن کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خاص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے موجب لہ تیر میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیث الابيض صدیق وصدیق صدیق و عدد وعدو الله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ميتة معه في البيت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خواجگاہ قدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے، کہ ابوبکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ شاوی نے تیسیر میں فرمایا، باسناد قیصر کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے، باوصف اس کے فرمایا، قیصر کا فعل ذلک تأسیساً بکہ حدیث میں، ایسا وارو ہوا تو ہمیں باقہ کے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خواجگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے، مثالیں اس کی اگر قطع کیجے بکثرت لیجے، و هذا لا حجب قد بلغ الغاية وفيما ذكرنا كفاية لاهل الداية (یہ آنری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً اُحدیث رسول، رسول و صدیق کی اُحدیث کے شاہد حد میں خصوصاً حدیث وال کان اذی حدیث بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ اُحدیث صدق و نفع ہے مر مرہر ضعیف میں ماحصل توفیق زائل بالجلد ہی قصیر دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد محرم حدیث ان سے منقول ہوا کہ شرط حمل عدم شدت ضعف ہے نقد تلمیذہ المتخاوی وقال سمعته مراراً يقول ذلك (اسے اللہ کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے اس سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول: بحث قبول شدہ (ضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد میں مافظ ہے نقل ضعف کی، شاہی نے فرمایا مطلقاً نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عنه في مستحبات الوصوه ۱۲، مر ۱، (شاہی نے مستحبات الوصو میں فرمایا ۱۲، مر ۱، ت)
لمح العواجب اللہیتہ بحوالہ کتب المائتین حدیث غریب الاسناد المتنبی، مکتب اسلامی حرارت ۱۵۲/۱
۱۵۲/۲ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الیک الاصحیح دار الفکر بیروت ۴/۳
۱۵۲/۲ تیسیر شرح جامع صغیر المنادی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام شاہی ریاض سعودیہ
۱۵۲/۲ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام شاہی ریاض سعودیہ ۱۵۲/۲

شدیداً الضعف هو الذي لا يخلو طريق من طريقه
عن كذاب او متهم بالكذب
شديد الضعف و حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی
اسناد کذاب یا متهم بالكذب سے خالی نہ ہو۔
یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھی امام سیوطی نے مدرسہ میں فرمایا حافظ سے فرمایا
ایکوں الضعف عین شدید فی حرج من انفسہ
من کذب بین والمتهمین بالكذب ومن فحش
غلطہ۔
بہاں دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑا یا قسم الیہا میں قول البدیہ سے کلام حافظ ہاں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف عین شدید کحدیث من الفرد من
الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطہ
یہاں میں ضعف شدید ہو مثلاً اس شخص کی حدیث ہو کہ میں اور
متہمیں سے ہوا فحش غلط ہو۔ (ت)

معاہدہ میں سے مولوی عبدالحی مکتوبی نے طفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول البدیہ" کی طرف ایسے ہی
طرح کیا ہے، ان میں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی میں شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی"
اور سخاوی نے "القول البدیہ فی الصلاة علی حبیب
الشیخ" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید ہو یا غیر اس کے
تمام طرق کذاب و متهم بالكذب سے خالی نہ ہوں اور
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
جہات سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے، غور کرنا چاہئے، ۱۲ مدرسہ شہدائی حجت (ت)

عنت وھکذا، عزنا بعض بعضہیں وھو اسوسوی
عبدالحی مکتوبی فی طفر الامانی فی التدریب و
القول البدیہ حیث قال الشیخ: لا یعمل بالحدیث
الضعیف ثلاث شروط علی ما ذکرہ السیوطی فی شرح
تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیہ فی
الصلاة علی حبیب الشیخ وخیرھا الاول عدم
شدۃ ضعفہ حیث لا یخلو طریق من طریقہ من
کذاب او متهم بالكذب، اقول لکن مسلمک
لصواتہ تدریب والقول البدیہ یطہر لث ان
وقع ہینا فی الفعل ھما تقصر شیعہ
فی تسمیہ ۱۲ مدرسہ شہدائی حجت (ت)

سہ رواہ التار مستحبات الوضوء مطبوعہ مطبعۃ ارباب فی مصر
سہ تدریب ارادی شرح تقریب النووی دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور
سہ نسیم ارباب فی شرح استغفار مقدمۃ المکتب مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱/۹۵
۱/۲۹۸
۱/۴۳

یہاں کافہ نے زیادت تو سب کا پتہ دیا، تقدیر اول پر اعراسل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذاہین و متہین پر طلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تقریحات و معارضت جمہور و علماء و خدام امام اثنی عشریہ وراثت بطاہرہ الحدیث ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود کا فظ نے مزہک شدیدہ الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادت سے بقہ میں مبرہن کر سکتے ہیں کہ تقبیل اہل میں کی حدیثیں ہرگز ضعف شدیدہ سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف القضا یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ نہیں بھی تو ضعف قریب و ضعف شدیدہ و الحمد للہ العلیٰ العبدیٰ ہذا (اسے یاد رکھو۔)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح مغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتم مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن جریر سے نقل کیا ہے۔ یہ قوی کروں گا علماء کے احلاق

وہ یقینی کتب ہب علی ما مشہور و المتعبد
کلاماً یصلح بالحق ما احببت ایزادہ اتساعاً
للصراحہ، فذكرت اولاً ما عن الشافعی عن الطحاوی
عن ابي حنبلہ بن ابدہ باطلاق العلیاء ثم
اورت ما عن السیمر عن النخاوی عن المافظ
ثم قلت ما نصه۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سماوی سے، سہول سے حافظ سے نقل کیا ہے۔ پھر میرا قول یہ ہے۔

اقول جب کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات مسلمہ
قوی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود
شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف
کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں
میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ
یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تعرد کی بات کی ہے اور
پہلے انہوں نے کہا ہے کہ فرق میں سے کوئی طریق بھی
(کذاب و متهم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ
کذب و تہمت کے بغیر شدیدہ ضعف ہو تو ان کے ہاں
تعرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن
جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں
وہ شدیدہ ضعف سے ضعیفہ ضعف کے درجہ میں

اقول و هذا الکاتبی مخالفت لاطلاق
ما مر من الثوری عن العلیاء قاطبة، ولتجدید
ما مر من الطحاوی عن شیخ الاسلام
نفسه لکن بطریق دفعه التخالفت عن
کلامی شیخ الاسلام بانہ ههنا ذکر التعرد
وهنا سبق قال لا یخلو طریق من طرقه، فیکون
الحاصل انہ شدیدہ الضعف لغير الکذب
والتهمه لا یقبل عنده فی العصاره فی التقریر
اعاد اکثر طرقه فم یبلغ درجه یسیر
الضعف فی خصوص قبوله فی العصاره بخلاف
شدیدہ الضعف بالکذب والتهمه فانہ
وانت کثر طرقه التی لا تفوقه بان لا یخلو

شئ منها من كذاب او متهم لا يسلخ تلك الذمة ، ولا يصل به في الفضائل ، وهذا هو الذي يعطيه صلاح السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقاً ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوعاً علی کثرة الطرق ، لكنه يحالعه في حصة واحدة ، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الصفت بالکذب ايضا حکماً تقدم ، وهو كما ترى مخالفت لمسيره ما نقل عن شيخ الاسلام وعن بعض فقهه يرفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووي عنهم كافة ، فانهم لم يشره للقبول في فضائل في شديد الصفت كثره الطرق ولا غير هاسوي ن ذينوب موضوعاً ، فمسيره ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لغت و تخش غلط ، مثلاً وان تعمد ولم يكثر طرقه ، فافهم ، وتأمل فان المقام مقام حماء و زلل ، والله المسئول لكشف الحجاب ، وإبانة المصواب اليهم الصريح واليه الهائب اه . ما اردت نقله معاً حلقته على الها مش .

ابن زلج پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی اس کے برخلاف جو کذب اور تمکت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذب اور متهم ضرور ہوتا ہے یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طاق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو . لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آنے آئے گی . جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طاق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا در را ہے حالہ میں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحتاً خلاف ہے ، بہر صورت یہ شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقع اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا توقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا ، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں بنائی نہ تو یہ کہا سے کہ وہ موضوع نہ ہو ، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ شد فتن یا فتن فتنی کہ بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اسی کا راوی متہدی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے ، خود بتائی کرو ، کیونکہ یہ مقام سختی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے . پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف امتحان سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جاسے پناہ ہے فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کر چکا ہوں وہ ختم ہوا .

اگر اعتراض کے طور پر یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد تراشد اقتصاد

امام فلیعمل اخلاقاً تہم علیہ دفعاً
للتعالیفات من الثقلین قلت نعم
لولا انت ما ذکرنا من الدلیل علیہ
لا یلائم سر بیان التخصیص الہی ، و کیف
نصر ، ما نشاء یفعلون یرون شدة
الصعب ثم یقولون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الافق بالدلیل والالتصاق بقو احد الشیخ الخلیل
فتوای یكون علیہ التعلیل والعلم بالحق
عند الملك الجلیل ۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق
کو محمول کیا جا سکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں
اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتے ہیں ہاں
اگر علمائے مذکورہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام
کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام
یہ نہیں ہے بلکہ وہ شہید ضعف پا کر بھی قبول کر سنے پر
عمل پیرا ہیں جس کا ہر مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ
(شہید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت فرق)
کی قید نہ سگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قوالیہ
شرح تبیل کے زیادہ مناسب ہے ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد جو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے
ہاں ہے ۔ (ت)

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

فی احکام افواج الضعیف والحدیثی ، ہذا
الذی اشرت الیہ من کلام الشیخ والیہ انما هو التقدیر
هو قوله مع متبہ فی بیان الحسن ، انت
یکس ضعف الحدیث لکذب او شد و ذہانت
حافظ من هو احفظ ، اکثر او قوی الضعف لہرما
فلم یجبر ، لو کثرت طرقہ لکن کثرہ طرقہ یرتقی
من مرتبة المرء وہ الشکالی مرتبة الضعیف
اسدی یجوز العمل بہ فی الفضائل و مرصدا
تکون تلک الطرق الواہیة بمنزلة لطریق
التي فیہا ضعف یمیر بحیث لو فرض محض
ذلت الحدیث باسناد یمین یسیر کان مرتقبا
بہا الی مرتبة الحسن لفیہ مخلصا ۔

قائدہ جلیلہ (ضعیف حدیث کے احکام اقسام اور
اہل یزید کہہ سکتے ہیں) امام سہوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ پنج تین حدیث حسنہ کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شد و ذہانت
یعنی وہ حدیث اخذ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو ، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دونوں کو کہہ
اور شد و ذہانت کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو ۔
یہ ضعف کثرت فرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا ، کیونکہ
کثرت فرق کی بنا پر حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے مستند و مکرر طرق ایک

معمول کردہ طریقہ جیسے جوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو درجہ حسن وغیرہ پر غائر ہو جاتی ہے، غلطاً۔ (ت)

ورأيتني ملقت عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرو ههنا مع
تريادات نفيسة مما ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه بد ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشرح لا يزيد
الشيء الا شراً، والضعف الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمهور
مهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذايين
وعند آخرين مهم جازم لحفاظ ما اتي من
طريق المتهمين، وصرفها المسخاوق
بشد يد الضعف الا في لذهابها الى ان الوضع
لا يثبت الا بالنقل من المقررة ان تغرد به
كذاب او صاع كما ان علي في هذا الكتاب
وهو عندي مذهب قوي اقرب الى الصواب،
اما ضعف بغير الكذب والهمة من ضعف
شديد مخرج له عن حيز الاعتبار كضعف
خط الراوي في هذا العمل به في الفصائل على
ما يعطيه كلام جماعة العلماء وهو لا قصد
بقضية الدليل والتمواعد، لا عند شيخ
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسفاوي الا اذا كثرت طرقه الناقصة
عن درجة الاعتبار فتح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفصائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اسی کے اسی مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری ذرا بحث
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے، اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرک زیادتی سے شرفزید برحق ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ اسلام
بھی میں نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الخلفاء“ بھی میں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متهم یا کذاب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شدید الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے۔
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کر سنے والا کذاب یا
وفاق اس روایت میں متقدم ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب فی الصواب ہے، مگر کذاب اور
تہمت کذاب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے شدراوی
کہ اس بات کی غفلت ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقوف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کماور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل مسلسل قرار دیتے ہیں۔ تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا ورنہ ہی یہ دوہر حسن لغو کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی کو سرے سے صحیح طریقہ تھے اس کی کمر دہنی ال ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کماور متعدد طرق اور ایک سنی طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لعينها الا اذا التجمعت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين صحيحين صالحين . و ما يدين فم ترقى الى الحسن لغيره فخصبر حجة في الاحكام . اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعني المراق او بشرط تعدد لجارات الصالحات لباينة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القاعة مقام صالح واحد هذا الكثرة في الصواب على ما فهمت السخاوي من كلام السوي وغيره . و قد فيه لضعف كثيرة مع مراعاة فيه مؤيد كلامه . فليس دسما في برهنة و نحوه .

ان کے الفاظ میں، جب راوی سور حفظ کا متابع مقرر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مقلد جو حجاز نہیں کرتا، مستور اسناد میں اور اسی طرح مذکور جبکہ محدثوں میں کوئی پہنچنا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں نہ تو نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سور حفظ اور مختلف جی کا ذکر ہوا) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح۔ پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کو اتنی روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه حيث قال متى تولى الحفظ به معتبر كان يكون فوقه او مثله لادونه وكذا المختلط الذي لا يشيرون المستور والاسناد المعلن كذا الحديث لم يعرف له حد و حد صار حثيم حسا لان انه بل وصف بذلك باعتبار مجموع لانه كل واحد منهم ممن ذكر من النبي حفظ والمختلط . با احتمال كون رواية صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا اجادت من المختارين رواية صواب فقتل لاحدهم مرجح احد الجانبيين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

بوحدة اجابہ مع جواز ستكون المكثفة في كلام
التنوي بمعنى مطلق التقيد ، وهو الاوفاق بما
سأينا من صحتهم في غير مقام والضعيف
بالضعف ليسوا معني ما لو ينزله من محل الاعتناء
يصح به في الفضائل وحده ، وان لم ينحصر
في ان يجبر ولو بواحد مما حسننا غيره ، و
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفا ذلك
في الجاسر ، ففقه في انواع الضعيف ، اما
البدى لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا
التصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة العلة
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو پس میں مل کر لغویت کا باعث
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث حسن لغویہ کے مرتبہ
کو پہنچ کر حکام میں تحت بن جاتی ہے ، اب یہ اختلاف
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ
مصنف یعنی ملا مرعاشی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ
بعض متعدد مصالح طرق جن کی بنا پر کمزوری رائل ہو سکے
ان متعدد مصالح وجہ اور کردہ طرق ، جو ایک مصالح طرق
کے مساوی ہیں ، الکرکثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ
امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے ، باوجودیکہ ہمارا اس میں
اختلاف ہے جو کثرت الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دارققی من درجة التوقف الى درجة القبول و
الله اعلم ^{۱۱} وانظر كيف اجترأ في المتن توحيد
معتبر وفي الشرح بايراد رواية وحكم بالاستفتاء
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول
في الاحكام ، به جعل الضعيف صالحا لا اعتبار
بالرود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع
ويظهر ان الوجه معهما معى العسرا في
شيخ الاسلام لم يابى في المنزهة من
الدليل لهما صقولا معا علقته على قبح
الحديث ۱۲ من روى الله تعالى عنه (هـ)

یہ بات دلائل کی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ ترقی
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور اللہ اعلم ، ذرا غور کرو
حق میں بعض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے
ساتھ ملاقت کو پرکھا کیسے کیا در اسے قبول کا درجہ
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد حکام میں قبولیت مراد
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار
الرد کیا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں بالاجماع
مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت
نہ ہو اور میر سے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں علل کی
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے ، اس بنا پر جو تہمت میں
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ منع الغیث پر
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ من روى الله تعالى عنه (ت)

الاحکام و دھذا اذا كان معه مثله ولو واحد
 هذا صحيح الغيرة او دونه مما يليه فلا
 يكثر انفق ما كتبت بتلخيصي۔

سکتے ہیں) کہ امام کوئی کے کلام میں لفظ کثرت سے مطلق۔ تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی حالت کے زیادہ قریب ہے
 جیسا کہ ہم نے متعدد دیگر استعمالات پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف جو یعنی جس سے حد اعتبار مطلق
 نہ ہو یہ ضائل میں تنہا معتبر ہے خود کوئی مزید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مزید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
 تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کے حکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کزوری کو زائل کرنے والے
 امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں اس واسطے ضبط راوی کی کزوری کے
 اور کوئی کزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کزوری غلطی کے درجہ تک نہ پہنچی ہو، تو یہ
 "حسن لذاتہ" اور حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک ایسی ہی مل جائے
 تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مزید اس سے مل جائے تو صحیح لغیرہ "ذاتہ" کی
 تا وہیچکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری بھی ہوئی قطعی غم ہوئی، غصہ۔ (ت)

یہ چند جملے کو بالکل پڑھ کر لیجئے کہ میں کہہ رہا تھا اس پر جس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
 بابتہ استحقاق ولہ الحمد الحمد لله القادر المقدر علمہ ما علمہ وحصل اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و
 الہ وسلم قبول ضعیف فی مسائل الاموال کا مسئلہ جلیلہ ابتداء مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین سو کے
 مقدمہ کتاب کو ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعنوان تعالیٰ میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبصیر میں
 بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکمال تامل و تامل نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
 تک آٹھ افادات تا آخر اسی مسئلہ کی تحقیق میں آٹھ سو کے علم روکتے روکتے اتنے اوراق اٹھ ہوئے، امید کی جاتی
 ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسہیل ملیں و تفصیل جریں اس طور کے ہوا کہیں نہ ملے، مینا سب سے کہ یہ افادہ اس مسئلہ
 خاص میں جدا رسالہ قرار دینے جائیں اور مجاہد تاریخ التہاد الکاف فی حکم الضعفاء (ضعیف
 حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وہاں اللہ التوفیق ولہ الشہ علی م ضروری من نعم تحقیق
 ما کا عشر وعشر عشرہا نلیق و الصلاة والسلام علی العجیب الکبریٰ و الہ وصحبہ و سلم

عہ منقرض محل بالامام سے بھی ضعف یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التعلق یوم القیام و البکی و التعلال الی غیر ذلک
 امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الثانی فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ ص ۲۶

اُسی میں تصانیف آدم خطیب کو لکھا،

التصانیف المصنوعة التي هي بضاعة المحدثين و
عسرتهم في فهمها
فازد بخش تصانیف کوفی حدیث میں محدثین کے بضاعت
محل تسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابو طبرانی سے اُن تصانیف کی مدح حلی نقل کی۔ سب سے پہلی کہ ان شاء صاحب کا یہ حسن اعتقاد
در کہاں ان کے کلام کی وہ بہبود مراد کہ وہ کتب سراسر حلی و تاقیل استناد۔

مثلاً باب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الیہ الفریض اس تقریر طبقات کے
موجود اُسی حجۃ پانچویں اسی طبقہ والد کی نسبت لکھتے ہیں،

اصبع هذه الطبقة ما كان ضعیفاً محققاً
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تردد حدیثیں ہیں
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

یہاں ہرے کے ضعیف حمل دئی، نیچار سے خود احکام میں بہت ہمواری ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی علی وفا، افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان طیس کی اور عند تحقیق یہ
بھی باعتبار سبب، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کہنا مستحسن بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو
عقرب سنے گا)۔

واللہ اعلم بالصواب قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چون نوبت علم حدیث طبقہ دلی و خطیب و ابن عساکر	جب علم حدیث دلی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ
رسیدہ میں عزیزان دیدہ نگاہ احادیث صحاح و حسان	تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی
راستہ میں مضبوط کردہ اندیس مائل شدہ نہ کیے احادیث	احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا،
ضعیف و مقلوبہ کہ سلف نے آزمودہ و دانستہ گراشتہ	انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقلوبہ
بودند و غرض ایشان ایں جتن آں بود کہ بعد جمع حفاظ	تھیں جنہیں اسلاف نے عمدہ ترک کیا تھا ان کے جمع کئے
محدثین و راں احادیث تامل کفہ و موضوعات را	سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہد قسم دوم زاصل دوم در شبہات و راقان دوم
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے ان کے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

سُئل بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد و خطیب
سُئل حجۃ اللہ الیہ الفریض باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعہ
مطبعہ مایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۸
المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۳۵

از حدیث غیر ما تھا نہ مایند چنانکہ اصحاب مساند فرق
 حدیث صحیح کو دیکھ کر حفاظ صحاح و حساب و ضعیف از
 یکدیگر ممتاز و سب زندہ بن ہر دو فرق را خدا تعالیٰ محقق فرما
 بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و
 حسن و متاخران حدیث غلط و طبعہ او تصرف
 نمودن این جوری موضوعات را بحدیث و سخاوی و
 مقاصد حسنہ و غیر با از ضعافات و مناکیر نیز نمود
 غلط و طبعہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
 تصریح نمودہ کہ جزاھم اللہ تعالیٰ عن اھل النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر اللہ ملحقا
 ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اے ملحق (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ ضعیف و مرسل بنیاد میں اگرچہ غیر باطل و ہم
 بلاشبہ خود احکام میں جہت نہ کہ ضائق۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی جہت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد اللہ
 و ابوبکر بن ابی شیبہ و تھانیف ابی داؤد و بیہقی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں
 لگایا۔ امام بیہقی جلال سیر کی غلطی جمع الجوزی میں فرماتے ہیں:

در صورت بخاری شیخ و مسلم و لابن حبان
 حب و لما کم فی المستدرک لک و للفضیاء
 فی المحتسرة فض و جمیع ما ف ہذہ
 الکتب الخمسة صحیحہ سوی ما فی المستدرک
 من المتعقب ما ثبہ علیہ، و در صورت ابی داؤد و
 تھانیف علیہ فہو صالح و ما بین ضعفہ
 حدیث فی الاصل الہدی وقت علیہ یسین
 میں نے حوالہ بات کے لیے یہ درجہ وضع کیے ہیں، یعنی
 بخاری و مسلم و حاکم و ابی حبان، کتب مستدرک
 حاکم، فض سے متاخرہ للفضیاء، ان پانچوں کتب میں
 صحیح احادیث میں ما سوائے حاکم کے جی پر اعتراض
 کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو، اسے ابو داؤد جس پر
 وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف
 وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی پر صفحہ ۵۴۱)

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔
 ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کرونگا۔
 ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابو داؤد و دیلمی
 حم سے احمد، غب سے عبد الرزاق، ق سے ابن ابی شیبہ
 را سے ابو یعلیٰ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے
 معجم اوسط، طس سے معجم صغیر، حل سے حلیہ بن نعیم
 ق سے کسبی، صبی سے شعب الایمان، لیسبی
 مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن
 اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں
 نشان دہی بھی کروں گا وہ مختصراً۔ (ت)

نقلہ عنہ، وللمتقدمی فی التعلیل کلامہ
 عن الحدیث وللنسائی ولابن ماجہ لا
 ولابی داؤد و الطیالسی ط و لا احمد حم
 و لعبد الرزاق غب و لابن ابی شیبہ ش
 و لابن نعیم ح و للطبرانی فی المعجم کبیر و
 الاوسط طس و فی الصغیر طس و لابن نعیم
 فی الحلیہ حل و للیسبی ق و لہ فی شعب
 الایمان غب و ہذہ فیہا الصحیح و الحسن
 و الضعیف فابینہ عاباً و مختصراً۔

دیکھو امام عاقل المتأخر نے ان طبقات ثانیہ و ثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی شق میں من اور سب پر یہی حکم
 فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔
 سادساً فرد جناب ساد صاحب کی تعابیر تفسیر حریق و کشف شامیہ وغیرہا میں جا بجا
 احادیث طبقہ رابعہ سے جگہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ غلام اپنا
 نہ سمجھتے یا یہ سفہا لائق توثیق معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو محل و مغلطہ ٹھہرانا اُن کے سر یکے دیتے ہیں،
 تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فتح میں ہے،

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

حاصل کی ہے اس میں لفظ ضم اور علیہ کے
 درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں
 نے اس کی جگہ لفظ سکنت کلمہ دیا ہے اور چونکہ اس
 سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا،
 ۱۲ منہ (ت)

للفی ضاوعیہ کلمۃ لم تبین فی الکتاب
 فکتبت مکانہا لفظ سکنت اذ هو المراد واذ
 کلم لا بد من التنبیہ بہ علیہ
 ۱۲ منہ (م)

ابو نعیم و دہلی از ابو القاسم و ابو الدرداء روایت کرده اند کہ حضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ الکتا سبب
کفایت ہے کہ تا از انچہ پنج چیز از قرآن کفایت نیکنند
الحديث۔

ابو نعیم اور دہلی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں
فاتحہ کافی ہے الحديث (ت)

ہیں اور روایات بھی ابی عساکر و ابی شیبہ و ابی مردیہ و دہلی و غیر ہم سے مذکور ہیں یہی ہے
قطبی از شبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد ادا آمد
و شکایت در دگر کردہ کہ شبی باو گفت کہ ترا لازم است
کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے در دہم کنی او گفت
کہ اساس القرآن چہیست شبی گفت فاتحہ الکتا ہے۔

ہیں اور روایات بھی ابی عساکر و ابی شیبہ و ابی مردیہ و دہلی و غیر ہم سے مذکور ہیں یہی ہے
قطبی از شبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد ادا آمد
و شکایت در دگر کردہ کہ شبی باو گفت کہ ترا لازم است
کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے در دہم کنی او گفت
کہ اساس القرآن چہیست شبی گفت فاتحہ الکتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورۃ لقہ ذکر بعض خواص سورۃ آیات میں ہے
ابن الجارود تاریخ خود از محمد بن سید بن وہایت کردہ
اس بخاری نے اپنی کتاب میں محمد بن سیرین سے روایت

عن دوریں بعض روایات قرآن دار قطعی یا ظہری یا
وکیح مخالف را سودہ ہر زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال
ایں معنی نہ نمایند کہ اسناد یا نہ مقرون طبقہ ثانی
است بخیاں ایں امر بر منفہ ثبوت نشینہ کہ بر ہدایت
طبقہ را بعد س قضا از درجہ اعتبار نیست باز احتمال
مذکور بلامعارضہ آیات دیگر کہ تنها از طبقہ را بعد ست
ازل با سلسلہ زحسم مخالف است را ہیچ کن
باشد فافهم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دار قطعی یا ظہری یا وکیح
کے ساتھ اقرآن سے مخالفت کو سودمند نہیں کیونکہ اس
طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے
طبقہ ثانی سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے
کہ طبقہ را بعد کی تمام احادیث دیکھ اعتبار سے ساقط نہیں
پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے خلاف سے کہ جو صرف
طبقہ را بعد سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے
والہ ہے ، مخالف کا جو بھی زعم ہو ، اسے ، بھی طرح
سمجھ ۱۳ منہ (ت)

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہی جی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اندہر کہ در شب کسی و سر آیت بخواند اگر در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرسانند الحدیث اہ مختصراً۔

اسی میں ہے،

روایتی ابن جریر بن مہاجر قال سئل عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ادبک النصارى الحدیث۔

عزیزی آخر وانیل میں ہے،

حافظ خلیب بغدادی اربعاً بر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخند مت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودہ۔ عارضت سے یہ کہتی تھیں کہ بعد از من کہے را بتر از و پیدا نکردہ است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

حافظ خلیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رکعت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذین امنوا والذین ہادوا۔ (م)

شاہ صاحب نے مجاز نافذ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر بھی چھٹے طبقہ میں تیار کیا ہے جیسا کہ السیف، المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه زیر آیه ان الذین امنوا والذین ہادوا والنبی ۲ منہ (م)

شاہ صاحب درج ذیل نافذ جائیداد و طبقات اور بعد کردہ است تفسیر ابن جریر ان میں طبقہ را بعہ شمرده است كما ذكره في السيف المسلول على من انكر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

سے تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص و فضائل سورۃ فاتحہ و سی آیت مطبوعہ لاہور دہلی ص ۹۴
سے تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین امنوا والذین ہادوا والنبی ص ۲۴

و خلافت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد
جابر گوید کہ عیسیٰ دگر مشہد بود کہ حضرت ابوبکر تشریف
آوردند۔

تحفہ اشعریہ میں ہے

در روایات مشہد و متنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر صحیح
بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر مراد
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین عسلی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خود خوشنود شد اما روایات اہل سنت
پس در مدح النہد و کتاب الوفا و بیعتی و مشروع مشکوۃ
موجود است بلکہ در شرح مشکوۃ شیعہ جہالتی نوشتہ است
کہ ابوبکر صدیق بعد ازین قصہ بخانہ خالد رست و در گرمی
آفتاب بر در ہا ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا
از در اضی شدہ و در ریاض النہد نیز لکھتہ تفصیل
مذکورست و در فصل الخطاب بروایت بیعتی از شعبی نیز
میں قصہ مروی ست و ابن اسحاق در کتاب المواقف
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کہنے لگا۔ (ت)

عند در طعن سیزدہم از مطاعی علامہ بر حضرت افضل
الصیرقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ مرد (م)

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت
روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی
تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

مشہد اور متنی دونوں کے اہل روایات صحیحہ میں ثابت
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزارا، لہذا
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو سفارش بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت و ارجح النہد،
اوقاف، بیہقی اور مشروح مشکوۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح
مشکوۃ میں شیعہ جہالتی رکنہ اللہ نے لکھی ہے کہ حضرت
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ زہرا کے گھر کے باہر
دھوپ میں کھڑے ہوئے اور حضرت کی اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النہد
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں
بروایت بیہقی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور
ابن اسحاق نے المواقف میں اوزاعی سے روایت کیا

طعن دہم کے ان اعتراضات میں سے تیر حویطین
میں ہے جو انھوں نے افضل الصیرقین حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۱ (ت)

سلف تفسیر عزیزی آعر سورۃ الیل پارہ عم - مبلورہ عالی کنواں دہلی ص ۲۰۶
سلف تحفہ اشعریہ طعن سیزدہم از مطاعی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلورہ سیلی الہدی لاہور ص ۲۰۸

سایعاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طے شدہ بعد میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اثران دیشہ اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بشرط بخاری و مسلم صحیح میں قطع نظر اس کے حدیث شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کئے اسناد میں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فصائل بلکہ خود احکام میں مذکور رکھا لایحقی علیٰ من حالہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جسے ان دونوں کتابوں کا ملکہ لکھتا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی بستان احمدین میں امام الشافعی ابو عبیدہ نے ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدر سے بسیار بر بشرطیں
برود بزرگی یافتہ میشود یا بشرطیکہ از نہا بلکہ طبع غالب
آنست کہ بقدر ضعف کتاب ازین قبیل باشد و بقدر بے
کتاب ازین جنس است کہ نظر از اسناد او صحیح است
لیکن بشرط ایں سرود نیست و بقدر بے باقی و ایسات و
مناکیر ملکہ بعض موصوعات نیز هست چنانکہ من بدانتقاد
ایں کتاب کہ مشہور بتفخیص ذہبی است جزا کر دہم
چونکہ بعض ذہبی سے مشہور ہے میں اس بار سے میں خبر دیکھا ہے، (نتیجہ ۱۲)

لفظ "بشرط" ہر در آنچه امام حاکم الخفاء در تدوین از
ذہبی آورده نیست بعضی ہیں است کہ فیہ جملة
ذرة عن شرطہما و جملة کثیرة علی شرط
احدهما لعل مجموع ذلك نحو نصف الکتاب
و فیہ نحو الربع صاحب سندہ و فیہ بعض
اشی اولہ علیہ و ما تلقی و هو نحو الربع فهو ما کیراد
و اہیات لا یصح و فی بعض ذلك موضوعات ہشتم
جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر و ایسات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوعات بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

ملہ بستان الحدیثی مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ نایب سید محمد علی کراچی ص ۱۳
ملہ سیریب الراوی عنہا احادیث مسلم و ابی الیٰ کبریٰ المسقط دار نشر لکنتب الاسلامیہ راجو الزہد

تشیع کی افہامی بیانات سے واضح ہو گیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو ترجیح کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے انہوں نے احترازیکی انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ کھا سب متروکہ سلف سے مجرد عدم ذکر کو اس معنی پر غمخونی کرنا کہ ناقص مسجد کے بالقصد ترک کیا ہے بعض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروکہ مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دھڑلے استیجاب نہ تھا، امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ خط تیس صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما لینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جس کا شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے - ت)۔

شامنا شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کر کے فرماتے ہیں،

ولہذا عسانا حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم
اعتماد بنیاد پر دیگر بعد از دیدن تلمیض و جہت۔
اور اس سے پہلے لکھا،

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کہے را کہ بر تفسیر حاکم
غرض شود تا وقتیکہ تحقیقات و تحقیقات مرید و غیر
گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر ضرورت
نیست بلکہ بعضی از احادیث موضوعہ نیز است کہ تمام
مستدرک ہا نہا میو بہ گشتہ تہ
امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تفسیر پر کوئی کفایت
نہ کہے، وقتیکہ اس پر میری تعقیبات و تحقیقات کا
مطالعہ نہ کرے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث
مستدرک میں شرعاً صحت پر یحییٰ نہیں بلکہ بعض اس میں
موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک
معیوب ہو گیا ہے۔ (ت)

ان جہالت سے ظاہر ہوا کہ وجہ ہے اعتمادی ہی اختلاف صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر صحیح ہی ہوں جیسے

عہ اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے،
قال شیخ الاسلام غالب مافی کتاب ابن الجوزی
موضوع والذی یتقد علیہ بالمسبۃ الخ
شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر
روایات موضوع ہیں، ابن جوزی روایات (باقی بر صفر ۱۰۹)

سنہ ۱۱۳۰ ہجری میں اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ دارچہ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ دارچہ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹

مستدرک جس میں تین ربیع کتاب کے قدرِ حدیث صحیح ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چاہئے نہ ضعف مستدرک یا اطلاق محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس سے بڑا اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا قسٹ فقہ رکھتا ہو آپ پر کئے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے ہے اس کے تحت نہ بچھے لے آپ انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رہے بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشأ غلط صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم، فرض دیکھیں کہ انہوں نے صاف صاف یہی تصریح کستن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابو یوسف و ابن شیبہ و مصنف ابی داؤد و غیرہ سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرماتے ہیں کہ اصل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری۔ یونہی امام شیعہ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفسیق کی، امام حاتم الحافظ کا قول ابی یوسف کے اُصول سے ان سب کتب کو ایک سنگ میں منسک فرمایا اب شاید منکر کچھ فہم ان نفوس ان کہ کو دیکھ کر کستن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض میں دیکھا و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔ بالجمہ حق یہ کہ ہمارا اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق فقہ پر ہے نہ غلط کتاب میں ہونے غلط ہیں نہ ہونے پر قلم ضراحت رہا جب اس عمل پر آیا فیض کر دے کہ مقدمہ نے غرض فرمایا اس مقام و مرام طبقہ حدیث کی تحقیق جزئی و تدقیق نہیں بغیر دلیل ضروریہ سے اجابیل پر مبنی ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اٹھا کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرانہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا ٹکس ہے جو مستدرک کا حکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کے کٹا چھٹا ضروری ہے کیونکہ ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے نفع حاصل کرنے کا مصدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

ہم نے ان دونوں کی بہارتوں کو اپنے ساتھ مراجع طبقات

الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ ۱۳

ما لا یفتقر لیل جلد قال ذہبہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر ان یستدرک الحاکم ما لیس بحجیب صحیحہ قال یتعین الاعتناء باستقاء النکت بین فان نکلاء فی تساهلہما اعدم الاستطاع بہما لا لعالم بانفس لامہ ما من حدیث الا ویسکی ان یکون فذوق غفیرہ قسائل ۱۲ مر ۱۳

علہ ذکرنا لہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ ۱۳ اتھانی عنہ ۱۴

و ابی دہرام نے تحائف تہائی رسالہ عقودہ اور بظاہر تاریخ مدارج طبقات الحدیث
لقب دیا ولله العتہ فیما اہمہ ولہ الحمد علی ما علم وحصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد
و آلہ و صحبہ وسلم۔

افادہ بہت و پنجم: کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں،
اقول کہ میں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئی و دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین سند خاص اورد
موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و باطیل جزوقانی و موسوعات سعدی ان کتابوں میں کسی حدیث
کا ذکر بلا شبہ یہی بات ہے تاکہ اس مصنف کے نزدیک موضوعات سے حسب تک ضرورت فی موضعیت نہ کر دی ہو جیسی
ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ موضوعات نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا
ہی ثابت ہو گا کہ یہ مصنف میں موضوعات سے یہ خط واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہو گا کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان
ان سب کتب میں، حدیث صحیحہ درکنار بہت احادیث ضعیفہ و صحاح بھری ہیں اور بعض جہ دلیل قی پر حکم وضع
لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد متقیین نے دلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام
نودوی و الفیہ، امام عراقی و فتح الحدیث امام سنن اسی، فیہ تصانیف مسماہ بیان و تقریب امام خاتم المفاد سے
قدر سے مفصل، اور انہی کی تعبیات و لالی مضمونہ و القول الحسن فی الذہب عن السنن و احام الشان کے القول المسدود
فی الذہب عن مسند احمد وغیرہ سے بنیادیت تفصیل واضح و روشن بظاہر قدیب سے ظاہر کہ ابی الجوزی سند اور تصانیف
درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی جو اسی حدیثوں کو موضوعات کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد صحیح بخاری شریف
بروایت حماد بن شکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ سلووم و جن کا
عہد احمد شہر عربی، رسالہ مختصر بحالہ باوصف و جازت و اندہ فیصلہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں جو تہ ائمہ ابانہ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی دو تقریر ادا کی جس سے کلام فاسد ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔
ثالثاً پھر بہت اباحت رکھ کر لفظ ذلک ابراہیم بن سے روشنی ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع
نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تمام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عامی
ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا، قرین سے کلمات عطا سے مزید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ
وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار و ریزہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو دوبارہ تصحیح
احادیث تسلی اور کہیں درباب حکم وضع تشدید یا مصادیر رجال میں نفی تھا بیان کیا جو کچھ وہی کیا ہے کسی روشن ثبوت
دیا ہے ولہ الحمد (۱۲۸۸ م)

قصہ صرف ایراد موضوعات واقیہ نہیں بلکہ دوسروں کے مکرم وضع کی تحقیق و تہقیر جیسے الی الامام سیوطی یا نظر تنقید کے لیے اُن
حدیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے مکرم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل الی الامام محمد روح جلد موضوعہ میں فرماتے ہیں،

اس لجوری اکثر من احوالہ ۱۷ جہیف بل والحسن
بل و بصیرت کہ یہ علی دلائل الاشیۃ الخلف ط
و مال ما احتلج فی مصیغہ استقاؤہ و استفادہ
وورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعصا
سہت علیہ او ملکہا۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ
حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے
اس پر تنبیہ فرمائی مگر سے میرے دل میں تھا کہ اُس
کا خلاصہ کروں اور اُس کے مکر پر رکھوں تو اب میں حدیث
ذکر کے ابی جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو
اعراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں،

واذ قد اتینا علی حیمہ ما فی کتابہ فنشروع
اکان فی لزیادات علیہ فمنہما یقطع موضعه
و صہا ما یصلح ما یقطع علی و صہا ولی فیہ نظر
فاذکرہ لیسطر فیہ لہ۔

نظر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتانے والا حاصل
کتاب کا موضوع ہی نہ ہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ
صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا سلا ہے مثلاً لا یصح (یریح نہیں۔ ت) یا
لہ یثبت (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا مستند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور
اگر "سہا" کی قبیلہ زائد کر دی تو صحت مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا انقیاد
اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تہقیر رہے گا لہذا کئی شکوک ان کی کتاب موضوعات مستحق بہ فراموشی ہو جائے گی اسی قسم ثانی کے
ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جن میں موضوع گنا
ہر گرج نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی ضعیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر
تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے،

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسوالم وجمع علیہ
بل عایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرقہ وقد یکون
ضعیفاً ضعیفاً خفیفاً وقد یکون
علی من ذلک لو الحاصل علی ذکر ما کان ہکذا
التبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین
موضوعاً کابن الجوزی فابہ تعامل فی
موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ما ہو ضعیف فمؤلاً
عن الحسن ومبلاہن لضعیف وقد تعقبہ
الشیوخی بما فیہ کحایۃ وقد اشوت الی تعقیباتہ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر مشروع
کا طلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض
کے ضعف میں بھی غفلت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات
میں تعامل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح
روایات کو موضوعات میں کرکڑیا دیا جائے کہ حسن اور ضعیف
الہامی کو ملے ان کا تہ قہ کیا ہے میں نے بھی ان کے
تعقیبات کی طرف اشارہ کیا ہے (المودت)

تو مشکلیں طائفہ کا یہ سقیانہ زعم کہ حدیث تعبیل اہل میں شرکائی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاش ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم
موضوعیت کا ابطال ہوا اگر ازانجا۔ یہ پڑنے کی بات سے تو یہ نہ ہو سیت کسی دن نہ کلام نہ تھا لہذا ان افادات
کے ساتھ خلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شریہ کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول
اعضائے میں غل ہو بلکہ حقیقتہً نفس ذکر یہ ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسن
بلکہ موجود ہیں کہ تبیین۔

الطیغۃ اقول حضرات و باریہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شرکائی کو موضوع نہ کہے تو کیا عجیب
کہ خود ان کے امام شرکائی کی کج بھی ایسی ہی ناقص رہا کافی تھی یہیں نجدہ موضوعات میں عدائے نافیان کذب کی دو قسمیں
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیفہ روکدائیں وغیرہ کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفائی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو لکھ دیا جائے وہ بزرگ تصانیف
سے افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لیرا
از ضافات و مناگیر غیر نمود۔ یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جڑا ہیں ۱۲ منہ دم۔

لحہ الفوائد المحمودہ بخطہ الکتاب دارالکتب الطلیعہ بیروت ۴
۱۲ قرۃ العین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شہادت الخ ملکۃ سلفیہ لاہور ۲۸۲

مقتصد بہ موضوعات سے نہیں جگدگاس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ایری کہ صحیح بخاری یا صحیح یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں، یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی سب سے صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، مجھے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال کیا المقاصد الحسنہ فی میان کثیر من الاحادیث المشتبهة علی الاکسمة (مقتصد حسندر بانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت۔ اُسی کو آنکھ کوئی کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث سب سے حدیث آیۃ المناہق ثلث متفق علیہ (منالی کی تین علامات ہیں۔ بخاری و مسلم۔ ت۔ وہیں ساتویں حدیث سب سے حدیث ابد ابفسک مسند ذکوة من صحیحہ (اپنے آپ سے اتہا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکوة کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت۔)

(ذکر کہ انہیں میں تحریک الایار للعراقی بھی تھیں دی سبحان اللہ کہاں تحریک احادیث کتاب کہاں تصنیف فی المرضیات، اسی فہم پر ابو حنیفہ و شاخص سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
طیجۃ الافادات، لکھتے کہ ہم اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حدیث کے، ان چودہ فادوئے ماہ شب چہرہ کے طرہ روشن کر دیا کہ تفہیل ابہام میں کی حدیثیں اگر قصود طرق و عمل بل علم سے متوسل نہ بھی ہوں تو اتہا و جب ضعیف بضعف خفیف اور اصالی مسائل بہ بنیاد حدیث و حقما مقبول و کافی و ثبوت استجاب عمل کے یہ مفید وافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ ان کے ابطال و ابہال کے یہ نہیں بعدہ تعالیٰ اپنی سزا سے کہہ کر پہنچ گئیں و لکھتے رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیکھتے اور بعنایت النبی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتنبی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیل کلام اور آخر میں ازالہ وار باقی بقیدہ اودام منکرین پیام کیجئے و باللہ التوفیق۔

اقادۃ یست و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) قبول بالعرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی مد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتقاد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکل تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ اگر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حکم نے بطریق طریق ہارون بنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز و ضلئے حاجت کیجئے

۴ ص	مطبوعہ دارالکتاب العلمیۃ بیروت	مقدمۃ الکتاب	۴ ص
۶ ص	" " " "	حرف المیزۃ	" " " "
۷ ص	" " " "	" " " "	" " " "

ایک ترکیب عجیب مرفوعہ روایت کی جس کے آخر میں ہے۔

ولا تقلوها السفها ، فانه يدعون بها
يستجابون ۔
یہ قوفوں کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

انکہ جرح و تعدیل سے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ تمام بالکتاب تک کہا۔ امام احمد
امام نسائی و امام ابوعلیٰ نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا، سخت
ضعیف ہے۔ صراح جزوہ نے کہا، کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن سعید نے فرمایا، محض لاشی کذاب خبیث ہے۔
بالکل کوئی شے نہیں کہ اب و خبیث ہے۔ ت، کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت، لا جرم
حافظان نے تقریب میں فرمایا، متروک و کان حافظاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت، ذہبی نے
میزان میں کہا،

كان من اوجية الصدور على ضعفه ، وكثرة
صاكيه و ما اظنه ممن يتعمد الناطل ۔
اس ضعف و کثرت مناکیہ کے باوجود وہ علم کا ذخیو
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا اردہ
کرتا ہو ۔ ت

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا ، دہریہ فی ضعفہ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)
ام اہل تہ حافظ عبد العظیم ذی منذری نے کتاب الترقیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون
کے متروک و تتم جہنم سے اُسے منقول کیا،

حيث قال قد قصده به عمر بن هارون البلخي و
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد

عنه في الترقيب في صلاة الحاجة (مزمع) ، (ترقیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

۴۲۸/۱	مطبوعہ مطبعۃ البابى مصر	سۃ الترقیب الترقیب فی صلاة الحاجة ۱
۴۳۳/۳	مطبوعہ المكتبة الاسلامیة صاحبہ الحاج دینا علی شینا	نصب ارایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الترقیب
۲۲۰/۲	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	سۃ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷
۱۹۲	مطبوعہ دار الفکر دہلی	سۃ تقریب المتذنب حرف العین
۲۲۹/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	سۃ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون
۳۱۲/۱	مطبوعہ دارۃ المعارف الشفا میرجید آباد دکن	سۃ تذکرۃ الحفاظ الطبعة السابعة

وهو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدي
وهذه مما اعلته اه قلت بل اختلف الرواية
عن ابن مهدي انما فقال في السجدة ان قال

اور وہ متروک و متهم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی
نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اہ قلت (میں کہتا ہوں)
کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے میزان میں ہے

عہ اقول هذا خطيب من مثل الحافظ مع
قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور
وثقة قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الايام
عن ابى غسان عن بهز بن اسد انه قال ارى يحيى
بن سعيد حمده قال وساق الخطيب باسناد
عن ابى عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال
عمر عندنا حسن احد الحديث من ابن البارك
وقال عمرو بن سئل ابو حنيفة الله عن عمرو بن
هارون فقال ما اقدرا ان اتفق عيسى بن
كثير انه كثير اعقل له قد كانت له فتنة
مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحصل
عيسى وقال احمد بن سيار كان كثير السماع
كان قتيبة يطره ويوثقه الا ثم ذكر تكذيبه
وتركه وجرحه عن ابى معين واخره ثم
قال قلت لاسير في ضعفه وكان لما حافظ في
حروف القسرات مات سنة اربعين وتسعين
ثلث مائة ١٢٠٣ هـ (مر)

ا قولي حافظ عيسى بن دگر پر تعجب ہے کہ خود
انہوں نے خاتم کتاب میں کہا کہ اسے جمهور نے ضعیف
کہا اور قتیبہ و غیر نے اسکی توثیق کی اور تذکرۃ الحفاظ میں
از اباء از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں
میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حمہ کرتے تھے کہا
اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے
تذکرہ حدیث اخذ کرنے میں ابی البارک سے احسن ہے
اور ہارون نے کہا ابو حنيفة سے عمر بن ہارون کے تعلق
پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شے کہنے کی
طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات
لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ
فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے
کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سبار نے کہا
کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی قرینیت و توثیق
کرتا تھا، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح
ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں

ہو ۱۲۰۳ ہ (ت)

بایں میں موضوع کتنا ذکر کر کے فرماتے ہیں،

ومشى على هذا في الحاشية القدسي فانه ذكر
هذه الصلوة للحاجة على هذا الوجه من الصلوة
المستحبة۔
ماوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیے
اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر
فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اہل سیدی شیخ اکبر محمد الہی ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف
افادہ ۵۱ میں مگر اگر میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحبت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے
معلوم ہو کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیکہ ترا معلوم ہو کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سہادی کے
نقول دیکھ لیجئے کہ اس قبیل اہل ایمان کے کتنے تجربہ علماء صلا سے منقول ہوئے ہیں مگر علامہ طاہر قسبی نے فرمایا
دوی تجربہ ذلک عن کثیرین اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا، تو عزیزو! اگر بغرض غلط
سند کسی قابل ذکر نہ تھا ہم تجربہ علی کو سند کافی مانتے۔

افادہ بیست و ہفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصل پتا نہ ہوتا، ہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما
میں بلا سند ذکر نہ ہونا ہی پس ہے) اقول بعد ایاں تو طرق مسندہ یا سانیہ متعدد کتب حدیث میں موجود
مسائے کو ام تو ایسی جگہ صرف کلمات میں علامہ بلا سند ذکر نہ ہونا ہی سہ کا نا بچنے ہیں اگرچہ جگہ راہد وغیرہ

عنہ هو أخر حديث من باب الصلاة في الموضوعات
قال السخري موضوع بعمر بن حارون كذاب
قال عاتق المحفوظ عمر روه له الترمذي
وابن ماجه وقال في الميزان كان من اوعية
العلم المأخوذ عنك قال ووجدت
لحديث طريقا أخر قد كرمنا اسند بن حارون
عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه نحوه و
سكت عليه خاتم لحفظه والله تعالى اعلم
۱۲ من (هـ)
باز کتب باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج
کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن حارون کذاب
ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ
نے روایت کی ہے، میزان میں کان من اوعية العلم
الماخوذ عنك (وہ مسلم کا ذخیرہ تھا آخر
تک جو جگہ پہنچے تھے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک سند بھی
میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن حارون نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے
اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ من

کسی جگہ حدیث میں اُس کا نام نہ لکھا ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اگر کے بانی امت و اُمّی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل عیسیٰ و شمائل مجیدہ عرض کرتا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لکھی اندلسی دمشقی نے کہ پانچویں صدی کے عہد سے تھے ۶۶ھ میں انتصار کیا اپنی کتاب اقتباس الارواح والتماس لانا دار اور بوجہ اللہ محمد محمد ابی الحجاج جمہوری کی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے ۷۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب نہ نقل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اسلام نے اس زمانہ اس کا پتہ نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نہ لکھا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل میں اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں نے جو اسوں فرق مراتب نا شناسوں کی طرح طبقہ راہِ بحر میں سونا درکار، صلی اللہ علیہ وسلم کسی طبقہ میں نہ جوتا ہی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرعاً قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انھیں زشت علی کا والد دیا، بعد امام علامہ احمد قسطلانی نے مہاسب لدنیر میں بھیضہ جزم و کرک، اسی شرع قصارہ مدخل کی سند دی، اسی مہاسب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب تغابی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق جمہوری محدث و جوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زبر بیک یہ کیر لاقیم بعد الصلوة وانت حد بہم مسند میں کس قسم کھاتا ہوں اور اسے محبوب! تو اس میں علماء افرودہ سے بہت، جس میں رہب العزت جل و علانے شہر مصلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعنک انھم نفی مکرہم یصلیٰ (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا قسم بعد الصلوة مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہے جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عز وجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اسی حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقوم بعد الصلوة نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے:

مَنْ قَامَ فِي الْوُجُوهِ فِي الْقَبْرِ الْعَاشِرِ ۱۲ مَد (م) دسویں صفحہ کی پہلی فصل میں دیکھو (ت)

عَنْ فَعْلٍ الرَّابِعَةِ مِنَ الْبَابِ الْاَوَّلِ ۲ مَد (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

قد قاوران هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و حياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا ايها الامي يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة حده ان اقم بتراب قد ميك فقال لا اقم بهذا البلد مبارك قدسك قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے ، لا اقم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کرتا ہوں، اسی مواسب میں ہے ،

على حد حان هذا متضمن للقسم ببسند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من تر يادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال ينبغي صلى الله تعالى عليه وسلم باجب انت و امي يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقم بحياتك دون صائر الانبياء و لقد بلغ من فضيلتك عند ان قسم بتراب قد ميك فقال لا اقم بهذا البلد

بر مال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کر متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی جی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمت مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقم بهذا البلد کے ذریعے آپ کے مبارک قدسوں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (مت)

عنه المقصد السادس النوع الخامس لفصل الخامس من (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ عنہ (مت)

سنة نسيم الرياض شرح شفا باب اول الفصل الرابع في قسمة تعالى مطبوعه دار الفكر بيروت ۱۹۹/۱
سنة مواهب اللدنيہ مع شرح الزرقاني والفصل الثاني من النوع الثاني من المطبوعه عامه مصر ۲۰۰/۶

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن جملہ کجیہات است کہ از زبانی پے سپر میکند، آفرایا (پائے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوگند بخاک پائے خوردن ست، و این صفت در نظام نظر سنت سے در آید، نسبت بیکتاب عزت چون گویند کہ سوگند بخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف پاک ست کہ بخاک بران نہ او تحقیق این سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آن چیز ست نزد مردم و نسبت بایشان تا بدانکہ کہ آن امر سے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت ہوسے تعالیٰ ۱۱

یعنی شہر کی قسم کی نے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پاکی قسم اٹھاتی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بخاک ہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہو بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ شہسوار کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیز کے نسبت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث سے سند کیا ذکر کرتا کہ اس کی تفسیر کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جاننے والے یہ کچھ زمانے کے بڑے محدث شام ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یا لغوی دروضۃ الاحباب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا،

۱۱ انا تصاف شیعین بصفات کاملہ تبلیہ پس بطریق شیعین (صریح و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

حصہ قلم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ ص ۲۰

لے مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر ۱۶۵/۱

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر کے نسخہ میں نہ کثیرہ جہات نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی جہات اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور آنحضرت کی جہات میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نیز اگرچہ سید سقۃ قرۃ العینین فی تفصیل شیعین تصاف شیعین بصفات کاملہ ۱۲ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

بہتر از جان و سے مقصود نگردد و زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تخصص کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مثال
تقریفات نمود چنانکہ معانی صحابہ پر ہر گو اہی داوند کہ ہے
اعلم زبان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق کل اجاب
جہاد پر بچے نمود کہ خوب تر از ان صورت نگردد و قیاس
الیافہ فی السنۃ الرابعة عشر تحت دمشق
در روضۃ الابواب مذکور است کہ در زبان خلافت و
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن فتح شد
چار ہزار مسجد ساختہ گشت و چار ہزار کنیہ خراب گزید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند آہ بالا تعلقا۔

میں رو کا دیا جائے تو محسوس ہوگا کہ نبیاء کی علامت کا
کام ان سے بہتر نہیں یا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ
توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کردہ کچے اور نہایت
ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت و اجماع و
قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر قریعت تمام راستے بند
کر کے چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے
کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ
کو اس طرح نبیایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا
یا غرضی کہتے ہیں کہ سترہ میں دمشق فتح ہو گیا اور

روضۃ لاجب میں ہے کہ فاروق اعظم نے دو سو ایک ہزار (۱۰۰۰) شہر فتح کر کے چار ہزار
(۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیہ تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
آہ بالا تعلقا۔ (د)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد و طبع گے اس کا
گفتا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاهر و بابر شانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یا ان است و اہل یار رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی حیا علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریعت میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم اعجاز
جلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منہا اہل الصفا فی تحریک اعادیت الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من ابواب الاولی (۱۷۰۰)

۱۳۰	ص	مطبوعہ المکتبۃ السلطیۃ لاہور	ماثر جیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۳۰	ص	۱۳۰
۳۱	ص	"	"	"	"	۳۱
۱۳۲	ص	"	"	"	"	۱۳۲

ارشاد کیا:

3۱

لم اجده فی شی من کتب الا توکس صاحب اقتباس
الاخوار و ابن الحاج فی مدحہ ذکرہ فی ضمن
حدیث طویل و کئی بذلت مسند المشد خانہ لیس
سایتعلق بالاحکام۔

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر
صاحب اقتباس الا توکس اور ابن الحاج نے مدخل
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو
متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل و علا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشنی تر کلام کرے مگر حضرات منکریں کی
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ ہست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس نفل کی ممانعت لازم نہیں) اقول اچھا
سب جانے دیجئے اپنی خاطر فوراً تنزل لیجئے بالعرض حدیث موضوع و باطل ہی ہوتا ہر موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے
نہ حدیث عدم اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں گید و ارادہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فصل کو
دیکھ جائے گا اگر تو اعدہ شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ امامت اعلیٰ پر رہے گا اور ہونیت حسن حسن و مستحسن
ہو جائے گا۔

گما هو شان الباحات جیسا کہ نص علیہ ہے
عنه قال فی الاشباہ من لقادة الاول اما
الباحات فاما تکتف صفتها باعتبارها قلة
لاجله لاوعنها یقن فی اوائل نکاح رد المحتار
وفیه ایضا صحت کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ
لعققة وان قلنا انها مباحة لکن یقصد
الشکر تصیر قریبۃ فان النیۃ تصیر العادۃ
عبادات و الباحات طاعات و کلام الاغویج
مزی فی الافادۃ الحادیۃ و العشرین ۱۲ من (۴)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ
اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ
حق کا ارادہ کیا گیا ہوا اور اس جہت کو رد المحتار کی کتاب
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب
اللاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے جماد
بن جلتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات
کو عبادت و قربا برداری میں بدل دیتی ہے اور
انکو فی العلم کلام الکتب فی افادہ میں گزر چکا ہے (ت)

۱۔ نسیم الریاض شرح اشعار باب اول الفصل السابع فیما اخبر الله تعالیٰ ابو مطہر دار الفکر بیروت ۲۳۸/۱
۲۔ الاشباہ و اشعار بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطہرہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۳/۱
۳۔ رد المحتار کتاب الاحکام دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۸/۵

الاشياء ورد المحدث وانما في العلوم وغيرها وروا المختار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتقد
من معتقدات الاسفار۔ کتب میں تصریح کی سبب (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود یا ظل و مہل و بدلہ اثر ہے یا نہی و نعمت
کا پروا نہ لایا جرم علامہ سیدی احمد رضا دہلوی حاشیہ در مختار میں یہ قول دیکھ لیں و اما الموضوع فلا يجوز العمل به
بحال فرماتے ہیں :

ای حدیث کا محال القواعد الشریعة و اما لو كان
و اخلا في العمل عام فلا مانع منه لا يحصل
حدیث ثابیل لدخوله تحت الاصل العام۔
داخل ہے ترا اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے حاجت نہیں ہو سکتی تا اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے
کہ وہ قاصدہ کلیر کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد اذنا رحمه الله تعالى
بتعليله ان المراد جوار العمل صافي موضوع
لا يكونه ف موضوع و مستحق عيب
تحقيق المقام بتوفيق الملك العلام ما نلتزم۔
اقول سید احمد رضا دہلوی نے اس تفسیر کے ذریعے
یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث
کے لغو میں جو شرٹ کا قاصدہ کے موافق ہے اس پر عمل
ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے (مقترب ہم اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ اسطرح کریں^۱
یہ تو تصریح کی گئی تھی اب جو بیانات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ ہدایات و ہدایت کے کلمات علماء کرام
حشر اللہ تعالیٰ فی زمزمہ کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود و موضوعات و باطل ان کے نزدیک موجب منع فعل
نہ تھا بلکہ باوصف ظہار و ضعیف بطلان حدیث اہوازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ
پراقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث لبس الحرقة الصوفية وكون المحسن
البصرى لبسها من على قال ابن دحية و
خرق پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اہدیہ کہ حضرت حسن بصری
قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

ابن الصلاح رحمہ اللہ باطل و کذاب قال شیخنا، ائس فی شئ من طر قہا ما یثبت ولو یرد فی خیر صحیحہم ولا حس ولا ضعیف ان التبعی مصلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصوۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلک وکل ما یرد فی ذلک مہربا باطل، ثم انت ائمة الحدیث لم یثبتوا الحسن من علی سماعا فصلا عن ان یدلہ الخرقۃ ولو یتعرف شیخنا بہدا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا والبسہا کالدہب من الذهبی والہکاری والی حیان والعلانی ومغنی فی العزق واسم الملقب و لاساسی والبرہان العہدی، ابن ہبیر لیر ہد امم الباسی ایاہا لجماعۃ من اعیان المتصوۃ متشاکلا لزامہم فی بذلک حتی تجاہد کعبۃ المشرفۃ تبرکاکا ہذا ذکر الصالحین واقعاء لیس اثبتہ من المعاط المتحدین آہ بتلخیص۔

وہمہ الکرم سے فرقہ پہنا امام ابن دیر امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں رکسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو فرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت موسیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے فرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرمایا کئی یہاں تک کہ وہ اکابر حضوں نے خود پہنا پہنایا پیسے نام دیا علی ائمہ ذہبی امام شیخ الاسلام حسینہ نابکاری امام ابو حیان امام ملا الدین علانی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن طہی امام ابن ساسی امام بردی علی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ بات تک میں نے خود ایکسبلاحت عمدہ متصوفین کو فرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے کچھ ملازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کچھ معتکد کے سامنے پہنایا، ذکر اولیائے کرام سے برکت لینا اور مقام متعین کی پیروی کو جو اسے ثابت کر گئے۔ ات۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرۃ ائمہ دین و عملہ شرع میں با آنکہ احادیث فرقہ کو باطل محسوس جانتے پھر بھی فرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تتبعہ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علی پر ہے اور وہ اس میں معذور مگر قیاسات سماع ہے معقین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام قاتم الحافظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحات الفرقۃ تألیف فرمایا اُس میں

مرتبہ

اثبتہ جماعة وھذا الراجع عندی لوجودہ وقد
رجعہ الیہما ای فظاضیاء الدین المقدس فی
المختارۃ وتمعہ المعانی بحججہ
اصل ان المختارۃ۔ تخصیص مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشافعی ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (بت)
پھر وہ اہل ترجیح کہہ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جویہ بن یونس اشروس قال اخبرنا عقبہ بن
یونس بن ابی ہاشم قال سمعت الحسن
یقول سمعت علیا یقول قل رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل اہل
ہنزل المظفر المحذیث ^۱

ہمارے شیخ الشافعی محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مونی علی سے سماع حاصل
ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن ہاشم، درتبہ کو امام احمد و یحییٰ بن حنین نے ثقہ کہا انتہی۔
اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صفیہ کرام کی نقل متواتر تو وجہ علم قطعی و یقینی
ہے جس کے بعد مصری سماع و یحییٰ غرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں و نہ الحمد۔

(۲) ملا محمد طاہر قمی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شتم الورد ولم یصل علی فقد جفا فی ہوا باطل
وکذب وکذا من شتم الورد الا حصر الخ وقد ثبت
فی شانہ الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا
اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی
وہ حدیث جو کلاب کا پھول سونگھنے میں آئی (۱) میں نے

عن العقی یکتب علی عایرہ من عند نفسه
فلعلہا منہ للزیادۃ ۱۲ (منہ دہ)

اور مرقی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز"
کہہ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف
اشارہ کیا ہے ۱۲ (منہ دہ)

۱- الحادی للفقہ فی رسالہ اتحاف الفرقۃ
۲- دار الفکر بیروت
۱۰۴/۲
۱۰۳/۲

عليه وسلم عند الطيب الشيخنا الشيخ
علي المتقي قدس سره هل له اصل مكتوب
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حيدر قدس سره
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم عند ذلك وبحره فلا اصل لها ولا
في ذلك فلا كراهة عندنا والله اعلم بالصواب.

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ ملک
کو لکھی کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ سے
پاکی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی
نہیں اور ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ ہے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے ارشاد فرماتے ہیں،
ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بشارت
استقبال فرماتے تھے اس نعت عظیم کریمہ کے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی
سلطنت اور تمام مسرت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل
میں ہمارے جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور
اللہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو پیچھے
حق میں حرمت چھوڑ کر اہستہ کیسی اس سے تو وہ کام کی
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنے سے ملنا ہے مستحب رکھا
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور
کیا وہ گویا محض بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو
اسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اور مختصراً۔

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شبهه
عاکاں علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
محبتہ للطیب و اکثاره فذلك الحق
للعظیم مصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
حينئذ لما وقرى قلبه من جلالاته استحقاقه
على كل امتة ان يدعوه بعين مہابة الاجلال
بعد رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا
لذكره في حق فضله من المحرم بل هو ان
بما فيه اكمل الثواب الحريل والفضل الجميل
وقد استجبه العلماء لمن راي شيئا من آثاره
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من
استحضره ذكرته عند شبه الطيب يكون
كالرأي شئ من آثاره الشريفة في المعنى
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عليه
صلى الله تعالى عليه وسلم شرح الله مختصراً۔

دیکھو یا آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصول سند نہیں پھر بھی علمائے جاہل نے کہا اور بنیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادیمہ و ادکار صبح و شام ہے :

يشهد ما يند اوله السادة الصوفية من قول لادله
الا الله سبعين الف مرة يذكر الله تعالى
يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من
النار ويحافظون عليها لا تفهمه لمن مات
من اهلهم و اخوانهم وقد ذكرها الامام ابي افى
والعالم الكبير المصطفى المدين ابي العربي و اوصى
بالمحافظة عليها و ذكر و انه قد ورد فيها خير
جوى لكن قال بعض المشايخ انه قد به السنة
فيما علمه وقد وقعت على جملة من سأل للمحافظة
ابى حجر مرعى الله تعالى عنه من هذا الحديث
وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد
اشترى نفسه من الله و صورة جواه الحديث
المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف
بل هو باطل موضوع و حكد قال النجاشي
و عقبه بقوله لكن يسنه لشخص ان يحصل
ذلك اقتداء بالسادة و احتشالا لقول من
اوصى بها و تبركا بافعالهم الله صلخصها

انھیں دعاؤں کا مشاہدہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں
شر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان
کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عز و جل اُسے آزاد
فرمائے گا اُس نے اپنی جان و دوزخ سے بچ لی اور اُس
پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے مغفرت
فرماتے ہیں اسے امام یاقین اور عارف کبیر سید محمد الدین
ابن عربی قدس سرہا نے ذکر کیا اور شیخ کبر نے اس پر
محافظة کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث
نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں لیکن بعض مشائخ نے کہا یہی
دستین کرن حدیث سن میں وارد نہ ہوئی اور میں
نے ایک قوی دیکھی کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی
نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی شر ہزار بار لا الہ
الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عز و جل سے خرید
لی امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن
نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے ، علامہ رحمہ اللہ
خیطی نے اس فقرے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو
چاہئے کہ اس عمل کو بجا دے کہ او ایسا کہے کہ میں کی پڑی

اور اس کے وصیت فرمائے و لوں کا عکس ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو مطلقاً

یہ علامہ محمد الدین محمد بن محمد خیطی امام شیخ الاسلام فقیر محدث عارف باللہ ذکر یا انصاری قدس سرہ الشریف
کے تلمیذ و محافظہ شان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھو انہوں نے امام ابی جبر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و مضموع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی غفل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا اعتقاد اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو و باللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ محمد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں :

بیارای و دوستستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلر طیبہ
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و
روحانیت مرحومہ بمشیرۃ اوام کلثوم بخوانند و ثواب
ہفتاد ہزار بار بار بروحانیت یہ بخشنند و ہفتاد ہزار
دیگر بار بروحانیت دیگر سے از دوستی دعا و فاتحہ
مستولی است۔
دوست و اجابہ سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار کلر طیبہ
لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے
واسطے اور ان کی ہمیشہ و ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے
پڑھیں اور ستر ہزار ایک سو روح کو اور ستر ہزار دوسرے
کی روح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دعا
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریۃ حضرت اولیائے کرم کی
تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مضموعات کیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اصحابہ و صلوات اللہ علیہم
من عیشتوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں غلاں غلاں وضو
دھوئے وقت یہ دعا پڑھو سب مضرع ہیں۔

عہد شریف کبر قدس سوا الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک الجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نافرتہ و دیوبند
کے امام موعوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت خلیفہ کی بد حضرت سیدنا طائفہ جنید ہندادی رضی اللہ تعالیٰ
عزہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوہم کے چوں سے لگا ہو۔ کھڑیا کس میں
لکھتے ہیں : حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے کاشفہ کا اپنی ماں کو دوزخ میں
دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے لاکھ یا پچتر ہزار لکھ پڑھا تو یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کہہ کے ثواب پر وعدہ
مغفرت ہے جی جی جی میں اس کو بخش دیا جائے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جو نیشاش ہے کہ اب و بدہ کو جنت میں
دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جہاں کے مکاشفہ کی صحت بلکہ حدیث سے معلوم ہوتی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے
جو کئی حقیقتیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)

سے مکتوبات امام ربانی مکتبہ مولانا برکی
الحکیم سعید محمدی کراچی ۲/۴۱

سے الاسرار المرفوعہ المعروفہ بالمضموعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اصحابہ و صلوات اللہ علیہم
تک تحفہ الناس خلاصہ و دلائل دارالاساعت کراچی
ص ۴۴ ۴۵۰

هذا بسا تغزبه عبد الله بن مسعود القدر
وغيره غير واحد بانه متهم بالكذب والوضع
قال السعدى لا يساح ذكره، لامر ذكر وضعه
لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه وبالفتح
فيه ورميه بالوضع لا يرأون يدكونه يتبركون
بالسلسله

یہ حدیث صرف روایت قداح آئی اور متعدد، تم نے
اُس کے متحرک کذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام
حمادی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا
نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور بہانہ آرائی کرتے
ہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہے پھر بھی ہمیشہ
اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہے جس سے
اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ عقیق طرانا

عبد الحی محمد شہ دہلوی

بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد
بن محمد بن محمد بن الجمری بسندہ الی
ابی الحسن الصقلی بھریقہ الی القدر اح بن الامام
جعفر الصادق عن آبائہ الکرام عن امیر المؤمنین
عن کرم اللہ تعالیٰ وجوہہ علیہ السی بسندہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اپنی سند سے امام ابو الخیر شمس الدین ابن جمری تک اپنی سند
سے ابو الحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح
تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے
وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(دست)

دوسری بطریق شہ ولی اللہ صاحب دہلوی

بسندہ الی ابی الحسن ابی القدر اح بن امیر المؤمنین
عن السی بسندہ الی علیہ وسلم۔

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین
علی کرم اللہ وجوہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے مگر وہ کسی حد وضع تک نہیں تین طریق دوم میں جماعات علیہ میں اس
پر یکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ
وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم
کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے
آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت
کی گویا انیس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی
مہمان نوازی کی۔ (دست)

من اصاب من ضیافتنا اصاب آدم و حوا
من اصاب اشیش فکاننا اصاب آدم و حوا و من
اصاب ثلثہ فکاننا اصاب جبرائیل و میکائیل
واسرافیل

لے ثبت حصر اشارہ

لے کنز العمال کتاب الضیافت میں قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت ۱۹۹۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی خواہی وضع پر شہادت دے و لہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لو یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاستناد (یہ حدیث غریب سب سے ہیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں۔

کما یتبعہ فی الافاقہ التاسعة اما ما احسنه الشيخ ابو محمد محمد بن اکامير المالکي المصري المدعى بالجوامع الاثر هر بعد ابوابه فی ثبتہ بالمحقق الشافعی المذكور فیسیر الاجابة الى تمام العشرة بذكر الشکة فی الصحیحة وهم لا یأخذون ولا یشرین قال فان صحح فهو خارج مخرج الضرر والتقدیر ما حکما انبأنا به فی حلیة مدرویاتہ شیخنا العلامة شریح المحرم السید احمد بن شریح بن وحیدان المالکي عن الشیخ عثمان بن حسن بدیع عن مؤلفه الشیخ لامير المالکي فاقول یس با محب ما انبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المالکي عن الشیخ محمد عابد اللہ المدعی بسندہ المشهور الی صحیح مسلم بسندہ المصنوع الی ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل یقول یوم القيمة یا ابن آدم مررت فمررت فی الحدیث و فیہ یا ابن آدم استطعتک فطعمت طعمنی قال یا رب کیف

جیسا کہ ہم نے اسے نوری افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں تثنائی ذکر کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس میں متن میں ضیافت میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس دوسوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ وہ کہتے ہیں نہ چیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تشیل بطور فرض التقدير ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین لوم سید محمد بن رتین دسلاوی سے شیخ عثمان بن حسین دیمالکی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہیں سید حسین بن صالح جمل اللیل مالکی نے شیخ محمد بن سندھی بدیع سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے اور اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اسے ابن آدم! میں ہمارا ہوا تھا تو نے میری عبادت نہ کی الحدیث اور اسی میں ہے کہ اسے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

طعمك وانت سرب الطهيت قال اما
حلت انه استطعت بعد فلات
طعم قطعته اما علمت انك لو اطعته
لوجدت ذلك عندى يا ابن آدم استسقيك
فلم تستقي الحديث المصروف

ٹوٹنے بجے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اسے میرے
رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا
رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے
فلوں بندہ نے کی نامانگاتھا اور ٹوٹنے نہیں دیتا تھا
کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے میرے
پاس پاتا، اسے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا
تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثُمَّ اقُولُ تَحْتِیْنِ مَقَامٍ یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بمانعی موضوع میں زمین و آسمان کا فرق ہے کسما
یظہر مساقد منہ فی الاعادة الحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان
کر آئے ہیں۔ ت) ثانی معلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریک کی ہاگ مضمر بیان بیباک کے باعث ہو جائے لاکھوں فعلی
مباحہ جس کے تصریح میں تصریح نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترخیص میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس سے
ترہیب میں گھڑائیں وہ واجب ہو جائے کہ تعدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہو گا اور وہ ممنوع
لطف یہ کہ اگر ترخیص و ترہیب دونوں میں بائیں و تائیں و ترک و دوں کی بات پر بیا دیں ذکر تہن پر اسے نہ چھڑتے
فاعدوا فہم انکنت تفہم (جان کے بچنے کے لئے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں یہی حقیقت ممدور نفس فعل میں
نہیں بلکہ نظر امثال و اعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے و ہا بیہ
حیث ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلہم بعد الخطاء

افادہ بسنت و نہم (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ
گنجائش، بالغرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول
ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، حیثہ اعمال میں تصرف و استخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں معمول
اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندہ محال ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند حاصل نہیں ملے گی
کتب ائمہ علماء مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبد المعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

باقول سے مالامال ہیں انھیں کیوں یہ عزت و جلال کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہر اَمِّع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد اور اختراع اعمال تصرفیہ راہ کشادہ است
مانند استخراج الجہل لغیا سے قریب دین را این فقیر را
معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا
اسفار مقابل بجا نشستن و چشم را بآں نور دوختن و یا نور
را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت فکر را قوت میدہد و
سادیت نفس می نشاند آحاد مخلصا۔

امثال تصرفیہ میں کئی ایسا دیکھ کے بے اعتقاد اور بازو
کھن ایسے ہی ہے جیسے اہلبار قریب دین سے نفرت کا
استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق
سے سفیدی تک صبح کے مقابل جیٹنا اور آنگد کو س کے
نور و بجائے کی طرف نگاہ اور یا نور کا لفظ بار بار
ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت فکر کو قوت دیتا ہے اور
دوسرے سے نجات دلاتا ہے (مخلصا)۔

اس میں ہے ۱

چند نوع کرامت از بیج ولی اللہ اشارتہ مشکک
نمی شود از انجکہ فراست صادقہ و کشف و اشراعت
بر غرطہ از انجکہ طور تاثیر و روحا و رتقہ و اعمال تصرفیہ
او تا عالم بغین نفس بونفعی شود مطلقا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے اقامتہ اللہ
جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ
کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور
ان میں سے نور و توحید، دم اور اعمال تصرفیہ میں
برکت گیان تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے
مستفید ہوتا ہے اور مطلقا (ت)۔

عزیز و اہل انصاف، ذرا شاہ ولی کے قول الجہل کو دیکھو اور ان کے والد و مشایخ و غیر ہم کے
اختراعی اعمال تماشا کرو، در دوسرے کے لیے تختہ پریتا بچانا گیل سے ابجد ہوز کھنا، پنجک کو نیلے سوت کا گندنا بنانا،
چھوٹک چھوٹک کر گریں لگانا، اسمائے اصحاب کھن سے استعانت کرنا انھیں آگن ٹوٹ چوری سے امن بھنا،
دیواریں پر ان کے لکھنے کو آید چن کی بندش جانتا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں ٹاڑنا، عقیر کے لیے

عَلَّہ بِامداد شہداء ہر اَمِّع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

عَلَّہ بِامداد خاصہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جب

نامہ لکھ رہا طبعۃ الحق (م)

لے و لے ہر اَمِّع شاہ ولی اللہ

گلاب اور عفران سے ہرن کی کھان لکھا، یہ کھال اس کے محلے کا ہار کرتا، استعداد عمل کو کسم کار لگا گئے انکان عورت کے قدم سے ناپنا، گن کر ڈگر میں لگانا، دروزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں دان میں بانہ حنا، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و عفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائی اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لاکارہ سونے کو عورت کے پیٹ پر دان سے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعہ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عاتق و ساعدا کا نام لے کر پکارنا، ناپ کو عین گرد و رالینا اس پر شہت بہت کیا کیا اعتساب و غیر معلوم المیے پڑنا قنطاریع انجا خدا جانے کون ہے اسے نہ آتا، چور کی پھان کا عمل نکانا، یہ لیس پڑھ کر ڈالنا لگانا بخار کو عین و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اس کے سوا صد باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا مسن یا ضعیف ہے ماسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اس سے روشنی بھر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علی و صلا کا دستور کتب فقہ میں مسطور یا مضاف اللہ حرام و وبال و موجب ضلال اتویا بدعت سپید یا سیاہ پاک نظر رسیدہ ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دون کی دلی آگ بجلی بدعت شعلہ فشاں ہے سے

بہر سنے کہ خواہی جامہ سے پوشش

میں اذانِ قد رست رائے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میان جمہیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقرب رب الغلیل یعنی راہِ سلوک میں حد ہانسی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرح ایں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد ہندہ ہیں بگرنیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محمدات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانایا باعطی ثواب تقرب رب الارباب مانا ان پہلی حضرات کو نہ مکمل بدعتہ ضلالہ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدیث فی اھرنما مالیس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایسا کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فقہو مرد (پس وہ مرد وہ ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری نہ مگر

من کلم آنچه من خواستم تو مکن آنچه خواسته
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ اشہار الانوار میں یہ صلاۃ الاسرار
میں مذکور اور عدم ورود کو عدم جاننے کا تلخ کاف و قبح وافی کتاب مستطاب اصول الوث و لقیم صافی الفساد
و کتاب لا جواب اذا اذہ الکاتہ لسانی غسل المولد والقیامہ وغیرہ تصنیفات شریفہ و تالیفات غنیہ
الطہرۃ تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیۃ، حی الفتن الدینیہ بقیۃ السلف المصلحین
سیدی و والدی و مولی و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی، محمدی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ و اجزل قرینہ و بزرگوار بقدر حاجت باجمال و وجاہت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعت القیامہ
لنبی تہ مد و غیرہ رسائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز العفور و الصلاۃ و السلام علی
السید المرور علیٰ آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ تسلیم (ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں مگر یہ کہ وہاں یہ جدیدہ کے طور پر تشبیل ابہامین صحت من
سنت ہے) **اقول** ہیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استیجاب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عز و جل
یا حسن و جو نقش مراد کسی شیں و درجہ حقین مسترد و یکیں ہو و اللہ و الحمد علی ما اولیٰ من نعم لا تحصى
و نہ ہی کے لیے قرین جو غیر عمد و دفتوں کا ملک ہے۔ ت، مگر حضرات وہاں یہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے
طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستقب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا رکھنے والا بات بظاہر بہت چوکنے کی ہے کہ کہاں و یا بی کہاں یہ انکی مذہب ہمہ کی خرابی گزند جانا
کہ توہب و اضطراب و تعقب و انقلاب و دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سہ گزرا نذر و دور برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہو گا اور اگر چلے جائے تو واپس آجائے گا)

بجدی کے کلام سے تناقض جسہ انہیں رہ سکتا)

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب مجاہد بآئین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبل
ضما فیما دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم العقلمی و بصیر العین و عجیب و غریب معنی ترلشے کی بدست کی
لہرین حدیث کے تماشے ایک ایک اوپر بزار بزار مکارہ سے اپنی جانیں و اریں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے
عدم ملک کو صدقے آتاریں خواران شریعت چاکران ملت صالمو قسمعو انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہاری)

آباد و ابداد نہ کسی نہیں سنیں۔ تہا پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل کرنا شاد
 صفا کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ حاصل اس
 عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ و جب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص
 ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوتی۔ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول
 ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن وغیرہ نہ ہو جائے۔
 حدیث ضعیف سے ثبوت استنباط محض اختراع و خلاف اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو ہر نظر و رو و احادیث مستحب
 مانا ان سب میں حدیث حسن وغیرہ ہوئی ہے دلیل یہ کہ احادیث اوجہ و ضمیر علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن وغیرہ ہیں
 بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیکھ میں ایک ہی چا دل دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں فضائل

علم احوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بحلا لیلۃ الجملہ
 شب برات حدیث کے صدقہ میں کوئی سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
 مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جسم تباہ بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہوں
 اصحاب ان کے آئے کا ہے یہ اب علم کا ہے نہ فصل عمل کا کہہ کہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
 اگر کوئی بیاسی یا طریقت عمل تسلیم بھی کرے تو قطعاً عمل ہے نہ نفس عمل ہاں حدیث صوم و صلاۃ الاذاریہ
 میں فضل عمل ہے احملہ ۱۲ منہ (م)

علم انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن دیکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاذاریہ
 گردی کا مسیح و جب کا روزہ اس پر کہا یہ مرتباً یا قطعاً کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاباً صواب ہے مستحب کا ثبوت
 صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعیف کہ ان امور میں ہیں توہر طرق سے حسن وغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی البدیۃ مختار و رواہ ابن جبان و خیرہ در مختار میں کہا اس کو ابن جبان و خیرہ نے کنی طریقوں سے ترقی
 من طریق فی سرد النہج و عارف فی المرتبۃ الحسن کیا ہے اور مختار میں ہے اسی طرح حدیث مرتبہ حسن تک
 اقوال فکن هذا اذا کان ضعیفہ لم یؤخذ فیہ ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے
 الراوی الصدوق انہ ینزلہ او لا رسالہ او تدلیس جب حدیث کا ضعف صدوق میں راوی کے سوا مضبوط
 او جب لہ الحال اہل لوکان لغت الراوی او یا رسالہ یا تدلیس یا جہالت عال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعیف
 کذبہ فلا انتہی۔ ملاحظہ فرمائی راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گا انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظر تو کثرت نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن وغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

متعلقہ بوجارح میں انہیں اور جو کچھ متعلق بوجارح نہیں وہ اگرچہ سب سے پہلے خواہ موافقہ خواہ معجزات خواہ فصاحت میں ہو وہ طبیعت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور غیر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعظام و اجارہ ہو اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف و رکناہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مروود ہیں جب تک متواتر قطعی انداز نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ زید میں شب جہد اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بشرط طلب صدقہ اگرچہ تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ کو نہ ذکر نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بوجارح نہیں اس میں صحاح اعلیٰ بھی سہ اعتبار اور متعلق بوجارح ہے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح و دیگر ۱۰ باب بھی مذکور ہے جو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک کسی غیر نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۲ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احدث کیا ہے ان خلافات سے سرد پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس سے تار و پود شکرت کو بعوض تعالیٰ خیر جنبش نظر میں تار و مار کر سکتا ہے معذرا ہم نے یہاں بھی تخفیف تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارہ کیا ہے ورنہ وقوع موافقات پر بند سے لگا دینے سے ان کا سبب کی کچھ قصور سے نہ انہم نہ دوسے بنہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تعبیل ابہامین کی سفیت ثابت ہوئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہتے فہماور نہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بطل بوجارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفیدہ استنباط نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجمالی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لا جرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول ہو خواہ قرآن مجید و حدیث صحیح کيف و قد قیل و حدیث صحیح ارتقاء سے شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۸۱ وغیرہ سے کہ قبول دلیل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسئلہ شریعت محمدی علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ و التیمۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحت و دلالت کسی

علم شب جہد وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ابی روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی عاقبت ہے ۱۰ یہ احتیاطیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جہد کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ قطعیات صحاح کا احادیث لفظ ۱۲ منہ عنی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لفظ براہین کا طبع نے بلا سار حیدر ۱۹

طرح دالی ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی پر ایم کے صفحہ ۲۸۵ پر ارشاد ہوتا ہے۔

”مؤلف اپنی کوئی تھ سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہو سنے کے یہ سجدہ ہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل حوالہ کی موجود ہو تو وہ بدعت سیر سے مگر یہ بالکل غلط فہمیں اور کور علی درجہ فہمی ہے بلکہ مستحضر ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو وجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدعت شارع کے بتانے کے مطہم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر معروف ہو، خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃً و دولۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی غارت نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ بھیجے حرایات شرعی میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جو حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جو زکی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو تو وہ جزئیہ وجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارجی نہ ہو یا ہوا وہ سنت ہے اور وہ وجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں وجود و حث رہی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس مقام پر کوثر سب سمجھ لیں سنا ضرور ہے مؤلف لکھ رہا اس کے اشارت سے ”اس کی سوا کسی نہ ہو سکتی اس کو کہ ہے ساتھ چنانچہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جو سر کو اس کتاب میں ضرور ذکر رکھتا ہوں کہ موافقت کو نفی اور مخالفت کو شاہد ہدایت ہوا اظہار“

اقول ماشاء اللہ کی چکتا جو ہر کتاب میں لکھا ہے کہ آدمی وہاں بیت اپنا جو ہر گئی، نجدیت پیار کی دور کی ہیں شرک و بدعت، دیکھیں پر قیامت عزیزی، بکرا سے طائفہ کی برسوں کی دلا جے چھٹی بیٹی جس کا لقب بکھرا تھا اب آپ ہی کی زبان سے غلط فہمیں و کور علی و کور فہمی کہ غلط فعل صحابہ نے نہ کیا تاہم میں نے نہ کی غلط صدی میں شائع ہوا غلط شخص ہائی تھا کہ کیا صحابہ و تابعین سے بھی جہت و تعظیم ہیں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کہ سنہ پر آدہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھری صحابہ و تابعین نے ہر نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو مگر ضرور نہیں اشارۃً و دولۃً جزئیہ کلیتہً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز تک پھر سنت ماننے سے منع نہیں ہے

طائفہ بکھری کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے جہت ہی کہتے ہیں
طریقہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ بحث نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نہاد ہے جو مہمل رہ گئی
لفظ کا سو پرکھا کیجئے، معنی کی نیا اُس پر بہت گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زبان پھر اُن کا قدم
اسے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطہم مطہم سے بلا سادہ واقع و حور ص ۲۸۵-۲۸۶

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں، درود شرعی ہے ارشاد شارح محال تو کی صواب تاہمین پر کوئی نئی
شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی
موجود اور جس کا منہ مقصود ارشاد وہ ہر قرن میں شرعاً مطہر سے معدوم و مفتود، پھر قرون دونوں سے کیا کام رہا،
محض ارشاد اقدس میں کلام ربانی فعل کہی حادث ہوا ہر قواعد شرعہ رعنا کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اول
سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مذہب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ وہ
شرم بابت کو، گل رٹ کا مانتی ہستی ہے تم بکھنا کہ اب تو جو کھنی تھی کہ گئے، بر جائیں گے تم جہنم کے ایسے ہی تھے چلوں

نہج مجھے نہ تم آئے کہیں سے

پسینہ پونچھے اپنی جبین سے

طرح تریہ کہ جس کا جو ازویل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت حدت اب
تیسری شق کی کون سی صورت تمام احوال انہیں دو حکموں میں مضمون ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ
تین حکم شرع تو کافر ہو گئے، اساتذہ جہانہ سے بھی تو ایچی کہ دوئی الجورئی سلجانی لہجی، سی ہستی پر یہ نار و غرور
کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور و محضت، ایسی ہوا غرور آپ سی سو قیاس، اہل حق کو صاف ہی رکھیں، چنی تعلیم بیٹے
تکلفا نہ ہے یقیناً لے اساتذہ سے

مگر ہمیں مکتب و حسیں ثناء

کار فضلان تمام خواہ شد

غیر یہ تو دایہ جدیدہ کا نام مقصد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پرائوں کی سینے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ
زنا و ربا و قذف و قتل ناماقی فص مومنہ سب سے بدتر ملک حیا ذآ اللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں غفل انداز
کہ آخر یا جبار طائفہ بدعت حائفہ اور تقویۃ ایمان کا یہ عقیدہ فطرت شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چہریں اصل
ایمان میں غفل ذاتی ہیں اور باقی گناہ اسی سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں غفل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے، انہوں نے سنت
کو کفر سے ٹھیک انہوں نے قریب ہر کفر کو سنت بتایا غیر طوطی کے قیاد میں ہیں کیا معال،

کف اللہ اہل الحق القتال والحمد لله الصالح
لعتال و الصلوة والسلام علی ذی الافضال
اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
قرائین اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

حسد ظاہر ہے کہ فضائل کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز فضائل نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر فضائل
میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس ہے ۱۲ منہ دینی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحبہ وآلہ آمین۔ اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام

ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین
حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالحدیثی اس میں اس قدر فضل نہ کوہِ بکرم و عاویث و بد تصریح کتبہ نقبہ مستحب
مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب عل و عمل قدما و ترغیب واد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے
اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن نفع و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ و
ممنونہ و بدعت مانے مطلق و خالی علمائے کرام مقتدیان عام جب کسی مشکوک دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ
بد مذہب کا یاد اور اس کے دل پر فیضانِ اشد ہو جس طرح انہ کو کرام نے فرمایا کہ وضو نہ کرے افضل مگر معتزلی متکرموس نے
سلسلے عرض سے بہتر کہا یہ المولیٰ المحقق فی فتح القدر و غمرہ فی غیثہ۔ جب ترک انفسل اس
سیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الالف و الفصل و الصلاة و
اکمل السلام علی سید الختام قبر التمام و الہ
وصحبہ نضر الکرام، میں۔
تمام قریب اللہ کے ہے جو انعام کا مالک ہے اور فضل
صدقہ اور اکمل سلام جو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر جو
جو دھویں کا کاعل پائے ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب

پر تو بہت ہی دُستور اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایسا، المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بڑا نزدیک و دور سے ہوا ہے
آیا ہر دفعہ ہفتائے سال کبھی تفسیر کبھی کچھ سون کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا یا بار بار خود سے زیادہ
تفصیل کہ ایک جو ہمک پہنچ کر صورت رسا میں جلد گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں و برین و راہِ دوقین
عن الشوری و نقیب السورود (جو شہر سے دور سرور سے معذور رہتے ہیں۔ ت: ۱) سے
فہر میں کرائیں تصدیقیں نکھائیں اصل رسالہ منیر العینی اسی قدر تھا اب کہ بغیر انش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین
صاحب جرنالہ کی تفسیر حفظہ اللہ عن شریک بشرو فی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر پشور اور نظر بد کے شر سے
محفوظ رکھے۔ ت: ۱) و اہتمام تمام مولانا المکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامعہ عصر الدین

علیہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ عرض سے دھونا جائز بتاتے ہیں یہاں ہی معنی مراد اور وہ اشتیاق عرض کو کر کے
بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

سے کلمہ روح اسعید و آخرین کلمہ فی المیاد ۱۲ منہ (م)

سلفہ فتح العتید باب ما انفک و کجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ خوارزمیہ

و عمروہ صحراۃ الدین المستعین ۱، اللہ تعالیٰ انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین میں کو آما د فرمائے۔ ت۔ و علو بہت سی سیٹ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف اللہ لکھی
 اللطیف (لطف فرمائے) لا مولیٰ اور دونوں پر لطف فرمائے۔ ت۔ ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول
 ۱۳۱۳ء میں چھپایا، محاذ ہوا سر کا مفیض سے مضامین کثیر کا انتقاء افادہ دلنواز ہوا اور ادھر کا پانی کی تیاری اور
 تصنیف جاری، جو جو لکھا رواہ کیا یہاں تک کہ ایک سو کار سالہ دس جو تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنة
 فہ عشر امثالہا (تمام قریب اللہ کے بے جو یک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت۔ جس میں سے دس بار
 عمر یہ بزرگ جنت الہدیث بردا کر یا اُدھر یہ قبیل اور مرد و فتاویٰ سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت
 دلی، بعض وائد ماضی کی تجرید رہ گئی، بعض نے طریا خاطر میں وقت غابر میں بھی کی بہتوں کہ سیارہ بین ہر یو
 حرکت یعنی قطع ہر کا تار کہ مثنی کا طالب ہے۔ ت۔ الحاق باقی مرقعہ ضمیمہ سے تفسیر نہ اس کا ترک ہی مناسب ہے
 اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف کہ آخر کتاب میں کہ مسائل تانہ کچھ متعلق با بواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل مشتی یا
 مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضای بہرہ فوائد منثورہ بقولہ تعالیٰ ملک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱۱ تفسیر جلیلہ فضیلت و افضلیت میں فرق سے دوبارہ تفصیل حدیث ضعیف ہرگز
 مقبول نہیں، فضیلت و افضلیت میں کمال کا فرق ہے وہ اس باب سے ہے جس میں صفات بار تعالیٰ
 قابل قبول اور یہاں بالا جہات مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبل صفات فی الفضائل کا حشاکہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا انہیں
 کرنا ہے وہ اس فرق کو نہ سمجھا وہ ایسی کچھ سکتا ہے قبل صفات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے
 کسی تعمیل یا تحریر میں ضاعت حق خیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ ہو اوجہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل افعال
 ایسے ہی ہیں، جن ہند گاہ خدا کا فضل تعمیل خیر غرض رجالی وہ لکھو گے ثابت ہے اُن کی کوئی منفیت خاصہ جسے صحاح و
 ثواب سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت،
 یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ نائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فصل میں آئے اور کسی صحیح
 کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی
 ایک کو دوسرے سے عائد ہر تہ و فصل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں تحمل کہ عند اللہ امر بالمعس ہو تو افضل
 کو مفضل بنایا، یہ تصریح تفتیش شایع ہے اور وہ حرام تو مقصدہ بحیل حرام و تفسیر حق غیر دونوں درپیش کہ افضل
 کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اسی صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حق میں ایک جانب کی تفصیل ملتی ہو اور اس کے خلاف احادیث متتام و مضاعف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جمال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفصیل حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح معادیت، شرعیت و معادیت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفصیل کو روافض سے شہر کیا کما میناء فی کتاب الباریک مطلع القصرین فی ابانۃ شہقة العصرین (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب مطلع القصرین فی ابانۃ سبقة القرن میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفصیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بغیر من باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الروکھ تفصیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ابقنا علیہ عرض التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احادیث گرنہ ٹھنڈے جانیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں یہ حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قیص یحجرہ قابو افا اولت دلت یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ت، فرمایا میں نے فرماتے ہیں

لن سلما تخصیص نہ (ای بالعارضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فہو معارض من بالاحادیث الکثیرۃ ابانۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ العبدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضہا الاحاد، لن سلما الت و علی بین الدلیلین لکن اجماع اہل السنۃ والجماعۃ علی افضلیۃ و هو قطع فلا یعارضہ ظنی۔ اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احادیث ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مانیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعہ افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالمجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں صفات من سکین بلکہ مراعفہ و شرح مراعفہ میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احادیث صحیح بھی نامسرح،

جسٹ قال لیست ہذہ المسألة یتعلق بہہ ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں بلکہ

عبد یکتی فیہا بالظن الہی ہو کا حق فی
 الاحکام العلییۃ بل ہی مسألة علیہ یطلب
 فیہا الیقین نہ
 میں دلیل قطعی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے
 بلکہ یہ معاصر تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (دست)

قائدہ ۲: محمدؐ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موش حکایتیں قطعاً مردود ہیں، احادیث ۲۳
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے محروم و موقوف شدہ یہ الضعفاء کی روایات بھری
 ہیں وہیں کئی رافضی متحم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزارا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ
 میں جنس علماء یوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت النسا العیون کا ارشاد کر رہا کہ سیر موقوفات کے سوا
 ہر قسم ضعیف و سقیم و سہ سند حکایات کو جن کر رہی ہے پھر اللہ عاویہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اس سے
 لائق ہے کہ موقوفات تو اصل کسی کام کے نہیں ان میں وہ بھی نہیں ملے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاویث
 اباطیل بھرے ہیں کمال کثرت بہر سال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بھڑ بھی ہے یہ مذہبی نہیں تو جنوں ہے یہ
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اس مد سے تیار نہیں کر سکتے اس کی روایات نہ کہ وہ کسی معین و نفاس کے مسئلہ میں
 بھی ملے کی نہیں کہ معاذ اللہ ان وابیات و معضلات و بے سرو و ما حکایات سے صحابہ کرام حضورؐ سید الانام پر مدح و ثناء
 و عظیم افضل فضلاء و المسلمین پر مدح و ثناء فرمیں اس کی سنت بن دین میں دیکھنے والوں کو اس کا ارتکاب
 نہ کہے گا مگر گمراہ بدویں حالت و مضائق میں آج کل کے بد مذہب مریض الغلب من فی تشعار ان جزاات سیر
 تواریخ و اشالہا سے حذات عاویہ طحا سے راشین و ام المومنین و طلحہ و زبیرہ معاویہ و عمر بن العاص و
 مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موش و
 حمل حکایات بہرہ و جن میں اکثر دوسرے سے کذب و واقع اور بہت اوقات طعونہ و انص چاٹ لاسے اور
 ان سے قرآن عظیم و ارشاد اہل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع اُمت و اساطین فتن کا مقابلہ چاہتے ہیں
 بے علم لوگ انھیں سن کر پریشان ہوتے یا غر حجاب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہلات کسی ادنیٰ
 مسلمان کو شہکار ٹھہرانے کے لیے مسکوت نہیں ہو سکتے کہ ان بھربان نہ پرھن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمال سے
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ ﷺ لال ہیں بل جلا لا صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجة الاسلام رشید الانام محمد محمد غزالی
 قدس سرہ اللہ تعالیٰ جبار، اعلام شریعیہ میں فرماتے ہیں:

لا یتصور سلسلۃ مسلمۃ الی کبیرۃ من لیس تحقیق
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم یحور ای یقال ال ابن ملجم قتل علیاً خاتم
قلت ثبت متواتراً
ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ اس حکم شقی خارجی اشقی
الآخرین نے امیر المومنین کو علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا
کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (د ت)

حاشیہ نہ اگر مورخین و مشائخ کی ویسے حکایات ادنی قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ و کاند خود
حضرات عالیہ نبیاء و مرسلین و ملکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سے یا تھ و جو ملٹنا ہے کہ ان
مہلات فہم لہ سے عزت سوار اتنا و مرینا آدم صلی اللہ و داؤد خلیفہ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ
سے سیدہ و سلیم محمد صلی اللہ علیہ و علیہ وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ تاپاک ہیودہ حکایات
موجہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو محاذ اللہ اصل ایمان کو روٹھنا ہے ان ہولناک اباہیل کے
بعض تفصیل میں رد جلیل کتاب مستطاب شفاء شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروع و غیرہ سے تا ہر لاجرم
انہ قلتہ نا صمان ثمت نے تعریض فرمادی کہ ان جہال و فساد کے مہلات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان
نہ رکھ جائے شفاء و شروع شفاء و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ تفتن و غیرہ میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف
مدارج ائیمہ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات اللہ مدکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں
رحمہ اللہ تعالیٰ

از بعد توقیر و برآغضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر
اصحاب و پر ایشاں است و حسن شننا و رعایت ادب
بایشاں و دعا و استغفار مرایشاں را حق است
مرکسے را کہ شنا کردہ حق تعالیٰ برے و رانی سست
از وے کہ شنا کردہ شروع پر وے و سب و طعن ایشاں
اگر مخالف اول قطعیہ است، کفر و الا بدعت و فستی،
و جہنم، مساک و کف نفس از ذکر اختلاف است و
منازعات و وقائع کہ میان ایشاں شروع و گزاشته
است و اعراض و اضراب از اخبار مورخین و جملہ
رواة و ضلال شیعه و غلاة ایشاں و بدعت عین کہ ذکر
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و احترام و حقیقت
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کہ
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی
ہو اسے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کر ہو،
و اول قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و بدعت و فاسق،
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تواضع و زلات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افتراء است و طلب کردن در آنچه نقل کرده شد است از ایشان از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب خارج و عدم ذکر پیچیکے ایشان بر بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و کمالات صفات ایشان از جهت آنکہ صحبت ایشان با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقینیست و ماورائے آن ظنی است و کافیت درین باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشان را برائے صحبت حبیب خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت درین باب این است در عقائد نوشته اند لا تذکر احد منهم الا بحیرۃ و آیات و احادیث کہ فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است درین باب کافیست از مختصراً۔

میں ہیں عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات و احادیث ملو یا خصوصاً اردو میں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں (مختصر) (ت)

امام محقق سننوسی و علامہ ترمذی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، حافظہ المؤرخ خوب قلہ حیا و ادب (مؤرخ کی عقلیں کلمت حیا و ادب سے ہیں) امام اجل ثقت حیا و متقن قد وہ یحییٰ بن سعید قطان سے کہ جند ان تابعین سے ہیں عبید اللہ قریری سے پوچھا کہ ان جاتے ہو اکا و ہب بن جریر کے پاس میرے لکھنے کو، فرمایا اکتب کہ با کثرت (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی العیون (اس کا ذکر میزان میں

عنہ فی ترجمۃ محمد بن اسحق حیث قال اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں فل مدارج النور مطبوعہ سکھر میں آیات کا لفظ نہیں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

سلف مدارج النور و صلی در توفیر حضور و اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نور در ضرور سکھر ۳۱۲/۱
سلف شرح ازرقانی علی المواہب لندنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۲۰۴/۱
سلف میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۴۶۹/۲

ہے۔ تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مکتوبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تھے اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطالعن افضل الصدقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم مختلف معیش اس امر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں :

جملة من الله من تخلف عنها هرگز در کتب اہل سنت
موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل
ان هذه الجملة موضوعة ومفترة و بعضه
فارسی نویسیان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و
در میر خود ایں جملہ را اور وہ برائے لازم اہل سنت
کفایت می کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت
بیاقت حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم
بالعزو و حدیث ہے مسندہ زوایا شال شتر ہے مہار
است کہ اشلا گوش ہاں فی مسندہ
جملة من الله من تخلف عنها کتب اہل سنت
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور
اہل سنت کو لازم دینے کے لیے اپنی کتب میں اس
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب
اعادیت میں مسند کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں
ہے مسند حدیث ایسے ہی ہے جیسے ہمارا اونٹ،
جو کہ ہرگز قابل ساحت نہیں۔ (د ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

حالہ عندی ذنب الا ما قصحت فی السيرة من
الاشياء المنكرة المقطعة والاشعار الكذوبة
قال انقلاص سمعت یحییٰ بن عکرم یقول لعبد
القوادیری ی ایس تذهب، قال الی وذهب بن
جودیر کتب سيرة قال تکتب کذب کثیراً و
بہ جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا، منہ (د ت)
عنه اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام قاما
دون او کہ باب تساہل مست نقل معتمدی بسند است
اقول یعنی یہ مثال مقدم تا باب میں ہے اس کے
علاوہ ہر باب بلکہ کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو
(باقی پر صفحہ آئندہ)

فائدہ ۳ : (اگر یہی ہے کہ نفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث میں
پندرہ قرائن وضع سے مندرجہ ہوجم سے اُس کے بارہ میں کلمات علی تین طرز پر نقل کئے اصل موضوع نہ کہیں گئے نفرد کذاب
ہو تو موضوع نفرد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب
ہے افادہ ۱۰ میں امام سنی وی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و
سفید حدیث مرغ سسپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث
مکمل عقل اس کی تقویت کا کیا گیا۔

والان اقول یہی مدبب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن کعب سے استنباط کیا،
فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہ ابان بن ابی جہاس حدیث میں جھوٹ بوتا ہے پھر خود ابان
سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی
ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رجعت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چر معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اگر ہے کہ آخر انکذب قد یصدق (جھوٹ برلنے والا بھی کبھی
سچ کہتا ہے)۔ میں کلام نہیں دیر ہوئی تم کہ ایک شخص دیکھو کہ حدیث سے نفرد لکھی یہاں تک کہ
غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف و ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں باقی ہیں تو یہ کیوں نہیں لکھی
کہ کبھی موصوم جھگڑا بھی نفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لا جرم
یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر
ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو تری کثرت اور افتراء اور جہشی مثل اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر چند بے سند است چنانکہ در
افادہ ہست و ہنتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب دہچو
مقام یہ بسیار سے از روایات بے سند استناد کردہ است
کمال تحقیق علی من طریق کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق
این معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ دم)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائشوں افادہ
میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے
مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس
پر بحث نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے، حوالہ
اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے
۱۲ منہ دم)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
(باقی اگلے صفحہ پر)

عس بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

عید و سلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو۔ علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے: الموضوع هو المخلوق المصنوع
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیر میں ہے، سے

شوا الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المخلوق المصنوع

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بسناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسمی المخلوق
موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مخلوق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل سلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا، اور حدیث مطعون یا کذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ ظنی ظنی میں رکھتے ہیں کما حدیثہ عنہ شیخ الاسلام فی الہدایۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) یہ تمسک و جوی قدس سرہ العزیز مقدمہ لغات التتبع میں فرماتے ہیں: حدیث المطعون یا کذب یسمی موضوعاً و ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقرۃ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) تعالیٰ علیہ وسلم فیقال له الموضوع علی خلاف و مطلقہ لا ییراد به الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہ یتفق ما فی الارشاد و انت طلقت فانت فی معنیہ صہ کما ہو ظاہر کلام آخرین ۱۲ منہ (ص)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہوا ہے موضوع علی خلاف کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حصر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

سہ تقریب النواوی مع شرح تدبیر الراوی النوح الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر و کتب الاسلامیہ ۲۷۳/۱

دارالامام مطبوعہ بیروت ۲۹۳/۱

تہ ارشاد الساری شرح البحاری الفصل اثنا عشر فی نبرة لطيفة ۱۳/۱ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ

من ثبت حنه تعمد الكذب في الحديث و
وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً
قال المراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين
هذا الا انه ثبت كذبه و علم ذلك في هذا
الحديث بخصوصه ، والمسالمة طيبة والحكم
بالتوفيق والاعتدال يحكم لظن الغالب اذ ملخصها

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمد آجوت ثابت
ہو جائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ
قبول نہیں کی جائے گی ، تو اصطلاح محدثین میں موضوع سے
مراد یہی ہے ، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا
جھوٹ ثابت و معلوم ہو ، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا
وضع و افتراء کا حکم ظن غالب کی بنا پر ہو گا اذ غلطی است

اقول مگر عملی تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاما حدیث سے کہ معاذ اللہ کسی طبع دنیا یا تائید مذہب
فاسد یا غضب و نفرت وغیرہ کے باعث ہوئی غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفقہ ہو سب میں وضع و افتراء
ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طبع وغیرہ فرض فاسد ، شاید زور اگر کسی طبع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گوہی دی تو
اس کی سب گواہیاں مرد و ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر یہ لاگ بگ میں غواہی یا غواہی یہ ظن غالب نہ ہو گا کہ یہاں
بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وچنانچہ اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی جائے تو امام احمد انہ اشان محمد بن اسماعیل
بخاری علیہ رحمۃ الہیاری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و تہذیب کہ شام بن عمرو پھر امام مالک پھر وہب
پھر یحییٰ بن قحطان نے کذاب کہا ،

الخروج بن عدي عن ابی بشير المدون لا يثبت و ابن عدي نے ابو بشير سے روایت کی ہے اور

حسب حال التخص عن هذا في الميراث بقوله
قلت وما يدري هشام بن عروة فخلعه سمع
سها في المسجد اوسم منها وهو جني او دخل
عليها فقدمته من وراء حجاب فغاف شفق
في هذا وقد كانت امسورة
قد كسرت و استت اعلم

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے
ہو جاتی ہے ، میں کہتا ہوں بشام بن عمرو کیا پانے شدید
انہوں نے اس سے مسجد میں سنا ، یا اس وقت اس سے
سنا جب وہ پہنچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو
اس خاتون نے پردہ کے پیچھے سے بیان کیا ہو ، کیا
معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون
یورٹھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ نقی) اور
(باقی اگلے صفحہ پر)

لغات التفتیح شرح مشکوٰۃ فصل فی العداۃ والا
لے میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۷۷ء محمد بن اسحاق
مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۲۷/۱
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴۷۰/۳

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقی شی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال انبشلی هذا يستمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا امر وعظم قد روى عنها محمد بن سفيان

اقول لقائل ان يقول انت الحفاظ ان قد يت سر بما يصر فوث كذب الرجل بقرين تلوم لهم ولقد سري قوما من الائمة يكذبون رجلا ولا يذكرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا بعد من علمنا بالقرائن فتبد لنا احتالات شئ فعل الامر كذا اعني ان كذا وهي جميعا مندفة عندهم نحو على ذلك الامام المنودي في مواضع من

شرحہ صحیحہ مسلمہ فقال هنا قاعدة تنبيه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شارف الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال اما ابنتي هثم (هو بن زياد الاحوي) يعني بها ضعوه من قبل هذا الحديث كما يقول حدثني يحيى بن محمد ثم ادنى بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا يقتضي ضعفه لانه ليس قيس تصويره بكذب لا احتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا کیا اس طرح کی صورت میں اجل علم شمس کو جو ثمار قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سفيان نے بھی روایت کی ہے اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوئے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جن نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر کیا مگر وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے مگر ان قرائن کو نہیں جانتے تو ہمارے متعدد احتمالات یہ ہوں گے شاید یہ سبب یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام منودی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کہی جگہ تھریج کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں اگر ائمہ بعد نے نے چاہا اس پر وارد دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زید الاحوی) جھٹکا ہو سہا یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر منودی کیا کہ اس سفر پر محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحت نہیں ہے لیکن سہا اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

شی ابو داود سلیمان بن داود قال قال یحیی القطان
وہ کہتے ہیں مجھے ابو داود سلیمان بن داود نے بیان کیا کہ یحیی القطان

(بقدر شیعہ صنفی گزشتہ)

ثم نسبہ فحدث عن یحیی بن حمزہ
ثم ذکر سماعہ من محمد بن فرواد عنہ
ونکن انہم الی ہذا اقرائت و اصومر
اقتضت صد العلماء بهذا الفن الحدائق
فیہ المبرورین من اہلہ العاریین ہذا قاتق
احوال رواۃ انہ لم یسمعه من محمد فحکمو
ہذا لہا قات لکامل الظاہرۃ عنہم ہذا
وسیاتی بعد ہذا الشیاء کثیرۃ من اقوال الائمة فی المجرع
بنو ہذا و کلہ یقال فیہ ما قلنا ہذا واللہ تعالیٰ اعلم

وقال بعد ذلك معنی ہذا الکلام ان
الحسن بن حمزہ کذب ہر وہی ہذا
الحديث عن الحكم بن یحیی عن علی و انما هو
عن الحسن البصري من قوله وقد قد مناعت
مثل هذا وان کان یحتمل کونہ جاء عن
الحسن و حسن عن لکن الخطا یحتمل کونہ کذب
الکاذبیت بقرائت وقد یصرفون ذلك
بدلائل قطعیۃ یعرفہا اہل ہذا
الفن فقولہم مقبول فی کل ہذا

مرتب اہل فن ہی پہا سہ ہیں لہذا ان کا فیصلہ ہی قابل مقبول ہو گا۔

پھر بخوبی کی ہو پھر شہام نے یحیی سے حدیث بیان کی ہو
پھر یحیی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے
تراویس سے روایت بیان کی ہو، لیکن سنن کا ہرین
اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پس نے داؤں پر پہ
قرآن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے
محمد سے نہیں سنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل قطعی قائم
ہو گئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ شہام نے محمد
سے نہیں سنا، اور اس کے بعد معترب انہ کے قول میں
اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان
سب میں وہی بات کہی جائے گی حرم نے یہاں کدی ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

اور اس کے بعد کہنا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ
حسن بن حمزہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو
حکم از یحیی از علی روایت کیا کہ وہ حسن بصری سے
ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے
ہیں کہ اس کی مثل شہاب اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ
وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے معنی
قرآن سے خبروں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور
اس کے وہ ایسے دلائل قطعیہ سے بیان لیتے ہیں جن کو
(باقی اگلے صفحہ پر)

اشهد ان محمد بن اسحق كذاب ، قلت
وما يدريك قال لي وهيب فقلت له
وما يدريك قال لي مالك بن انس فقلت
لمالك وما يدريك قال لي هشام بن عروة
قلت له هشام بن عروة وما يدريك قال حدث
عن امرأتی فاطمة بنت المنذر وا دخلت
حلی و هی بنت تسع و ماسرأها و جعلت حق فقلت
الله تعالیٰ

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق
کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟
کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ
آپ کو کیسے معلوم ہے ، انہوں نے کہا مجھے ، مالک بن انس
نے بتایا تھا ، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا میں نے
ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟
اسوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے
حدیث بیان کی ہے ، وہ ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک
کہ اس کا وصال ہو گیا ۔ (ت)

(تقریر عاشیہ صفر گزشتہ)

ما قولك افبمثل هذه يعتمد ، اقول
فتراي من هؤلاء الائمة المجلة الامام هم يشهدون
جزا فامنت دون ثبت ثم هداكله انما ذكره
ليعرف ان الذهبي كيف يحتال للذهب عن
قدرى امره قد ظهر واذا وقع بسفي اشعرى
اوولى الله صوفى مبار لا يبق ولا يذكر كما بينه
تلميذه الامام تاج الدين السبكي رحمه الله
تعالى في الطبقات والافانراجع عند علماء
ايضا هو توثيق ائمت اسحق كما مستذكره
امت شاء الله تعالى والله تعالى
اعلم

بآثار اقول مثل هذا يعتمد ، اقول
عظيم انكر براس بات کا اقرار ہے کہ وہ انداز سے ہے
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس جملہ
قدری سے کہہ بکھا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی دل اللہ صوفی کو بد
کی ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے
شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے نے طبقات
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح
یہی ہے کہ ابن اسحق ثلثہ میں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان
کریں گے ۔ (ت)

امام بخاری جزو المقررات خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں،

مرآیت علی بن عبد اللہ یحتج بحديث ابن اسحاق وقال عن ابن عبيدة ما رایت احدا يتهم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالك

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیسیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

عنه نقله سيعى في نصب الراية قبيل كتبه لخديث ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زعلی نے نصب الراية میں کتاب الخديث سے متواتر پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (د)

عنه ہمارے علمائے کرام قدس اسرار ہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے حتیٰ علی الطلاق فتح میں زیر مسئلہ نقیب تعیل المنزب فرماتے ہیں،

توثیق ابن اسحاق هو الحق الا لم یج وما نقل عن كلامه انه لا یثبت ولو صح لم یقبله اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو امير المؤمنين في الحديث ورواه عنه مثل الشوری واجت ادريس و حاد بن شرید و یزید بن زعلی و ابن حلیة و عبد الوارث و ابن المبارک و احتمله احمد و ابن معین و عامة اهل حدیث عن الله تعالى لهم وقد اطلق البحاری فی توثيقه فی کتابه القسراة خلف الامام له و ذکره اجت حبانہ فی الثقات وان ما سکا من جم من الصحاح فی ابن اسحاق و اصطلاح معه و بعث الیسر هدیة ذکرها (۱۲) منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں۔ اگر وہ ثابت ہی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول ہیں، ایسا کیونکر ہو گا لانکو شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادیس، عماد بن زید، یزید بن زعلی، ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت کی ہے اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں عدم توثیق کا، احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القسراة خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

تناولہ عن ابن اسحاق فذریعاً تکلم الافسان
فیہ فی صہ جبہ نشی واحد ولا یتھمہ فی
الامور حکمہا
پھر کسی ایک بات میں طعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر شک نہیں لگاتا (دست)
دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے بڑے ستم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عرق تخریج شریعت
میں فرماتے ہیں،

قال الذرکشی فی مکتبہ علی ابن الصلاح میں
قوب موضوع وقولہ لا یصح ہون کبیر غائب
الاول اثبات، کذب والاختلاق والی فی اجار
عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم
وہذا یعنی فی کل حدیث قال فیہ ابن العودی
لا یصح ونحوہ قلت ہو کا مکتبہ قصیرہ بذلک
حیث عیب بہ انہ لم یصلح لہ فی الحدیث
قرینۃ تدل علی انہ موضوع بحایۃ الامراء
احتمل عدمہ اذ یکون موضوعاً لانه من طریق
متروک او کذاب ہو ہذا انما یتسم عند تغرد
لکذاب لو التھم علی ان الحافظ ابن حجر
حسن ہذا فی النخبۃ باسم المتروک ولہ
ینظمہ فی مملک الموضوع۔

اور صرف کہ اب یا تم سے مروی ہو، علاوہ ان میں حافظ ابن حجر نے کتبہ الفکر میں اسے متروک کا ماہر دیا ہے موضوع
کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (دست)

دیکھتے تو کذاب کو صرف احتمال وضع کا صورت بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے

و بیخ و بنہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ جو بوجہ قہر و کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن بہرہ نکتہ ماضی سے کیا جائے گا کہ صحیح موضوع وغیرہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلا مشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص هذا اساتذہم الی الاقرب وهو السہم فهو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفسروہ بہ الکذاب فهو عین الموضوع عنہ فانما عرفتہ باین فیہ الطعن بکذب الراوی فلیستبہد ہذا محکمہ ما ظہری والحمد للہ العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا" اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف سے تویہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متروک ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ ظنون سے خود موضوع کی تعلیف یہ کہ ہے کہ جس میں کذب راوی کا ظن ہو، اس پر توجہ کر دے وہ امور تھے چہرے سے بے ظاہر ہو اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے دکھانچا،
هذا ما یظہر لنا والمحل محل تامل فلیتامل
لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔
یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر
سب سے مراد کوئی اور کہ ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے
بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد للہ اب جو جوہ کثیر اسے تاکہ و تائید حاصل ہوا کہ امام سخاوی کی فقہیہ کتاب میں علامہ عراقی و علامہ مناوی پر اس کے نظائر صریح کلام نام اجل شہید بن حجر سے استنباط صحیح تعلیف امام ابن صلاح و آثار نووی و آثار عراقی و امام قسطلانی کا قصہ سے بیک حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشبیہ کلام آثار بخاری و علامہ ابن عرق سے تاکہ الحمد للہ سرا و جہرا فقد حقق من جانی و احدث امراً (تمام نویسیں ظاہر ہو باطناً فقرہ کے لیے ہیں پس اس سے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ (ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق ان وہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مولف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لفظ چاہئے کہ مراد موضوع یا باطل کہ دیا تو مولف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یمنع وغیرہ ہلکے احادیث کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بیک چیز سے مست ظاہر و غور مولف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجح کتاب کیا فامنعہ منعدہ حسن وجہ و لہ امر لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ (ت)

قائدہ ۴ : (مجهول العین کا قبول ہی مدسب تحقیق ہے) افادہ دوم میں گزر اگر امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت تحقیق کی طرف نسبت کیا اور امام اہل ابوطالب مکی نے اسی کو مدسب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مدسب چارے ائمہ اعظم کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فرائج الرکوت میں ہے :
 (لا) حرج (یاں لہ راویا) و احدا (فقط) دون
 اس میں حرج نہیں کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک
 غیرہ (و هو مجهول العین) اصطلاح کمطعن
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً
 نعمان بن عوف سے راوی شیبی کے علاوہ کوئی نہیں کہ نہ
 یس لہ راو غیر الشیبی فان المساط العداۃ و
 الحفظ لا تعد الرواة و قیل لا یقل عند
 المحدثین و هو حکم آہ مختصراً۔
 زیادتی ہے اور مختصراً۔ (ت)

پس دوبارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں محبت، یاں مجهول الحال جس کی عداست ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں محبت نہیں فضائل میں بالاتفاق و دوجی مقبول۔
 تشبیہ (غائباً مطلق) مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے، مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غائباً اُس سے مراد مجهول العین ہے، امام مسکنیؒ نے "تہذیب" میں فرماتے ہیں
 جہالة العین و هو عالم اصطلاح اہل ہذا
 محذوین جب مطلقاً مجهول کا لفظ ہو پس تو اکثر طور پر اس
 اشان لا ھذا الاصطلاح سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

قائدہ ۵ : (قائدہ دستقل افادہ ۲) کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں، ہم نے افادہ ۲۱ میں روشنی دینے سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محقق درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے دس نسخہ نفاذ کے پتے دئے سب سے اہل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعظم مثل امام ابن عساکر و امام ابن شہین و ابوبکر خلیف بعدہ نووی و امام سیبلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن تہامرو خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی و غیر جم نے حدیث ایفاء البوین کریمین کو ماد صفت تسلیم ضعف دوبارہ فضائل

عنه فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ متر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ام)

۱۔ فرائج الرکوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ مشورات الشریف رضی کمر ۱۴۹
 ۲۔ شفاہ النعمان فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نور بر ضرور فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں مگر ظہر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت و کنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ مراد حدیث حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس کس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے مروج نہیں، وہ انگریز میں مثلاً خطیب بغدادی، ابن مبارک ابن شایبہ، سیل، حب طبری، علامہ ناصر الدین بن مزیر اور ابی سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد فرمایا حدیث کے لیے، یہ تراویح اور تصریح کی سبب کہ یہ حدیث ان سے مرفوع ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اور درجہ ائمہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کہ نہ فضائل و مناقب میں ضعیف

قال السيوطي في سبيل النجاة حال الى انت الله تعالى احياءا حقا اصابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالحطيب وابن عساكر وابن شاهين والسيهيلي والحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس وعلقه عن بعض اهل العلم وشرح عليه الصلاح الصفدي، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الائمة هذه الحديث مائنة للاختلاف الواردة بسايقها ونحوها على انه متأخر عنها فلا تدرج في رتبته وبسببها في وقت في ادلة الحقيقة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفصائل والامانة وهذه منقبة هذا كلام هذا الجليل وهو في غاية التحسين له ملاحظا.

حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا، آپ کی منقبت ہے، یہ ای ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تقریر ہے اور مخلصانہ)

تنبیہ ضروری (دو بابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا، اقول جب کسی اصل کا کلمات ملتا ہے اثبات منقول ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروغ میں اس پر مبنی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص منظر کسی اور وجہ کے اس کے مستعمل ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشرور مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یونہی یہاں آتی ہے کہ کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ تاریخ حسب ناما و طوی غنا نوید و مشیت ہو گیا اگرچہ بر قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ وضع کر کے ان ضعفات کو قبول کریں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ مشکلیں و ہائیر دوسرے دیتے اور خارج از بحث اس فرخ کے ترجیح و تزیین کی برت کرتے جاتے ہیں۔ حاتمہ المحققین سیدنا ابوالوالہ قدس سرہ المجاہد نے قاعدہ یا زہدیم اصول ارشاد شریف میں ان نسخہ کے اس کیہ ضعیف کی طرف ایمانے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیو فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیۃ المؤمنین فی میان سبع الاحوال میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا غلیظ۔

قائدہ ۶ (فائدہ ۶ مستحق افادہ ۲۰) حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول (افادہ ۶۰) میں گزرا کہ فضائل و فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و قطع بے ضرر ہو اس کی ایک اور نظیر علامہ علی کا فرمانا ہے کہ ما ز میں مشرور کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہو اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول

حیث قال یبغی ان یجعلها خیال احد حاجہ لما روی ابو داود من حدیث جب حدیث مقتدا بن الاسود عن ایہا مرضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی عود ولا عموود ولا شجرة الا جعلہ علی حاجبہ الا یمین او الایسوی لا یمین لہ صمداً، وقد اعلیٰ بالولید بن کامل و یجعلہ فیہ عتق، لکن ہذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بشئ ہذا، لانه من الفضائل لہ باحتصار معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل افعال سے ہے لہذا باختصار۔ (ت)

الفاظ میں متنبہ یہ ہے کہ مشرور دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہر ایک جیسے کہ برواؤر نے ضیاع شہادت متقدمین اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ٹکڑی، استون یا خیت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کی اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارکہ کے سامنے کر دیتے یا نکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضیاع کے قبول ہونے کا وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل افعال سے ہے لہذا باختصار۔ (ت)

حکم ادا کرنا بہ الصلوۃ قبل الفروع ۱۲ منہ (م)

مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اعلیٰ نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الانطلاق و امام ابن امیر یح
و علامہ ابراہیم عینی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید ابن عابدین تسانی و غیر ہم علمائے
اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ کشتن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو ظریر ابو محمد بن محمد بن حریث سے حدیث
حریث بن جہل من بنی عذرة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربارہ شریف
نماز مروی ہوا۔

و ان لم یکن معہ عصا فلیخط خطاً
اگر اس کے پاس بکڑی رہو تو اپنے سامنے ایک
خط کھینچ لے۔

امام الرواد و نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا،
لم یجد شیئاً شدیداً ہذا الحدیث ولہو یجی الامن
ہذا الوجه۔
جھٹلنے کوئی چیز پانی جس سے اس حدیث کو قوت
دی اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے
نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم اندر سے اس کی تصنیف فرمائی بلکہ منہ اندر علمائے مذکورین

عہ قابل تاحیثہ ثم فی رد المحتار قد یعارفہن
تخصیصہ بتخصیص احد و ابن حبان و غیرہما
لما ہر و عقبہ فی الحلیۃ بما یاق حنا من قولہ و
یظہر فی الاکتبہ ۱۰ و قال فی المرقاة قد اشار
الشافعی الی ضعفہ واصطراطہ قال ابن حجر صحیحہ
احمد و ابن المدینی و ابن السمد و ابن حبان
و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اہر ملخصاً قلت
و هو ان فرض صحیحہ لوی بصرنا فیما نحن بصد وہ
لما قد ما انفائی التبیہ ۱۲ مدرجی مذکور مذموم،
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ مذموم،

علیہ پھر رد المحتار میں ہے کہ اس کی تصنیف کبھی احمد اور ابن حبان
وغیرہ کی تصحیح کے ساتھ آئی ہے اور عین میں اس کا تعاقب
ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی
و ان یظہر ان الاشیاء ۱۰ اور عرقاات میں ہے
کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی
طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی،
ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے
اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اہر
ملخصاً میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت پر فرض کرنی جائے
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ تبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ مذموم،

۱۔ تصریح کی کہ حدیث ضعیف مسمیٰ ایسے حکم میں محبت و مقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ
امام ابن حجر مکی سے منقول،

قال البيهقي لا بأس بالعمل به وإن اضطرب
إسناده في مثل هذا الحكم إن شاء الله تعالى.
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں
اضطراب ہے مگر اس طرز کے مسائل میں اس پر عمل
کرنے میں کوئی غرت نہیں ان میں ایسا، اللہ تعالیٰ (ت)

حلیہ میں فرمایا،

يظهر أن الأثرية قول البيهقي ولا بأس بالعمل
بهذا الحديث في هذا الحكم إن شاء الله تعالى
وجزم به شيخنا رحمه الله تعالى فقال واستنت
أولى بالاتباع
اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس
حدیث پر عمل کرنے میں کوئی عرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ
اشعبر و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ
تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت نسبت زیادہ
لاحیۃ اتباع ہے۔ (ت)

فقیر میں ہے،

من جوزه استدلال بهديث في داود ونعم ما فيه
لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في العمد
كما مر آنفاً ولذا قال ابن القيم رحمه الله
بالاتباع
میں جوڑہ استدلال بہ حدیث فی داود و نعم ما فیہ
لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی العمد
کما مر آنفاً و لذا قال ابن القیم رحمہ اللہ
بالاتباع

نیز فقیر پھر اہل و عیال نے شرح نور الایضاح پھر ما مشیر طحاویہ علی مرقاۃ لفظاح میں ہے،

ان سلم انه يعنى العمل به غير مفيد ولا ضرر فيه
مع ما فيه من العمل بالحديث الذي يجوز
العمل به في مثله.
اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں
ہا و جوہ اس کے عمل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے
ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

۲۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی میں باب استرة مطبوعہ مکتبہ لدادیہ طائت ۲/۲۵۹

۳۔ حلیۃ الخلی شرح غیۃ المصل

۴۔ غیۃ المستمل قوٹ فی الخلف مطبوعہ مہین اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

۵۔ غیۃ المستمل قوٹ فی الخلف مطبوعہ مہین اکیڈمی لاہور ص ۳۶۹

رد المحتار میں ہے :

یس الخط کیا ہو الس وایة الثانية عن محمد
لحدیث ابی داود فان لم یکن معه عصا فلیخط
خطا و هو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی
الغضائل ولید اقلید بن الهمام و السنن او فی
ہا لا تباع ۱۰۰

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت میں ہے
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ، کہ
ناری کے پاس عصا (ٹکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا
پر امام ابن حاکم نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے سنت

تفسیر (فضل اعمال سے مراد اعمال حسنة ہیں نہ صرف ثواب اعمال ، ان دونوں تظہیروں میں علامہ پراسم
علی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان اعمال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس
معنی کی تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے ماضیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال ، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے فقہ احمد
فائدہ ۷ (مدیر ضعیف سے سنت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں ، جہاں رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی
بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب مگر سنت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے فونہی افادہ ، اس
علی ناری کا ارشاد و گزار کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے اس گردن کو مستحب یا سنت مانا ۔

اقول لکن قال الامام اس امیر الحساج
فی الخلیفۃ بعد ما ذکر حدیث ابی حاجۃ عن
الفاکک و عن ابی جاس و ابی زرار عن
ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی اغتسال
السببی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم العیدین
وقال امس فی اسبیلہ صفا ما نعہ ،
واستان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق
الواردة فیہ یبلغ درجۃ الحسن ، و الا لندیب
وفی ذلک تأمل ۱۰۰ فقہ اشارہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اقول لیکن امام ابن امیر الحج نے عید میں عیدین
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے
بارے میں حدیث ابی ماجہ ، فاکک ، ابی جاس سے اور
حدیث بزاز ، ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسامیہ میں راوی ضعیف ہیں
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگرچہ یہ
کہیں کہ حدیث متفقہ طرق سے مروی نہ ہو کہ بنا پر
حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے
اور اس میں تاویل ہے اور امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات

ان الصعيف لا يقيده الاستئذان ولا الشاء تقول انت
السنة من بما تطلق عن المستحب كعكسه كما
هو حوايه في ترجمه كلام المشايخ و القسامي
وبه يحصل التوفيق بين الروايتين عن علمائنا
في المسألة اعني مسألة المحظ من انت اسر و
لاستحسان ومن لم ينفى الاستئذان وقد كان
متأيداً بما في المحلية هل ينوب الحظ بيـ
يد يه مذبه فعن ابن حنيفة وهو احدى
الروايتين عن محمد انه ليس بشئ اى ليس
بشئ مسنون اولولان انه شراد بعد بل فعله و
نركه سواء استوى فقيه بعد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ
نہیں دیتی، اس پر اس لیے یہ جائز ہے کہ لو کے کچھ بعض
سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ فقہان نے اس کی تصریح کی ہے، ہمدانام
شامی اور قادری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور سی
سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی دور روایات
میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا
اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے
نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی
تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط
سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہؒ
ایک روایت کے مطابق امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شئی نہیں یعنی سنت نہیں اور کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ
نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے، اتنی میں نہایت ہی بعد سے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ اگر وضع یا ضعف کا حکم کہی جانا سند خاص ہوتا ہے نہ جانا
اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت قصوں نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو مرفوع یا ضعیف کہنا ایک
سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور نیچے حدیث صحیح زکوٰۃ علی مروی کسی امی وادود
ونسائی

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے
ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں، فرمایا کیا
کچھ یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

امراۃ انت النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ومعها ابنتہا وفاقی ید ابنتہا مسکتان
غیظتان من ذهب فقال تعطین ذکاۃ هذا
قالت لا قال اليسرک امت یسورک اللہ جہما
یوم القیمة سواریں من نار قال فخلعتہما
فالقہما الی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نجات ہدایت و رسول ﷺ

ہے آگ کے گھٹن پہناتے، اُن بی بی نے کڑے تار پڑا دیے
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ صلی

تعالیٰ علیہ وسلم

جیسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن المقفع و علامہ ترمذی میرک نے کہا اسناد صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسناد لا مقال فیہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق
نے فرمایا لا شبہ فی صحیحہ (اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے
فرمایا لا یصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سید شعی (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے کچھ صحیح ٹہری نہیں) امام منذری نے فرمایا الحد الترمذی قصد الطریقین الدین ذکرہ والاف طریق
ابی داؤد و لا مقال فیہ (شاید ترمذی ان دو طریق کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں بعد
چاہتے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا

انما ضعف هذا الحديث لان حذو فيس
ضعيفين ابن لهيعة والمثنى بن
صباح

ذکرہ الامام المحقق فی التتبع ثم العلامة
القاری فی المرقاة۔
انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے
پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے
ابن ہبیرہ اور شعی بن الصباح۔

اسے امام محقق نے فتح القدر اور طاعلی قاری نے
مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)
اور سنی حدیث رد شمس کہ حضور پر نور سید الانوار ماہ عرب، مہر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
دو باہوا، نقاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۲۱۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الکفر ما ہو و زکوۃ الخلی	۱
۱۶۴/۲	مطبوعہ نور بدیعہ سکھر	بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نور بدیعہ سکھر	۲
۱۶۴/۲	"	"	"
۱۶۵/۲	"	"	"
۸۱/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب ما جاء فی زکوۃ الخلی	۱
۱۶۴/۲	نور بدیعہ سکھر	فصل فی الذہب	۲
۱۶۴/۲	"	بحوالہ ابن القطان	۲

وجہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی میاض و امام مغطای و امام قطب خیمزری و امام حافظ الشان
مسکتانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجماع کرارہ نے حسن و صحیح کہا کما هو مفصل فی الشفاء و مشروحد و
المواہب و شرحہا (جیسے شفاء اس کی شروع اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت۔
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں

ام قول الا صا ما حمد و جماعۃ من الحفاظ امام احمد اور حفاظ کی یک جماعت کا سے موضوع قرار
بوصعہ فالظہر اہ وقہ لہم من طریق بوصعہ فالظہر اہ وقہ لہم من طریق
بعض انکذ ابین والا فطر قد السابقۃ یتعذر بعض انکذ ابین والا فطر قد السابقۃ یتعذر
معہا الحکوک علیہ بالضعف فضلا عن معہا الحکوک علیہ بالضعف فضلا عن
الموضعیۃ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترمذیہ امام شیخ لاسلام عتہ مکرم مرتب العلماء الاسلام تقی المذنب والدین ابو الحسن علی بن عبد الحکام سیکی
قدس سرہ الملک کتاب مستطاب منہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الیمان شفاء السقام فی زیادۃ غیر لانام
علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں

وصا یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین وصا یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین
بالا سکار و الاستطراب قد یکون بحسب ثلاث بالا سکار و الاستطراب قد یکون بحسب ثلاث
الطریق ثلاث معلوم من ثلاث من و متن الحديث الطریق ثلاث معلوم من ثلاث من و متن الحديث
بمختلف طلاق الطریق من الحديث بمختلف طلاق الطریق من الحديث
فانہ حکم علی المتن من حیث الجملة فانہ حکم علی المتن من حیث الجملة

لتطیفہ جلیلہ طیفہ : (طیفہ جلیلہ طیفہ جاتی پر لاکھ من کا پٹا) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم
جلیل جس میں آن بی بی نے کروں کے صدقہ کرنے میں اللہ عز و جل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن فی الباب الاول تحت الحديث الخامس عن فی الباب الاول تحت الحديث الخامس من
حجۃ البیت طبریزی فی عقدہ صفائی ۱۷ منہ (مر) باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس
نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر لاکھ من کا پٹا دیا۔ (ت)

سہ شرح الزرقانی علی مواہب اللذیہ رد شمس لاسلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۱۳۲/د
سہ شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ و نوریہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی دیا اور حضور نے انکار نہ فرمایا، عینہ ہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یا رسول اللہ ان من توبتی ان اجمع منی
صدقہ الی اللہ والی رسولہ حبس اللہ تعالیٰ عنہ
وسلمہ

یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ سبے کریں پنا سارا
مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرت دباسہ کی جان پر آفت میں انھیں دو پر کیا
مروت فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے یکراب استغفرتے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و حلیس و محبوب رسالہ مسی بہ نام
تاریکی الامم والعلمی لنا عتی المصنعی بدافعہ البدلہ عقب عقب تاریکی اکمال اطمانہ علی شہرک
سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح
ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناظر ہیں کہ اللہ و رسول نے دو نعمت کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول
بے دایوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف
توبہ، اللہ و رسول کی دعا، اللہ و رسول سے دعا، اللہ و رسول سے دعا، اللہ و رسول سے دعا، اللہ و رسول سے دعا
دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی
طاعت سب کے ہاتھ پہلے ہیں، حضور کے آگے سب گرا کر رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب
 آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، حد کی
کھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، قطع کی کھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، رحمت کی کھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کھیاں
حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں گل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہیں،
حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور شیعوں کے ٹالنے والے، ابو بکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے،
حضور کے خادم نے بنایا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرسکتے ہیں، حضور کے خادم جہنم میں دفع کرسکتے ہیں،

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ السلام جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

مشتہ کے خادم بلند ہی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بدلہ دیا جاتا ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی جیسی باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحبِ مشرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں کہیں یا خدا و رسول سے لڑیں گے نہ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت مشغیغ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ غمناک یہی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شہادہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحبہ اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب بچے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر مشرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر رب جلیل تک۔ شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں، استادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی غالی نہیں، وہابیہ کا پھاگ نبیرت کی ہوئی، مشرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی بیکاری ہے، زور ٹھنکھور شرانوں کا شور، سار جہان شرابور، چور کی قید، داس پر چھو، یہ اتنا پہاڑن بارہ دوس ہاری ہے کہ

اشراک بند ہے کہ تاحی برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حقہ رسالہ کہ چار جڑ سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور مشرک سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں جھتی نہ ملیں گے بجز اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جدت، اُس کی صولت، اُس کی شرکت دیکھنے سے قلعہ رکھتی ہے۔

ذلک من فضل اللہ علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون
یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اسے میرے رب مجھے اس

علیہ و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

میزن میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابوہارون القنوی
وفقه جماعة ووجدہ متعبۃ فما قبل ولم يصح
بل صحح ابہ حدث عبدہ۔

اُسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابيه وعن
شعبة لا يعرف لكن شیوخ شعبۃ جیاد اہ

اقول لكن قال یزید بن ہارون
قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدق
ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یكذب
فی الحدیث قلت لہ فلم سمعتہ یكذب ؟
قال ومن یعبیر عن ذ الحدیث - یعنی
حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ
عن امہ انها قالت مرأت رسول صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم قت فی الوتر قبل الذکوع
کہ فی المیزان واللہ، لتقصی عبد ہاشم
السامع شیء والحدیث شیء، والکلام فی
الاحیروان کان اسم الشیخ یثنا علی
الوجهین وسمذکر حر هذه الف نداء ان

ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے
فقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور
کہا اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے
حدیث بیان کی ہے۔ (۱۰۷)

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن
شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں (ت)

اقول لیکن یہ یہ بن ہارون نے بیان کیا کہ
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں
صدقہ سے، اگر اہان بن ابی عیاش حدیث میں
قبول نہ ہو، یہ سب سے بھیس کہا تو پھر آپ نے ان سے
کیوں سماع کیا، تو اس نے فرمایا کہ ان سے جو
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو
ابراہیم سے حنفیہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزن
میں ہے، اور تیسرے لیے، اس سے خلاصی کی صورت

۴۹ / ۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	۱۵۲	ابراہیم بن العلاء	۴۷۴	عبد الاکرم	۱۵	ابان ابن ابی عیاش	۱۱
۵۳۲ / ۲	"	"	"	"	"	"	"	"
۱۱ /	"	"	"	"	"	"	"	"

الامام من بعدنا حمل عن شاء ، فاذا حدث
ثبتت له من اهل الصواب التقيد به من
حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل
فيه لما تقدم في لافادة الثالثة والعشرين
من قول ابن عدي ان شعبة حدث عن
الكلبي وسرخيه بالتفسير كما نقله
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة
نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قتال
الوحاشي شيخ ^ع قلت وهذا لا يضر فقد
يكون الرجل ثقة حمدا وعند غيره مجروح
او مجهول حتى ان من شيعه الذجب
وثقهم وخرج بحسن الشاهد عيهم جابر بن
يزيد الجعفي ذلك الضعيف الراقص المتهم
قال الامام الا اعظم مرضي الله تعالى عنه
ما رايت فيمن رايت افضل من عطاء ولا
اكذب من جابر الجعفي وكذلك كذبه ايوب
ومائدة ويحيى والجورج في تركه القطا
وابن مهدي والسائي وآخرون .

یہ ہے کہ سماع اور شعیب سے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔
عشکوہ دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے
مستقل ہے مگر یہ ہم اس فی مذکور کے آخر میں ذکر کرتے کہ امام
شعیب کی جس سے چاہئے وایت لیا ہے توجیب حدیث بیان کرے تو
اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید دستگیر ہو کر اسے مقید
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی حاشیہ
بیان کی گئی ہیں مذکورہ اس حدیث میں نہ ملے گی جاتی ہے
جیسا کہ تیسویں اوردہ میں ابن عدی کا یہ قول گزر رہا ہے
کہ شعیب نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی
ہے کہ عیسیٰ نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے۔
میں کہتا ہوں کہ شعیب کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم
ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اور۔۔۔ قلت یہ
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک شخص
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور شتم ہے
ام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جو رہا جاتی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان ابن عبدی
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	محمد بن السائب الكلبي	۵۵۴ء ترجمہ	۵۵۸/۳
۹۱۳/۳	" " "	محمد بن عبد الجبار	۸۲۲ء	۹۱۳/۳
۳۸۰/۱	" " "	جابر بن یزید الجعفی	۱۲۷۵ء ترجمہ	۳۸۰/۱

شعار استقام شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة
وقد صرح الخفعم (یعنی ابن تیمیہ) بذلك في
الكتاب الذي صنفه في الرد على البسکری
بعد عشرين راس منه قال ان القائلين بالخرج
والتعديل من علماء الحديث فوعات منهم
من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثاله

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة من الصلت البرجی الكوفي روى
عنه الشعبي وقد قال ابن أبي خيثمة اذا روى
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحنج
بحدیثہ

تہذیب میں ہے :

من لا يروى الا عن عدل كاهن مهدي
ويحيى بن سعيد اه اقول ولا ينكر عليس
بما في الميزان عن صاحب الدورى عن
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولم
ارواكهم ارضى ما رويت الا عن خمسة
عن في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲۰ (م)

عنه في ترجمة اسرائيل بن يونس ۱۲۰ (م)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت
نہیں کرتے اور محض ثقت (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے کہ اس نے بکری کے زبانی
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور
اسی طرح بخاری اور ابن کثیر شمس (ت)

خارجہ برجی الصلت برجی کوئی جی سے شبہ نے روایت
کیا ہے اور ابن ابی خيثمة نے کہا کہ جب شعبہ کسی شخص
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ
ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

وہ رگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اہ اقول اور
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا
جو میزان میں جاکس دوری نے یحییٰ بن معین سے
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے روایت

مطبوعہ مکتبہ نوید رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

۵۵/۳

۶۱۶

شعار استقام الحدیث الاول

تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ برجی الصلت مطبوعہ دار الفکر بیروت

تہذیب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجهول الحدیث المستور دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

فان رضی یحیی غایۃ لا تذکرک و کیف یظن بہ
ان الحق کلہم عندہ ضیعفاء الاحمسة و انما
المرصی لہ جبل شامتہ سراسر لمریزل ولہ
یغزلزل ولا فی حرف ولا صرة۔

سہ کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و مقبول وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند شوش، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرفت میں نہ ایک مرتبہ میں (تسا)
تہذیب التہذیب میں ہے ۱

سلیمن بن حرب بن بھیل ازوی واشجی کے بارے میں
ابو حاتم کہتے ہیں کہ انہی حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تالیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے مذاہب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اح مختلقات

تقریب التہذیب میں ہے ۱

مظفر بن مد رک الخراسانی ابو کامل ثقہ اور بختم ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (تسا)

تافہر جامعہ : امام سخاوی فتح البیہ میں فرماتے ہیں ،

تثبتہ من کان لا یروی الا عن ثقۃ الافانی دار
الامام احمد و یق بن مخلد و حرز بن عثمان
تحد ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاہ ذونادر۔ وہ امام احمد ،

طبع فی مصرۃ من نقب روایت ۱۲۷۲ھ (دہ)
جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲۷۲ھ

ثقہ تہذیب التہذیب میں بحر مختلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس دارۃ المعاد حیدرآباد دکن ۱۴۰۷ھ و ۱۴۰۸ھ
ثقہ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۲۲۸ھ

وسلم بن حریب و شعبہ و الشعب و عبد الرحمن
بن مہدی و مالک و یحییٰ بن سعید القطامی و
ذلک فی شعبۃ علی المشہور فانہ کان یثبّت فی
الرجال و لا یروی الا عن ثبت و الا فقد قال عامر
بن سہمت شعبۃ یقول لولہ احد ثقتہ الا عن
ثقتہ لم احد ثقتہ عن ثلثین و فی نسخة ثلثین
و ذلک اعتراف صہ بانہ یروی عن الثقتہ
و غیرہ فینظر و علی حقل حال فہو لا یروی عن
متروک و لا عن اجمع علی ضعفہ و اما سفین
الثوری فکان یترخص مع سعة علیہ و وریعہ
و یروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ
شعبۃ لا تہملوا عن الثوری الا عن
تقرین فانہ لا یشاہی عن حسن و قد اعلی
قال فی یحییٰ بن سعید لا تکتب عن معتبر الا
عن تقرین فانہ یحدث عن کل ثقتہ

میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ
پر و انہیں کہتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتبر سے نہ لکھو مگر
ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول ما ذکر عن عاصم فی جوازہ
یجب حملہ علی مثل ما قد منافی کلام یحییٰ
کیفہ و ان للثقة اطلاقا اخر اخص و اخصی کما
قال فی التدریب ان ابنت مہدی قال حدثنا
بو خدیة فقیل لہ الاکان ثقة فعلم کان حدیثا

یحییٰ بن محمد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ،
شعبی، عبد الرحمن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید
القطامی، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ
لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف
ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عامر بن سہم
کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں
تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو
خوف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے)
سے حدیث بیان کرتا، یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ
اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر
کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں
کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا
اتفاق ہو، ہر حال سفین الثوری کا قوہ ہا و جو علی
وسعت اور ورع و تقری کے زمری کہتے ہوئے نصحت
دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے
میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ
پر و انہیں کہتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتبر سے نہ لکھو مگر
ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں، جو کچھ ماسم کے
حوالے سے ذکر کر رہا ہوں اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز
بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ
کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی
محدود و اخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

وكان مأثوماً وكان خيراً الثقة شعبة وسفيان
قال وحكى المروزي قال سألت ابن حنبل
عبد الوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدرك
ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان
فطيفك بالثبوت فان الامر جلي واضح -

کہتے ہیں کہ میں ابوخلد سے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ
کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور
بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی سے بیان کیا
کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوهاب بن عطاء کے ثقہ ہونے
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے
ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اور اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

**تشریح قول (جہاں سے امام اعظم جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی، انھیں
ائمہ متاخرین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمان النعمانی علیہ السلام الرضوانی وکرمہ بالنعم نعم
البحران، یہاں تک کہ اگر بعض متاخرین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخییر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین
میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،**

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه
في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة ثنائيت جنت
ابن سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى
عنه قال ليس في مالي اليتميم تركوة وليث كاف
احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره
ومعذوم انت ابا حنيفة لم يكن ليذ هيب
فياخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و
هو الذي شد في امر الرواية ما لم يشدد
غيره على ما عرف الله -

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں
فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ نے ازبیت بن ابی سلیم
ازبجی بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین
میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ
بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث
اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان
کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور
بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے (ت)

**تبیین (قلۃ السبالة فی الاخذ قد حدث من من التابعین — اخذ حدیث میں زعمی
اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)**

قلت (میں کہتا ہوں، اخذ حدیث میں وسعت

قلت هذا التوسع وقلۃ السبالة فی

مقبولة عندنا و عند الحماہیر ولا شك انما
 عطاء و الحسن و الزہری منهم و قلة المبالاة
 عند التحمل لا یقتضیہ عند الاداء فقد یاخذ
 لاما مرعش شء ولا یوسلہ الا اذا استوثقت
 وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالک
 الوصاع الشدید عظیم التشدید قدوة الثابت
 یحیی بن سعید القطان و ذالک الجبل العلی
 علی بن مدینی الذی کان البخاری یقولہ ما
 استصغرت نفسی الا عندہ و ذلک الامام
 الاجل نقباء العطل ابو ربيعة الرازی و ما ہیئت
 بہم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن
 فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم الا وجدنا لہ اصلاً الاحادیث و حدیثیں
 و ما علی فقال مرسلات الحسن البصری و
 التی رواها عنہ الثقات صحاح ما اقل ما یسقط
 منها و اما ابو ربيعة فقال کل شیء قال الحسن قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجدت
 لہ اصلاً ثمان ما خلا اربعۃ احادیث نقبہا
 فی التدریب -

ہمارے اور مجبور علمائے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی
 شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں و
 اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی
 نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ
 کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے
 وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی
 مراسیل کو قبول کرنے میں کئی بن سعید القطان شریک
 ہیں جو درع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں
 نہایت ہی سخت ہیں اور اس فن کا عظیم شخص علی بن
 مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں
 نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بیچ نہیں
 سمجھا اور امام اہل نقباء العطل ابو ربيعة رازی بھی شریک
 ہیں اور یہ دیکھ کر کہ حد کے لیے کافی ہیں، لیکن قدان نے
 کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ
 کہہ دیں "قالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"
 تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور
 ملے، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو
 ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں
 یہ نہیں کر سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں
 اور ابو ربيعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے
 چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (د)

قلت: میں کہتا ہوں، علیؓ چندان عدم وجود
 کو مستلزم نہیں تو بخاری کو ایک یا دو احادیث جو

قلت و عدم الوجدان لا یقتضی
 عدم الوجود فلم یفت یحیی لا واحدا و

اشنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و
 غرق کل دی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت
 عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال منی قلت نکو
 حدیثی فذلک فیہ وحدیثہ و منی قلت قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جہن
 ام وی لتدیب قال یونس بن عبید سألک
 الحسن قلت یا اما سعید انک تقول قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لتد رکہ
 فقال یا ابن اخی لقد سألنی عن شیء ما سألنی
 عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخیبتک
 انی فی زمان کما تری وکانت فی زمانک
 الحجاج کل شیء سمعتنی اقلہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عن
 بن ابی طالب عیوانی فی زمانک لا استطیع ان
 اذکر علیاً ام واللہ تعالیٰ اعلم۔

زہد میں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
 باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم واسلے
 پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
 فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
 اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے، ۱۰ تدیب
 میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 حسن سے پوچھا اسے ابو سعید! آپ کہتے ہیں نبی
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟
 فرمایا اسے بھتیجہ! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
 کہ مجھ سے پہلے آئی تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا،
 اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
 سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ
 جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے
 آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
 ذکر نہیں کر سکتا (اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فائدہ ۱۰ : (خاتمہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سفہائے زمانہ نے
 احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہن

سہ القرآن ۱۲/۶۹

سہ مسلم الثبوت تقریرات المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

سہ تدیب الراوی شرح تقریب الراوی الکلام فی احتجاج الث فی المرسل مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۲۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور من لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث :

من طاف بالبيت اسبوعا ثم اتي مقام ابراهيم
فرکع عنه ۵ رکعتیں ثم اتي من مزمع شرب
من مائه اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیومرہ ولتہ
جوسات پچیسہ طواف کر کے مقام ابراہیم میں
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر مزمع شرب پر جا کر اس کا
پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا

قراتے ہیں :

حيث اخرجہ النواحدی فی تفسیرہ والبعثہ ی
فی فہم نل مکة والمدین فی مسندہ لا یقال
انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف
جیکر اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل تکرار
وہی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جیسا
ثابت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور جوچر خط صحت و تمام و ثابت و موضوع جس طرح وضع ممکن
یہ نہیں صحت محتمل ترتیب تک ضرور تھی و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہوا اعداد التالیین قصوراً خلاف اصل کو
ممکن کر لینا محض ظلم و جزا ہے نہ ان کی حدیث قبل تیس سال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں
مسند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی باوجود احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی
لاہرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تسک فی الفضائل نہیں رہی
یہاں بھی کمالاً یحتمل علی اہل النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں) ت، فارجع ازکرت میں ہمارے علماء کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے :

الماوی امکان عین معروف بالفقاہة ولا
بالمرایة بل انما عرف بحدیث او حدیثین
فان قبلہ الاثمة او سکتوا عنہ عند ظہور
راوی حدیث اگر قنا بہت روایت میں معروف نہ ہو
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس سے غامضی

معرفۃ العدالة کے بحث میں ہے ۱۶ منہ دست

عہد مسئلۃ معرفۃ العدالة (۱۷ منہ د)

سہ اسرار المرفوعہ فی الاخیار المرفوعہ حرف الیم
مجموعہ اوراق آفتاب الطیب بیروت ص ۲۳۶
سہ ایضاً

الروایۃ او اختلافواکان کالمعروف وامتنہ
 ۱۱۱۱ (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فاضل) ذکر مستلزم گمان وضع نہیں، اُن فردی فوائد سے
 کہ بوجہ تعبیل ہنگام تبیین تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ میں میں
 مجرور ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری مشکلیں منکریں نے کیا حالانکہ محض جہالت دہلے دہی یاد دہانہ
 مخالفہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قمیاتی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لگاتے اور کسی کو موضوع کسی کو
 لم یوجد کسی کو منکر کسی کو یس بشارت کسی کو لا یصح کسی کو صحیف کسی کو مؤول کسی کو بحالہ ثقات
 کسی کو لا باسب یہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تعبیل ابہایں انہیں میں سے
 جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صحت لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیری سے استنباط کیا خاتمہ الخ بحار الانوار
 میں فرماتے ہیں

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہورۃ
 علی الاسن والاصواب خلاصہ علی نمط ذکر تہ
 فی التذکرۃ قینہ من حرف نفسہ حرف مر بہ
 یس بشارت ح دانت ربی فی سورۃ شام لہ
 وفرة صحیحہ محمول علی روایۃ المنہار
 او مؤول حج المؤمن من غیر ذکر یعدو الصافح عجب
 نسیم موضوع حج ما شہد رجل علی رجل بکفر
 فصل، بعض احادیث کی تعیین کے واسطے میں جو لوگوں
 کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف
 ہے اسی طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں کیا ہے اس میں ہے
 وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے
 اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے
 اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا
 جس کے بال لیے خوبصورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد
 اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۲۹/۲ فرائع الرکعت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستفی مسئلہ محمول الحال الم مطبوعہ منشورات الشریف نشی قلم
 ق۔ یہ عبارت محققاً اور متعدد صفحات کے نقل کی گئی ہے حوالہ کے لیے ۵۱۹ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدھما صبیعت فیہ طلب العلم
فریضة علی کل مسلم طر قہا و اھیة ح من
ادی القریضة و علو الناس الخیر کانت فضله

خواب پر محمول ہے یا یہ موقوف ہے اور حدیث مومن و مومنہ
کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و منافقہ
اور کینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

و الترمذی و الحاكم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عہ بلفظ لظاہر مکان العناق و اسادہ کہا قال
المنادی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منافق کی جگہ لفظ فاجر و ایت کیا ہے اور اس کی منہ
بقول امام منادی کے جید ہے ۱۲ منہ (د)

علہ اقول بل صحیح من اعلیٰ الصحاح
للمالك والصحیحین غیر ہما عن ابن عمر رضی اللہ
عنہما ہر قعہ اذا قال الرجل لا خیرہ یا کافر فقد
باء بہا احدھما و البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ من قعا صحت قال لا خیرہ یا کافر
فقد باء بہا احدھما ولا جنت جہنم صحت
بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح
مرفوعا حا کفر مر جہل رجلا قط الابیاء ہما
احدھما و الیہاب غیر ذلک فان اراد خصوص
اللفظ فقلیل الجہد وی ۱۲ منہ (م)

اقول بلکہ یہ اصل درجے کی صحاح میں سے صحیح
ہے، امام مالک اور شیعین وغیرہما
نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی
کو یا کافر " (اسے کافر) کہا، تو وہ کفران و دونوں
میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ
جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں
سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن جہان نے حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے
ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور
اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص العناب ہیں تو ایسی روایات تو
ہست ہی کم ہیں ۱۲ منہ (د)

علہ اقول والصحیح انہ لا ینزل عن
الحسن کہا بیئتہ فی اسجورہ الثواقب فی
تخریج احادیث انکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن
سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "اسجورہ الثواقب"
فی تخریج احادیث انکواکب * میں بیان کیا ہے
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

على العابد الحديث ضعيف اسنادہ لکنہم یتاہلون
فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی
نور لم یؤخذ فیہ مسح العینین بیا طعن
الہایتین بعد تقلیدہما لا یصح وروی تجریدۃ
ذلک عن کثیرین فیہ الصلوة عماد الدین
ضعیف و صلوة التسبیح ضعیف الدارقطنی
اصح شیء فی فصل الصلوات صلوة التسبیح
فیہ طعام الجواد دواء و طعام البخیل داء
فی المقاصد من جالہ ثقات و فی المختصر متکرر
فی المقاصد ما نہ مر مر لما شرب لہ ضعیف
لکن لہ شاهد فی مسلح ان الله یبحث
لہدہ الامۃ علی رأس کل مائۃ من بعدہ
لہاد ینہا صحتہ الحاکم من متوفہ مر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی
ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم
کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق
مکڑور ہیں۔ حدیث وہ شخص میں سے فرض ادا کیا اور لوگوں
کو کفر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے،
اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل مسلسل
میں نقلی برستے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو فرزا علی نور ہے
موجود نہیں۔ اسی میں ہے سب اہل انگلیوں کا باطن چرنے
کے بعد آنکھوں سے دنگا میس نہیں، اور بطور تجربہ یہ
عمل کثیر ملانے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا
ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلوة التسبیح
(وال حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل
مارے پاس ہیں بتی احادیث مروی ہیں اللہ میں غالب تسبیح

علہ بل اخرجہ زہرین وان قال المدری ثمر
لہراق لم یقت علیہ ۱۲ منہ (دہ)
علہ الحق انہ حدیث حسن صحیح لا شک
حسن لذاتہ صحیح لغيرہ ان لم یکن لذاتہ و
التفصیل فی الآئی ۱۲ منہ (دہ)
علہ اقول کذا قال المناوی و بالغ الذہب
کعادتہ فقال کذا ۱۲ منہ (دہ)
علہ اقول بل نص الحافظانہ حجة بطریقہ و حنہ
المناوی و صحیحہ الامام سعید بن عیینہ
والد میاطی و المستدری و ابن الجزیری ۱۲ منہ (دہ)
علہ و رواہ ابوداؤد و قال المناوی لا سند صحیح ۱۲ منہ

بلکہ اس کی تحریک زہرین نے کی ہے اگرچہ مندری پھر
عراقی نے کہا کہ ہم اس سے گاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (دہ)
حق یہ ہے کہ حدیث میں صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں
کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغيرہ ہے ابتر صحیح لذاتہ نہیں
اور اس کی تفصیل الآئی میں ہے (دہ)
اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی
عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ
اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی
اسناد کی بنا پر مجتہد ہے، مناوی نے اسے حسن کہا،
امام سفین بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریری نے
اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (دہ)
اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی نے اس کی سند صحیح ہے۔

لا یدری اولہ خیر اہم آخرہ موضوع فی الوجیز
انا و ابو بکر و عمر خلفائے تریہ واحدة فیہ
مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد
فی اولیس حدیث فی وقتیں قال ابن حبان یا ہطل
فان الوقت اقل فان لہ طرقا عديدة لا ہاس
بعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ
ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی آخر الزمان
خليفة لا یفضل علیہ ابو بکر ولا عمر موضوع
قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرۃ لہ ملقطا
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے اہیں، ابو بکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
میں راوی مجہول ہیں، میں کتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اولیس جو دوہر قوں
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کتا ہوں سکت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سند میں

عنہ اقول ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی
فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسنہ
وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
عنہما اخرجہ البزار قال السنن الاوی بسند حسن
وفیہ عن عن وعن عمار وعن عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبد البر ان
الحدیث حسن وقال ابن القطان لا فضل لہ
عنہ قال السنن الاوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (م)

اقول (میں کتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن لا رد یا نیز اس بارے
میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
بھی مروی ہے اس کو ہزار نے روایت کیا ہے۔
سنن الاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبد البر
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے کہ ہیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے پالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے قاضی کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاذ ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک غلیظ ہوگا جس سے ابو بکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بکر اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اور مشتظاً۔ (ت)

قائدہ ۱۲: (حدیث ہے سند مذکور علماء کے قبول میں نہیں و جلیل الحقائق امہ اوہام قاصرین زبان کا ابطال و ازہاق) اقول و باللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زبان میں سند کی فضیلتیں اور بعض ثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ کر متحیر ہو رہے ہیں کہ احادیث سے سند اگرچہ نکلتا ہے مگر مقتدین میں بعض جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مفاد، سیئر، فضائل کسی باب میں اسلئے نہ سنیے کے لائق نہ مانتے کے قابل حالانکہ بعض اختراعات بین الاقناع مشاہیر محدثین و مجاہدین فقہاء و فروع فرقہ کے مخالفت اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا عمل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک یا اختلاف عادت و اصطلاحات مرسل متعلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و افعال یا اصطلاح فقہاء اصولی یا رسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علیہ معنی جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ الترمذی عن الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل جامة مما سقط من اسنادہ اثنان فصاعداً مثاله ما يرويه تابعي التابعي مما نزل فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و كذا ذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابو بكر و عمر و غيرهما غير ان يكونوا سائط بينه وبينهم و ذكر ابو نصر السجزي الحافظ قول الرازي يفتي "نحو قول مالك يفتي عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للملوك طعامه و كسوته الحديث و قال الصحاب الحدیث يسوونه المعضل قلت و قول المعتمدين من الفقهاء المعضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جیسے تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت کیے تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابو بکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السجری حافض بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

فخیرہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا " ونحو ذلك کلمہ من قبیل المعقل لما تقدم وسماه الخطيب ابو بكر الحافظ في بعض كلامه من سلا و ذلك على مذهب من يسمي كل ما لا يتصل برسلا كما سبق له باختصار .

توضیح میں ہے :

الاتصال عدم الاستناد وهو ان يقول الراوي قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم غير ان يذكر الاستناد

کہ حدیثیں ایسی روایت کہ معقل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہاء اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معقل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا اور خطیب ابو بکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اح مختصار (ت)

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہ کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (ت)

عامة متفازاتی تویح پھر مدنی ملائی صاحب در مختار الحافض الا نوار علی اصول المناریں فرماتے ہیں ان لعید کما الواسطة اصلا فیرسد اگر راوی سند و سند دربر کرے تو وہ مرسل ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت و فرائع الرکوت میں ہے :

(المرسل قول العدل قال عليه) وعطف الله واصحابه الصلاة (والسلام كذا) وعند اهل الحديث فالمرسل قول الله صلى الله تعالى عليه وآله واصحابه وسلم كذا، والمعلق ما رواه من دون التابعي من دون سند الكل داخل في المرسل عند اهل الاصول اه مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا ، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد ابھی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے۔ اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اح مختصرا (ت)

۱۔ مقدمہ ای اصول فی علوم الحدیث النوع الیادی عشر بالمعقل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸
۲۔ توضیح التویح فصل فی الانتظام مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۳۴
۳۔ حاشیۃ التوضیح مع التوضیح
۴۔ فرائع الرکوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مستند فی کلام علی المرسل مطبوعہ منشورات المشریف الفری قم ۱۴۴۳ھ

پھر باجماع علامہ محدثین و فقہائے سب اقوال فروع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و منقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً ماخوذ و مقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرائط فروع بتاتے اور انھیں اُس سے جُدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلائیکہ منکر مر اسل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ علی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلائیکہ درسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے مادور اسے احکام میں مسابقت فرمائی ہے، یہ جہارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح موطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں سط میں بقت جہتیں میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات ماکہ وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریس میں نام جو افضل زین الدین عراقی سے ہے،

ان حاکم ابو نعیم و الصدوق بل ادخل فیہ المرسل
والمنقطع والبلاغات و من بلاغاتہ احادیث
لا تصرف کما ذکرہ ابن عبد البر
امام ماکہ نے احادیث صحیحہ کو مانگ نہیں بلکہ اس میں
مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ
ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروفہ
نہیں جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مفطانی سے ہے،

مشد و ثبت فی کتاب البیہار (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشافعی سے ہے،

کتاب مالک صحیح عندہ و عند من
یقعدہ علی ما اقتضاه نظرہ من الاحتجاج
بالمروسل والمنقطع وغیرہ۔
امام ماکہ کی کتاب ان کے اوردان لوگوں کے نزدیک
صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی
نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہ اسناد درست ہے۔ (ت)
اسناد کے نسبت مطلوبہ و فضیلت پر غور و خامہ است مروجہ ہونے میں کئے کلام ہے محققین تابعین مرسل

عن فی الثانیہ من مسائل الصبیح ۳۳۴ و م، مسائل صحیح کے دوسری قسم میں ہے ۱۲۷ (ت)

سہ تدبیر الراوی الثانیہ من مسائل الصبیح مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ

۱۰/۱

۱۰/۱
۱۰/۱
۱۰/۱

معاذیل بھی مساند کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسند
 وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیر میں اس تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر میں مجاہد ہے اور قول بقیہ بن الولید
 ذاکرت حماد بن مرید یا حدیث فقال ما اجدوها لولا ان لها اجنحة یعنی الاسناد (میں سند کا دینا) مرید
 بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ
 حین لا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے علم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث و بارۃ احکام
 ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول عام
 سفیان ثوری الاسناد صلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلام لہای شئ یقاتل (سند موسیٰ کا سلم ہے
 جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) مراۃ و بارۃ عقائد و احکام ہے۔
 فان الحاجة الی القتال انما فی فیما یجری فیہ لڑائی کی ذہبت وہاں آتی ہے جہاں لڑائی اور باہم جھگڑا
 التشدید والتاکس و من ما اجتمعوا علی ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔
 التباہل فیہ۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک رحمہ اللہ ہے مبارک لولا ان لہا لسان من شاد صاۃ (اگر سدا کا اعتبار
 نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول صفات فی الصالحی میں دخول تحت اصل خوا مشروط اور امر
 عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع ہے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات ہدیہ نہ کرے گی اور من شاء
 ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صوابی نہ آئے گا کما قد ہنا بیامہ فی الاخذۃ الثانیۃ والعشر صحت
 (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں اقلاد میں پیش کر آئے ہیں۔ ت) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین
 کرام سے ضرورت و سند میں ہیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نا متصل جمیع اقسام ان کے نزدیک
 ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ صلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی
 من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و ہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم
 نہیں کرتے، اسی لیے فرائج الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:
 لم یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی غائداً (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی قائمہ ظاہر
 نہ ہو گا۔ ت)

بالجواب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا نہ کر ہونا نہ ہو مناسب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

وہ کہہ رہے تھے کہ میری اس خراش من الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی نسبت کیا فرمایا،

انہوہ مسلط فی مقدمۃ صحیحہ قال قال
محمد یعنی ابن عبد اللہ بن جہزاذ، حضرت
ابا سہل بن حذیفہ بن عیسیٰ الطائفی قال
قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ابا عبد الرحمن
الحديث الذي جاء ان من امر بعد المبرات
تعصی لا یجوز مع صلاتک وقصوم لہما مع
صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحق عن
من ہذا قال قلت لہذا من حدیث شہاب بن
خراش فقال ثقة عنی قال قلت عن الحجاج بن یزید
قال ثقة عنی قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال یا ایا اسحق ان میں بعد ہیں
وہیں النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا و متقطع
فیہا، اسباق المعنی ولكن ليس فی المصدقة اختلاف
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جیسے کہ کوئی سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے
لیکن والدین کی طرف سے صدقہ دینے میں کوئی اختلاف نہیں، دت،
امام نووی شرح میں فرماتے ہیں،

معنی ہذا والحکایۃ انہ لا یقبل الحدیث الا
باسناد صحیح۔ اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح
کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ دت

اب اگر ای کلمات کو عزم پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، متصل ہر تا متصل باطل و منقطع بالمرئوع
ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ بسوم میں ابن حجر کی مشافہی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعنی
بہ فی القصب ثل احسن (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

ملہ و ملہ صحیح مسلم باب بیان ان الاستناد من الدین مبلوہ قدیمی کتب سنہ کرچی ۱۲/۱
سنہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الکرکوع مکتبہ امدادیہ طاب ۳۱۶/۲

10

10

جہاں صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہونے کے سبب نفس کلام تخصیص پر وال ہو
 کما قرین نامی امکانات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دریا درود و
 قبول غائب و محاورات علماء صرف نظر پر باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محظوظ نظر و تخریج و تفسیر میں دیکھئے کہ
 حدیث کی دو قسمیں کہیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعافت کو مردود میں داخل کیا حالانکہ
 ضعافت فضائل میں اجماعاً مقبول ہلکا ایضاً فی التحقيق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرتے چاہئے
 اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی
 محکمات ہیں) یہ سب کلام بطور مستثنیٰ تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو مضبوطیات
 مذکورہ فضائل و رکنا رنود باب احکام میں محبت میں جبکہ مرسل امام معتقد متطابق الیہین عارف بالرجاں بصیر باطل
 غیر معروف بالتساہل برادر مذہب مخالف امام محقق علی الاطلاق و غیر بالاکابر میں کچھ تخصیص قرین غیر قرن نہیں ہر قرن کے
 ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا محبت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المستند
 و شروحات وغیرہا (جمہیر مسلم الثبوت اور اس کی شرح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

مسئلہ المرسل ان كان من الصحابي يقل مطلقا اتفاق وان غيره لاكثر منهم لا ما لا
 الاتفاق وان من غيره لاكثر منهم لا ما لا
 الوصفه والامام مالك والامام احمد في
 تعالی عنهم قالوا یقبل مطلقا اذا كان المرؤی ثقہ
 وقال ابن اسحاق رحمه الله تعالی من متناخا انکدام
 یقبل من القرون الثلاث مطلقا ومن ائمة
 شتر بعد ثنت القرون وقال طائفة من
 الساجد منہم شیخ بن الحاجب المالکی
 و متیم کہل مدین بن الہمام صا یقبل من
 ائمة النقل مطلقا من ای قرن کانت
 اعتصم شئ ام لا ویتوقف فی المرسل من
 مرسل ارسائی کی ہو تو مطلقا اتفاقا اسے قبول کیا
 جائے گا اور غیر مرسل کی مرسل کے بارے میں اکثر
 علماء حق میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور
 امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہ اسے یہ ہے
 مطلقا مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو ابن ابان
 رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں
 فرماتے ہیں کہ قرون ثلاث (تین زمانوں) کی مرسل
 مطلقا مقبول ہے اور تین قرون کے بعد اسے نقل کی منزل
 بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں
 ابن حاجب مالکی اور شیخ کہل الیہین بن الہمام، ہرے
 یعنی اخذ ثبوت کے لئے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی منزل ملک مقبول ہے
 (باقی بر ص ۶۲۷)

اقول (تحقیق مصنف کے غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم، انصاف غیر ناقد کے لیے ماسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام ثری میں پر بھی لازم، آخر انیس کی سبیل بھی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یدق ہے، تو اس کے لیے ذکر و عدم و ذکر سند دونوں یکساں اور بلا شبہ قول ناقد متذکر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح و انتزاعی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابلت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں یہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہدہ ہائیکہ نام این الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا، انصاری و امام سیوطی و غیر ہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتز نے کسی حدیث کی صحت پر تفصیل کی یا کتاب طہرہ معتزہ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے پس ہے اور احتجاج رد ۱

کما ذکرنا نصوصہم فی مد اسرج طبقات الحدیث جیسے کہ پہلے مذکورہ طبقات الحدیث میں ان کی تصریح کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں، فادہ میں علی بن ابی ہریرہ کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزرجل ہے۔

تو کیا وجہ کریاں اس پر اعتماد نہ ہو لا جرم جس طرح امام احمد یا بخاری کا ہذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت، فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن حزم یا ضیاء کاحیات میں لانا، روایتی مندرجہ کا محقر میں سکتا رہتا،

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

غیر ہم دھوا المختار قیل و دھو مسرود الانحة الشیث و لجمہور ولا یقول احد بتوثیق من لیس له معرفة فی التوثیق والتجریح و علی هذا الخلاف ابنت ابان فی عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الشیث لزمه عدم الحاجة الی توثیق فی تلك القرون لان الرواة فیها كانوا اهل بصيرة فی التوثیق والتجریح من مسلم الثبوت وفواتح الرحمت ملخصا ۲ منه رھی اللہ تعالیٰ عنہ (دھ)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اسی لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیقی اور تجریح کے ماہر تھے اح مسلم الثبوت اور فواتح الرحمت سے ملخصا بیان ہے ۱۲ من رھی اللہ تعالیٰ عنہ (دھ)

لہ فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت مسلک فی الکلی علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرحمن قم ۶ ۱۷

نہج السلامہ فی حکم تقبیل الایہامین فی الاقامۃ^{۳۳} (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۳۳۔ مسئلہ از پرہیزگار شاہزادہ سورتی مسند مرسلہ مولوی احمد علی صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الاخرہ ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاویٰ اداویہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہد ان محمدًا رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو تکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور حکم کسے اُس کا کیا حکم ہے جینو تو جروا۔
جہد یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ در صورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

جو آپ اذان تو اذان ہی میں انگوٹھے پڑنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ معتقین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں،

وذكر ذلك المعمر حتى واطل ثم قال ولا يصح في

السر جوع من كل هذا انتهى (جلد اول صفحہ ۲۶۷) کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر قمت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے پڑنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت ہے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے،

ونقل بعضهم ان القسستانی كتب من هاهنا

نسخته امهدها مختص بالاذان واما في الاقامة

فلا يوجد بعد الاستقصاء والتأمل والتبصر

(جلد اول ص ۲۶۷) نہیں (ت)

یہ مفتی صاحب، لا یصح فی سر جوع پر ماسیور نہیں ہیں،

قلت واما لموقوف قومه وان كان مقبولا لكن

صحت استاده ليس فيه كونه "العمل طاعة"

بل هو رقية لا يحفظ عن سرمد والعمام يفعلونه

باعتقاد كونه طاعة، صه حاشیه صاحب فتاویٰ

اشرفیہ رجبارت شامی،

گزارش موجب کلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک سرینہ دربارہ استغناء سے تقبیل ابہامین عند

قول المنزّل ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطلع خدمت کیا ہے کج خادما نے ادا دیہ

میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رنج شکوک کا خواستگار ہوں

وہی ہند،

۱/۲۶۷	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	باب الاذان	ملہ رد المحتار علی در المختار
"	"	"	"

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تعقیل کے بارہ میں ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے "ثم يصح في المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں اسی سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کثیر تعقیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا مفتی صاحب کی تحریر و حاشیہ خود غور طلب ہے پھر اسی کے معتقدین تعقیل مطہق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خود بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تعلیم سیدنا حضرت علیہ السلام جاتیم امروز نے کثر العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۲۲ طحاوی نے شرح مراقی العلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دینی سے حدیث ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت نصر علیہ السلام سے عبارت روایت بطور تائید بیان کے علی ہذا سادات احادیث کی کثر کتب میں موجود ہے۔ اعانة الطالبین علی حل العاد فی العین مصری ص ۲۴۰ (فقہ شافعی)۔

وفي التناول ما نصه من قال حين يسمع قول
المؤذن: اشهد ان محمداً رسول الله صرحاً
بجديتي وقررة عيسى محمد بن عبد الله صلى
الله تعالى عليه وسلم ثم يقبل ابهاماً
يضمهم على عينييه لم يعد وجهه حسداً
بدلاً من

شنوائی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ
اشهد ان محمد رسول الله سن کر کہا "موجہاً
بجديتي وقررة عيسى محمد بن عبد الله صلى الله
تعالى عليه وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں
سے نگاہ توروہ رکھی اذہا ہوگا اور نہ اس کے
آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کتابية الطالب الرباني رسالة ابن أبي زيد القيرواني في مذهب سيدنا الامام مالك رضي الله تعالى عنه

مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدة: نقل صاحب الفروع
ان العبد ينحني لله تعالى عنه لما سمع
قول المؤذن: اشهد ان محمداً رسول الله قال
ذلك وقبل باطن ايملة السبابتين وصح عينييه
فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل
مثل حليلي فقد حلت عليه شفاعتي، قال
المحقق السخاوي رحمه الله: ثم نقل عن

فائدة: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے
کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا
یہ جملہ سنا "اشهد ان محمد رسول الله" تو آپ
نے یہ دہرایا اور دونوں شہادت کی آنکھوں کا باطنی
حصہ اپنی آنکھوں سے لگا دیا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے
اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

الظفر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال
حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول
الله مرجا بجيبي وقررة عني محمد بن
عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل
ابها ميسر ويجعلها على عيني لم يعم
لعمري ما ابد او قتل غير ذلك ثم قال ولم يصح
في المرفوع من هذا شي والله تعالى
اعلم.

ثابت ہوئی۔ حافظ سہادی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر
حضرت تضرع علیہ السلام سے یہ منقول ہے نہ فرمایا کہ
جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمد رسول
اللہ سمی کرے کہ مرجا بجیسی وقررة عني
محمد بن عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم)
پھر اپنے دونوں انگوٹھے پوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے
لٹکائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں
کبھی خراب ہوں گی اور ان کے دوسرے بھی ذکر کیا، پھر
کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملے
تعالیٰ اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصغیری العدوی اسی شرح کے حاشیہ میں، میں فرماتے ہیں،

(قوله ثم يقبل الخ) لم یسجد موصوہ التقبیل
من الامام میں لایہ نقل من التمسہ بعد
المفسر نور الہدی الخراسانی قال بعضہ
لقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول
اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابها لم
نفسه ومسح بالظفر من اجفان عينية
من الباقي ناحية الصبح ثم فعل ذلك عند
كل تشهد مرة مرة فسألت عن ذلك فقال
كنت افعله ثم تركته فمضت عيتي
فرايتہ صلى الله تعالى عليه وسلم ما ما
فقال لم تركت مسح عيني عند الاذان
ان اردت ان تبرأ عيناك فعد الى المسح

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چمے
اس میں اس کا ذکر نہیں آیا، مگر شیخ العالم المفتی
ذوالدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں
ان سے دور رہا اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے
اشہد ان محمد رسولہ اللہ سنا تو انہوں نے
اپنے دونوں انگوٹھے پومے اور ان دونوں کے ناخن
اپنی پٹوں پر ناک کی طرف کیے پھر انہوں نے ہر بار
ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں
سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا
پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب
ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا، تُو نے اذان کے وقت

فاسیقة ظفت و مسحت فحوت و لم یعاد و دف
 مرضیہا الی الان انتھی فہذا یدل علی ان
 الاولی التکریر و انھ ہر انہ حیث کان المسح
 بانظرفین ان التعمیل لہما و اللہ تعالیٰ
 اعلم۔

پس یہ عبارت دلائل کو رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگانے
 تو چوما بھی انھیں کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نگیز ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ سرکبہ میں
 ملتا ہے برخلاف ایس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر عاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) ان
 رہے ہیں پھر اُس عبارت کو بھی بدعت ٹھہرا ہے میں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔
 صاحب فتاویٰ اشرفیہ عمل مانع ہے کہ اپنے عاشیہ مذکورہ میں رقبہ مان کر دعویٰ کرتے ہیں والعوام یفعلونہ
 باعتبار الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے
 قلعی رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کوس لای اطلاع ثرتی درجہ ہو کہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلوٰۃ و
 السلام بھی بدعت اعلام علامہ باقی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۃ مومنین کے دلی
 خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوتی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریفین میں، غرض
 شرق میں ہوں یا عرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتبار الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے
 ہیں۔ ت) یہاں بعض اناس نے ستمگفتہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ بعد تر جواب باعزاب سے اس سزا
 بخشیں احکم اللہ تعالیٰ بجاہ خطہ و ینس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین والحمد
 للہ رب العالمین۔

مخار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بائغ و تنقیع بازرغ میں بائیس سال جوئے فقیر نے منید العین فی حکم تقصیل
 الالبہ مڈھ لکھی کہ بہتیس سال ہوئے بمبئی میں چمپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک
 نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ فرمائی ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو

ہدیہ حاضر کر دیا بعد ملا علی قاری نے گواہی فرمائی یہ رسالہ باذنِ تعالیٰ دوبارہ حدیث و فقہ منکرین کے خیالات باطلہ مائلہ کی نیک کنی و صغیرا شکنی کو بس سے ہذا اُن سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالت فتوائے مذکورہ کے متعلق اجمالاً گزارش و بالحد التوفیق۔

(۱) دعویٰ یہ کہ ادا ان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں درج مرفوعہ کی تخصیص کیوں ہوتی جہارات کتب میں مفہوم مخالفت بلا شبہ معتبر ہے، اسی شاملی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

فان مفاهیم لکبت حجة ولو مفہوم لقب
علی ما عسر بہ الاصولیون۔
جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول سنہ یحییٰ تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷
یفتی بہ عند السؤال ای لان مفاهیم لکبت
معتبرہ کیا نقد۔
سوال کے وقت اسی پر فتویٰ ہو گا کیونکہ جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گرچکا ہے۔ (ت)

در مختار بیان سنن و ضمیمہ ہر افغانی سے ہے۔
مفاهیم لکبت حجة بخلاف اکثر مفاهیم
النصوص کیہ
جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے اور خصوص کے اکثر مفاهیم معتبر نہیں ہوتے (ت)
احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل ما یرد فی هذا فلا یصح رفعہ البتہ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ ت)
لکھ کر فرمایا،

قلت واذ ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ
میں کتابوں جب اس کا مرفوع ہونا حدیث کبیر

۳۸/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الابارة الفاسدة	سلف رد المحتار
۱۱۹/۱	"	کتاب الطارة	سلف رد المحتار
۶۱/۱	مکتبائی دہلی	"	سلف رد المحتار

تعالیٰ عنہ دیکھی اھل بہ نقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عینکوبینتی وسنتہ الخلفاء الراشدین !
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا
 ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 ارشاد ہے : تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین
 کی سنت لازم ہے ! (ت)

(۲) صحیح ک نفی سے معتبر کی نفی جانتا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب جال میں ہزار ہگڑے لگایے جہاد و
 لایستجہ بہ (۲) معتبر ہے لیکن اس سے اسستدلال نہیں کیا جائے گا۔ ت اور فضائل اعمال میں احادیث
 معتبرہ بالاجماع کافی گہر صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت روایت فقہی بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبرہ مطلقاً منقہ تو اس سے روایت
 معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا زری غیر مقلدی کہ بہ ثبوت حدیث روایت فقہی معتبر نہ مانی۔

(۴) میں ہیں اس کی میں تہستانی و عادی صوفیہ و کنز الہیاء سے صراحت اس کا استنباب منقول اور
 لیسندہ جرم بلا تعقب نہ کر و مقبول تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اسی جہالت میں
 شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح غیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہی قصداً ہی کہ وہ سب دیکھ کر کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف انہی کے خواہم ہے
 کیا کتب فقہ میں ہزار سے کلاس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے
 روایت فقہی معتبر نہ ہوئی۔ ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج !

(۶) اقامت میں کوئی کوئی لمبائی روایت بھی موجود نہ ہے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے تہستانی
 سے نقل کیا کہ انھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں
 شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول در نقل مجہول محض نام مقبول، جلد دوم ص ۵۱۲

قول اسعراج و روایت فی موضعہ (۱) معزودا
 المع بسوط، لایکفی فی المنقل
 معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے (۲)
 (یعنی بسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

لجہا لستہ

نقل میں وہ نامکافی ہے۔ (ت)

وہاں جو واسطہ مجہول تا نقل امام قوام الدین کا کی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ یا واسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محمد المذہب امام محمد اور یہاں قسطنطینی طبر
 بیس تفاوت رہ از کیا ست ۳۰ بجایا
 (آثار افرق کساں وہ کہاں یہ)

جب وہ بدرجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی۔ مگر کیا کیجے کہ حقل
 عقل بازار میں نہیں رہتی

(۷) لم یوجد ذہایت نہیں پائی نہ تہ اور موجود نہیں میں جو فرق ہے عاقل پر محض نہیں، مگر عقل بھی ہو
 یہ ترغالی تالیفات کی نقل ہے کہ شہادت علی النقی سے زائد نہ ٹھہرے گی اگر الفا فافتر سے سے فتویٰ منقول ہو اور
 بدرجہ جہالت نام مقبول ہوا، انھیں علامہ رشیدی کا کلام مثنیٰ عقود المدیریہ جلد ۲ ص ۱۰۹

نقل از زلی علی الفتویٰ علی قولہما فی جوازا
 قال الشیخ قاسم فی تصبیحہ ما نقلہ الزلی
 شاذ مجہول القائل آہ۔
 و درجہ میں ہے،

علیہ الفتاویٰ شریعی و بعد معنیہ للمعنی
 لکن سر وہ الصلاۃ قاسم فی تصبیحہ بان
 ما فی المعنی شاذ مجہول القائل فلا یعول
 علیہ۔
 اس پر زلی اور بحر کا فتویٰ ہے انھوں نے معنی کی طرف
 غسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح
 میں بایں طور رد کیا کہ معنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے
 کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد
 نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطہ فقہار سنہ اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

لہ رد المحتار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفیٰ البابا بمصر ۳۳۹/۲
 لہ العقود الدینیۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الاہیاء الخ مطبوعہ تاجران کتب رگ بازار قندھار افغانستان ۱۳۶۶
 سنہ در مختار باب الاہیاء الفاسدۃ مطبوعہ معتبائی دہلی ۱۴۴/۲

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چرائی ہے شامی میں قسمستانی سے نقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملے اگر بغرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجہ ان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو فقہی روایت روایت فقہی ہیں۔ ہذا کا اشارہ بجانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) انہم بر علم تو غایت درجہ یہ قسمستانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قسمستانی کا ہاں معنی فقہا میں شمار کہ ان کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی ان کی وہ حالت جو خود بھی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ ۱

الغیستانی کجی ر ف سیل و حاطب لیل خصوصاً قسمستانی بھانے جانے والے سیلاب اور رست و استدادہ الی کتب السراحدی الصغریٰ ہے۔ کو ٹکڑی اکٹھی کر کے دانے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا

استناد راہی معتزلی کتب کی طرف۔ رت ۱

اور کشف الظنون حرف انون میں علامہ عصام اسمرانی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعا سے باطل کی گئی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا غلط شدید و تعصب غیبہ ہے کہ مستند اقامت میں قسمستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا مستند میں پیش کیا ہے۔ درجہ انہیں ایک نتیجہ نہیں بلکہ فقہ کا عام ٹھہرا دیا جائے اور یہی ہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قسمستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استعجاب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے بغرض بڑی امام اپنی ہر اسے نفس ہے وہیں۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت وہی اصل ہے یعنی بدعت وہی اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراط مستقیم فرمائیں مگر ان کا قول مردود اور بدعت مذموم ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع اُمت کا رد اور غیر سبیل امونین کا اتہایہ ہے۔ جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم و سادات عصیٰ کی وحید مذکور ہے۔ احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان قلعی میر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلماتیں دور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اس میں صرف تعدیصم (صحیح نہیں۔ ست) کہا اور وہ بھی قطعاً احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے ہیں بھی لغوی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

ضعیف تہذیب کے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال و حرام میں بھی تحت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالفت اجماع مردود و مخذول، اربعین امام، بوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے، قد تھق العلماء علی جواز العمل بالاحادیث
الضعیف فی فضائل الاعمال
میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے۔

(۱۴) اجماع اُمت کا خلاف نہ ہوں و شواہد متا صبیبت یہ ہے کہ جمہور و بابہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت یا حدیث مرفوعہ نے صحت بتائی، طاعن قاری کی جہارت گری تو قرین شکی میں اصل متفق ہوئی پھر بدعت ہے اصل کہنا اصول و ہدایت پر بھی پھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہاں حدیث مجتہد سنت تراخت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بڑی طرت کہ ان کی سنت اُن کی بدعت، ان کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ قائل کہ بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال پدراہ بتائیں پھر یہ کیا نہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سنت گمراہ سے دین جوئے کفی اللہ المؤمنین القتالی (طرائف میں مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ات اسکا فصل بیان حذیر العین افادہ ۳۰ میں لحاظ رکھیں کہ روایت تصنیف گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترفیب و ثواب ان میں نہ ہو سکتا، مستند احمدی حدیث میں بروایت صدیق کبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حدث
علیہ شفاعتی
جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

جامع الرموز و کنز العباد و غیر ہما میں ہے،
فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول قد عد
لہ الی الجنة
جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے جتنے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کہی اندھانہ ہو گا نہ اُس کی آنکھیں دکھیں، یہ کیا فضیلت و

۶ ص	مطبوعہ امیر دولت قطر	قبیل حدیث اول	۱۰۲۱	۱۲۵/۱
۳۸ ص	دارالکتب العلمیہ بیروت	حرف الیم حدیث	باب الاذان	
	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران			

ترغیب نہیں بہر حال یہ حدیث فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب پر اپنی قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے۔ ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضمانت کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود اجماع و حدیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثہ غلط کلام قاری میں گزری۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَقْتَدُوا بِالْأَنْبِيَاءِ مِنْ لَدُنِّي الْبُكَرُ وَالْأَخْسَرُ
انہ دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے
ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

درواہ احمد و الترمذی و حسنہ و ابن حبانہ و
الروایاتی والحاکم و صحیحہ و ابن حبانہ نے
صحیحہ عن حذیفۃ و الترمذی و الحاکم
عن ابن مسعود و ابن عدی عن انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے من کہا،
ابن ماجہ، رویاتی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح
قرار دیا، ابی حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی اور حاکم نے
عزت بن سعد سے اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابی سب نے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)
بلکہ تقلید عام سے یہاں سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و حاکم و ابی حبانہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید
بلکہ منصب تشریع جدید سے کہا جینا ہی کہ کتاب فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے
ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہر حال اس عمل کی دلیل چار قرون عشرہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸
میں لکھتے ہیں:

"جس کے چاروں دلیل قرون عشرہ میں ہو وہ سب سنت ہے اور"

توروشن ہو اگر جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک ازانی میں تمام ائمہ اس سنسن کر اٹھو گئے تو مناسبت ہے در حدیث
سے ثابت کر منکر سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لے براین قاطعہ علی غلام الانوار الساطعہ مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ مطبوعہ بلاسا واقع دسمبر ۹۶
لے جامع الترمذی مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۰۰۶/۲
لے براین قاطعہ علی غلام الانوار الساطعہ قرون عشرہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ بلاسا واقع دسمبر ۲۸

سنة لعنهم الله وكل من يجاب (۱) اني قوله.
 و يهدى لستى رواه الترمذى عن ام المؤمنين
 والعاقر عها وعن علي والطبراني بلفظ سبعة
 لعنهم وسجد من يجاب عن عمرو بن شعوان
 رضى الله تعالى عنهم بسند حسن -
 لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ یہ حضرت عمرو بن سوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مروی ہے۔ (۱) است
 اب صاحب فتاویٰ الشریعہ اپنا حکم کٹوا ہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی
 حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے تہائی سے بحوالہ مجہول قسمستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس
 یہ نتیجہ گرفتہ نے اس کا ہا سکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام حنفی علی الاطلاق نے فتح القدیر
 ص ۴۱ میں فرمایا

عدم لنقل لا ينفي الوجود عدم نقل ۱۰۶۰ کے منافی نہیں ت۔

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرائے کار و خود اسی شامی میں جا بجا موجود ۱۰۱۰ انجملہ جلد اول ص ۴۰ میں بعد
 ذکر احادیث فرمایا

قال القائل هذه الاحاديث من قواعد
 الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الخير
 كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم
 القيمة
 یعنی ملائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے
 قواعد سے ہیں ان سے یہ قاعدہ ثابت ہو کر جو
 شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک
 جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب
 اس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت دوسرے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ فتح القدر المعین جلد ۳ ص ۴۰۲

۳۶/۱	المستدرک کتاب الایمان ستة لعنهم الله داد الفكر بيروت
۴۲/۱۷	المعجم الكبير ترجمہ عمرو بن شعوان حدیث نمبر ۸۹ المكتبة العیسیة بیروت
۲۰/۱	کتاب الطہارت • فوریہ رضویہ سکھر
۴۳/۱	مطلبہ بکوز تعلیم الفضول الخ مطبوعہ مصطفیٰ اہلبی مصر

لا اھد لھا لا یقتضی الکراہۃ ولذا قبل
فی الدرما قبل انھا بدعة ای مباحۃ حسنۃ

یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ مراد لازم نہیں آتا،

اسی لیے دور مختار میں فرمایا کہ اسے حدیث کا گواہی کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا ہوا پر اچھی بات ہے (د)۔
(۱۹) فرض کر دے کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہاء کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و تحقیق کہ ہمارے رسائل زد و پاہیر میں ہے اس کی منونت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی جہالت خلاف سے مشبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب برائیں ص ۳۷ میں فرماتے ہیں،

”اس کی کراہت مختلف فیہ برنی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے۔“

یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقتدی بلکہ یہ ہوائے نفس اتباع خاص حلال کر دینے کی داو دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو ہر جہت سے اوسے بلا ضرورت مطلقاً جائز ہے گا اور منکر کو قول خلاف سے منہ دے اہم کی فکر ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقہاء جائز ہیں جہاں سنی صاحب کے دعوے میں دلت و قامت ہی تقبیل نہ کر سکتی اور قضاوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بکلم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سراسر استثنیات کے، بلکہ بکلم میں ہے،

”یروى انه لا تكراه الاقامة ايضا لانها احدى
الاذنين“

اور عند التحقيق تتبع مناظر اختلافات خصوص کرے گی تو اس کی دلیل جواز بھی تحقیق برنی اور سنت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیے اسٹر فعل کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تفصیل اذان خود موجود ہے سہا بن گنگوہی ص ۸ میں ہے۔

”جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہر خواہ وہ جزئیہ وجود خارجی اُن قرون میں برائیا نہ ہوا اور خواہ اسکی

لے فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۲/۲
لے براہین قاطعہ علی عظام الانوار المساطعہ تحقیق مساجرة تسلیم القرآن مطبوعہ بلا ساد واقع ڈھورہ ص ۱۳۷
لے الباریۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۷۲/۱

جس کا وجود خارج میں جو ایسا یا نہ ہو وہ سب سخت ہے۔

یہ اس پارسطی تحریر پر تین عشرتوں کا حلقہ (یہ مکمل بیس واکل ہیں۔ ت) وہ بھی بنیادیت انحصار، اب ڈیڑھ سطر نہیں کی طرف چلے و باللہ التوفیق۔

(۲۱) ملاحظہ فرمائیے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی کہ مال حیوان کا مطلب یہ مگر اگر اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف اسناد ہے، کیا علمائے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ مرفوع ہے انہیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ ہر وجہ طار پر افسر ہے علمائے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس سے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا نہ اذہ تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنوں نہیں تو شاید یہ کاری ڈھائی بہ مکاری نہیں تو سخت جنوں و بہ عقل ہے۔

(۲۲) بغرض باطل ہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام اہل ائمہ گنگر ہی صاحب ایمان لاپکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور ائمہ جبر کا دھرم قرون کی تہیت پھر حدیث موقوف و ضعیف مروجہ مان کر ہمت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رہے سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیاء ایمان متکرم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سب سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھے:

رضیعت باللہ ربنا و بالاسلام دینا و بمحمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبینا

میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور

خوش ہوں۔ (ت)

سے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں مروجہ ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ بلا سا واقعہ و حور
۲۸ ص
۳۸ ص

۱۰۲۱ حرف الیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان

حدیث: خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہ:

مرحبا بجبینی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اسے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی
محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے
اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیث: سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے:

چرتقی روایت میں ہے یوں کہ:

صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قسرة
عینی بلدی یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع
والبصر۔
اسے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
صلوٰۃ (رحمت) ہو، یا رسول اللہ! آپ میری
آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اسے اللہ! میری سماعت
بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔

چنے میں ہے یوں کہ:

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا
حبیب قلبی ویا نور بصیری ویا قرۃ عینی
اسے میری یا سیدی یا رسول اللہ! اسے میرے دل کے حبیب!
اسے میری آنکھوں کے نور و سرور! اور اے میری
آنکھوں کی ٹھنڈک! آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہ:

اللہم احفظ حدیثی ونورہ ببركة حدیثی
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلو ونورہما۔
اسے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں
منور فرما، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت
آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے۔ (ت)

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔ اللہ عز و جل سے دعا

۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۲
۱۰۶۱	باب الاذای	مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاسم کس ایران	۱۲۵/۱
۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۲
۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۵

کچھ طاقت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاقت ہے اور دعا مغیرہ عبادت ہے اور دود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہ نہ مانتے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الہی و دود و دعا سب طاقت سے خارج ہو کر رہ کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عبادت کی کوئی حد ہے، صد ہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لا حول و غیرہ اذکار جلیلہ پر منافع جو نیر و دنیا ویر ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق پر سماج ستہ و ترغیب و ترہیب امام شافعی و جوامع امام حنبلی سیوطی و حسن حصین امام جزری وغیرہ کتب حدیث مطالعہ کرنے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمہ اور خود قرآن عظیم سب منتر ہی جنہیں طاقت سے کچھ علاقہ نہیں خود پابند من الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالم بہت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی کمفخت دنیوی تو دنیوی، اخروی بھی مفسود نہ رکھیں یہ فالصالح منہیہ منہیہ میں جن کی زندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وہل ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاہدوا فیہا لنفہم سیئنا
جو جاری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (مت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اجمارے مگر نفع خانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش سے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشتہی من المؤمنین انفسہم و
عوالمہم بانہم لجنۃ
اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عرض فرید لیا ہے دت

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید و لامان زیادہ موید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفر و رکعتہ کان غفار یوسل السماء
میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زور بارش بھیجے گا۔

اور فرمایا:

قوله الذين آمنوا هدي وشفاعة

فرما دیکھئے یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفاعت ہے (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغزوا و صوموا تصوموا و ساءروا تستغفروا
لی حدیث حجتوا تستغفرواجہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے
اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔روى لاؤل انظر إلى في الاوسط يستند به جرح عن
ابن هريرة رضى الله تعالى عنه و لا يخرج عبد الرزاق
عن صفوان بن سليم موصلا و وصله في مسند
الفردوس.پہلی کو طہرائی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے دوسری کو عبد الرزاق نے
صفوان بن سلیم سے مرسل روایت کیا۔ اور مسند الفردوس
میں یہ متفقہ مروی ہے (ت)چوتھے وہ پست طہرت دون بہت کہ امید نفع پر بھی نہ کر کسی جب تک تازیہ نہ کا ڈرنے دلائل قرآنی و حدیث میں
مذہب تار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:ومن يمش على ذكر الرحمن نقض له شيطان فهو
له قرين و انهم ليصد بهم عن سبيل و يحسدون
انهم مهتدون و حق اذا جاءنا قال يئس جنتي
و يئس بعد المشرقين فبئس القرين و لن يهلككم
اليوم اظلمتم فكم في العذاب مشتركونجیسے رتو نہ آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان
متقیں کر دیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک
وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ جگتے ہیں کہ وہ
راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا
اپنے شیطان سے کہہ گا اے کسی طرح مجھ میں تجھ میں
پورب پچم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ جوتا تو کیا ہی بڑا ساتھی ہے۔ اور ہرگز تمہارا ہی (حسرت) سے بھلا نہ ہو گا
آج جبکہ (دنیا میں) تم نے غم کیا تو سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لعين مع الله خضب عليه رواه ابن ابى شيبة

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اس پر رنگ لے

سہ القرآن ۲۲/۲۱

سہ المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰

۱۴۴/۹ مکتبۃ العارفین ریاض سعودیہ

سہ المصنف عبد الرزاق باب فضل الحج

۱۱/۵ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت

سہ القرآن ۲۳/۲۶ تا ۲۷

سہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۷) فی فضل الامار حدیث ۹۲۱۶ مطبوعۃ دارۃ القرآن کراچی ۲۰۰/۱۰

فی المصنف من ابی ہريرة و بلفظ من لم یسأل
الله یغضب علیہم احمد والبخاری و
الادب المفرد والترمذی وابن ماجہ و
البزار وابن حبان و الحاکم وصحیحہ و
المعجم ص ۱۰۰ و فی اللہ تعالیٰ عنہ فی الواعظ
بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قال قال اللہ تعالیٰ من لا یدعونی انصیب
علیہ السلام صلی وسلم وبارک علیہ وسلم
اللہ و صحبہ وابنہ و حوزہ ابد امین .

ناراض تھا ہے اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے
میراثہ کے دو کئے اضافہ میں : وہ شخص جو اللہ تعالیٰ
سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا ہے
اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی
بنی ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت
کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور معجم
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہی الفاظ
میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، جو شخص مجھ سے دعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمت کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے و دیگر وہ سب پر آمین (ت)
صاحب منہیہ اللہ عزہ جل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صوفی قسم اولیٰ میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و
قرآن کے تمام اذکار جنت و نار زینت، تزیین کو غور و محال کہتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور
کرنے میں جنت میں لا ڈالا۔ وسیع علم الذین ظلموا ای مققلب ینقلبون (منقریب جہاں میں گئے ظالم کہ کس کو کس پر
پٹا کھائی گئے۔ ت)

(۲۶) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عقائد طاعت کرتے ہیں اور اللہ
مسلمانوں کے عوام آپ جیسے غوام سے قتل و قہم و فضل و علم میں بدرجہا نادم ہیں وہ اپنے رب عز وجل کے ذکر و دعا اور
اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانتے تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفیٰ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حال کھنڈ باطل کرنے کے تصور اتدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح قویہوں کو بدلتے ہیں وہ
بد چشم کا محل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیف یا ابن سینا کی سلائی لگا تا ہے
اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسم الہی نور و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ رہی نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جائیں تو کس و ابن سینا پر مجرب اور کہاں کلام اللہ خود پڑی دشمنی و اس کے الہیہ سے توسل و التجانیہ ضرورت طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے۔ لیکن السجدیۃ لا یعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے۔۔۔) بات یہ ہے کہ وحیدوں یا جہانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں خواہوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں بل و علا و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان وحیدوں سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر یہ تو قلب موعود و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کہے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو مگر عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، تو رتبہ تقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کو ان جو بہشت کی طبع یا دوزخ کے دُور سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا کتنی عبادت نہ جوتا، بلکہ اس سے مراد صرف اُچھا رہنا ہے کہ اس طبع و نعت کے لحاظ سے عمل و جہد اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جس فی خواہ روحانی و دنیوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود یا الغرض بڑھتیے جگ میں تجارت جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت انما میں کسرت، بھلا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حرام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہو اگر اپنے رہنے جل و علا اپنے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت و تعظیم پسہ دیتے ہیں اور یہ سب تو طاعت و امر اشریت ہے جس کی بکرت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جہانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ بھولیں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر غائب و خاسر احمق و فاجر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھرتی کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو تراشتر بتائے نسوا اللہ فانسہم انفسہم (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔۔۔)

(۲۸) غنیمت ہے کہ وہ کا منتر مان کر منتر کے منجھٹے محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اترا اور یہ عمل مباح مٹا اور نہ عدم و رد پر بدعت و بدعت اصل بونے کے جو محض آپ حضرات کے یہاں ہیں، اُن کا مصدق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ احتیاط و طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اور گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں جو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیکہ لگے اور طاعت کے طاعت احتیاط و ذکر نے کو بدعت بتا کر انھیں بدعت بدعت ہیب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی الملوق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی کر

ما علی مثلہ بعد الخطا ۱۰

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم ملے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بھی شامل فرض جس طرح اسکان عام شامل و جب سے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت کہنا گمراہی و بدعت ہو، ۵۰ ہجرت مہانت یعنی مساوی الطرفین نظر اسکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ نمود نہ مضموم، آپ نے اسے رد چشم کا متر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اسی صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں،

جس کے جواز کی دلیل قرآن عشرہ میں ہو خواہ وہ جو یہ لہو و خاری اُن قرون میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل میں قرآن وہ ان قرون میں ہو جو دھرمی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالت ہے،

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اس کے جواز کی دلیل قرآن عشرہ میں ہو گی یا نہیں، تیسری شق نا لکھی ہے کہ یہ حصر عقل و انزین النعم و طہات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلمہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ یہ وہ کون سا بارک دونوں سے خارج ہو کر نہ مباح ہو جگر نہ ایک مباح کہ کردہ تفریحی و خلالت اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازیانہ جو ہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ اس قصہ کا خوب غور کرنا اور اس سے اس کا حاصل ہوا ہے اس جہر کہ اس کتاب میں ضرور رکعت ہوں، کیا نفیس جو ہر ہے کہ اور تو شریعت محمدیہ علی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ کے آدھے احکام اڑ گئے اور آدمی و ہایت اپنا جو ہر کر گئی جس کا بیان میر العین اعادۃ ذکر میں ہے میر العین سے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی غیب نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم کا کاہن و یکتا علی اللہ تعالیٰ عیدہ سلم صحیح سریش صحیح بخاری شریعت میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون حیث (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ مت۔

۳۰۶) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل ترک شرما و فرائض مساوی اسے فی نفسہ مائزہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اسے بدعت کر دینا ہے تو منہرہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام خواہ فی نفسہ اس کو مامور ہو یا مطلوب من جہہ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا حسد جاگزا اسے اہل منیہ جو جو ہر سے سائل فاصل سلسلہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد مباح کو بدعت قربت کرنا سے بدعت کر دینا ہے تو شریعت مجددہ پر محض قرآن ہے بلکہ مباح کو بدعت قربت کرنا اسے قربت کر دینا ہے

منہ براہیں قاعدہ علی کلوم انوار اس طہ قرون عشرہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ سیدہ اساد قیہ دھرم ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

اور ہر قربت طاعت سے تر اس میں اعتماد طاعت ضروری اور اس سے عدت بتانا جمل مطلق، اشیاء و الخافرو
رد المحتار میں ہے۔

اما البیاعات فتختلف صفتها باعتبار قصدت
کامیہ فاد قصد به التقوی علی الطاعات او
التوصل لیہا کالتعبادۃ
بقربت میں ہے۔

کواقریة طاعة ولا تنعکس (ہر قربت طاعت سے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)
یہ سس ڈیڑھ سطر میں پر تھلک حشرہ کاملہ (دکس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعا ہے کہ دین سے بدتر کوئی شے ذیل نہیں و دوبارہ اذان تو
امادیت وارد اور اس کا استنباب کتب فقہ میں مصرع تو انکار نہیں مگر جمل میں اور دوبارہ اقامت اگر ورود نہیں کہیں
منع بھی نہیں اور ہے منع شرعی منع کرنا ظلم میں ادنیٰ وجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے
پھر یہ دلیل شرعی ادعا ہے منع شریعت پر افتراء و تصحیح ہے۔ رد المحتار جلد ۱ ص ۶۸۲

لا یدلزم منه انیکون منکر وہا لا سیس حب ص
لان الکراہة حکم شرعی فلا بد له من دلیل
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ منکر وہ ہو مگر کسی غنی خاص
کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل
کا ہونا ضروری ہے (ت)

البحر الرانی جلد ۲ ص ۱۰۶

لا یدلزم من ترك المستحب ثبوت الکراہة
ادلا بد لہا من دلیل خاص
ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے
خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

و ما یبہد کی جماعت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ ہائیں اس
اور میں اٹنی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء الخ۔ رد المحتار جلد ۵ ص ۴۵۵

لیس الاحتیاط فی الاداء علی اللہ تعالیٰ بآیات
سہ الاستیاء و نظائر القام الاولی من الفن الاول
احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر افتراء میں حرمت و
ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۳۲/۱

سہ شرح غزالیون بصائر مع الاشیاء
سہ رد المحتار مطلب بیان السنۃ و المستحب الخ
مطلبہ مصطفیٰ ابائی مصر ۳۸۳/۱

سہ البحر الرانی باب العیدین
مطلبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۳/۲

الحرمة او انكر اهية الذين لا بد لهم من دليل
بل في القول بالا باحة التوقيف الاصل

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری

ہے البتہ اباہت کا قول کرنے میں، عتیقہ کرتے ہیں
ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے ٹوٹنا آنکھوں سے لگانا عرفاد میں تعظیم و محبت ہے اور امورِ ادب میں

قطعاً عرفت کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں،
فی حال علی المعهود حال قصد التعظیم۔
تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرفت پر محمول
کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً نامور ہے۔
قال اللہ تعالیٰ لم یصووا بالله ورسوله ولا یسجدوا
ووقسروہ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے، تم اللہ تعالیٰ و اس
کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر
بجلاؤ۔ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا مستحکم کسی خاصہ سے من شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیاد است
امام عالی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۹۷، ۳ میں ہے،

ان المطلق یجری علی احلاقہ الا اذا قام دلیل
لتقییدہ، او دلالة فاحفظہ فانه علیہ فوری۔
مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت
میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحت یا دلالت دلیل قائم ہو
پہلی طرح محفوظ کر لے کیونکہ یہ فقیہ کے لیے ضروری

قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیاء کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے
برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا امور پر مقتضہ سبے گی
باقی اسی اصل حکم پر شرک و بدعت مہرام ٹھہرے گی غنڈ جہاں وارد ہوتی نہ کا دھڑا سر پر، قہر و لیش بجان درویش

۳۲۶/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	کتاب الاشریۃ	۱ رد المحتار
۲۴۹/۱	فوریر رضویہ سکھر	باب صفۃ الصلوۃ	۲ فتح القدر
			۳ القرآن ۹/۲۸
۲۵۲/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	فصل فی البیع من کتاب الخمر	۴ رد المحتار

مانی پڑی وہ بھی فقط ظاہر اُنہ دل سے جیسے التّحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُتارنا نہ دیکھنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اس پر زور نہ دیکھ سے پکارتا رکھ دیا خیر قرآن التّحیات کے لفظ تو پروردگار کو مگر انشاء سے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفة سخیل دہلوی صریح مستقیم میں حکم نگاہ ہے ہیں کہ :

صرف محبت و نماز بسوئے شیخ و امثال آئی از معظین
گوشہ رسالت بآبِ شبنم بچیدیں مرتبہ بدترست
از دستغریق در خیال گاؤں فرخانی آخر الکلمۃ الموعودۃ
لنن اللہ قائلہا و قائلہا۔

تھار میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ
حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ
صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانا
سے کئی درجے بدتر ہے " آخر کلام طعن تک نہ تھا
اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے
فوری رکھے ۔ (ت)

وہذا وہاں یہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں اسلام حلیف ایہ النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا
رادہ کر کے قصہ معنی نہ کر کے تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یا رسول اللہ کنہ شریک ہے مگر بعد اللہ تعالیٰ سے مسئلہ فوں
کے بیان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں یہاں کی ہے اور علی الاطلاق مطلوب شریعہ ،
توجہ کہ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لیے بکالائے خواہ وہ بعینہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز
و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہ آئی ہو جہت مکہ اُس
خاص میں کوئی عرج شرعی نہ ہو۔ وہ سب اس اطلاق ارشاد الہی و تعظیہ و تکریمہ میں داخل اور اتمال حکم الہی
کا فضل جلیل سے شامل ہے و لہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین میں ملا
و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ داخل رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے ، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و مشک
متوسط و فتاویٰ علیگیریہ وغیرہ میں ہے ،

کل ما کان ادخل فی لادب و لاجلال کام
حسنہ۔
جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ
اچھا ہے ۔ (ت)

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں :

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحمیم
 انواع التعظیم التي ليس فيها مشاركة الله
 تعالیٰ فی الالهیة امر مستحسن عند من
 نور الله ابصارهم۔
 وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و
 صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان
 میں ہرگز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ دلت
 تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ مانفت نہیں اور اسے شرعاً ناجائز مذکے کا ٹکڑہ کہ شرع
 پر افتر اکرتا یا نام و آرام سید الانام علیہ افضل الصلوة و السلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید
 و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مراسم لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت
 حضرت رسالت علیہ افضل الصلوة و الیہ جو جہاں کہ بعض عجمان سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ
 تعالیٰ علم و علوہ جل مجدہ اتم و اکمل۔

ایذان الاجر فی اذان القبر^{۱۳} (دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینہ التوجہ ۱۔

فتویٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی جمع الاذان علیہ الایمان وسبب الامان وسکينة البختان و مسعادة الاحزان و تضرع الرحمن و الصلاة والسلام الایمان الاکملان علی من دفع الله ذکرة و اعظم قدره فی ذکره دان محفل	تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ ایمان، دلوں کا سکون، قلوب کا ازلالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کا ملہ تمامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ سنہ پلندہ کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطیہ اور ذان کو
--	---

خطبة واذن وعلیٰ آله وصحبه الذاکرین ایسا
مع ذکر مولا فی الحیوة والموت والوجدان
والنفوت وکل حیث وأن و اشهد ان لا اله الا الله
المحان المنان وان محمد اعبد ورسوله صید
الانس والجان صلی الله تعالیٰ علیہ وعلىٰ آله
وصحبه المرغبین لیدیہ ما اذن اذن الموت
اذن قال تعقیر عبد المصطفیٰ احمد سر حسا
المصطفیٰ الشفیٰ الحقی القادسی البکائی السرموکی
سقاء المجیب من کاس الجیب عذابا فسرانا
وجعله من الذی هم اهل الايمان والصلاح
والاذن آخیا، وامواتا آمین الله الحق آمین.

زیست بخشی اور آپ کی آل و اصحاب پر جو موت و حیات
و جہان و فوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کویم کے ذکر کے
ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ تعالیٰ و متان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انہیں جن
کے مزار نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سکون گزیدہ
بند سوار رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صوبہ
کرام پر جو کہ پیغمبر ہیں سب اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں پورے
جست تک کالہ اذان کی آواز سنتے رہیں، خیر
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی شفیٰ قادی بکائی بریلوی
و عازتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے حوض کوثر
سے سیراب کرے اور لستان نور میں جس کو گزیدہ موت و حیات
میں ایمان، نماز اور اذان دے دے ہیں آمین اللہ تعالیٰ آمین.

الجواب

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارنے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی و علامہ غیر ائمہ و
الذین علیٰ استاذ صاحب درخت طہر رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا یہ قول نقل کیا،
اما المکی ففی فتاواه و فی شروح العباب و عارض
واما المروسی ففی حاشیة البحر الموانع و
مرض۔
اور اسے گزور کہا۔ (ت)

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر
سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قانون جواز کے لیے اسی قدر کافی جود علی ممانعت ہو و لکن شرعیہ
سے اپنا دعویٰ ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں اگر فقیر فقر اللہ تعالیٰ لہ بدل لکیر اس کی اصل شرع مطہر سے
نکال سکتا ہے بغیر بقانون منظرہ اسانید سوال قصور کیجئے خاتول و بالله التوفیق و بہ الوصول الی
ذری التحقیق۔

دلیل اول وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جائے اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان جہم ذکر اللہ نہ ہو جل

حدیث اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں بھی غفل انداز ہو کر اذکارِ باریک میں بے کاتاہی و الحیاض بوجہ التعزیز، التکریر و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفین ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں :

اذا سئل امیت من رآی لہ الشیطان فی صورت
فی شیری فی نفسہ ای انار بک فلہذا اورہ سوال
التبیت لہ حین یسئل۔
یعنی جب مُروے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟
شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے
یہی میں تیرا رب ہوں اس لیے حکم آیا کہ قیمت کے لیے
جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (د)

امام ترمذی فرماتے ہیں :

ورویہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم عند ذن المیت اللہم اخرہ من
الشیطان فلوریکن للشیطان هناك سئل
مادعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدب
یسو وہ حدیثیں جو اس کی توثیق میں ہیں وار دکر حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرما
الہی ! سے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ
دغل رہتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا
کیوں فرماتے۔ (د)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
اذ اذن المؤمن اذبرا الشیطان ولہ حصا صریح
جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیڑھ پھیر کر گزند ازاں
بھاگتا ہے۔ (د)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب
شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا أخرجه الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد
لے نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والی ثمان مطبوعہ دار حدیث ص ۳۲۳

فوت، یہ دونوں عبارتیں الخضر نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر و تبدل ہے، پہلی عبارت
درست کر دی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے : فلوریکن للشیطان هناك سبیل ما کان لیدعو لہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یدب من الشیطان۔

لے و سہ الصحیح مسلم باب فضل الاذان و ہرب الشیطان عنہ سماعہ
ش مجسم و سہ حدیث نمبر ۴۲۳۲ مکتبہ المعارف الریاضی ۲۱/۸

الطبرانی فی الأوسط معاجیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے
المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)، ہم نے اپنے رسالہ فہیم الصبا فی
ان الکلام فی حوالہ النویا (صبح کی خوشگوار ہوا اس بار سے ہیں کہ اذان سے ویا دور ہو جاتی ہے۔ ت) میں اس
مطلب پر بہت اعداد و ثبوت نقل کیں، اور بہت ثابت ہو گیا کہ وہ وقت یہ ذابا اللہ دخلت شیطان لعین کا ہے اور
ارشاد نبوی اکبر شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں علم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے
مستفید بلکہ میں ارشاد و ثبوت کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عذر اندوز اعانت ہوئی جس کی خویشوں سے قرآن حدیث
مال مال۔

دلیل دوم امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔
قال لما دفن سعد بن معاذ (نوافی روایۃ) یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے
وسوی علیہ سبحة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر
وسلم و سبحة الناس معہ طویلا ثم کسبر و تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام
کبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ سبحت (نوافی) بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر
فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر
هذا الرجل الصالح قبره حتی طرح اللہ تعالیٰ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور اول یسبح پھر تکبیر
عنہ علیہ کیوں فرماتے رہے، ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر
اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)

علا مرتبہ شرع مشکوۃ میں فرماتے ہیں،
ی مار لک اکبر و تکبیر و اسب و تسبیحون
حق فرحہ اللہ اہ
یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر
سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
نے اُس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ (ت)

اقول اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسمانی کے لیے
بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی نکر مبارکہ اذان میں چھ بار سے تو عین سنت نبویؐ، غایت یہ

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زادہ ہیں سو ان کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مستنون کے خلاف بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی آثار نے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نہیں ہے جو دربارہ تبلیغ اہل صحابہ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمرو بن عبد اللہ بن عمرو حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کو ملحوظ ہوا اور ہمارے اللہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا یسنی ان یخل بشئ من هذه الکلمات لانه
هو المنقول فلا ینقص عنه ولو مراد فیہما جاز
لان المقصود ان یظهر العبودیة فلا
یمنع من ارادة علیه احد مخلصا۔

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ بھی نبی صلی اللہ علیہ
و سلم سے منقول ہیں تو ان سے گھٹائے نہیں اور اگر
بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی
بندگی کا ہی برکنا ہے تو اہل کلمہ زیادہ کرنے سے مانعت
نہیں احد مخلصا (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اپنے رسالہ صفائح الاحبیب فی کون الصحافہ بکفی الیہدیں وغیرہ رسائل میں اس مطلب
کی قدر سے تفصیل کی۔

دلیل سوم بالاتفاق سنت اور حدیث سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حاجت نزع میں
کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ آئینہ نریا و بر حدیث تو ان میں ہے سورۃ ن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بقوا موتا کلمہ لا الہ الا اللہ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و نسائی و ابن ماجہ
النسائی و بن ماجہ عن ابی سعید الخدری
و بن ماجہ کہ مسلم عن ابی هریرة و کانسائی عن
ام المؤمنین عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا (ت)

اب جو نزع میں ہے وہ مجاز امر وہ ہے اور اسکے اسلام سکھانے کی حاجت کہ بول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک
کلمہ پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتہً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے
کی حاجت کہ چونکہ اللہ تعالیٰ جو اہل دیار جو جائے اور شیطان بیہوش کے یہ سکھانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب تکبیر ہی جاتے ہیں اسی کے سوال میں ہیں من ربک
تیرا رب کون ہے؟ ما دینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی هذا الرجل؟ تو اس مرد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا
جواب سکھائیں گے اسی کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان
محمد رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا
اور حق علی الصلوة ہی علی الصلوة جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز کن دستور
ہے کہ الصلوة تعداد الہیہ ہے تو بعد دفن اذان پر یہاں میں ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
صحیحہ میں تواتر مذکور فرمایا، اب یہ کلام سماع مرقی و تھتیس اموات کی طرف منسوب ہوگا فقیر غفر اللہ تعالیٰ خاص اس مسئلہ میں
کتاب مبسوط مسیحیہ بحیۃ السموات فی بیان سماع الاموات تحریر کر چکا جس میں پچھتر حدیثوں اور پونسے چار سو اقوال
اندر دینی دہلے کے کا ملین وغیرہ بزرگانہ منکبری سے ثابت کیا کہ مردوں کا شننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر
اہل سنت و جماعت کا اجماع قائم ہے اس کا نہکار کر کے گامزن بنی مابلی یا معاذہ من اللہ اسی کی چند فصول میں بحث ملحق
بھی صاف کر دی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دلیل چہارم: بریل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں،

اطفوا الحریق بالتکبیر (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

ابن ہدی حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابن السنی و ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمر بن حاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اذا رأیتہم الحریق فکبروا فانہ یطفئ النار کبیراً جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو
وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

۲۵ ص	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	۱۷ مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من اثبات عذاب القبر
۲۸۴/۷	مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت	۱۸ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال کتاب الصلوة
۲۵۹/۹	مکتبۃ المعارف ریاض	۱۹ صحیح نمبر ۸۵۶۲
۱۲۶۹/۴	مکتبۃ اثیریہ ساکنہ دہلی	۲۰ الکامل فی الصغار الزیالی از محمد عبد اللہ بن لہیعہ

علامہ مناوی تفسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

فكبروا اي قولوا الله اكبر الله اكبر وكبره كثيرا.

ماتق بار بار کہو۔ (ت)

مرفنا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس

دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں،

التكبير على هذا لاطفاء الغضب الا لیس

ولهذا ورد استجاب التكبير عند ذویة

المحرق

اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الہی کے بجائے

کو ہے و لہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر

مستحب ٹھہری۔

وسيلة النجاة من حيرة الفتنة منقول،

عکلت و تکبیر آیت بر اہل تورستان کہ رسول علیہ

السلام فرمودہ است اذا رايتم المحرق فکبروا

چون آتش در ہائے افتد و از دست شما رنبد یا کہ

بشایہ تکبیر گوئید کہ آتش برکت آن تکبیر فرود نشیند

چون مذاب قبر آتش ست و دست شما بای زیرسد

تکبیر میاید گفت ہر گمان از آتش و دوزخ خلاص یابید

اہل قبرستان پر تکبیر کہنے میں عکلت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا ہے "اذا رايتم المحرق فکبروا" یعنی

جب تو کسی مرد آگ بخور رہی ہوئی دیکھو اور تم اسے بجائے

کی طاقت در رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت

سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے کہ چونکہ مذاب قبر بھی آگ کے

ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجائے کی

طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت

ہوئے دہلے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے اگر اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا، انے

سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل چہم ابن ماجہ و بیہقی سید بن مستنب سے راوی،

قال حضرت ابن عمر فی جنازة فلما وضعها ف

یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

سلف التفسیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱۰۰/۱

سلف مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح فصل الثامن من باب اثبات مذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

سلف وسیلة النجاة

اللحد قال بسم الله وفي سبيل الله فلما اخذ
في تسوية اللحد قال اللهم اجوها من الشيطان
ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا المختصر
ما تحه ايك جنازه مي حاضر بنوا حضرت عبداللہ رضی اللہ
تعالی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ و
فی جیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الہی ! اسے
شیدھان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے۔ پھر
فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بستانہ جیدہ ترمذی بن مویثی سے روایت کرتے ہیں :
كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان
يقولوا اللهم اعذه من الشيطان الرجيم
يعني صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ
جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الہی ! اسے
شیطان الرجیم سے بچا دے۔

ابن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں غفرلہ سے راوی :
كانوا يستحبون اذا وضعوا الميت ان يقولوا بسم
الله وفي سبيل الله وعلى ملته رسول الله اللهم
اجوه من عذاب القبر وعذب النار ومن شر
الشيطان الرجيم
مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں
کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ملت پر الہی ! اسے
عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے
شر سے بچا دے۔

ان حدیثوں سے جس طرح پر ثابت ہوا کہ اس وقت مہذا اللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یہ بھی
واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں کر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ
ذات رفیع شیطان کی یک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود ستارہ کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوتی
دلیل ششم ابو داؤد و حاکم و بیہقی امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی :

كان السجی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا
فرغ من دفن الميت وقف علیه قال استغفروا
حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب دفن میت
سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

لے سنن ابن ماجہ باب ما جاز فی اذخال الميت القبر
لے نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفضل التاسع والاربعون
لے مصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع الميت فی قبره
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲
مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳
مطبوعہ ادارۃ الفقہاء العلمیہ الاسلامیہ کراچی ۳/۲۲۹

بحر الزمان و نهر الخالق و قنادی علیگری سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنتے سے ثابت ہے اور بڑی بزرگی
 اتنا دیکھا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا ہے کہ دعا ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دعا ہے۔ تو وہ بھی اسی سنت ثابت ہے کہ
 ایک فرد ہوتی پھر سیت مطلق سے کراہت خود پر استدلال عجیب تھا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اباری
 مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

کل دعا ذکر و حکل ذکر دعا (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

احضل الدعاء الحمد لله (سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد ہے)

اخرجه الترمذی وحسنہ والنسائی واجتہاں والحاکم وصحیحہ عن جابر بن عبد اللہ
 اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا، نسائی،
 ابی جہان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے (ت)

جس میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے با و ایز بنہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا،

اے لوگو! اپنی جانوں پر زخمی کرو انکو لا تہذون اصم ولا غیب انکم تدعون سمیعاً بصیراً
 (تم کسی بہرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے صبح بعیر سے دعا کرتے ہو)

دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کر اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے
 بھی ایک دعا اور فرمسنوی ہونے میں کیا شک رہا۔

دلیل مقصود یہ تو واضح ہو گیا کہ بعد وفات میت کے لیے دعا سنت ہے

اور ملتا فرماتے ہیں آداب دعا سے ہے کہ اسی سے پہلے کوئی عمل صالح کرے، امام شمس الدین محمد
 بن الجوزی کی حسن حصین شریف میں ہے،

آداب الدعاء منها تقديم عمل صالح وذكره
 آداب دعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو
 اور ذکر الہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہئے مسلم،
 عند الشدة حرۃ د۔

ترمذی، البرد اوو۔ (ت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التبیح الا مطبوعہ مکتبہ ادارہ ملتان ۱۱۲/۵

سلفہ جامع الترمذی باب ما جاء من دعوة المسلم مستجاباً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۳/۶

سلفہ الصریح لمسلم باب خفض الصوت بالذکر قذیری کتب خانہ کراچی ۳۴۶/۲

مکہ حسن حصین آداب اللہ دعا نوٹکشور لکھنؤ ص ۱۳

علامہ علی قاری حرمین میں فرماتے ہیں، یہ ادب حدیثِ ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی مثل صالح ہے تو دُعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی

دلیل ہشتم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثُمَّ انْصَبَ لَكَ مِنَ الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ وَحْدَهُ
ابْنُ سُلَيْمٍ
اور دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور
ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو

اخرجه ابو داؤد و ابن حبان و الحاكم بسند
صحيح عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله
تعالى عنه۔
اسے ابو داؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سهل بن
سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ کے ساتھ
روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اذ نَادَى الصَّادِي فَتَحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ
اسْتَجِيبَ الدُّعَاءُ۔
جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے
دروازے کھول دے جاتے ہیں اور دعا قبول
ہوتی ہے۔

اخرجه ابو يعلى و الحاكم عن ابي امامة الباهلي
و ابو داود الطيالسي و ابو يعلى و الصياد في
المختار و بسند حسن عن انس بن مالك
مالك رضي الله تعالى عنهما۔
یہ روایت ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور ابو داؤد و طیارسی اور ابویعلیٰ
اور ضیاء الدین نے المنقرہ میں حضرت انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مندرجہ کے ساتھ بیان
کی ہے۔ (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسبابِ اجابت و دعا ہے اور یہاں دعا شارعِ جہاد و ہلاک
مقصود تو اُس کے اسبابِ اجابت کی تکمیل قطعاً محمود۔

دلیل نہم قصور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْمُؤَذِّنِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَلِاسْتِغْفَالِهِ اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لیے

سنة المستدرك على الصحيحين لا يرد الدعاء عند الاذان وعند البائس
سنة " " " " اجابة الاذان والدعاء بعده
19/1 مطبوعه دار الفکر بيروت
54/1 " " " "

دلیل دہم اذان ذکر الہی اور ذکر الہی داغ عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 مامی شیئ ابجی من عذاب اللہ من ذکر
 کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات
 بخشنے والی نہیں۔

درواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل و ابن
 ابی الدنیا و البیهقی عن ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم۔
 اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور البیهقی نے حضرت
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دی عذاب سے مامون ہو جاتی ہے طبرانی
 معاجم شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 اذا اذن فی قریۃ امنھا اللہ من عذابہ فی ذلک
 جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس
 ایوبؑ و شاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث
 دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے
 اور اس کی شاہدہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت
 معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (ت)۔

اور مشک ایسنے بھی فیہ ایسا عمل کرنا عذاب سے منجی ہو شریعت جل و علا کو محبوب و
 مرغوب، مولانا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعا سے رحمت و
 مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں،

فان اذا ذکر کلھا نافعة له فی ثلاث الدار (کہ ذکر جس قدر میں سب میت کو قبر میں نفع پہنچے ہیں۔ ت)
 امام بدر الدین محمد عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب مغلطۃ الحدیث عند القبر فرماتے ہیں،
 واما مصلحة الميت فمثل ما اذا اجتمعوا میت کے لیے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی

سلفہ منہ احمد بن حنبل روایات معاذ بن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۹/۵
 نوٹ، ابن ابی الدنیا اور البیهقی کے الفاظ عبد اللہ بن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل
 سے یوں مروی ہیں، ما عمل آدمی عدا قدا ابجی له من عذاب اللہ من ذکر اللہ الا

۲۵۴/۱ معجم الکبیر روایات انس بن مالک حدیث ۴۶ مطبوعہ المكتبة الخيرية بیروت
 سلفہ شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم اجاب الثامن فی الصحیحة والمؤلفہ مطبوعہ مکتبہ پرنس لاہور ص ۳۳۲
 ۱۶۶ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص

عنده القراءة القرآن والذكر خاف الميت
يلتقم به ۱۰

قر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کریمت کو
اس سے نفع ہوتا ہے (ت)
باب مگر اذان ذکر محبوب ہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔
وسیل یا تو حکم اذان ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔

اقولاً حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطاء پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قرآن تعالیٰ و درختنا
لك ذكرك في فراساتہ ہیں ،

جعلك ذكراً من ذكري فمن ذكرك فقد
ذکر فی ۱۰
میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا
ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الہی بلاشبہ رحمت اُترنے کا باعث ، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں
ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں ،

حفظهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت
عليهم السكينة ۱۰
انہیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی اُپانپ لیتی
ہے اور ان پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔

رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ وابی سعید
راہی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)۔

ثانیاً ہر محبوب خدا کا ذکر عمل نزول رحمت ہے ، امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ،
حد ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی اُترتی ہے)

ابو جعفر بن محمد بن عیاض و ابن نجیم سے اسے بیان کر کے فرمایا ، فوسل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلہ رأس الصالحین (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)۔

لہ عمدة القاری شرح البخاری باب سورة الحمد عند القراءۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸۹/۸
لہ القرآن ۴/۴

لہ نسیم الیاض شرح الشار زیر آیت ذکر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۵/۱
لہ صحیح مسلم باب فصل الاجتماع علی تلاوت القرآن الہ قادیانی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲

لہ اتحاف السیادۃ المتقین الفائدۃ الثانیۃ المخلص بالعرفۃ المعاصی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۰/۶
۲۵۱/۶

پس بوشبہ جہاں اذان ہوگی رحمت الہی اترے گی اور بھائی مسلمان کے لیے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو
شرع کو پسند ہے نہ کہ منوع۔

دلیل دوازوم خود ظاہر اربعہ شیوں سے بھی ثابت کہ مژدہ کو اُس نے مکان تنگ و تنگ میں سخت
وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الامام رحمہم ربی ان دبی عفو و رحیم (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب
بخشش فرمائے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تاہم اذان دافع وحشت و باعث الطینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خلیل ہے
اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (مَنْ لَوْحَدَاكَ ذَكَرَ سَيَسِيحُ بِسَاسَةٍ فِي دَلِ)

الرحیم و ابن عباس کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں :

نَزَلَ اَوَّلُهَا بِالْمَدَنِ فَاسْتَوْحَشَ فَيَنْتَزِلُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَنَادِي يَا كَاذِبَانِ الْحَدِيثُ -
جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت سے ہندوستان
میں اترے انھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبریل علیہ
السلام نے، تو کر اذان دی۔ (الحديث)

پھر اس غریب کی تسکین خاطر اذان تو وحشی کر اذان کی ترکیب کر کے مانتا بلکہ علیٰ خصوصاً ایسے جیس کی اعانت
حضرت فی عزوجل کو نہایت پسند، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ -
اللہ تعالیٰ بندہ کے مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے
بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔

رواه مسلم و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ
والحا کہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ -
اسے مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ إِلَى أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَ
جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی

سُورَةُ الْقُرْآنِ ۵۳/۱۲

سُورَةُ الْقُرْآنِ ۶۸/۱۳

سُورَةُ الْحَالِیَةِ ۱۰۶/۶
سُورَةُ الْمُسْلِمِ ۲۳۵/۶
مرویات عمرو بن قیس المالکی ۲۹۹
باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن
مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت
قدیمی کتب خانہ کراچی

من فخر عن مسلوکریة فخر الله عنه بها
کریة من کرب يوم القيامة - رواه الشيخان
وابوداؤد عن ابن عمر رضي الله تعالى
عنهما -
حاجت اُتی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور
کرسے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں
سے ایک مصیبت اس سے دور فرمائے گا۔ اسے بخاری و مسلم
اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا ہے۔

ذیل سیر و حج مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی،

قال رآی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا
فسر بعض اهلك یؤذنی فی اذنک فانه درد الهم
یعنی مجھے حضور سیدہ عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین
پاتا ہوں اپنے کسی گھروالے سے کہہ کہ تیرے کان میں
اذان کے اذان غم و پریشانی کی واضح ہے۔

مولیٰ علی اور مولیٰ علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا، فحزینتہ فوجدتہ كذلك (ہم
سے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا)، ذکرہ ابن حجر کما فی السیرۃ (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا
کہ مرقعات میں ہے۔ ت) اور غرض معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں
ہوتا ہے مگر وہ خاص جہاد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر حرجا بھیب جاء علی حاقۃ (خوش آہدہ
اس محبوب کو جو بہت دور سے آیا۔ ت) فرماتے ہیں تو اس کے دُفع غم دالم کے لیے اگر اذان سنائی جائے کیا محدود
شرعی لازم آئے عا شائے بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو خراش کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔
طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں،

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض
ادخال السور علی المسلمین
جیٹک اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال
سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

۱/۳۳۰ صحیح بخاری باب لا یظلم المسلم المسلم من ابواب الخالم مطبوعہ قیدی کتب خانہ کراچی
۲/۱۳۹ مرقعات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان - مکتبہ ابراہیم طہان
۱۱/۱۱۰۷ مروجۃ عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۱۰۷۹ - مکتبۃ الفیصلیہ بیروت

انہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان موجبات المغفرة اذ خالک السرور علی
اخیک المسلمین

دلیل چہارم قال اللہ تعالیٰ،
یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکر کثیراً۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا یجھنون

اخرجه احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم
والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ

عنه صححه الحاکم وحسنه العافظ ابن حجر۔
وہ سب۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
اذکر اللہ عند کل حجر و شجر۔

اخرجه الامام احمد فی کتاب الزہد و
الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بسند حسن۔
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں،

لم یفرض اللہ علی عبادہ فی یضہ الا جعل
لہما حد معلوما ثم عذر اہلہا فی حال

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا
مگر یہ کہ اُس کے لیے ایک حد معین کر دی پھر عذر رک

۱۔ مجمع البکیر مرویات حسن بن علی حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیضیہ بیروت ۸۵/۲
۲۔ القرآن ۳۱/۳۲

۳۔ منذ احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری
۴۔ مجمع البکیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۲۱
۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۰۶۸/۳
۶۔ المکتبۃ الفیضیہ بیروت ۱۵۹/۲

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں،

قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر
مسئلة من المسائل الفقهية۔
پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعة اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزول رحمت است (نزول رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں، مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض است (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں، اگر عظیم مسترآن کنندہ لونی و افضل باشد (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ و بہتر ہے۔ ت) جب علماء کرام نے حکایات اہل خیرتہ کہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں با غصہ کسی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ رحمت وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں میر نزول رحمت تو اذان کہ شبہات احادیث موجب نزول رحمت و دلچ عذاب ہے کیونکہ جائز بلکہ مستحب نہ ہو گی۔

بکہ اللہ یہ پسند نہ دلیس ہیں کہ چند ساعت میں فیض تدریسے طلب فقیر پر فائض ہو جس ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو غرض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگر بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں مذکور مگر فقیر غرض اللہ تعالیٰ نے کلیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو دلیل کامل اور ہر مذکور غرضی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالانہ ص ۵۰

لا شك ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہل کرنے والے کے لئے ہے۔ ت)

عہ بالجلد بجد اللہ تعالیٰ ان دلائل جلال نے کا شمس فی وسط السار و اضح کو دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بطریق ثبوت شرعی بوجہ کثیرہ فرد سنت ہے شاید وہ بعض علما جنہوں نے اس کے سنت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فرد سنت ہے نہ کہ فرد سنت و ہذا مناسب کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اودام عوام معنی ثانی کی طرف جتنہ سمجھیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۸۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ (م)

لمعات التبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب ثبوت عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف علیہ السلام ۲۰/۱
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ
مکتبہ نوریہ رضویہ مکتبہ ۲۱/۱

ہم پر ان اکابر کا شکریہ واجب جنہوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس شہوار کام کو ہم پر آسای کر دیا جزاھم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء و شکر صاعیھم الجمیلۃ فی حمایۃ الصلۃ الغرہ و نکایۃ المقتۃ العوراء و عنائھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القیامہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ الاطائب الکرماء

تنبیہات جلیلہ — تنبیہ اول : ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا غلط رحمت الہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمن اس میت اور ان احیاء کے لیے کتنے منافع ہیں ، سات فائدہ میت کے لیے :

(۱) بزرگ تعالیٰ شیطان جہنم کے شر سے پناہ ۔

(۲) بدولت تکبیر خذاب نامہ سے امان ۔

(۳) جواب سوالات کا یاد آجانا ۔

(۴) ذکر اذان کے باعث خذاب قبر سے نجات پانا

(۵) ہر برکت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروں و ملت ۔

(۶) بدولت اذان دلیع و عشت ۔

(۷) تعالیٰ غم و سرور و فرحت ۔

لور پندرہ احیاء کے لیے ، سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسائی جدا مشہ ہے اور ہر حسرت کم سے کم دس نیکیاں ، پھر نفع رسائی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے ۔

(۸) میت کے لیے تدبیر دفع شیطان سے اتباع سنت ۔

(۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباع سنت ۔

(۱۰) دعا و عند القبر سے اتباع سنت ۔

(۱۱) بقصد نفع میت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباع سنت ۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جس سے قرآن و حدیث مالا مال ۔

(۱۳) ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا ۔

(۱۴) مطلق دعا کے مسائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغز جلوت فرمایا ۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منہائے آواز تک مغفرت اور ہر تردد و شک کی استغفار و شہادت

اور دونوں کو صبر و سکون و راحت سے ہمارے نعت پر کراذان میں اصل کے سات ہی ہیں اللہ اکبر! اشہد ان لا الہ الا اللہ! اشہد ان محمد! رسول اللہ! علی الصلوة! علی الفلاح! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ! اور مکررات کو گنتے تو پندرہ ہوتے ہیں میت کے لیے وہ سات فائے اور احیا کے لیے پندرہ، انہیں سات اور پندرہ کے برکات ہیں والحمد للہ رب العالمین قہب کرتا ہوں کہ حضرات مائین نے میت احیا کو ان فرائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے یہیں تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

من استطاع منكواں ينفع اخاه فلينفعه
مراد: احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ
مرفوع اللہ تعالیٰ عنہما۔
تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔
اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانتے اس اجازت کل کے بعد جب تک خاص جرئہ کی شرع میں نہ ہو تو نعت کسان سے
کہ جاتی ہے واللہ العزیز۔

تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نية المؤمن خير من عمله۔ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

مراد: البیہقی عن السنن والطبرانی فی الکبیر
عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے پہلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی
نے مجاہد کبیر میں حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا۔ (۱)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک نفل کو اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف
یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلن محمود و بہرہ قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ عفو کریں گے مگر
عالم نیت اس ایک ہی نفل میں اتنی نیکیاں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کر جانا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں۔

(۴) داعی اللہ کی اہمیت کرتا ہوں۔

(۵) تحریک المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی پر اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو یا ہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پاسے گا۔

(۸) امر الہی حذو ازہمتکم عند کل مسجد (اپنی نرہشت موجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امثال کو جاتا ہوں۔

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کا مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات

(۱۵) مسلمانوں سے میل

(۱۶) ہر رشتہ دار میں گے اُن سے بکثارت پیشانی طر کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہل اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے رسوم کا جواب دوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے جاتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا یا اللہ
لحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ۔

(۲۳ و ۲۴) دخل و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا اللہم صل علی سیدنا

محدث و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا محمد .

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تفریت نہ کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یہ جو حمد اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کر پانی دوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جراحہ بھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو سجدہ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حق اوسع صلح کروں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاستہ وقت پہنچے اور نکلنے وقت پائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو رکھا ہوا کاغذ پاؤں کا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرہ تو دیکھئے کہ جہاں ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسن نماز کے لیے نہیں ہوتا بلکہ ان چالیس منیات کے لیے ہوتا ہے تو گریاؤں کا یہ چنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی چالیس نیکیاں ہوگا اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ وہ پندرہ نیتوں کا تفصیل قصد کرے تاکہ ہر نیت پر خود انوار ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کے لیے دعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجا لاتا ہوں الی غیر ذلک معایت خیرہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل (ای کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عذر راہ استمرا کر سکتی، اللہ تعالیٰ ہی سید راہ دیکھنے و تاباں بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسسی قدر پائیں گے

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھتیس علمائے ارشاد فرمائیں اور چودہ فقیر نے بڑھائیں جن کے بندہ سوں پر خطوط لکھنے میں مشغول

فانما الاصل بالبیات وانما الکل اسفل صافوی ذاعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

تنبیہ سوم : جمال منکرین یہاں اقرار کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لیے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لیے اذان کھی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا انفرادی منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کون کون موافق میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجند گوش معلوم میں اور دفعہ وحشت کو کہنا تو ہمیں گزرا اور بچے کے کان میں اذان دیتا سنائی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم العباد میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم : شرع مطہر کی اصل کئی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات مخالفت ذرا مانع، معذرتاً اصل اسطیاء میں اجماع تو قائل جواز مستحب حاصل ہے کہ اصل دلیل کی حاجت نہیں رکھتا، اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جانتا اور منع خصوصیت کے لیے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ جانتا صرف محکمہ ہر سنی ہی نہیں بلکہ اراۃ عقل و عقل سے فزون و مطہر سفر و جہل میں کامل دلوج ہے ملائمت سنت شکر اللہ تعالیٰ مسامحیم الجلیل سب مباحث کو اعلیٰ درجہ پر ملے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافذہ دلیہ کی تنقیح بالغ و تحقیق باز رخ حضرت خاتم المحدثین امام المہدیین حجۃ اللہ فی الارضین معجوزۃ

عہ بعض اہل جہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز توجہ سرت مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترک ترک یہ ہے کہ نماز جنازہ جس طرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے ایک نماز و عشر صرف سجود سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے جس دن کشف ساق ہوگا اور مسلمان سجد سے میں گریٹنگ منافی سجدہ نہ کر سکیں گے جس کا بیان قرآن عظیم سورۃ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ قالے۔ (م)

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم علی آئمہ واصحابہ اجمعین سید الصفا سند الکونین تاج الافاضل مزاج الامام علی
 حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورتق تبارک کے کتاب مستطاب اصول الرشاد فقہ صبا فی القضاہ و کتاب لاجوب
 اذا اقلع الاثمہ لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہ میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ
 اقامۃ القیامۃ علی طائفت القیامہ لدی تھامہ و رسالہ عنین العین فی حکم تفسیل الایہامیہ و
 ما نہ فسیم الصبا فی ان الادان یحول الموہبہ وغیرہ تصانیف میں ذکر کی یہاں ان باب بحث کے ارادے سے تحریر
 کی ضرورت نہیں۔ حضرت محاضرات با آئندہ ہزار بار گھر تک پہنچ چکے اگر پھر بہت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز و
 جواب با صواب پائیں گے جس کے افواہ بارہ و لمعات قاصدہ حضور باطل کی آنکھیں جھکیں اور اس کی سہانی
 روشنیوں و دکشا بکیوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دکھیں ہائے التوفیق و ہوامعین۔ والحمد للہ سرمت
 العالین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتہ
 یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحانہ و
 تعالیٰ اعلم علیہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ

محمد المذنب احمد رضا بریلوی حنفی عالم مجتہد مدظلہ العالی مدنی سنی شہ تعالیٰ علیہ السلام

نصرت بالخیر

محمد بن سنی حنفی قادری
 عبد الصلے احمد صاحبان

ماخذ و مراجع

نمبر کتاب	مصحف کتاب	مسن و کتابچی
۱۔	الاجراء فی الحدیث	عبد الرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالقرنی
۲۔	الاجتناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد انطاکی الحنفی
۳۔	الاحتیاء شرح الفرائد	عبد اللہ بن محمد (ابن سودود) الحنفی
۴۔	الادب المذہبی للحارثی	محمد بن اسماعیل البخاری
۵۔	ارشاد اساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی
۶۔	ارشاد بغفل السلیم	ابو سعید محمد بن محمد بن عیسیٰ
۷۔	الارکان الاربع	مولا عبد اللہ بن محمد بن عظیم
۸۔	الاشیاء والنظائر	شیخ بن الدین بن ابی اسحاق بن نجیم
۹۔	اشعة الاطاعات	شیخ عبد الحق محمد بن محمد بن عیسیٰ
۱۰۔	اصول البزودی	ابو علی محمد بن محمد بن عیسیٰ
۱۱۔	اصلاح الخلق فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا
۱۲۔	آکام المریان فی احکام الجہان	قاسم بن محمد بن عبد اللہ الشیل
۱۳۔	الایض و التعلیل	قاسم بن محمد بن عبد اللہ الشیل
۱۴۔	دعائے دعا	حسن بن محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ
۱۵۔	دعائے دعا	احمد بن سلیمان بن کمال باشا
۱۶۔	دعائے دعا	عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ
۱۷۔	دعائے دعا	احمد بن محمد المعروف بابن الحسن
۱۸۔	دعائے دعا	احمد بن محمد المعروف بابن الحسن
۱۹۔	دعائے دعا	احمد بن محمد المعروف بابن الحسن

ب

٢٠ -	بدائع الصالح	٥٧٤	علاء الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني
٢١ -	البداية (بداية المستهدى)	٥٩٣	علي بن ابى بكر النريسي
٢٢ -	البحر اراتي	٩٤٠	شيخ زين الدين بن ابراهيم بن بجم
٢٣ -	البرهان شرح مواهب الرحمن	٩٢٢	ابراهيم بن موسى الطرابلسي
٢٤ -	بستان العارفين	٢٤٢	فقيه ابو الليث فخر بن محمد الممرقندي
٢٥ -	البيضا في الفروع	٥٠٥	حجة الاسلام محمد بن محمد الفزالي
٢٦ -	البنية شرح الهداية	٨٥٥	امام بدر الدين ابو محمد العيني

ت

٢٤ -	تاج العروس	١٢٠٥	سيد محمد تقي الزبيدي
٢٨ -	تاريخ ابن عساكر	٥٤١	علي بن الحسن ابن مشقي بن عساكر
٢٩ -	تاريخ البخاري	٢٥٩	محمد بن اسمعيل البخاري
٣٠ -	التبيين وادبه	٥٩٣	برهان الدين علي بن ابى بكر الفريسي
٣١ -	تحرير الاصول	٨٩	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن العام
٣٢ -	تحفة الفقهاء	٥٢٠	امام علاء الدين محمد بن احمد الممرقندي
٣٣ -	تحقيق المسام	٤٢٠	عبد العزيز بن احمد البخاري
٣٤ -	الترجيح والتفصيل على الله وري	٨٤٩	علامه قاسم بن تطلوبنا المنفي
٣٥ -	التعريفات لسيد شريعت	٨١٦	سيد شريعت علي بن محمد الجرجاني
٣٦ -	تفسير بن جرير جامع البيان	٣١٠	محمد بن جرير الطبري
٣٧ -	تفسير البيضاوي	٦٩١	عبد الله بن عبد بنيناوي
٣٨ -	تفسير الملايين	٩١١-٨	علامه حلال الدين الحل و بطلان الدين السيوطي
٣٩ -	تفسير الجليل	١٢٠٣	سليمان بن عبد الجليل الشيبيري الجليل
٤٠ -	تفسير القرطبي	٦٤١	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي
٤١ -	التفسير الكبير	٢٩	امام فخر الدين الرازي

٤١٨	نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين النيشابوري	٣٢ - التفسير لنيشابوري
٩٠١	ابو بكر ياكين بن شرف الزاوي	٣٣ - تقريب القريب
٨٤٩	محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي	٣٤ - التقرير والتحجير
١٠٣١	عبد الرؤف الساوي	٣٥ - التيسير للناوي
٤٢٣	عز الدين عثمان بن علي الزطحي	٣٦ - تبين الحق
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر المستطفي	٣٧ - تقريب التهذيب
٨١٤	ابو طاهر محمد بن يعقوب النيروز آبادي	٣٨ - تنوير مقابس
١٠٠٣	شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التبراشي	٣٩ - تنوير الابصار
٢٩٣	محمد بن نفع المروزي	٤٠ - تعظيم القصة
٣٦٣	ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي	٤١ - تاريخ بغداد
٤٤٥	عمر بن اسحق السراي الهندي	٤٢ - الترشيع في شرح الهداية
		ج
٢٤٩	ابو بصير محمد بن عيسى الترمذي	٥٣ - جامع الترمذي
٩٦٢	شمس الدين محمد فراساني	٥٤ - جامع الرواة
٢٥٩	امام محمد بن تميم النوري	٥٥ - الجامع الصحيح للبيهقي
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٥٦ - الجامع الصغير في الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	٥٧ - الجامع الصحيح للمسلم
٥٨٦	ابو نصر احمد بن محمد العتابي	٥٨ - جامع الفقه (جامع الفقه)
٨٢٣	شيخ به رمال بن محمود بن اسرائيل بن قاضي	٥٩ - جامع لفصلين
٣٢٠	ابي الحسن حميد بن حسين الكرخي	٦٠ - الجامع الكبير
	برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الخوافي	٦١ - جواهر الفقه
٩٨٩	احمد بن تركي بن احمد الهاشمي	٦٢ - الجواهر الزكية
٥٦٥	دكن الدين ابو بكر بن محمد بن علي المناظر	٦٣ - جواهر الفتاوى
٨٠	ابو بكر بن علي بن محمد الحمد ادرسي	٦٤ - الجريدة البصرة
٢٣٣	يعقوب بن معين البغدادي	٦٥ - الجرح والتعديل في رجال الحديث
٩٠١	علاء الدين عبد الرحمن بن ابكر السيوطي	٦٦ - الجامع الصغير في الحديث

ح

١١٤٦	محمد بن مصطفى البرصيه القادي	٦٤ - حاشية على الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشلبى	٦٨ - حاشية ابن شلبى على التبيين
١٠١٣	عبد الجليل بن محمد الرومى	٦٩ - حاشية على الدرر
٨٠٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	٤٠ - حاشية على الدرر للاخسرو
	علاء سقلى	٤١ - حاشية على المقدرة العشوية
٩٣٥	سعد الله بن عيسى الآفندى	٤٢ - حاشية لسعدى آفندى
١١٢٣	عبد الفتى ابن بلسى	٤٣ - الحديقة الندية مشرح فريضة محمدية
٦٠٠	قاضي جمال الدين احمد بن محمد فوج القابسى الحنفى	٤٤ - الحادى القابسى
٣٤٢	ام ابراهيم نهر بن محمد السمرقندى الحنفى	٤٥ - حصر المسائل فى العروة
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمغانى	٤٦ - حاشية ادبيات
٨٤٩	محمد بن محمد ابن امير الحاج	٤٧ - حاشية الحنفى

خ

	قاضي جلال الحنفى	٤٨ - فرائد الروايات
٥٣٢	طاهر بن احمد عبد الرشيد البنى رى	٤٩ - فرائد الفتاوى
٤٣٠	حسين بن محمد السعدى السيمى	٥٠ - فريضة لمعتين
٥١٨	حسام الدين على بن عبد الملك الرازى	٥١ - خلاصة در كل
٥٣٢	طاهر بن احمد بن الرشيد البنى رى	٥٢ - خلاصة الفتاوى
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر النخل	٥٣ - خيرات الحسان

د

٨٥٢	شهاب الدين احمد بن على ابن حجر العسقلانى	٥٤ - الدرر فى تخرج احاديث الهداية
٨٨٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	٥٥ - الدرر ١١ (الحكام)
١٠٨٨	علاء الدين الحنفى	٥٦ - الدرر المختار
٩١١	علاء جلال الدين عبد الرحمن السيمى	٥٧ - الدرر النشير

٣٨٥	علي بن محمد الدار قلبي	١٠٤	السني دار قلبي
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن الدار	١٠٨	السني الدار
			<u>ش</u>
	شمس اوتة جده بن محمد واكرودي	١٠٩	لشام
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد بن علي	١١٠	شرح انار بدين لودوي
١١٠٩	ابراهيم ابن علي الدار قلبي	١١١	شرح الاربعين للودوي
٩٤٨	علاء احمد بن المجازي	١١٢	شرح الاربعين للودوي
١٠٩٩	ابراهيم بن حسين بن احمد بن محمد بن البيري	١١٣	شرح الاشهاد والنقار
٥٩٢	امام قاضي خان حسين بن منصور	١١٤	شرح الجامع الصغير
١٠٩٢	شيخ السني بن عبد الله بن علي	١١٥	شرح الدرر
١٠٥٢	شيخ عبد الله بن محمد بن الدار	١١٦	شرح سفر السعادة
٣١٦	حسين بن منصور لودوي	١١٧	شرح السنة
٩٣١	ليث بن محمد بن علي بن علي	١١٨	شرح شريعة الاسلام
٣٨٠	ابن عبد الله بن منصور بن علي بن علي	١١٩	شرح مختصر الطحاوي للاسيدي
		١٢٠	شرح الفقهين
٩٤٩	شيخ ابو بكر بن محمد بن شرف الودوي	١٢١	شرح المسلم للودوي
٣٢١	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوي	١٢٢	شرح معاني الآثار
٩٢١	عبد البر بن محمد بن محمد	١٢٣	شرح المنظومة لابن دبيان
١٢٣٢	محمد بن علي بن محمد بن علي	١٢٤	شرح المنظومة في رسم الفقه
٩٥٩	شيخ محمد بن محمد بن محمد	١٢٥	شرح المنية الصغير
١١٢٢	علاء محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٦	شرح مواهب اللدنية
١١٢٢	علاء محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٧	شرح موطأ امام مالك
٩٤٩	شيخ ابو بكر بن محمد بن شرف الودوي	١٢٨	شرح المذهب للودوي
٩٣٢	مولانا عبد الله بن محمد بن علي	١٢٩	شرح النقاية
٤٤٤	صمد الشريعة عبيد الله بن مسعود	١٣٠	شرح الزدنية

- ١٣١ - شرح الهداية
 ١٣٢ - شرح الاسلام
 ١٣٣ - شعب الايمان
 ١٣٤ - شرح الجامع الصغير
 ١٣٥ - شرح الجامع الصغير
 ٨٩٠ - محمد بن محمد بن محمد بن شحنة
 ٥٤٣ - امام الاسلام محمد بن ابي بكر
 ٢٥٨ - ابو بكر احمد بن حسين بن علي البستي
 ٣٨٠ - احمد بن منصور النحوي الاسدي
 ٥٣٦ - عمر بن عبد العزيز الطوسي

ص

- ١٣٦ - صحاح الجوهري
 ١٣٧ - صحيح ابن جابر
 ١٣٨ - صحيح ابن خزيمة
 ١٣٩ - الصمد
 ٢٩٢ - اسفيل بن حماد الجوهري
 ٢٥٢ - محمد بن جابر
 ٢١١ - محمد بن اسحاق ابن خزيمة
 ٦٩٠ - تقريباً
 ٦٩٠ - ابو فضل محمد بن محمد بن خالد القرشي

ط

- ١٣٠ - الطحاوي على الدر
 ١٣٠ - الطحاوي على الرائي
 ١٣٢ - اللطيفة المحمية
 ١٣٣ - طبعة المطبعة
 ١٣٠٢ - سيرة احمد الطحاوي
 ١٣٠٢ - سيرة احمد الطحاوي
 ٩٨١ - محمد بن برهان المعروف بركي
 ٥٢٤ - نجم الدين عمر بن محمد النسي

ع

- ١٣٧ - عمدة الساري
 ١٣٥ - العدة
 ١٣٦ - حفاة الحافض
 ١٣٧ - حروف المسائل
 ١٣٨ - عمدة العدة
 ١٣٩ - عمدة
 ١٥٠ -
 ٨٥٥ - علاء الدين محمد بن محمد بن احمد البستي
 ٤٨٩ - اكمل الدين محمد بن محمد الباري
 ١٠٩٩ - شهاب الدين القفاحي
 ٣٤٨ - ابو العيث نصر بن محمد السمرقندي
 ١٢٥٢ - محمد امين ابن عايد بن الشامي
 ١٠٢٠ - كمال الدين محمد بن احمد الشهير بله مشكوري

غ

- ١٥١ - غاية البيان
 ١٥٢ - غرر الاحكام
 ١٥٣ - غريب الحديث
 ١٥٤ - غزير الجواهر
 ١٥٥ - غنية دول الاحكام
 ١٥٦ - غنية المستمل
 شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير القسطنطيني ٤٥٨
 قاضي محمد بن ذامر قلاخسرو ٨٨٥
 ابو الحسن علي بن مغيرة السعدي المعروف باسم ٢٢٠
 احمد بن محمد الحنفي املي ١٠٩٨
 حسن بن عمار بن علي الشربل ٠٦٩
 محمد ابراهيم بن محمد الحلبي ٩٥٩

ف

- ١٥٧ - فتح اباري شرت البصري
 ١٥٨ - فتح القدير
 ١٥٩ - فتاوى النسخي
 ١٦٠ - فتاوى بزارية
 ١٦١ - فتاوى تقي
 ١٦٢ - فتاوى حيريه
 ١٦٣ - فتاوى سراجيه
 ١٦٤ - فتاوى مطهر بن تهر
 ١٦٥ - فتاوى عياشي
 ١٦٦ - فتاوى قاضي خان
 ١٦٧ - فتاوى بندييه
 ١٦٨ - فتاوى نصيريه
 ١٦٩ - فتاوى دلر، لمييه
 ١٧٠ - فتاوى الكبري
 ١٧١ - فتحة الاكبر
 ١٧٢ - فتح المعجم
 شباب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني ٨٥٢٠
 كمال الدين محمد بن عبد الواحد باين الامام ٨٦
 محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز ٥٣٤
 محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز ٨٢٥
 علامه خير الدين بن احمد بن علي الرطبي ١٠٨١
 سراج الدين علي بن عثمان الاوشي ٥٤٥
 عطاء بن عمر السعدي
 داود بن يوسف الخطيب النسخي
 حسن بن منصور قاضي خان ٥٩٢
 بصيرت علامه احمد بن زيب عالمشير
 ظهير الدين ابوبكر محمد بن احمد ٦١٩
 عبدالرشيد بن ابني عتيقه الاولاني ٥٢٠
 امام صدر الشيعه حسام الدين عمر بن عبد المعز ٥٢٦
 الامام ابو ظفر ابني عتيقه نعمان بن ثابت الكوفي ١٥٠
 سعد بن ابني السعود المحمي

٩٢٨	زين الدين بن علي بن احمد الشافعي	١٤٣ - فتح المعين شرح قرعة المصمغ
٩٣٨	علي الدين محمد بن علي بن عربي	١٤٣ - الفتوحات المكية
١٢٢٥	عبد العلي محمد بن نظام الدين الكندي	١٤٥ - فرائح ارجوت
٣١٣	تقدم بن محمد بن عبد الله البجلي	١٤٧ - الفوائد
١٢٥٢	محمد امين ابن حامد بن السامي	١٤٤ - فرائد الحفصة
١٠٣١	عبد الرؤف المنادي	١٤٨ - فيض القدير شرح الجامع الصغير
٢٩٤	اسماعيل بن عبد الله المنقرب بسمرية	١٤٩ - فوائده السمرية

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيزي آبادي	١٨٠ - القاموس
٩٢٨	ملازم زين الدين بن علي المصلياري	١٨١ - قرعة العين
٩٥٨	نجم الدين محمد بن محمد دارجدي	١٨٢ - لقنية
		١٨٣ - لقرآن

ك

٣٣٣	حاکم شبيه محمد بن محمد	١٨٣ - الكافي في الفروع
٣٦٥	ابو احمد عبد الله بن عدي	١٨٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سید عبد الوهاب الشمراني	انجريت الاحمر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٨٤ - كتاب الآثار
١٨٢	الحامد ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	١٨٨ - كتاب الآثار
	ابو الحامد الحسن محمد بن علي	١٨٩ - كتاب الامام في آداب دخول الحمام
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	١٩٠ - كتاب السواك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	٩ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي مبيد	١٩٢ - كتاب الطهور
٣٢٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	١٩٣ - كتاب العمل على ابواب الفقه
٩٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٩٣ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	١٩٥ - كتاب الوصوة

٢١٩	الحيط البرداني	٢١٤	امام برهان الدين محمد بن تاج الدين
٢٢٠	الحيط الرضوي	٢١٥	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي
٢٢١	مقالات النزاع	٥٩٣	برهان الدين علي بن ابي بكر المرويتي
٢٢٢	مختار الصالح	٢٦٠	محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي
٢٢٣	المختارة في الحديث	٢٢٣	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
٢٢٤	المختصر	٩١١	علاء جلال الدين السبيل
٢٢٥	مدخل الشرح الشريف	٤٢٤	ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدري
٢٢٦	مراقي الفلاح باعداد الفلاح شرح نور الايضاح	١٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي
٢٢٧	مرقات شرح مشکوة	١٠١٣	علي بن سلطان قاضي قاري
٢٢٨	مرقات الصغرى	٩١١	علاء جلال الدين السبيل
٢٢٩	مستخلص الحقائق		ابراهيم بن محمد الخنق
٢٣٠	المستدرک للحاكم	٢٠٥	ابو عبد الله الله الحكيم
٢٣١	المستقصى	٤١	حافظ الدين عبد الله بن عبد الله النسي
٢٣٢	مسلم الثبوت	١١١٩	محمد الله البهاري
٢٣٣	مسند ابي داود	٢٠٣	سليمان بن داود الطيالسي
٢٣٤	مسند ابي يعلى	٢٠٤	احمد بن علي الراسل
٢٣٥	مسند اسحق ابن راهويه	٢٣٨	حافظ اسحق ابن راهويه
٢٣٦	مسند الامام احمد بن حنبل	٢٣١	امام احمد بن محمد بن حنبل
٢٣٧	مسند البزار	٢٩٢	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد القادر البزار
٢٣٨	مسند عبد بن حميد	٢٩٣	ابو محمد عبد بن حميد الكشي
٢٣٩	مسند الفردوسي	٥٥٨	شهر دار بن شيرويه الديلمي
٢٤٠	مصباح النير	٤٤٠	احمد بن محمد بن علي
٢٤١	المصنف	٤١٠	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسي
٢٤٢	مصنف ابن ابي شيبة	٢٣٥	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسي
٢٤٣	مصنف عبد الرزاق	٢١١	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني
٢٤٤	مصباح الدجى	٢٥٠	الحسين بن محمد الصنعاني الهندي

٢٣٠	ابراهيم احمد بن عبد الله الصباني	٢٣٥ - معرفة الصحابة
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٦ - المعجم الاوسط
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٦ - المعجم الصغير
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٨ - المعجم الكبير
٤٣٩	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	٢٣٩ - معراج الدراية
٤٣٢	شيخ دولي الدين العراقي	٢٤٠ - مشكاة المصابيح
٢٩١	شيخ عمر بن محمد الجبازي الحنفي	٢٤١ - المنقى في الاصول
٢١٠	ابو الفتح تاج الدين بن عبد السيد الطبراني	٢٤٢ - المغرب
٢٢٨	ابو الحسين احمد بن محمد القندوري الحنفي	٢٤٣ - مختصر القندوري
٩٢١	يعقوب بن سيري	٢٤٣ - مفاتيح الجنان
٥٠٢	حسين بن محمد بن مفضل الاصطخاني	٢٤٥ - المفردات للامام رغب
	ابو عبد الله محمد بن ابي راسي الشهاوي المالكي	٢٤٦ - المختصر الشهاوي
٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	٢٤٦ - الملتقط (في فتاوى ناصري)
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر البستي	٢٤٨ - محي الزوائد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	٢٤٩ - مناقب الكروبي
٢٠٤	جداق بن علي ابن بارود	٢٥٠ - الفتحة (في الحديث)
٢٢٣	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد	٢٥١ - الفتحة في فروع الفقه
١٢٥٢	محمد بن ابن عمار بن الشامي	٢٥٢ - منزه الخافي
١٠٠٣	محمد بن عبد الله التمر تاشي	٢٥٣ - نخ الغفار
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٥٣ - ملحق الابحار
٩٤٩	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف الزواوي	٢٥٥ - مناج
٩٩٢	منصور الدين احمد بن علي بن شبيب الحنفي	٢٥٦ - مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ايساخ الحنفي	٢٥٦ - المبتقى
٢٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني	٢٥٨ - المبسوط
٥١٠	الحافظ ابو الفتح خضر بن ابراهيم الهروي	٢٥٩ - مسند في الحديث

٢٦٢	يعقوب بن شيبان السدي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سعيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - مئة المصل
١٠٩	إمام ياكوب بن أنس الهذلي	٢٤٢ - موطأ الإمام ياكوب
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي البراء البجلي	٢٤٣ - موارد النعمان
٦٢٢	أحمد بن مظفر الرازي	٢٤٤ - مشكلات
٢٤٦	أبي إسحاق ابن محمد الشافعي	٢٤٥ - منتهى
٩٤٣	عبد الوهاب الشافعي	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٣٨	محمد بن أحمد الذهبي	٢٤٧ - ميزان الاعتدال
٣١٠	أحمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على الصحيح البخاري
٢٢٤	محمد بن جعفر الخزازي	٢٤٩ - مكالم الانلاق

www.alukah.net/work

ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النخبة مختصر الوقاية
٤٩٢	أبو محمد عبد الله بن يوسف المنفي الزبيدي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٩٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
٨١١	حسام الدين حسين بن علي السخاقي	٢٨٣ - النهاية
٩٠٦	محمد الدين مبارك بن محمد الجوزي ابن اثير	٢٨٤ - النهاية لابن اثير
١٠٠٥	مسعود بن نعيم المصري	٢٨٥ - التبريد في الفقه
٢٠١	بشام بن عبيد الله المازني المنفي	٢٨٦ - قواعد في الفقه
١٠٣١	محمد بن أحمد المعروف بشانجي زاهد	٢٨٧ - نور العين
٢٤٦	أبراهيم بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	٢٨٨ - التوازل في الفروع
١٥٥	أبو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - قواعد الاصول في معرفة اخبار الرسول

و

- ٢٩٠ - اوائى فى الفروع
 ٢٩١ - الوجيز فى الفروع
 ٢٩٢ - الرقاية
 ٢٩٣ - الرسيط فى الفروع
 ٤١٠ - جده الله بن احمد القسفى
 ٥٠٥ - ابراهيم محمد بن محمد الغزالي
 ٦٤٣ - محمد بن محمد رالمشرقية
 ٥٠٥ - ابن عاصم محمد بن محمد الغزالي

هـ

- ٢٩٣ - الهداية فى شرح البداية
 ٥٩٣ - برهان الدين علي بن ابى بكر المرصيفاني

ي

- ٢٩٥ - ايراقيت والجواهر
 ٢٩٦ - ينابيع فى معرفة الاسول
 ٩٤٣ - سيدة جده ابواب الشعراني
 ٤٦٩ - ابى جده الله محمد بن رمضان الرومى